U5747. 8-12 UT.

Title - MAQADDAMA RUQQAAT-E-ALAMGEER.

Creator - Sayyed Najeeb Ashraf Nadvi

Publisher - Darul Mustafeen (Azamgarh).

Date - N.A.

Pages - 487.

Subject - Aurangzeb - Ruqqaat - Tanqeed; Ruqqaat - Aurangzeb - Tanqeed.

اِنّي اُلقِيَ اِليَّ كِتابٌ كَرِيمٌ

سلسلۂ دار المصنّفین (۳۵)

مقدمۂ رقعات عالمگیر

یعنی

اعلیٰ حضرت سلطان الہند محمد اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعۂ رقعات وخطوط ومراسلات

پر مقدمہ اور تفصیلی تبصرہ

جسمین

اسلام مین فن انشا اور شاہانہ مراسلات کی تاریخ ہندوستان کے صیغۂ انشا کا حال، اور انشا کے اصول، اور خاص عالمگیر کی انشا پر بحث، اسکی تاریخ کے ماخذ، اور عالمگیر کی پیدائش سے برادرانہ جنگ تک کے تمام واقعات وسوانح پر خود اس کے خطوط ورقعات کی روشنی مین تنقیدی نگاہ ڈالی گئی ہے،

نوشتۂ

سید نجیب اشرف ندوی، ایم اے، رفیق دار المصنفین،

مولوی مسعود علی صاحب ندوی کے اہتمام سے

دار المصنفین کے مطبع معارف اعظم گڈھ مین چھپی

فہرست مقدمہ رقعات عالمگیر

مضمون	صفحہ
مقدمہ رقعات	
فن انشا کی اجمالی تاریخ	۱-۲۸
دیوانوں کی تقسیم	۶
کاتب کے اوصاف	۷
کاتب کے فرائض	۹
کاتب کے اقسام	۱۰
زبان کی تبدیلی	۱۲
ہندوستان میں فن انشاء	۱۳
خطوط و مراسلات کے اقسام	۱۵
فرمان یا منشور	۱۶
مثال	۱۷
مکتوب	״
عریضہ	״
رقعہ	״
فن انشاء عہد مغلیہ میں	״
مرزا انشاء	۱۹
نظم، تحریر اور مہر وغیرہ	۲۰
خطوط کے اقسام	۲۱

شمار	مضمون	صفحہ
۱۷	اوقات فرمان نویسی	۲۲
۱۸	شاہی مہریں	۲۴
۱۹	فن انشاء	״
۲۰	ہندو اور فن انشاء	۲۵
۲۱	فن انشاء کی فارسی کتابیں	״
(۲)	**مکاتیب اورنگزیب**	۲۹-۹۱
۱	اورنگ زیب کے خطوط	۳۲
۲	آداب عالمگیری	۳۴
۳	ایک نیا نسخہ	۳۸
۴	ایک اہم سوال	۴۱
۵	خطوط کا حقیقی مصنف	۴۲
۶	اورنگزیب اور فن انشا	۵۳
۷	خطوط کی ہمہ گیری	۵۵
۸	فرق مراتب	۵۶
۹	شکریہ	۶۴
۱۰	تہنیت و تعزیت	۶۸
۱۱	اظہار جذبات	۷۲
۱۲	مقامات	۷۸

شمار	مضمون	صفحہ
۱۳	[illegible]	۸۱
۱۴	باغ	۸۲
۱۵	عمارت	۸۳
۱۶	حالاتِ جنگ	۸۶
(۳)	شہزادہ اورنگزیب کے مآخذ	۹۲-۱۱۷
۱	عہدِ جہانگیر	۹۲
۲	عہدِ شاہجہان	۹۴
۳	عہدِ عالمگیر	۹۸
۴	تذکرے	۱۰۲
۵	خطوط	۱۰۴
۶	تاریخی خطوط کے مجموعے	۱۰۹
۷	دکن کی تاریخیں	۱۱۱
۸	ایران کی تاریخ	۱۱۲
۹	اخبارات دربار	〃
۱۰	تاریخی جغرافیے وغیرہ	۱۱۳
۱۱	مذہبی کتابیں	۱۱۵
۱۲	انگریزی تاریخ وغیرہ	〃
۱۳	اردو تاریخ وغیرہ	۱۱۷
(۴)	شہزادہ اورنگزیب	۱۱۸-۴۸۷
	باب ۱	
	ولادت، تعلیم، تربیت	۱۱۸-۱۲۶

شمار	مضمون	صفحہ
۱	ولادت	۱۲۰
۲	اورنگزیب کی تعلیم	۱۲۵
۳	ہاتھی سے لڑائی	۱۳۳
	باب ۲	
	ابتدائی لڑائیاں اور دکن کی نظامت	۱۳۷-۱۵۲
۱	بندیل کھنڈ کی جنگ	۱۳۷
۲	دکن	۱۴۱
۳	اورنگزیب کی نظامتِ دکن	۱۴۸
	باب ۳	
	اورنگزیب کی متاہل زندگی اعتزال	۱۵۳-۱۶۳
	گجرات کی صوبہ داری	
۱	اورنگزیب کی معزولی	۱۵۶
۲	گجرات کی نظامت	۱۶۲
	باب ۴	
	بلخ و بدخشان کی جنگ	۱۶۴-۱۸۵
	باب ۵	
	نظامتِ ملتان اور قندھار کے محاصرے	[illegible]
۱	ملتان کی صوبہ داری	[illegible]
۲	مہم قندھار	[illegible]

شمار	مضمون	صفحہ
۳	قندھار کی پہلی مہم	۱۶۷
۴	دوسرا محاصرہ	۱۶۹
	باب ۶	
	نظامت دکن نوبت دوم	۱۹۵-۲۶۴
۱	اختلافات کے اسباب	۲۰۳
۲	سفارشوں کی نامنظوری	۲۱۴
۳	ملازمین اورنگزیب شاہی ملازمت میں	۲۱۶
۴	شاہزادہ محمد سلطان کی نسبت	۲۱۸
۵	خط و کتابت	۲۲۲
۶	آموں کا جھگڑا	״
۷	جہاز کی مرمت	۲۲۵
۸	[illegible] کا اتھرا	۲۲۶
۹	برہانپور کا کارخانہ	۲۲۷
۱۰	اورنگزیب کی شکایت	۲۳۰
۱۱	سرکاری ملازمین کی سفارش	۲۳۱
۱۲	ہندوؤں کے ساتھ برتاؤ	۲۴۰
۱۳	اشاعت اسلام	۲۴۶
۱۴	ماتحت سرحدی ریاستوں سے جنگ	۲۵۲
۱۵	دیوگڈھ	۲۵۳
۱۶	ریاست جوار کا الحاق	۲۶۱
	باب ۷	
	گولکنڈہ اور بیجاپور کی جنگ	۲۶۳-۳۳۳
۱	گولکنڈہ	۲۶۵

شمار	مضمون	صفحہ
۲	خراج کی عدم ادائگی	۲۶۵
۳	کرناٹک پر قبضہ	۲۶۷
۴	قطب الملک کی عہدشکنی	۲۷۴
۵	ایران کی سازش	۲۷۵
۶	میر جملہ	۲۷۸
۷	میر جملہ کا نفاق	۲۸۳
۸	میر جملہ خطرہ میں	۲۸۴
۹	محمد امین کی گرفتاری	۲۸۶
۱۰	آغاز جنگ	۲۹۰
۱۱	قطب الملک کا عجیب رویہ	۲۹۳
۱۲	گولکنڈہ کا محاصرہ	۲۹۶
۱۳	صلح کی گفتگو	۲۹۷
۱۴	شاہجہان کا حکم	۲۹۹
۱۵	باپ بیٹے کا اختلاف	۳۰۰
۱۶	جنگ بیجاپور	۳۰۷
۱۷	قطب الملک سے سازش	۳۱۱
۱۸	مغل کرناٹک پر حملہ	۳۱۴
۱۹	نئے قلعہ کی تعمیر	״
۲۰	عادل شاہ کی وفات	۳۱۵
۲۱	اس کا جانشین	۳۱۶
۲۲	بیدر اور کلیانی کی فتح	۳۲۴
۲۳	شیواجی کے حملے	۳۳۱
	باب ۸	
	برادرانہ جنگ اور تخت نشینی	۳۳۴-۴۸۵
۱	ہندوؤں کی معاندانہ روش	۳۴۲

شمار	مضمون	صفحہ	شمار	مضمون	صفحہ
۲	خاندانی تعلقات	۳۴۸	۲۷	بیجاپور سے صلح	۴۱۸
۳	شاہجہان	۳۴۹	۲۸	گولکنڈہ وغیرہ	۴۲۱
۴	داراشکوہ	۳۵۱	۲۹	اورنگزیب کی تیاری	۴۲۲
۵	دارا کی افتاد طبیعت	〃	۳۰	اورنگزیب کی واپسی	۴۲۳
۶	داراشکوہ کا علمی درجہ	۳۵۵	۳۱	میر جملہ کی نظربندی	۴۲۶
۷	دارا کے مذہبی عقائد	۳۶۱	۳۲	بھائیوں سے خط و کتابت	۴۲۹
۸	بھائیوں سے تعلقات	۳۶۷	۳۳	اورنگزیب کی روانگی	۴۳۰
۹	اورنگزیب سے عداوت	۳۷۱	۳۴	دھرمات پور کی لڑائی	۴۳۳
۱۰	اورنگزیب، شجاع اور مراد کا معاہدہ	۳۷۸	۳۵	دارا کی تیاری	۴۳۹
۱۱	جہان آرا بیگم	۳۸۴	۳۶	سموگڈھ کی لڑائی	۴۴۲
۱۲	روشن آرا بیگم	۳۸۷	۳۷	ہندوستان کا واٹرلو	〃
۱۳	شہزادہ محمد شجاع بہادر	〃	۳۸	سفر آگرہ	۴۴۵
۱۴	شہزادہ مرادبخش	۳۸۸	۳۹	آگرہ کی فتح	〃
۱۵	شہزادہ اورنگزیب	۳۸۹	۴۰	شاہجہان کی نظربندی	۴۴۹
۱۶	جہان آرا و روشن آرا	۳۹۲	۴۱	شاہجہان کی عداوت	[illegible]
۱۷	شاہ شجاع و شہزادہ مراد	۳۹۴	۴۲	مراد کی گرفتاری	۴۵۴
۱۸	شہزادہ داراشکوہ	۳۹۵	۴۳	دارا کا وقتی تعاقب	۴۶۹
۱۹	شہزادہ شجاع	۴۰۱	۴۴	اورنگزیب کی مراجعت دلی	۴۷۲
۲۰	اورنگزیب کا عمل	۴۰۳	۴۵	شجاع کی بدعہدی	۴۷۳
۲۱	شجاع کا فرار	〃	۴۶	کھجوا کی جنگ	۴۷۵
۲۲	دارا کا خط سلیمان شکوہ کے نام	۴۰۵	۴۷	اجمیر کی لڑائی	۴۸۰
۲۳	اورنگزیب کی امداد	〃	۴۸	دارا کی گرفتاری و قتل	۴۸۱
۲۴	شہزادہ مرادبخش	۴۰۶	۴۹	سلیمان شکوہ	۴۸۶
۲۵	مراد اور درباری امراء	۴۱۱	۵۰	اورنگزیب کی تخت نشینی	〃
۲۶	اورنگزیب کی حالت	۴۱۲			

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

(۱)

فنِ انشا کی اجمالی تاریخ

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا، کہ حروف و خطوط کی ایجاد کا مقصدِ اوّلین ایک انسان کے خیالات کا دوسرے انسان تک پہنچانا تھا، اور مختلف ممالک کے حروفِ تہجی کی تاریخ اس حیثیت سے کہ اُنھون نے تصاویر، خطوط، اور دوائر و نقاط سے موجودہ صورت تک کس طرح ارتقائی مدارج طے کئے ہین، ایک مستقل، وسیع اور دلچسپ موضوع ہے، جس کے مطالعہ مین ایک طالب علم کی پوری زندگی صرف ہوسکتی ہے،

ایشیا کی متمدن قومون کو ایک فخر یہ بھی حاصل ہے، کہ دوسری چیزون کی ایجاد کی طرح حروف و خطوط کی ایجاد کا سہرا بھی انھی کے سر ہے، اور یہین کے تاجرون، فاتحون اور حوصلہ مندون کی بدولت، دنیا کی یہ سب سے مفید، اور عجیب و غریب ایجاد، افریقہ اور یورپ کے ظلمتکدون تک پہنچی، اور پھر مختلف ممالک نے اپنے مفاد و حالات کے مطابق اس کو اپنا بنا لیا، اس موقع پر ہم اس عنوان پر کچھ لکھنا نہین چاہتے، کیونکہ یہ خارج از بحث ہے، البتہ اتنا ضرور بتلا دینا چاہتے ہین کہ

ہمارے ملک مین آج سے نہین بلکہ حضرت مسیحؑ سے ہزارون برس پیشتر فن کتابت کا رواج ہوچکا تھا جس کے ثبوت مین آج پرانے کتبات موجود ہین، سندھ کے موجودہ اکتشافات نے اس زمانۂ قدامت کو ہزارون سال اور بھی پیچھے ہٹا دیا ہے جس سے چین، ایران، اور عربستان تمام ایشیائی ممالک مین اس حیثیت سے بہت ممتاز ہوگئے ہین، اور اب اُور (UR) مین جو اثری خزائن نکل رہے ہین، انھون نے عرب کے متعلق اس موضوع کو خاص طور پر بہت زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے،

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا، کہ جس طرح عرب قبل الاسلام کا آخری دور تمام حیثیتون سے ابتر حالت مین تھا، اسی طرح کتابت و انشا کے لحاظ سے بھی تمام دوسرے ممالک سے بہ مدارج پست تھا[1]،

عرب قبل الاسلام کے متعلق ہم کو قدیم شعرا کی وساطت سے صرف اس قدر معلوم ہو سکا ہے، کہ وہان حمیری زبان کے کاتب ہوتے تھے، اور ایسے لوگ بھی تھے، جو حلف و نقائض لکھتے تھے، اس کے علاوہ چونکہ عربون کے دوسرے قبائل اور دوسرے ممالک سے تجارتی تعلقات تھے، اس لیے ایک جماعت ایسی بھی تھی جو تجارتی خطوط اور حساب کی ماہر تھی، گو اسکی تعداد بہت کم تھی، اس زمانہ مین لکھنا جاننا نہایت اہم کام سمجھا جاتا تھا، چنانچہ ابن سعد نے طبقات مین جہان ایسے صحابہ کا تذکرہ کیا ہے، وہان اس بات کو خاص طور پر نمایان کیا ہے، کہ "وہ لکھنا بھی جانتے تھے"

عہد اسلام مین کاتب کی سب سے پہلے اس وقت ضرورت محسوس ہوئی، جب آنحضرت صلعم کو قرآن پاک کی کتابت اور دوسرے ملکون مین اسلام کی تحریری تبلیغ کی ضرورت ہوئی، آپ نے

---

[1] حروف تہجی کی ایجاد و ارتقا کے اجمالی معلومات کے لیے دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" دائرۃ المعارف برطانیہ" جلد ۱ صفحہ ۲۳۲-۲۳، وجلد ۲۴ صفحہ ۵۱۱، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۱ صفحہ ۹-۲۸۶، تاریخ خوشنویسان ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ص۱۱-۹، تاج العروس الفہرست اور فتوح البلدان بلاذری ص۴۷۱ وغیرہ،

آیاتِ قرآنی اور دعوتی خطوط لکھنے کی خدمت چند صحابہؓ کے سپرد فرمائی، ان مین جو بزرگ کتابت قرآن کی خدمت پر مامور تھے "کاتب الوحی" کہلاتے تھے، اور اُن کا خاص درجہ تھا صبح الاعشیٰ کے مصنف نے اور علامہ زرقانی نے مواہب لدنیہ کی شرح مین ایک طویل فہرست ان لوگون کی نقل کی ہے جو عہد رسالت یا خلافت راشدہ مین کتابت کے عہدہ پر مامور تھے[1]

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین کتابت کے فرائض حضرت عثمان بن عفان، اور حضرت زید بن ثابت (رضی اللہ عنہما) انجام دیتے تھے حضرت عمرؓ کے کاتب، حضرت زید بن ثابت، اور حضرت عبداللہ بن خلف (رضی اللہ عنہما) تھے حضرت عثمانؓ کی بارگاہ مین مروان بن حکم یہ خدمت انجام دیتا تھا حضرت علیؓ کے عہد مین حضرت عبید بن ابی رافعؓ مولیٰ رسول اللہ صلعم اور حضرت سعید بن نجران الہمدانی رضؓ اس منصب پر ممتاز تھے، اور حضرت حسن بن علیؓ کے کاتبون مین حضرت عبداللہ بن ابی رافعؓ کا شمار تھا، لیکن اس محکمۂ مراسلات و مکاتبت کو باضابطہ ترتیب دینے اور مستقل محکمہ بنانے کا کام حضرت عمرؓ کے مبارک ہاتھون سے عالم وجود مین آیا، چنانچہ صاحب صبح الاعشیٰ کا بیان ہے،

وھذہ المکتوبات کلھا متعلقھا دیوان الانشاء بخلاف دیوان الجیش فان اوّل من وضعہ، ورتبہ امیرالمومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی خلافتہ[2]	ان تمام مراسلات کا تعلق محکمۂ انشا سے ہے، برخلاف محکمۂ فوج کے کہ اس کو سب سے پہلے امیرالمومنین حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ مین ایجاد اور مرتب کیا،

[1] یہ صورتِ حال صرف مرکزی حکومت محدود نہ تھی، بلکہ صوبون کی حکومتون کے لیے بھی

[1] صبح الاعشیٰ جلد اول ص ۹۱-۹۳ و زرقانی جلد ۳ صفحہ ۳۱۳-۳۲۶ [2] ر جلد ۱ ص ۹۱

اس قسم کے کاتب متعین تھے، چنانچہ علامہ شبلی نعمانی الفاروق مین تحریر فرماتے ہین،

"صوبون مین بڑے بڑے عہدہ دار ہوتے تھے یعنی حاکم صوبہ، کاتب یعنی میرمنشی، کاتب دیوان یعنی دفترِ فوج کا میرمنشی، صاحب الخراج یعنی کلکٹر صاحب اُحداث یعنی افسر پولیس صاحب بیت المال یعنی افسرِ خزانہ، قاضی یعنی صدر الصدور[1]"

اسلامی حکومتون مین سے بنو امیہ اور بنی عباس کے عہد مین یہ محکمہ دیوان الانشار کے نام سے موسوم تھا، دیوان کے لفظ پر اکثر یہ بحث رہی ہے کہ آیا یہ فارسی ہے، یا عربی، ایک جماعت کا خیال ہے، کہ یہ عربی الاصل ہے، اصل مین دوّان تھا، ایک واو حرف علت کے پہلے کسرہ ہونے کے سبب "ی" سے تبدیل ہو گیا ہے، صناعۃ الکتاب کے مصنف نحاس اور سیبویہ، وغیرہ کا یہی خیال ہے، حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول مشہور ہے،

"فان الشعر دیوان العرب"

لیکن اصمعی، جوہری، صاحب صحاح، اور الماوردی کا خیال ہے کہ وہ فارسی سے معرب کیا گیا ہے، چنانچہ موٴخر الذکر نے اپنی کتاب الاحکام السلطانیہ مین اسکی دو وجہ تسمیہ لکھی ہے،

(۱) ایک دن کسریٰ اپنے محاسبین کے پاس آیا وہ باہم حساب کرنے مین مشغول تھے، اور اپنی اصطلاحات کے الفاظ جو عام فہم نہ تھے، بول رہے تھے، ان کو سنکر کسریٰ نے کہا "دیوانہ" (یعنی یہ پاگل ہو گئے ہین) اسی دیوانہ کی "ہ" کثرتِ استعمال سے گر گئی تو دیوان ہو گیا،

(۲) دیوان، دیو کی جمع ہے، چونکہ منشی دیوٴون کی طرح ہر خفی وجلی بات سے واقفیت رکھتے ہین، اسی لیے ان کو دیوان کہا گیا،

ہندوستان مین یہ لفظ دفتر کے بجاے صاحب دفتر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ بمہ

[1] الفاروق

شخص محکمۂ مال اور بعض اوقات دارالانشا کا افسرِ اعلیٰ ہوتا ہے، دیوان کہلاتا ہے، اور اس کے دفتر کو دیوان خانہ کہتے ہین، یہ دیوان چونکہ اپنے اختیارات کی وجہ سے بہت اہمیت رکھتے تھے، اور ان کی ایک جنبش قلم لوگون کے لیے راحت یا کلفت کا سامان مہیا کر سکتی تھی، اس لیے ایک شخص نے اس کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک "دیو" ہے جس کے سامنے قلم (الف) اور دوات (ن) رکھی ہوئی ہے[1]،

خیر یہ تو ایک لطیفہ تھا، بنی امیہ کے زمانہ مین سب سے مشہور کاتب عبدالحمید بن یحییٰ گذرا ہے جو آخری اموی بادشاہ مروان بن محمد کا کاتب تھا،

اس وقت تک اگرچہ نظامِ حکومت بڑی حد تک مکمل ہو چکا تھا، تاہم وزارت کا عہدہ قائم نہین کیا گیا تھا، یہ شرف بنو عباس کے لیے محفوظ تھا، چنانچہ استحکامِ خلافت کے بعد انھون نے جو پہلا کام کیا وہ منصبِ وزارت کا قیام تھا، اور یہ ان کی بدقسمتی کہو یا خوش قسمتی کہ ان کو خاندان برامکہ کے مدبر ارکان اس عہدہ کے لیے دستیاب ہو گیے، اب دارالانشا کا محکمہ بھی اسی خاندان کے ماتحت تھا، چنانچہ کبھی وزیر خود خطوط لکھتا، اور کبھی اس کے منشی (کاتب) یہ خدمت انجام دیتے، اس عہد کے وزرا مین اس حیثیت سے جو لوگ مشہور ہوئے ہین ان کے یہ نام ہین، یحییٰ بن خالد برمکی، الحسن بن سہل، عمرو بن مسعدہ، (کاتب المامون) ابن المقفع (مترجم کلیلہ و دمنہ) سہل بن ہارون، ابو الفضل بن العمید، اسمعیل بن عباد اور ابو اسحاق الصابی،

دولت عباسیہ ایک عربی حکومت تھی، اس لیے اس کی سرکاری زبان بھی عربی تھی، لیکن جب ۶۵۶ھ مین ہلاکو نے اس کا خاتمہ کر دیا، اور تمام اسلامی ایشیا مین تقریباً مغلون کی حکومت ہو گئی، تو دفتری زبان بھی بدل گئی، اور اب مغلی (منگولی) اور فارسی زبان نے دفتر پر قبضہ کیا،

---

[1] صبح الاعشیٰ۔ سرکار مغلون کا نظامِ حکومت، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ا ص ۹۷۹،

پھر فارسی نے دوسری حکومت کی طرح دوسری زبان کو بھی نکالکر کامل تسلط حاصل کرلیا، اور ایک بڑی اسلامی آبادی کے لیے ذریعۂ تخاطب بنگئی،

سلطنت عباسیہ کے ساتھ ہم کو مغربی افریقہ اور اسپین کی اسلامی سلطنتون کو فراموش نہ کرنا چاہیے، انھون نے اسلامی علوم وفنون، صنعت وحرفت، تمدّن ومعاشرت، ایجاد واختراع پر ایک غیر فانی اثر ڈالا ہے، اور دوسری نے پہلی سے سبقت لیجانے کی کوشش کی ہے، ابتدائً چونکہ یہ علاقے مرکزی حکومت کے ماتحت تھے، اسلئے دور اموی تک وہان کوئی دار الانشاء قائم نہ تھا، لیکن جب حکومت عباسیہ کا آغاز ہوا، اور یہ ممالک خود سر ہوگئے، تو وہان بھی اسکا مستقل محکمہ قائم ہوگیا، وہان کے مشہور کاتبون مین سے مندرجہ ذیل نام صاحب صبح الاعشیٰ نے درج کیے ہین [1]

ابو الولید بن زیدون، الوزیر ابو حفص بن برد الاصغر الاندلسی، ذو الوزارتین ابو المغیرہ بن حزم، الوزیر ابو القاسم محمد بن الجد، عبد المہیمن (کاتب سلطان ابو الحسن المرینی) ابن الخطیب (وزیر ابن الاحمر والی غرناطہ)

مصر مین مختلف حکومتون کے مختلف دور رہے ہین، اور ان مین متعدد کاتبون نے شہرت حاصل کی ہے [2]،

دیوانون کی تقسیم، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا بیان ہی کہ ابتدائً دیوان اس دفتر کو کہتے تھے، جو "دبیر" سے متعلق ہوتا تھا جس مین حکومت کے آمد وخرچ کا حساب رکھا جاتا تھا، پہلے شام ومصر مین یہ حساب یونانی، اور ایران مین پہلوی زبان مین تھا، اس کے بعد عربی مین ہوگیا، اور ۸۱ھ سے عربی ہی مین رہا (البلاذری ص ۱۹۳ و ۳۰۰، الماوردی ص ۲۷۹،) اس کے بعد خزانہ سے متعلق دفترون کا نام دیوان رکھا گیا، خلافت عباسیہ کے زمانہ مین تمام دفترون کو اسی نام سے

---

[1] صبح الاعشیٰ جلد ۱ صفحہ ۹۵ [2] ر ر صفحہ ۱۰۱-۹۵،

موسوم کیا گیا، بلکہ بعض اوقات خود خلیفہ کو بھی اسی نام سے یاد کیا جاتا تھا، (ترجمۂ ابن خلدون از ڈی سلین دیباچہ ص۳۳)

دیوانوں کی تقسیم حسب ذیل تھی :۔

(الف) دیوان الذمام : یہاں آمد و خرچ کے حسابات رکھے جاتے تھے،

(ب) دیوان التوقیع : حکومت کے محاسب اعلیٰ اور خازن (خزانچی) اوّل کا دفتر یہی افسر سرکاری حسابوں کی جانچ بھی کرتا تھا،

(ج) دیوان البر : یہ دیوان خلیفہ المقتدر کے مشہور وزیر علی بن عیسیٰ نے قائم کیا تھا، اور اس کے ذمہ اوقاف کا انتظام تھا،

(د) دیوان الخاتم : یہ وہ دفتر تھا، یہاں سرکاری خطوط پر خلیفہ کی مہر لگائی جاتی، خطوط کی نقلیں رکھی جاتیں اور ان کے روانہ کرنے کا انتظام ہوتا، حضرت معاویہؓ نے اس کی بنیاد ڈالی اور حکومت عباسیہ کے وسط عہد تک یہ دفتر قائم رہا[1]،

کاتب کے اوصاف یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جو شخص اسقدر اہم منصب پر مامور ہو، جو بادشاہ کے تمام رازوں سے واقف ہو، جس کو حکومت کے داخلی و خارجی حالات کا اسقدر مفصل اور اصلی علم حاصل ہو، جسکی ایک معمولی غیر محتاط حرکت ایوان حکومت میں ہلچل پیدا کر سکتی ہو، جسکی ایک جنبش قلم تمام ملک پر مصیبت لا سکتی ہو، اس کے لیے اوصاف کی ہمہ گیری، اخلاق کی مضبوطی، طبیعت کی عمدگی، اور علم کی وسعت، لازمی اوصاف ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ تمام مصنفین جنھوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، مفصل طور سے کاتب کے مرتبہ، اس کے علم و فضل، اور اس کے دوسرے ضروری اوصاف پر اظہار خیال کرتے ہیں،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۱، صفحہ ۹۷۹،

سب سے پہلی چیز ایک کاتب کے لیے یہ ضروری قرار دیگئی ہے، کہ وہ آزاد ہو یعنی کسی کا غلام نہ ہو کیونکہ غلام کی مرضی اپنی مرضی نہین ہوتی، وہ اپنے مالک کے ہاتھ کا کھلونا ہوتا ہے، اور اس لیے قابلِ اعتبار و اعتماد نہین ہو سکتا،

دوسری صفت یہ ہے کہ بادشاہ کا ہم قوم ہو کیونکہ دوسری قوم کا آدمی کبھی بادشاہ کے فوائد کو اس روشنی مین نہین دیکھ سکتا، جسمین اسکا ہم قوم دیکھے گا، بہت ممکن ہے کہ بادشاہ اس قوم کے خلاف کچھ کرنا چاہتا ہو جسکا کاتب رکن ہے، اور وہ قومی جوش مین آکر بادشاہ کے تمام راز ظاہر کر دے، ابتدائے عہدِ اسلام مین اس اصول پر سختی سے عمل کیا جاتا تھا، لیکن جسقدر خطرہ کم ہوتا گیا بندشین بھی ڈھیلی ہوتی گئین حتی کہ عہدِ عباسیہ مین ہم کو متعدد عیسائی اور یہودی کاتب اپنے فرائض انجام دیتے ہوئے نظر آتے ہین، ہندوستان کا بھی یہی حال ہے، جس کو ہم آگے چلکر لکھین گے،

تیسرا وصف یہ ہے کہ تمام علوم کا ماہر ہو یعنی اس کو صرف و نحو، معانی و بیان، ادب و انشا، تاریخ و جغرافیہ، ریاضی و ہیئات، فقہ و حدیث، معدنیات و ارضیات کی مکمل واقفیت ہو، کیونکہ وہ بادشاہ کا مشیر خاص اور عقل کل ہوتا ہے، اگر وہ کم علم ہو تو صحیح رائے نہ دے سکے گا، اور نہ سلطنت کے ہمہ گیر معاملات کے تمام گوشون پر نظر رکھ سکے گا،

چوتھا وصف یہ ہے کہ اس کو قرآن کی آیات، احادیث کی عبارتین، مشاہیر کے اقوال اور شعراء کے اشعار بکثرت یاد ہون، کہ ان کے بغیر وہ اپنی عبارت مین فصاحت و بلاغت، اور زور و جوش پیدا نہین کر سکتا،

پانچوان وصف اس کی انتظامی صلاحیت ہے، اس کو نہ صرف اپنے مختلف دفاتر کا انتظام کرنا پڑتا ہے، بلکہ مراسلات کی روانگی کے متعلق ڈاک اور چوکی کا انتظام بھی اسی کے فرائض مین داخل ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ تمام ممالک کے راستون، منزلون، اور شہرون کا علم بھی اس کے لیے

ضروری ہے، چنانچہ متعدد اشخاص نے صرف منازل و مراصد پر اسی مقصد کے لیے ضخیم کتابین لکھی ہین،

کاتب کے فرائض | صاحب صبح الاعشی نے نہایت تفصیل سے کاتب کے فرائض گنائے ہین، اور ہمارے سامنے اس سے کوئی بہتر صورت نہین، کہ ہم اسی کی تلخیص پیش کردین،

پہلا فرض، عزل و نصب، فصلِ مقدمات اور دوسرے امورِ سلطنت کے متعلق احکام لکھنا،

دوسرا فرض، سلاطین کے پاس جو خطوط آئین، ان کو پڑھنا،

تیسرا فرض، سلاطین کے پاس جو خطوط آئین، اُن کا فوراً جواب دینا، اور ان پر تاریخ لکھنا، اور جو لوگ خطوط بھیجین اگر انھون نے اُسپر تاریخ نہین لکھی ہو، یا جس تاریخ کو وہ خط بھیجا گیا ہو اس کے لحاظ سے خط کے پہنچنے مین (راستے مین) زیادہ دیرلگی ہے، تو مراسلہ نگار یا ڈاکئے سے اُسپر مواخذہ کرنا،

چوتھا فرض، خطوط مین القاب و آداب اور حفظِ مراتب کا خصوصیت کیساتھ لحاظ رکھنا یعنی ان مین اعتدال ملحوظ رکھنا،

پانچوان فرض، جو خطوط اور فرمان وغیرہ دفتر سے بھیجے جائین، ان کو پڑھنا تاکہ اُن مین کوئی لفظی و معنوی غلطی نہ رہجاے، اور اُن پر پتہ یا تاریخ لکھنا تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس خط کے مضمون سے واقفیت حاصل کرلیگئی ہے،

چھٹا فرض، ڈاک کے انتظامات کی نگرانی کرنا اور خط لیجانے کے لیے متدین، تجربہ کار، فصیح و بلیغ اور قابل اشخاص منتخب کرنا،

ساتوان فرض، نامہ بر کبوترون کے رہنے کے مقامات وغیرہ کی نگرانی کرنا،

آٹھوان فرض، باطنیون کی نگرانی کرنا، کیونکہ زمانۂ قدیم مین جب تک ان لوگون کو سرکاری پروانۂ راہداری نہ مل جاتا، کہین آمد و رفت کی اجازت نہ تھی، اسی طرح تاجرون کو ان کے ملکون مین جانے کے لیے سرکاری پروانہ حاصل کرنا پڑتا تھا، اس لیے اُن چیزون کا تعلق بھی کاتب سے ہوگیا تھا

نوان فرض، جاسوسون کا انتخاب، ان کے ساتھ عمدہ برتاؤ، اور ان کے تمام حالات سے واقفیت،
کیونکہ جاسوسون سے صرف دشمن کے واقعات و حالات معلوم کرنے کا کام لیا جاتا ہے، اس لیے
ان مین قاصد سے زیادہ تجربہ کاری، دیانت، اور عقل و فہم وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہو، اور اُن کے
تمام شرائط و اوصاف و حالات پر کاتب کو نظر رکھنا پڑتی ہے،

دسوان فرض، بعض اوقات بعض مقامات پر ڈاک کے گھوڑون کے ذریعہ سے خط نہین
بھیجا جا سکتا، اسلیے اس قسم کے خطوط تیز رو ہرکارے لیجاتے ہین، اس لیے کاتب کو ان کے حالات
سے بھی واقف ہونا ضروری ہو،

گیارہوان فرض، قدیم زمانہ مین بلند مقامات مثلاً پہاڑون پر کچھ لوگ متعین ہوتے تھے
جن کا کام یہ تھا، کہ جب دشمن قریب آتا تو آگ روشن کرتے، اس روشنی کو دیکھکر قریب کے بلند مقام پر
آگ روشن ہوتی اور اُسکا سلسلہ بڑھکر کسی خاص صوبہ یا علاقہ یا مرکزی مقام تک پہنچتا، جب تمام
صوبہ کے اُن بلند مقامات پر روشنی ہو جاتی اور لوگ خبر سننے کے خواہشمند ہو جاتے تو نامہ بر کبوترون
کے ذریعہ سے اطلاع بھیجدیجاتی تھی، اس لیے کاتب کو اُن مقامات کی بھی خبر رکھنی پڑتی تھی،

بارہوان فرض، جو عام حالات، عام خبرین، اور عام واقعات ایسے ہون، جنسے سلطنت
کو نفع یا نقصان پہنچ سکتا ہو، کاتب کو اُن سے باخبر رہنا چاہیے، اور بادشاہ کو فوراً اُن کی نسبت
اطلاع دینی چاہیئے،

کاتب کے اقسام

(۱) کاتب خطوط کی عبارت لکھتا ہے، اس لیے اس کو انشا پرداز ہونا چاہیئے
تاکہ چھوٹی بات کو بڑا اور بڑی کو چھوٹا بنا کر لکھ سکے، اور اثر پیدا کر سکے، مہمات امور ملکی کے متعلق
اسی کو خط و کتابت کرنی پڑتی ہے،

(۲) کاتب بادشاہ کی طرف سے خطوط لکھتا ہے، اس لیے شرائط متذکرۂ بالا کے ساتھ اسکو

بادشاہ کا ہم مذہب، عالی حوصلہ، صاحب استقلال اور معزز ہونا چاہیئے، تاکہ ان اخلاق کا اثر اس کے خط سے نمایان ہو، اور یہ معلوم ہو کہ وہ بادشاہ کا قائمقام ہے،

(۳) کاتب سرکاری عہدہ دارون کے خطوط لکھتا ہے، اس لیے اسکا درجہ اوپر کے دونون درجون سے کم ہے، بااین ہمہ اس کو رازدار اور بے طمع ہونا چاہیے، کیونکہ اس کو اکثر ملکی حالات کی خبر رہتی ہے، اور اس کو زود نویس اور خوشخط بھی ہونا چاہیئے،

(۴) کاتب، فرمان اور چھوٹے چھوٹے خط لکھتا ہے، اور رجسٹر مین ان کی نقل رکھتا ہے، یہ کام تقریبًا تیسری قسم کے کاتب کا ہے، اس لیے اس مین وہی اوصاف ہونے چاہئین جو نمبر ۳ مین گذر چکے ہین،

(۵) کاتب صرف خطوط وغیرہ کی نقل کرتا ہے، اس لیے اس کو نہایت خوشخط اور ساتھ ہی رازدار امین اور پاکیزہ نفس ہونا چاہیئے،

(۶) کاتب خطوط وغیرہ کو اس غرض سے پڑھتا ہے، کہ ان کی غلطیان معلوم کرے، اس لیے اس کو لغت، نحو، اور قرآن مجید کا ماہر اور ذہین ہونا چاہیئے، ساتھ ہی اس کو کسی سے بغض و عداوت نہین رکھنی چاہیئے،

(۷) کاتب کا فرض اُن اہم امور کی یاد رکھتا ہے، جو خطوط مین لکھے ہوے ہون، تاکہ بوقت ضرورت ان کو آسانی سے معلوم کیا جا سکے، اسلیے اس کو تمام خطوط ملنے چاہئین تاکہ وہ ان سے یادداشت نقل کر سکے، اس کا فرض یہ ہے، کہ تمام ضلعون اور صوبون وغیرہ کے متعلق الگ الگ رجسٹر بنائے، اور ان پر ان خطوط کا خلاصہ نقل کر کے یہ لکھے، کہ فلان عہدہ دار کا یہ خط فلان تاریخ کو اس مضمون کے متعلق آیا، اور اس کا جواب دیا گیا یا نہین دیا گیا، اسی طرح وہ ہر سال کے لیے نئے یادداشت کے رجسٹر تیار کرے،

اس کاتب کو امانت دار اور نہایت جفاکش ہونا چاہیئے،

اس کا یہ بھی فرض ہے، کہ تمام عہدہ دارون کے نام اور اُن کے القاب و طرزِ تخاطب وغیرہ کی یادداشت رکھے، اور جب اُن مین تغیرات ہون، یا ان کا تبادلہ ہوجاے، یا وہ مرجائین، اور ان کی جگہ کوئی دوسرا مقرر ہو، تو ان تمام تغیرات کی یادداشت رکھے، اسی طرح جن بادشاہون کے خطوط آتے ہین، ان کے القاب و آداب بھی درج کرے، اور اسکا رجسٹر مراسلہ نگارون کے پاس موجود رہے، تاکہ وہ جب خطوط لکھین تو القاب و آداب وغیرہ مین غلطی نہ کرین،

اس کا یہ بھی فرض ہی، کہ سلطنت مین جو اہم واقعات پیش آتے رہین تاریخ وار ان کی یادداشت اپنے پاس رکھے، کیونکہ اس سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہین،

اس کا یہ بھی فرض ہے، کہ جو خطوط آئین، سالانہ، یا ماہانہ، یا یومیہ ان کی ایک فہرست مرتب رکھے، اور جس کا خط آئے، اس کے نام کے نیچے لکھے کہ فلان تاریخ کو یہ خط آیا، اور اس کے مضمون کی طرف اشارہ کردے، اور ضرورت ہو، تو کل خط نقل کردے،

اسی طرح فرامین وغیرہ کی بھی فہرست بنالے، اور ہر سال ان فہرستون کی تجدید کرلیا کرے جو خطوط غیر زبانون کے آئین، اور دفتر مین ان کا ترجمہ کیا جاے، تو ان ترجمون کی بھی فہرست مرتب کرے،

زبان کی تبدیلی ادبیات کے مورخین کا بیان ہی کہ مامون الرشید کے زمانہ ہی سے فارسی کو ایک خاص اہمیت حاصل ہوگئی تھی، اور اسی وقت سے شعرا نے اور ان کے بعد مترجمین، مولفین، اور مصنفین نے بہت جلد اس کو اپنی زبان بنالیا تھا، مختلف عجمی حکومتون کے قیام نے اسلامی ایشیا مین اسی کو دفتری زبان بنایا، اور وہ ترقی کرتے کرتے اس درجہ پر پہنچ گئی، کہ عربی حکومت کی طرح عربی زبان کو بھی اس نے نکال باہر کیا، جس کا اثر انشا، و مراسلت پر بھی پڑا،

ہندوستان مین (اگر محمد بن قاسم کے حملہ کو نکال دیا جاے تو) محمود سے لیکر بابر تک جتنے

فاتح گذرے ہین، سب کے سب فارسی ہی کو اپنے ساتھ لائے تھے، مغلون نے چغتائی ترکی کو ہندوستان مین رواج دینا چاہا تھا، کہ یہ ان کی مادری زبان تھی، لیکن وہ شاہی اور ترکی امرار کے قصر وایوان سے باہر نہ نکل سکی، یہی وجہ ہے کہ ہم کو بابر کے دیوان یا بعض اور کتابون کے سوا دوسری ترکی تصنیفات ہندوستان مین نہین ملتین،

ہندوستان مین فن انشار حکومت مغلیہ سے پیشتر زمانہ کے لیے ہمارے پاس علوم وفنون کی کوئی تاریخ موجود نہین ہے، اس لیے عام تاریخون مین جو کچھ ملسکتا ہے، اسی پر اکتفا کیجاتی ہے، گو یہ روشنی ہلکی روشنی ہے،

معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کا ابتدائی دور اسلامی مصری حالات سے زیادہ متاثر ہوا ہے اور ہونا بھی یہی چاہیئے تھا، اس وقت مرکزِ خلافت دمشق و بغداد کی جگہ قاہرہ تھا، سلاطینِ ہند اپنی نذرِ عقیدت اسی آستانہ پر چڑھاتے، اسی لیے جب ہم ضیار الدین برنی کی تاریخ فیروزشاہی مین ہر سلطان کے منصبدارون اور امیرون کے نام پڑھتے ہین، تو اس مین ہم کو پہلے وبیر، اور پھر داوتدار کے نام سے ایک صاحبِ منصب نظر آتا ہے، اور مصر مین کاتب یا صاحب الانشار کو اسی مؤخر الذکر نام سے یاد کیا جاتا تھا، قطب الدین سے لیکر سکندر لودی تک پانچ حکومتین قائم ہوئین، اور عام تاریخون سے ضمناً جو کچھ اس سلسلہ مین معلوم ہوتا ہے، وہ بہت ہی مایوس کن ہے، تاہم ہندوستان کی قدیم ترین انشا کی کتابون کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے، کہ یہان دیوان کا محکمہ تھا، اور دفترِ مراسلت اسی سے متعلق تھا، چنانچہ دکن کے مشہور وزیر خواجہ محمود گاوان کی تصنیف مناظر الانشا مین فن انشا اور اصنافِ مکاتب پر مفصل بحث کیگئی ہے، اور ہم اسی کو عہد مغلیہ سے قبل کے ہندوستان مین فن انشار کا معیار اور اس کی تاریخ کا ماخذ بنا سکتے ہین، ؎

مناظر الانشار سے جو پہلی بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان مین وبیر و داوتدار کی

جگہ منشی اور کاتب نے لے لی ہے، اور اُن کے بجائے یہی الفاظ مستعمل ہین، اس عہد مین منشی کا کیا معیار ہوتا تھا، اس کے لیے ہم کو کتاب مذکور کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے، مصنف ان الفاظ مین منشی کی تعریف کرتا ہے :-

"منشی کسے است کہ او را کیفیت راسخہ باشد کہ بسبب آن قادر بود، بر اداے معنی مقصود، بطریقیکہ نزد بلغا پسندیدہ باشد یعنی کلامے کہ اداے معنی بآن میکند، مطابق مقتضاے مقام باشد، مع فصاحۃ الکلام"

لیکن اسکے ساتھ شاکی ہے کہ عہد حاضر مین ہر شخص کو جو معمولی لکھنا پڑھنا بھی جانتا ہو، لوگ منشی کے نام سے پکارتے ہین، اور اس لیے اُسے مجبوراً منشیون کی حسب ذیل چار قسمین کرنا پڑی ہین :

(۱) وہ جو مذکورۂ بالا تعریف کے مطابق ہو (یہ حقیقی منشی ہے)

(۲) وہ جسے انشاء کی خود نہ تو قوت ہو نہ قدرت، لیکن بلغا کے فقرون کو اس خوبصورتی اور قابلیت سے مربوط کرے، کہ ان مین کوئی فرق معلوم نہ ہو سکے،

(۳) وہ جو بلغا کے فقرون کو مربوط تو کر سکے، لیکن یہ ربط ان جملون کے موافق نہ ہو،

(۴) وہ جو بلغا کے جملون کو بالکل مربوط نہ کر سکے،

اور اس کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے، کہ مؤخر الذکر تین اقسام کے انشا پردازون کو منشی کی جگہ "کاتب" کے نام سے پکارنا بہتر ہے،

اس لائق انشا پرداز وزیر نے حقیقی منشی کے لیے جو اوصاف ضروری قرار دیئے ہین، یہ ہین :

(۱) فکر صحیح رکھتا ہو اور مستقیم الطبع ہو،

(۲) "تراکیب بلغاء" کا بکثرت تتبع کیا ہو،

(۳) فضلاء کے بلیغ اشعار کو نثر کیا ہو،

(۴) قرآن مجید کا حتی الامکان حافظ ہو،

(۵) "کلمات مزید فیہ" کے متعلق جانتا ہو کہ اصل عربی لغت مین وہ کن معنون مین استعمال کئے گیے ہین،

(۶) ایسی غلطیون کا مرتکب نہ ہو، جو عموماً قلم کی جنبش سے وابستہ ہو گئی ہین، (یعنی عام ہین)

(۷) حروف وصل وغیرہ کے استعمال مین غلطی نہ کرتا ہو،

(۸) معنی مقصود کا لحاظ کر کے ایسے مناسب اور موزون الفاظ لا سکتا ہو جنسے معنی مقصود پورے طور پر ادا ہو جائین،

(۹) علم لغت، صرف، نحو، معانی، بدائع، جانتا ہو[1]

ان شرائط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ عربون کے نزدیک جو جو اوصاف ایک کاتب کے لیے ضروری تھے، ان مین سے بعض اہم اوصاف منشی مین موجود نہین ہین، اور اس کی وجہ شاید یہ ہے، کہ عربون کے یہان اہم مکتوبات کی تحریر وزراء سے متعلق تھی، وہی صاحب الدیوان کہلاتے تھے، اور اسی لیے اس منصب جلیلہ کے موافق شرائط بھی زیادہ سخت رکھے گئے تھے،

خطوط و مراسلات کے اقسام | منشی کے اوصاف کے بعد اب ہم کو خود اقسام مکاتیب کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، خطوط مختلف قسم کے ہوتے ہین، اور ان کے بھیجنے والے کی تین صورتین ہو سکتی ہین، کاتب یا تو (الف) مکتوب الیہ سے بلند رتبہ ہے،

یا (ب) مساوی ہے،

یا (ج) کم رتبہ ہے،

اگر خط لکھنے والا بادشاہ ہے، تو اس کے خط کو منشور، فرمان، یا فتحنامہ کہتے ہین،

اگر بادشاہ کے علاوہ کوئی اور بلند مرتبہ شخص ہے، مثلاً شاہزادہ، وزراء، امراء، وغیرہ تو

[1] مناظر الانشار صفحہ ۱۰۰-۱۰۱

اس خط کو مثال کہتے ہین،
اگر لکھنے والا مساوی درجہ کا ہے، تو اسے مکتوب کہتے ہین،
اور اگر کم رتبہ ہے تو اُسے عریضہ کے نام سے موسوم کرتے ہین،
ان اقسام کے علاوہ عہد نامہ، تہنیت نامہ، اور تعزیت نامہ بھی مکتوبات مین داخل ہین
عہد نامہ دو بادشاہون، یا ایک بادشاہ اور ایک امیر مین لکھا جاتا ہے،
تہنیت نامہ اور تعزیت نامہ عموماً مساوی مرتبہ والون کے درمیان رائج ہے،
اب جبکہ ہم کو خطوط کے تمام اقسام معلوم ہو چکے ہین آؤ دیکھین کہ ان کی ترتیب کس طرح ہوتی تھی، اور ان مین کن کن چیزون کو پیش نظر رکھا جاتا تھا،

فرمان یا منشور | بادشاہ کی طرف سے جو فرمان صادر ہوتے ہین، اُن کی دو قسمین ہین، ایک وہ جنمین بادشاہ "ہنرمندان ماہر عاطفت میفرمائید" اور "مخاطب معین ندارد" اس خط کے حصے (ارکان) ہوتے ہین، (الف) تحمید، حمد حضرت الٰہی (ب) صلوٰت و تسلیم نعت حضرت رسالت پناہی (ج) عام یا خاص ہنر کی اہمیت کا اظہار، بیان علو شان ہنر مطلقاً اور معیناً، (د) ان لوگون کی تعریف جو کسی ہنر سے متصف ہین (ہ) اس شخص کا ذکر جس کے نام فرمان صادر ہوا ہے، (و) اس ہنرمند کی سفارش،

دوسری قسم وہ ہے، جسمین بادشاہ کسی شخص کو کسی کام کا حکم دیتا ہے، اور ایسے خط کے یہ ارکان ہوتے ہین

(الف) حمد (ب) نعت (ج) ہنر کا درجہ (ج) فرمان بھیجنے کی وجہ (د) جس شخص کے نام فرمان (منشور) صادر ہو، اس کی تعریف (ہ) جس حکم کے لیے مامور ہو اس کا تذکرہ (و) اس حکم کی تعمیل کے لیے مامور پر تاکید اور عدم تعمیل پر تخویف،

صاحب انشائے محمود ی نے ان دو قسمون کے علاوہ ایک اور قسم کے فرمان کا بھی ذکر کیا ہے، یعنی وہ تحریر جس کے ذریعہ مرشد اپنا خلیفہ یا نائب مقرر کرتا ہے، اُسے وہ "خلافت نامہ" کے نام سے یاد کرتا ہے، اور اس کے ۸ ارکان ہین،

(الف) حمد و سپاس (ب) صلوٰۃ و تسلیم (ج) عرفان و تقویٰ کی علو منزلت اور ماسویٰ اللہ سے ترکِ تعلق (د) ان اوصاف سے متصف اشخاص کی فضیلت (ہ) خلیفہ اور اس کی عظمت (و) خلافت کی تفویض کا ذکر (ز) تربیت طالبان مین خلیفہ کی کوششین (ح) خلیفہ کے جانب استقامت،

مثال | مثال مین مندرجہ ذیل مختلف حصے ہوتے ہین، (الف) لفظِ مثال اور اس کی عظمت (ب) مرسل الیہ اور اس کے حسب حال تعریف و دعا (ج) مثال بھیجنے کی وجہ (د) اس بات کا ذکر جس کے لیے مثال لکھا گیا، (ہ) اس بات کے متعلق تاکید مزید (و) اس بات کے انجام کی توفیق کے لیے دعا،

مکتوب | مکتوب ان ۱۴ اجزا سے مل کر مکمل ہوتا ہے۔ (۱) حمد (۲) نعت (۳) دعا (۴) اسم مکتوب الیہ (۵) ذکرِ کاتب (۶) سلام (۷) ابلاغِ سلام (۸) اشتیاق (۹) طلب ملاقات (۱۰) تاریخ کتابت (۱۱) اطلاعِ حالات و احوال (۱۲) توقع و التماس (۱۳) مقدمہ اختتام (۱۴) رکن اختتام،

عریضہ | عریضہ چار ارکان پر مشتمل ہوتا ہے (۱) لفظ عریضہ یا عرضداشت (۲) مرسلِ عریضہ (۳) عرض حال (۴) دعا،

رقعہ | رقعہ کے تین حصے ہوتے ہین، (۱) دعا (۲) اطلاع حال (۳) دعا،

اسی طرح تہنیت نامہ، تعزیت نامہ، فتح نامہ اور عہد نامہ کے بھی متعدد حصے ہوتے ہین[۱]،

فن انشا عہد مغلیہ مین | اس عہد مین جس طرح دوسرے علوم و فنون کو ترقی ہوئی، اسی طرح سرکاری

---

[۱] تفصیل کے لیے دیکھو مناظر الانشاء وغیرہ،

منشی خانہ یا دیوانخانہ اور فنِ انشا، کو بھی کمال حاصل ہوا، دیوانخانہ مین منشیون اور کاتبون کی ایک جماعت رکھی جانے لگی اور خطوط کی ترتیب، کتابت، اور نقول کا خاص انتظام کیا گیا، پروفیسر سر جدو ناتھ سرکار نے عہد مغلیہ کے دارالانشا پر اپنے ان خطبات مین جو انھون نے جامعہ پٹنہ مین سلطنت مغلیہ کے نظام حکومت پر دیئے تھے مفصل روشنی ڈالی ہے، اور یہان پر ہم اسی کو ایک حد تک اپنا ماخذ بنانا چاہتے ہین،

"مغل سلاطین کے یہان دارالانشا کا نظام وسیع اور مکمل تھا، اور اس کے جو کاغذات اب تک محفوظ ہین، وہ تاریخ مغلیہ کے موجودہ طلبہ کے لیے بہت اہم اور مفید ہین، "اخبار دربار معلیٰ" جو ماتحت ریاستون اور صوبون کے والیون کے نمائندے اپنے آقاؤن کو بھیجتے تھے وہ تاریخی حیثیت سے خاص اہمیت رکھتے ہین، . . . .

. . . سترھوین صدی کے وسط سے اکثر منشی ہندو گذرے، اور ان کی تعداد برابر بڑھتی رہی، محکمۂ دیوانی (مال) مین تقریبًا ابتداے دورِ اسلام سے ہی ہندو عنصر غالب تھا، ٹوڈرمل کے اس حکم نے کہ تمام کاغذات فارسی مین لکھے جائین، (اس سے پہلے ایک کاغذ فارسی مین اور دوسرا ہندی مین لکھا جاتا تھا) تمام ہندو ملازمین کو اس بات پر مجبور کر دیا، کہ وہ فارسی مین دستگاہ حاصل کرین، اس تبدیلی کا اثر ایک صدی بعد اس شکل مین ظاہر ہوا کہ محکمۂ حساب مین نہ صرف یہ کہ ہندو ہی ہندو بھر گئے، بلکہ ترقی کرتے کرتے وہ متعدد محکمون مین نائب اور پیشدست کے عہدون تک پہنچ گئے، سترھوین صدی مین اکثر امراء اور شہزادے فارسی خطوط لکھنے کے لیے اپنے یہان ہندو منشی ہی نوکر رکھتے تھے، بزدل، کم ہمت، محنتی لیکن چالاک ہندو اپنا کام سستا اور بہتر طریقہ سے انجام دیتا تھا، ایک ایرانی یا ایران کا تعلیم یافتہ منشی ممکن تھا کہ خط زیادہ بامحاورہ لکھ سکتا، لیکن ہندوستان

کے لیے اس کا زائد معاوضہ بالکل فضول اور غیر ضروری خرچ تھا، اس کے علاوہ خود ایران کے اندرونی انقلاب نے اس سرچشمہ ہی کو خشک کر دیا تھا۔ . . . . . .

. . . . . . ان ہندو مسلمان منشیون اور دوسرے ماتحت ملازمون مین بڑے گہرے برادرانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے، اور جیسا کہ ہم کو بھیم سین کے تذکرہ سے پتہ چلتا ہے، وہ ایک دوسرے سے بہت زیادہ مانوس تھے، ایک دوسرے کی مدد کرتے، اور ایک دوسرے کو دعوتون اور مجالس رقص و سرود مین مدعو کرتے، ایک ہی محکمہ مین کام کرنے کے علاوہ تصوّف کے مشترک ذوق نے دونون کو متحد کر رکھا تھا، کیونکہ سترہوین اور اٹھارہوین صدی مین ان لوگون کے درمیان یہی ایک مشترک چیز باقی رہگئی تھی، چنانچہ ان منشیون کی تصانیف کے آخر مین اکثر ایسے صوفیانہ اشعار نظر آئین گے، جو یا تو خود ان کے تصنیف کردہ ہین یا ان کے پسندیدہ شعراء کے"

طرز انشا فرامین و عرضداشت کی عبارتین بہت زیادہ مغلق اور رنگین ہوتی تھین اوصاف ہمیشہ اسم تفضیل کے صیغہ مین بیان کیے جاتے تھے، ان لوگون کے سامنے ابوالفضل کا نمونہ تھا، دوسرے ان منشیون کو ایک خاص طرز تحریر کی پابندی کرنا پڑتی تھی، بادشاہ سے لیکر ادنیٰ افسرون تک کے القاب مقرر تھے، جو دستور العمل مین درج ہوتے تھے، اور جن کی سب منشیون کو اطلاع دیجاتی تھی، بادشاہ یا شہزادہ کا نام لینا بے ادبی مین داخل تھا، چنانچہ بادشاہ کو خلیفۃ اللہ فی الارض یا ظل اللہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، اور مرنے کے بعد بھی اُن کے اسی قسم کے نام رکھے جاتے تھے، چنانچہ، بابر، ہمایون، اکبر، جہانگیر، شاہجہان، عالمگیر، اور بہادر شاہ کے علی الترتیب مرنے کے بعد یہ نام رکھے گئے فردوس مکانی، جنت آشیانی، عرش آشیانی، جنت مکانی، اعلحضرت فردوس آشیانی، خلد مکان، اور خلد منزل،

اسی طرح شہزادون کو بھی زندگی مین بڑے بڑے نامون سے یاد کیا جاتا تھا، مثلاً دارا شکوہ "شاہ بلند اقبال" تھا، شجاع کو "بادشاہزادہ جہان وجہانیان" شاہ عالم کو "مہین پور خلافت"۔ محمد اعظم کو "شاہ عالیجاہ" کہتے تھے، اورنگ زیب نے اپنے بڑے لڑکے کی تعلیم کے لیے اپنے منشی قابل خان سے اس وقت کے تمام شہزادون، شہزادیون، اور امرا کے مخصوص خطابات لکھا کر اس کے پاس بھیجے تھے، اورنگ زیب کو ان چیزون کا جہانتک خیال تھا، اور اس کی نگاہ دقیقہ رس جسطرح جزئی سے جزئی قاعدہ تک پہنچتی تھی، اسپر ہم کسی دوسری جگہ بحث کرینگے،

طریقۂ تحریر اور مہر وغیرہ | بادشاہ کے ان مخصوص خطوط کے علاوہ جو اپنے ہاتھ سے مخصوص لوگون کو اہم مواقع پر لکھتا تھا، اور جسپر رقعات عالمگیری کے سلسلہ مین مفصل بحث کیگئی ہے، باقی تمام خطوط سرکاری منشی لکھتا تھا، بادشاہ صرف ضروری باتین منشی کو بتادیتا، اور منشی دستور کے مطابق اس کو فرمان کی شکل مین لکھکر خوشنویس کے حوالہ کرتا، خوشنویس کے صاف کرنے کے بعد وہ فرمان بادشاہ کے سامنے پیش ہوتا، بادشاہ اس کو سنکر آخر مین "صح" بنادیتا، جو "صحیح" کا مخفف ہے، اگر بادشاہ کو مکتوب الیہ کی عزت افزائی، یا حکم کے متعلق مزید تاکید منظور ہوتی، تو اصل فرمان کے اوپر چند سطرین اپنے ہاتھ سے لکھدیتا، اس کے بعد یہ فرمان دیوان خانہ مین جاتا، وہان اس کے اوپر بادشاہ کی مہر اور اس کے نیچے وزیر کی مہر لگائی جاتی، اور دفتر مین اسکی نقل رکھ لیجاتی تھی، بادشاہ اگر کچھ اضافہ کرتا، تو اُسے شرح دستخط خاص یا قدسی خط کے نام سے نقل کیا جاتا تھا، اگر فرمان کسی جاگیر یا معاہدہ سے متعلق ہوتا، تو اس پر بادشاہ کے پنجے کا چھاپہ بھی ہوتا تھا، اس مقصد کے لیے ربڑ کا ایک پنجہ بنالیا جاتا تھا، اور گیرو کے رنگ سے فرمان پر اس کو چھاپ دیا جاتا تھا، پھر اُسے خریطہ مین رکھکر موم سے مہر لگادی جاتی تھی، اور تیز رفتار سوار یا پیادے کے حوالہ کردیا جاتا تھا کہ اُسے مکتوب الیہ تک پہنچائے،

سلسلۂ مراسلت کے قیام کے لیے حکومت مغلیہ مین مختلف طریقے تھے، مثلاً خط کو چیلے یا

گرز بردار یا سراول لیجاتے تھے، یا ڈاک کے ذریعہ سے روانہ کیا جاتا تھا، ڈاک کا یہ سلسلہ تھا کہ کچھ کچھ دور پر چوکیاں (اسٹیشن) ہوتی تھین جہنین ڈاکیے ہر وقت مستعد رہتے تھے، جب ایک ڈاکیہ ایک چوکی سے دوسری چوکی پر پہنچتا تو خط کو نئے ڈاکیہ کے حوالہ کرتا، اور وہ فوراً آگے کی طرف روانہ ہوجاتا، سانڈنی سوارون سے بھی یہ کام لیا جاتا تھا، بھاری چیزون کے لیے بہنگی بھی رائج تھی،

شاہی فرمان کی وصولی مین خاص آداب و قواعد کا لحاظ رکھا جاتا تھا، جب مکتوب الیہ کو معلوم ہوتا کہ شاہی فرمان آرہا ہے، تو اپنے آدمیون کے ساتھ کئی میل آگے بڑھکر اس کا استقبال کرتا، اس کو چومتا، آنکھون سے لگاتا، سر پر رکھتا، اور پھر اپنی مجلس خاص مین اُسے پڑھتا، بعض جگہ فرمان کے استقبال کے لیے خاص مکان تیار کیا جاتا جس کو "فرمان باڑی" کہتے تھے، چنانچہ اورنگ زیب کے خطوط مین اس قسم کے مکانات اور مجامع استقبال کا متعدد جگہ ذکر آیا ہے، بعض ریاستین اپنی خودداری کی وجہ سے اس قسم کے استقبالون سے بچنے کی کوشش کرتی تھین لیکن یہ آسان کام نہ تھا، ان کو علالت کا بہانہ تلاش کرنا پڑتا، اور نامہ برون کو رشوت دینا پڑتی تھی،

خطوط کے اقسام | عہد مغلیہ مین مختلف اشخاص و حالات کے مطابق خطوط کے مندرجۂ ذیل نام ہوتے تھے،

(۱) فرمان، شقہ، اور احکام ان نامون سے وہ خطوط مراد ہوتے تھے، جو بادشاہ کسی شہزادہ، افسر یا کسی بیرونی حکمران کو لکھتا تھا،

(۲) نشان وہ خط جو شاہی خاندان کا کوئی رکن بادشاہ یا اپنے خاندانی بزرگون کے علاوہ کسی شخص کو لکھے،

(۳) عرضداشت، وہ خط جو کوئی شہزادہ بادشاہ کو یا کوئی دوسرا شخص بادشاہ یا شہزادہ کو لکھے،

(۴) فتحنامہ، کسی صوبہ دار کی طرف سے جب کوئی خط بادشاہ کے پاس آتا، اُسے عموماً اسی نام سے یاد کیا جاتا تھا،

(۵) **حسب الحکم**، وہ خط جو وزیر بادشاہ کی ہدایت کے موافق اپنی طرف سے لکھے،

(۶) **احکام، رمز** اور **اشارہ** وہ جملے اور عبارتین جو بادشاہ کسی فرمان کے متعلق منشیون کو لکھکر دیتا، اور منشی انھین کے مطابق پورا فرمان لکھتے تھے، اورنگ زیب نے اس قسم کے جو جملے اور عبارتین لکھی ہین ان کی بڑی تعداد ہے،

(۷) **سند**، یہ وہ خط ہوتا تھا جس کے ذریعہ سے کسی شخص کے تقرر کا حکم دیا جاتا، لیکن صوبہ دارون کا خطِ تقرر فرمان کہلاتا تھا،

(۸) **پروانہ**، کسی محکمہ کا کوئی حکم جو ماتحت افسر کے نام روانہ کیا جاے، یہ عموماً کسی مقدمہ کا فیصلہ یا کوئی خاص قانون ہوتا تھا،

(۹) **دستک**، یہ ایک قسم کا پروانہ راہداری ہوتا تھا جو عموماً تجارتی چیزون کے لیجانے یا کسی شخص کو دربار یا چھاونی مین داخل ہونے کے لیے دیا جاتا تھا،

(۱۰) **رقعہ**، عام خط کو کہتے تھے،

(۱۱) **محضر**، یہ دراصل کسی مقدمہ یا واقعہ کی تحقیقاتی رپورٹ ہوتی تھی، اس مین شہادت پیچون کی راے اور ان کے نام لکھے جاتے تھے،

اوقاتِ فرمان نویسی، دربارون مین خطوط پڑھنے اور ان کے جوابات لکھنے کے لیے خاص وقت اور طریقہ مقرر تھا، شاہجہان کے متعلق عبدالحمید نے اور عالمگیر کی نسبت عالمگیر نامہ کے مصنف نے اس کو خاص وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، عالمگیر نے خود اپنے خطوط مین ان کا حوالہ دیا ہے، اور چونکہ عالمگیر کے متعلق ہم کسی دوسری جگہ تفصیل کیساتھ بحث کرینگے، اس لیے یہان صرف شاہجہان کے متعلق عبدالحمید کے بیان پر اکتفا کرتے ہین، وہ لکھتا ہے،

از این مقام کرامت انتظام بجھروکہ دولت خانہ خاص و عام ۔ ۔ ۔ ۔ تشریف میفرمایند، د

جهانیان سعادتِ کورنش دریافته کامیابِ مرادات میگردند، و متصدیانِ مهمات . . . . .
معاملات ملکی و مالی بعرضِ اقدس میرسانند و ملتمساتِ منصبداران بوسیلهٔ بخشیانِ عظام
معروض میشود . . . . . بوساطت . . . مقربانِ درگاه عرائضِ بادشاهزاده‌های عالی مقدار
و حکامِ صوبجات و فوجداران و دیوان و بخشی و دیگر متصدیانِ مهمات آنجا و پیشکشها میگذرد
عرائض داری فلک سلطنت و عمده‌های دولت بنفس نفیس مطالعه میفرمایند، و حقیقتِ
عرائض دیگر بندها بوسیلهٔ اربابِ تقرب بعرض میرسد، و صدرِ کل ممالک محروسه از عرائض
صدور جز و آنچه قابلِ عرض باشد، بموقفِ عرض میرساند . . . . و
متصدی عرض مکرر یاد داشتهای مناصب و جاگیر و نقدی و اقسام معاملات . . .
. . بار دیگر بعرض اشرف میرساند، . . . .

ازینجا پس از چار گهری و گاهے پنج گهری . . . . . برخاسته بدولتخانهٔ خاص
رفته پایه افزاے اورنگِ اقبال میگردند، . . . . . و درین جا جواب بعضے
عرائض ضروریه بخط مبارک می نویسند، و جواب لختے مطالب که بذریعهٔ وکیل یا وزیر
یا متصدیانِ خدمت عرض عرائض صوبه داران بعرض اشرف میرسد دبیرانِ بلاغت
آئین مطابق آنچه بر زبان الهام بیان جاری شود، فرامین نافذ مضامین قلمی مینمایند،
و بعد از نگارش بشرف مطالعهٔ خدیو دوربین احتیاط گزین میرسد اگر غلطی در عبارت
یا سهو نسیانے در مطالب رفته باشد، اصلاح میفرمایند،

و از بادشاهزادهٔ کامگار هر که صاحب رساله باشد، رساله خود در ظهر فرمان اطاعت
عنوان نوشته بمهر خود میرساند، و پائین رساله دیوان معرفت خود مینویسد،

بعد ازان فرامین قدر آئین بحرم محترم می رود تا بمهر اشرف اوزک که نزد حضرت مهد علیا

مناد الزمانی ست ذرین گرد دیمؑ

شاہی مہرین | اسی سلسلہ مین شاہی مہرون کا تذکرہ بھی شاید بے محل نہ ہوگا، بادشاہ کی عموماً دو مہرین ہوتی تھین، ایک مدور یا بیضاوی جو چھوٹی ہوتی تھی، اس پر صرف بادشاہ کا نام ہوتا تھا، اور اُسے "اوزک" کہتے تھے، یہ صرف خاص خاص فرمانِ توکے لیے استعمال کیجاتی تھی، دوسری مہر مدور یا مربع لیکن بڑی ہوتی تھی، اس کے وسط مین بادشاہ کا نام ہوتا تھا، اور چارون طرف اس کے آبا و اجداد کے نام کندہ ہوتے تھے، چونکہ اس سے اپنی خاندانی بزرگی کا اظہار مقصود ہوتا تھا اس لیے یہ مہر عموماً دوسرے سلاطین کو فرمان بھیجتے وقت استعمال کیجاتی تھی، لیکن بعد مین عام فرمانون پر بھی ثبت ہونے لگی، اس کے علاوہ مہر کے اوپر بادشاہ کے نام و نسب کا طغرا بھی ہوتا تھا، پھر یہ فرمان یا احکام جن لوگون کے ہاتھون مین پہنچتا (یعنی اربابِ دفتر) ان کی بھی مہرین لگائی جاتی تھین، اور جب مکتوب الیہ کے پاس پہنچتا تو وہ اس پر تاریخِ وصول کے ساتھ "عرض دیدہ شد" لکھدیتا تھا،

فرمان کے لیے کاغذ بھی خاص قسم کا استعمال کیا جاتا تھا، بعض اوقات اس پر نقش و نگار یا محراب وغیرہ بنائی جاتی، اور اکثر شاہی فرامین پر سونے کا برادہ یا سونے اور چاندی کا پانی چھڑک دیتے تھے،[۱]

فنِ انشا | یہ مسلم امر ہے، کہ ہندوستان مین فنِ انشا پر سب سے زیادہ توجہ کیگئی، اور ابتدائی دور مین کم لیکن بعد مین جب بیرونی منشیون کی آمد سترہوین صدی کے وسط سے بند ہوگئی، تو بہت زیادہ کتابین اس فن پر لکھی گئین، ایسی کتابون کی دو صورتین ہوتی تھین (۱) یا تو کوئی منشی نفسِ فن پر کوئی کتاب لکھتا تھا، (۲) یا اپنے خطوط طلبہ کے استفادہ یا اپنے کمالِ فن کے اظہار کے لیے ایک

[۱] چند حصون کے علاوہ یہ تمام حصہ پروفیسر جدوناتھ سرکار کی کتاب "مغلون کا نظامِ حکومت" سے ماخوذ ہے

[۲] عبدالحمید جلد اول حصہ اول ص ۱۴۶-۱۴۷،

مجموعہ کی شکل مین شایع کرتا تھا، کبھی کبھی جمع و اشاعت کی خدمت منشی کے بعد اس کی اولاد یا اس کے احباب انجام دیا کرتے تھے، ان تمام اقسام کی تصانیف کافی تعداد مین ہندوستان مین موجود ہین،

ہندو اور فنِ انشا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین، فنِ انشا مین ہندوون کا بھی بہت بڑا حصہ ہے، عہد جہانگیری بلکہ دورِ اکبری ہی سے انھون نے اسمین کمال حاصل کرنا شروع کر دیا تھا، راجہ ٹوڈرمل نے فارسی کو رائج کر کے دیوان خانہ کے تمام عملہ کو اس کے حاصل کرنے پر مجبور کیا، اسی کا نتیجہ تھا کہ اس وقت سے بڑے بڑے ہندو انشا پرداز پیدا ہونے لگے، اکبر کے زمانہ مین کچھ عجب نہین کہ ہندو انشا پرداز ہوگئے ہون لیکن عہد جہانگیر مین ہم کو سب سے پہلے ایک ہندو منشی کا پتہ چلتا ہے جسکا نام ہرکرن بن ماتھر داس کنبو ملتانی تھا، یہ جہانگیری امیر عبرت خان کا منشی تھا، اس کے بعد جو سب سے بڑا انشا پرداز ہم کو ملتا ہے وہ چندربھان برہمن تھا[1]، ایک اور ہندو منشی جو بعد مین مسلمان ہو گیا تھا، طالع یار ہے، اس کے خطوط ہفت انجمن کے نام سے مشہور ہین، وہ شاہجہان اور اورنگ زیب کے زمانہ مین تھا، اس کے بعد ہندوون نے نہ صرف اس فن بلکہ تمام علوم و فنون مین جو کمال حاصل کیا، فارسی مین جو بیشمار کتابین لکھین، وہ ان کی عظمت، ہمہ گیری اور کمالِ فن کے لیے کافی ہین[2]،

فنِ انشا کی فارسی کتابین ابتداءً ہمارا خیال تھا، کہ فنِ انشا پر جو کتابین عربی یا فارسی مین لکھی گئی ہین، اُن کی ایک مفصل فہرست یہان نقل کر دیجاتی، لیکن چونکہ اصل موضوع خود تفصیل طلب ہے، اور اس قسم کی چیزون سے دیباچہ مین ناگوار طوالت پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے، اسلیئے صرف انشاے فارسی کی بعض اہم کتابون کے نام لکھنا کافی سمجھتے ہین، اور اگر توفیق ایزدی شامل حال رہی، تو دوسری جلد کیساتھ

---

[1] اورینٹل کالج میگزین لاہور مین اس پر ایک پر از معلومات مضمون شائع ہوا ہے،

[2] مولنا سید سلیمان صاحب ندوی نے معارف کے ابتدائی دور مین ہندو مصنفین پر ایک مبسوط فاضلانہ مضمون تحریر فرمایا تھا، دیکھو معارف جلد سوم عدد ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵،

انشاءاللہ مفصل فہرست شایع کردینگے، اس فہرست مین زیادہ تر وہ کتابین ہین، جو ہندوستان کے متعلق یا ہندوستان کے اندر لکھی گئی ہین، ان مین ہندوؤن کی کتابین بھی ہین، اور مسلمانون کی بھی، اور یہ فہرست ہمارے گذشتہ اتحادِ خیال، اتحادِ مذاق اور اتحادِ عمل کی بہترین مثال ہے:-

(۱) رسائل الاعجاز، از امیر خسرو دہلوی، سنہ ۷۱۹ھ

(۲) مناظر الانشا از خواجہ جہان عماد الدین محمود بن شیخ محمد گیلانی (خواجہ محمود گاوان، وزیر سلطان محمد شاہ سلطان المتوفی سنہ ۸۸۲ھ

(۳) ریاض الانشا، 〃 〃 〃 〃

(۴) انشائے شاہ طاہر الحسینی سنہ ۹۳۸ھ ۳۱-۱۵۳۲،

(۵) بدائع الانشا از حکیم یوسف بن محمد ہراتی طبیب ہمایون معروف بہ یوسفی، سنہ ۹۴۰ھ ۱۵۳۲-۳۴،

(۶) انشائے بیرم شاہ قزوینی از سلطان حسین بیقرا، تا ہمایون، سنہ ۹۵۷ھ ۱۵۵۰

(۷) چہار باغ، مکتوبات بادشاہی، از حکیم میر مسیح الدین ابو الفتح مربی عرفی،

(۸) منشآت التمکین، از ابو القاسم خان تمکین الحسینی معنون بہ اکبر، سنہ ۱۰۰۶ھ ۱۵۹۸

(۹) مکاتبات علامی، علامہ ابو الفضل، مرتبہ، سنہ ۱۰۱۵ھ ۱۶۰۶-۷

(۱۰) زبدۃ الانشا، مصنف نامعلوم سنہ ۱۰۲۷ھ ۱۶۱۸

(۱۱) انشائے طرب الصبیان از نور الدین محمد برادر زادۂ ابو الفضل، سنہ ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۷

(۱۲) انشائے ہرکرن، ہرکرن بن ماتھر داس کنبو ملتانی منشی عبرت خان سنہ ۱۰۳۴-۴۰ھ ۱۶۲۵-۳۱

(۱۳) انشائے خانہ زاد خان، فیروز جنگ (امان اللہ حسینی) سنہ ۱۰۴۶-۴۴ھ ۱۶۳۶-۷-۳۵

(۱۴) انشائے منیر، سنہ ۱۰۵۴ھ ۱۶۴۴

(۱۵) نو بادہ از ابو البرکات منیر، 〃

(۱۶) بہارِ سخن، محمد صالح کنبو لاہوری، — سنہ ۱۰۷۰ / ۱۶۵۹

(۱۷) منشاَت برہمن، چندر بھان برہمن،

(۱۸) جامع القوانین، انشاے خلیفہ شاہ محمد قنوجی، — سنہ ۱۰۸۵ / ۱۶۷۴

(۱۹) خلاصۃ المکاتیب، سجان سنگھ یا رائے بٹیالوی، — سنہ ۱۱۰۷ / ۱۶۹۵

(۲۰) مفید الانشا، از منشی لیکھ راج، مرتبہ — سنہ ۱۱۱۰ / ۱۶۹۸-۹

(۲۱) کارنامہ واقعہ، — سنہ ۱۱۱۶ / ۱۷۰۴

(۲۲) انشائے فیض بخش، شیر علی حملہ لاہوری، — سنہ ۱۱۱۸ / ۱۷۰۱-۷

(۲۳/۱) طراز الانشاء از اندرجیت حقیر (محقر؟) — سنہ ۱۱۳۰ / ۱۷۱۸

(۲۳/۲) ہفت انجمن از طالع یار

(۲۴) منشاَت بیدل، عبد القادر — سنہ ۱۱۳۳ / ۱۷۲۰

(۲۵) منشاَت ملا طغرا،

(۲۶) مجمع الانشا، از محمد امین بنی اسرائیل، ملازم بدھ چند امیر نظام الملک، سنہ ۱۱۳۸ / ۱۷۲۵

(۲۷) وقائق الانشا از رنچھوڑ داس بن رنجیت رائے، — سنہ ۱۱۴۵ / ۱۷۳۲

(۲۸) خطوط راجہ رام کنت محمد شاہی، — سنہ ۱۱۵۲ / ۱۷۳۹

(۲۹) رقعات خاتم الکلام از مولانا میر کمال الدین محمد، — سنہ ۱۱۳۲ / ۱۷۲۰

(۳۰) فیاض القوانین،

(۳۱) خلاصۃ الانشار، — سنہ ۱۱۶۵ / ۱۷۵۲

(۳۲) مجموعۃ المسودات، — سنہ ۱۱۵۶-۶۲-۶۶ / ۱۷۴۳-۹-۵۳

(۳۳) دستور الانشاء از منشی مسیح یار محمد قلندر خطوط متعلق بنگال از سنہ ۱۱۵۱–۱۱۷۰ / ۱۷۳۸–۱۷۵۷ تا سنہ ۱۲۰۱ / ۱۷۸۶

(۳۴) چار چمن فیض، خطوط سلاطین نظام الملک حیدر آباد ، سنہ ۱۱۷۳ / ۱۷۵۹

(۳۵) مجموعہ خطوط ہا متعلق بنگال از میر قائم وغیرہ . سنہ ۱۱۷۳ / ۱۷۶۰

(۳۶) انشائے مجموع القواعد، از رام نرائن ، سنہ ۱۱۹۰ / ۱۷۷۶

(۳۷) انشائے مطلوب از شیخ مبارک قرشی ، سنہ ۱۱۹۷ / ۱۷۸۳

(۳۸) ضوابط الانشا یا ہفت ضابطہ از سید علی نقی خان بن سید حشمت علی

(۳۹) انشائے یتیمی اصفہانی ،

(۴۰) تحفۃ السلطانیہ از حسن بن گل محمد ،

(۴۱) انشائے مادھو رام ،

(۴۲) انشائے مرغوب ،

(۴۳) منشآت ظہوری ،

(۴۴) ظہور الانشا ، ،

(۴۵) خطوط شیواجی ،

(۲)

مکاتیب اورنگ زیب

ایک مشہور فرانسیسی نقاد و ادیب کا قول ہی کہ "خطوط سوانح نگاری کی جان ہین" نفسیات اجتماع کے اس استاد نے ایک ناقابل تردید حقیقت کو کم سے کم الفاظ مین نہایت ہی خوبصورتی سے ادا کر دیا ہے، ہم دوسرون کے متعلق جو کچھ دیکھتے اور سنتے ہین، وہ ان کا اجتماعی رخ ہوتا ہے، اور اکثر و بیشتر ذاتی اور انفرادی رخ سے بالکل جداگانہ ہوتا ہے، جماعت کا ڈر، اصول معاشرت کا خوف، سوسائٹی کے بنائے ہوئے قواعد کی پابندیان، نیک و بد کا اجتماعی معیار، وہ چیزین ہین، جو ہمارے اخلاق ہمارے جبلی عادات، ہماری فطرت، اور ہماری افتاد طبیعت کو صاف و واضح طریقہ سے ایک بڑی حد تک نمایان نہین ہونے دیتین، بہت سے ایسے اعمال ہین، جنکو ہم تنہائی مین یا کم از کم اس یقین کی حالت مین کہ اُن کا علم عام سوسائٹی کو نہو گا، کر سکتے اور کرتے ہین، بارہا ہم ایسی رایون کا اظہار کرتے ہین، جنکو ہم مصلحت، تہذیب، اصول اخلاق، یا کسی خاص کمزوری کی وجہ سے شاید علانیہ کرنے کی جرأت نہ کر سکین، یہ بھی ممکن ہی، کہ ہم اپنے بعض افعال کے اسباب کو عام لوگون کے سامنے بیان نہ کر سکین، لیکن مخصوص احباب کے حلقہ مین ایسا کرنے مین حجاب نہ ہو، ایسے حالات مین ایک شخص کے صحیح حالات، اس کا اصلی اخلاق، اس کی حقیقی نیت، اور اس کی سچی روش کو معلوم کرنے کے لیے ہمارے پاس اس کے سوا، کوئی چارۂ کار نہین، کہ جہانتک ممکن ہو سکے ہم اس کے خانگی، ذاتی، اور ایسے افعال کی تلاش کرین، جو اس سے ایسی شکل و صورت اور ایسے حالات مین سرزد ہوئے ہون، جب کہ اس کو اس بات

کا یقین ہو کہ کوئی دوسرا ان سے واقف نہین ہو سکتا، اور واقعات اس کے شاہد ہین، کہ جب کبھی اس قسم کی کوشش کیگئی ہے تو لوگون کے خیالات مین حیرت انگیز انکشافات سے تعجب خیز انقلاب پیدا ہوگیا ہے، اور یہی وجہ ہے، کہ اب مورخین اور سوانح نگار جماعت کی ایک بڑی تعداد اس قسم کے مواد پر سب سے زیادہ زور دیتی ہی، اور اس پر سب سے زیادہ بھروسہ کرتی ہے،

لیکن آخر ایسا کیون ہی؟ اس کے متعدد اسباب ہین، اولاً تو تمام تذکرون اور تاریخون مین ہکو جو کچھ ملتا ہے وہ ان اشخاص و افراد کے اجتماعی رخ کے افعال و اقوال کا پرتو ہوتا ہے، کہ لکھنے والا صرف اسی سے واقف ہے، دوسرے جیسا کہ بتایا جاچکا ہے، اجتماعی رخ انسان کا اصلی رخ نہین ہوتا، تیسرے ایک شخص جو صرف ظاہری حالات پر نظر رکھتا ہے، وہ اسباب و علل اور اس شخص کے صحیح حالات و جذبات سے مطلقاً بیخبر ہوتا ہے، اور وہ پھر اپنی فہم اور سمجھ کے مطابق جو کچھ سوچتا اور سمجھتا ہی، اسی کو اپنے مخصوص رنگ مین پیش کر دیتا ہے، ایسے حالات مین اگر ہم کو ایک شخص کا خود نوشتہ بیان جو اوسنے دوسرون کے لیے نہین، بلکہ صرف اپنے لیے لکھا ہو، ملجائے تو پھر اس سے زیادہ اہم، واضح اور صحیح تر کونسی تحریر ہو سکتی ہے،

اس قسم کی تحریرون کی دو شکلین ہین، یا تو یہ تحریرین روزنامچہ اور تزک کی صورت مین ہون، یا ایک شخص کے ذاتی خطوط کی شکل مین وہ ان کے ذریعہ اپنے صحیح جذبات، خیالات، آرار، اعمال اور افعال کی اس اطمینان کیساتھ تشریح و توضیح کرتا ہے، کہ اس کے معتمد علیہ کے علاوہ کسی کو حشر تک کانون کان اس کی خبر نہ ہوگی، اور اس کا ایک ایک لفظ قیامت تک کے لیے ایک سربمہر راز اور اس کا ایک ایک نقطہ ایک ناقابل شکست طلسم رہیگا، ممکن ہے کہ ایک شخص جو ظاہراً زہد و اتقا کا پیکر مجسم ہو، اپنی اندرونی خباثت کو منظر عام سے تمام عمر چھپانے مین کامیاب ہوجائے، لیکن اپنے ذاتی حالات سے واقف لوگون سے جب وہ خط و کتابت کرے گا، تو وہ اپنی خباثت کو اسکی

تمام عریانی کے ساتھ ظاہر کر دے گا، بہت ممکن ہے کہ ایک حاکم جو اپنے کو سب سے بڑا دیانتدار اور منصف حکمران ظاہر کرتا ہو، باطن مین اس کا دل حرص وہوس، طمع وظلم، اور بے ایمانی کا مرکز ہو، ایسے حالات مین اسکی وہ تحریرین جو وہ دنیا کی نظرون سے چھپا کر لکھتا ہے، اس کے حقیقی اخلاق پر بہترین شاہد ہونگی، ایک حکومت جو بیانگ دہل امن وآشتی اور خلاف جنگ معاہدون کی ظاہر سب سے بڑی مدعی وحامی ہو جب دوسری سلطنتون سے اسلحہ واسباب جنگ کی خاموش زیادتی کے متعلق معاہدہ کرتی ہے، تو اس کو یقین ہوتا ہے، کہ اس کے "درون خانہ" کا حال "بیرون در" والون کو کچھ نہ معلوم ہو گا، اور وہ تمام دنیا کی آنکھون مین خاک جھونکتی رہیگی، لیکن جب کبھی "رندان مست" کی بے احتیاطی سے وہی معاہدہ کی لوح محفوظ منصۂ شہود پر آجاتی ہے، تو دنیا محو حیرت ہوجاتی ہے، صلح وآشتی کے وعظ کا طلسم یک بیک ٹوٹ جاتا ہے، اور وہ گربۂ مسکین، شیر غران کی شکل مین دانتون کو نکالے اور ناخنون کو تیز کئے مہیب نظر آتی ہے،

ان تشبیہون سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ یہ حقیقت ذہن نشین ہوجاے، کہ اہم وممتاز اشخاص کی خانگی تحریرین اور ذاتی خطوط اپنے اندر کتنی اہمیت پنہان رکھتے ہین، اور اس آئینہ مین ان کے خط وخال کس قدر صاف اور نمایان نظر آتے ہین، لیکن ہم اس جگہ اس بات کو بھی ظاہر کر دینا چاہتے ہین، کہ ہمارے خیال مین مغل سلاطین کے لکھے ہوئے تزک اور روزنامچے وہ خاص اہمیت نہین رکھتے جو خانگی خطوط کو حاصل ہے، کیونکہ ان تزکون کو لکھتے وقت ان کا ہرگز خیال یہ نہ ہوتا تھا، کہ وہ ہمیشہ "کتاب مکنون" کی طرح چھپے رہین گے، بلکہ وہ ان کو خود بھی دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے، چنانچہ جہانگیر نے تو خود ۱۲ سال کے حالات لکھنے کے بعد اس کی متعدد نقلین مختلف اشخاص کے پاس روانہ کی تھین، اور جب وہ خود نہ لکھ سکا، تو اس نے یہ کام دوسرے شخص کے حوالہ کر دیا، اور ہمارا خیال ہے، کہ اب جبکہ خطوط اور خود نوشتہ سوانح کی اشاعت وطباعت کا ذوق پیدا ہو گیا ہے

تو اکثر لوگ اپنے خطوط اور روزنامچے اس چیز کو پیش نظر رکھکر لکھتے ہین، اور اب یہ انتہائی ذاتی چیزین بھی اپنی صداقت اور صفائی کے معیار کو کھو رہی ہین،

ان حالات کی موجودگی مین اگر ہم کو اورنگ زیب جیسی اہم متنازع فیہ تاریخی شخصیت کے خطوط مل جائین، اور ہم ان سے اس کے اصلی اور صحیح حالات کو ترتیب دین، تو اس سے بہتر کونسی چیز ہوسکتی ہے، عام تاریخون اور ذاتی خطوط مین جو فرق بیان کیا گیا ہے، وہ اس معتوب مظلوم کے معاملہ مین لفظ بلفظ درست اور ٹھیک معلوم ہوتا ہے،

ہماری خوش قسمتی سے اورنگ زیب کی معاصرانہ تاریخون کے علاوہ اس کے خطوط کی ایک بڑی تعداد بھی کسی نہ کسی صورت سے محفوظ ہوتی چلی آئی ہے، اور ہم ان کی روشنی مین نہ صرف یہ کہ اس عہد کی تاریخ بلکہ اس وقت کے اندرونی اور تہ آبی واقعات کو بھی اچھی طرح دیکھ اور سمجھ سکتے ہین، اور اُن کے ذریعہ ہمارے بہت سے غلط اوہام و نتائج کی بھی اصلاح ہوسکتی ہے،

اورنگ زیب کے خطوط

قبل اس کے کہ ہم اورنگ زیب کے نفس خطوط کی طرف متوجہ ہون، بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان خطوط کے مجموعون پر نظر ڈال لین، تاکہ ان کی وسعت، اُن کی ہمہ گیری اُن کی اہمیت بہتر طریقہ سے ذہن نشین ہوجاے،

اورنگ زیب کے خطوط کو مجموعون کی حیثیت سے مندرجہ ذیل پانچ حصون مین تقسیم کیا جاسکتا ہے

(۱) ایسے مکمل مجموعے جنکو اس کے منشیون نے خود یا ان کے بعد کسی اور نے ترتیب دیا ہے اور اس مین تین کتابین ہین، (ا) آداب عالمگیری، مرتبہ صادق خان انبالوی، (ب) احکام عالمگیری اور (ج) کلمات طیبات مرتبہ عنایت اللہ خان،

(۲) ایسے مجموعے جو نمبر ۱ کے مجموعون سے ماخوذ ہین اور اس مین بھی تین مجموعے ہین (ا) رقائم کرائم، مرتبہ سید اشرف خان (ب) دستور العمل آگہی (ج) رمز و اشارات عالمگیری،

(۳) بعض نامکمل مجموعے جو نمبر ۱ و نمبر ۲ کے مجموعون سے بالکل مختلف ہین، اس کے دو مجموعے ہین، (الف) کلماتِ اورنگ زیب (ب) کلماتِ طیبات کتب خانہ رامپور،

(۴) ایسے احکام جو درخواستون پر لکھے گئے، یہ صرف حمید الدین نیمچہ کے احکام عالمگیری مین ملتے ہین،

(۵) منتشر خطوط جو مختلف اشخاص یا مجالس کے قبضہ مین ہین یا جو مختلف تاریخی کتب یا خطوط کے مجموعون مین ملتے ہین، اُن مین قابلِ ذکر یہ ہین،

(الف) مجموعہ مسٹر ڈی، پی، پرنس، (ب) مجموعہ برطانوی متحفہ نمبر ۱۸۸۱ (فارسی فہرست) (ج) انشاے فارسی ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نمبر الیف ۵۶ (د) مجموعہ فرامین مملوکہ ریاست دھار (ہ) مجموعہ فرامین مملوکہ ریاست جے پور، (و) مجموعہ فرامین مملوکہ جادو دلش مکھیا (ز) مجموعہ مملوکہ پیرس قومی کتب خانہ پیرس ۴۷۶، (ح) خطوط شیواجی، (ط) ظہور الانشاء (ی) مختلف رسائل مین شائع شدہ فرامین (ک) ہفت انجمن، (ل) فیاض القوانین (م) انشاے روشن کلام (ن) مرقعاتِ حسن، (س) مجموعہ منشآت وغیرہ،

لیکن چونکہ یہ جلد صرف اورنگ زیب کے عہدِ شاہزادگی کے خطوط پر مشتمل ہے، اس لیے ہم یہان پر صرف ان مجموعون کا تذکرہ کرینگے جنمین اس کے عہدِ شہزادگی کے خطوط ہین، دوسرے مجموعون کے متعلق ہم ماخذ سیرت عالمگیر کے سلسلہ مین بحث کرین گے،

اورنگ زیب کی زندگی یون تو اس کے سب سے بڑے مورخ نے ۵ حصون پر تقسیم کی ہے لیکن یہان اختصار کی غرض سے ہم صرف دو حصون مین تقسیم کرینگے، (۱) شہزادہ کی حیثیت سے اور (۲) شہنشاہ کی حیثیت سے،

اورنگ زیب کی شہزادگی کے زمانہ سے ہماری مراد نہ اس وقت تک کا زمانہ ہے جبکہ وہ سموگڈہ کی لڑائی کے بعد آگرہ پر قابض ہو کر عالمگیر کا لقب اختیار کرتا اور عنانِ حکومت اپنے

ہاتھ مین لیتا ہے، بلکہ ہم اس عہد کو برادرانہ جنگ کے خاتمہ تک وسعت دیتے ہین، اور دوسرے دور کو اس وقت سے شروع کرتے ہین جبکہ وہ کسی دوسرے مدعی حکومت کے وجود کے بغیر، خانہ جنگی سے اطمینان حاصل کرکے ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہوتا ہے،

یون تو کہنے کو اورنگ زیب کا عہدِ حکومت پنجاہ سالہ تھا، لیکن ہمارے خیال مین اوسکی شہزادگی کے دنون کو بھی ان مین شریک کر لینا چاہیئے، کیونکہ جب سے اس نے ہوش سنبھالا اس وقت سے تختِ حکومت پر متمکن ہونے تک ملک کے تمام اہم کامون کا ہیرو وہی رہا ہے، بندیلکھنڈ کی لڑائیان، دکن کے فتوحات، بلخ و بدخشان کی تسخیر، مہم قندھار کی قیادت، گولکنڈہ سے جنگ اور بیجاپوری علاقہ کا الحاق، مختصراً وہ تمام اہم کام جو عہد شاہجہان مین ہوے، ان سب مین اسی کی شخصیت سب سے زیادہ نمایان، اور اسی کا ہاتھ سب سے زیادہ کارفرما نظر آتا ہے، جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا، اس کے پنجاہ سالہ عہد حکومت کے واقعات دراصل اس کی پہلی سالہ عہد شہزادگی کے حالات کے لازمی نتائج تھے، اور اگر ہم نے اس کے عہدِ شہزادگی کو اچھی طرح سمجھ لیا تو ہم کو اُسکے عہدِ حکومت کے واقعات پر مطلقاً کوئی استعجاب نہ ہوگا،

آداب عالمگیری | اورنگ زیب کے عہدِ شاہزادگی کے خطوط کا جو مجموعہ عام طریقہ سے پایا جاتا ہے وہ آدابِ عالمگیری کے نام سے مشہور ہے، اس کتاب کی ترتیب ایک شخص محمد صادق انبالوی[۱] نے کی ہے، یہ صادق اورنگ زیب کے چھوٹے لڑکے شہزادہ اکبر کا منشی تھا، اس نے ان خطوط کو جن کے متعلق اسکا بیان ہے کہ وہ، وہ خطوط ہین جنکو اورنگ زیب کے منشی قابل خان نے

---

[۱] محمد صادق نے اپنے متعلق مقدمہ مین یہ الفاظ لکھے ہین،

"خاکسار ضائع روزگار عبید الاحرار مملوک خیر الانام صادق نام مطلبی نسب حنفی مذہب ساکن خیر البقاع انبالہ من مضافات سہرند"

اور اس کے علاوہ ہم کو اس کے متعلق اور کوئی علم نہین،

اس کے لیے لکھے تھے، اپنے لڑکے محمد زمان کی درخواست پر جمع کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"چون درین آوان سعادت توامان بعضے مستودات شیخ ابوالفتح المخاطب من جناب سلطان بقابل خان کہ درایام خلافت انجام و بادشاہزادگی و صوبہ داری بادشاہ درویش نہاد حضرت بادشاہ عالمگیر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ وافاض علی العالمین بذلہ واحسانہ۔ از زبان فیض بیان والا شاہی بجناب شاہجہان بادشاہ غازی ۔ ۔ ۔ و وزرائے عظیم الشان، وامرائے بلند مکان ومشائخ ذوی العز والاحترام تسوید نمودہ، و بعض حسب الامر کہ بشاہزادہاے والا منزلت و دیگر ارکان سلطنت نوشتہ ۔ ۔ ۔ وچند کہ خود بجمیع اعزہ و درباب جہان مداز نگاشتہ بمطالعہ درآمد و بامعان نظر مطالعہ رفت، سلاست و متانت عبارت دلپذیر آن نقطۂ دائرہ فضل و افضال مقتضی آن شد کہ اگر این اوراق متفرقہ شیرازۂ جمعیت یابد، دستور العمل دولتمندان کارآگاہ و منشور الادب بیدار دلان دانش پناہ گردد، و نیز استدعاے نور باصرۂ سعادت و خردمندی، چراغ کاشانۂ دانش و ارجمندی عزیز از جان محمد زمان سلمہ اللہ ۔ ۔ ۔ ۔ علاوہ آن شد، بنا، علیہ این خاکسار (صادق انبالوی) ۔ ۔ ۔ ۔ این واردات عالم قدس را ۔ ۔ ۔ جمع ساخت۔"

ان خطوط کے علاوہ اس مجموعہ مین دو اور چیزین ہین، یعنی (۱) برادرانہ جنگ کی تاریخ اور (۲) وہ خطوط جو خود صادق نے شہزادہ اکبر اور اپنی طرف سے لکھے ہین، برادرانہ جنگ کی تاریخ تمامتر عمل صالح اور عالمگیر نامہ سے ماخوذ ہی نہین ہے، بلکہ بلفظہ ان کی نقل ہے، اور دونون کے صفحے کے صفحے ایک ہی ہین، رہے اکبر کے خطوط، ان سے چونکہ ہم کو اس جلد مین کوئی تعلق نہین ہے اس لیے ہم ان کی تفصیل مین داخل ہونا نہین چاہتے،

اورنگ زیب نے جن لوگون کو خطوط لکھے ہین، ان کے نام ترتیب کتاب کے مطابق

اس طرح ہیں،

نام	تعداد خطوط	نام	تعداد خطوط
(۱) شاہجہان (قبل از جنگ برادران)	۱۱۷،	(۲) بیگم عادل شاہ (ہمشیرہ قطب الملک)	۴
(۳) قطب الملک	۳۹	(۴) میر جملہ	۵۵
(۵) عادل شاہ	۱	(۶) عبد العزیز خان والی بخارا	۱
(۷) سبحان قلی خان والیِ بلخ	۱	(۸) معاہدہ مابین مراد و اورنگ زیب	۱
(۹) علامہ سعد اللہ خان	۲۹	(۱۰) شایستہ خان (خانجہان بہادر)	۴۵
(۱۱) شاہ نواز خان	۳۲	(۱۲) علی مراد خان (امیر الامراء)	۸
(۱۳) جعفر خان	۵	(۱۴) مہابت خان،	۱۱
(۱۵) نجابت خان	۷	(۱۶) خلیل اللہ خان	۲
(۱۷) اعتقاد خان،	۱۳	(۱۸) تقرب خان	۴
(۱۹) میرک شیخ	۳	(۲۰) خواجہ عبد الغفار	۱۰
(۲۱) خواجہ عبد الوہاب	۶	(۲۲) فاضل خان	۴
(۲۳) دانشمند خان	۲	(۲۴) اللہ وردی خان	۳
(۲۵) قاسم خان	۲	(۲۶) مرزا نوذر	۲
(۲۷) مرزا سلطان	۱۷	(۲۸) ملتفت خان	۲۵
(۲۹) مرزا مراد خان	۲	(۳۰) نصیری خان	۲۳
(۳۱) شاہ بیگ خان	۱۳	(۳۲) والی جدید بیجاپور	۴
(۳۳) محمد بیگ	۱	(۳۴) شہزادہ محمد مراد بخش	۳

نام	تعداد خطوط	نام	تعداد خطوط
(۳۵) شہزادہ محمد شجاع	۴	(۳۶) جہان آرا بیگم	۱۲۷

ان مسلسل خطوط کے بعد تاریخ شروع ہوتی ہے، اور اس کے بعد پھر وہ خطوط ہین جو اورنگزیب نے شاہجہان کی معزولی کے بعد شاہجہان کو لکھے تھے، اور اس کے بعد محمد سلطان کی طرف سے لکھے ہوئے چند خطوط ہین، پھر وہ خطوط ہین جو ابوالفتح نے عالمگیر کے حکم سے شہزادہ محمد سلطان، شہزادہ محمد معظم، میر جملہ وغیرہ کو لکھے ہین اور پھر اس کے وہ خطوط ہین، جو اس نے اپنی ذاتی حیثیت سے اورنگزیب اور دوسرے لوگون کو لکھے ہین، ان کے بعد صادق کے لکھے ہوئے خطوط ہین،

اس کتاب کے متعدد نسخے مختلف کتب خانون مین موجود ہین، ان مین سب سے پرانا نسخہ اگر اوسکی تاریخ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے، تو وہ ہے، جو کتب خانۂ آصفیہ (حیدرآباد دکن) مین موجود ہے کیونکہ صادق نے اس مجموعہ کی تاریخ اس قطعہ سے نکالی ہے:-

زہے نسخۂ نغز قابل کزو — رواج ہنر شد بعالم بسے
ز طرزش ابوالفضل در حیرت است — سخنور بداند چہ داند خسے
کتابے است در فنِ انشا تمام — نسازد و زارد اگر نارسے
بجز جوہری کیست جوہر شناس — کند قیمتے لعل ہر ناکسے
"گل از باغ جان" شد چو تاریخ او — بباغ ارم دل نہ بندد کسے

اور کتب خانۂ آصفیہ مین اس کی کتابت کا سال ۱۰۶۱ھ ہے، اس کے علاوہ ایک اور نسخہ بھی اس کتب خانہ مین ہے، لیکن اسپر کوئی تاریخ نہین ہے، مندرجہ ذیل بزرگون کی ملکیت اور کتب خانون مین بھی اس کے نسخے ہین،

(۱) متحفہ برطانیہ، اورینٹل نمبر ۱۷۷، اکمل مکتوبہ ۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ مقام شاہجہان آباد، اور نمبر ۲۰۵۴ نامکمل مکتوبہ

محرم ۱۱۲۹ھ،

(۲) کتب خانہ دفتر وزیر ہند نمبر ۱۳۷ و نمبر ۳۷۲، مکتوبہ ۱۱۵۱ھ و ۱۱۸۴ھ علی الترتیب،

(۳) کتب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال الیف نمبر ۲۶ و الیف ۲ نمبر ۶۴۵ مورخہ ۱۱۴۸ھ،

(۴) کتب خانہ خدا بخش خان پٹنہ، یہ نسخہ کسی وقت مین فورٹ ولیم کالج کی ملکیت تھا،

(۵) پبلک لائبریری، لاہور،

(۶) نسخہ مملوکہ پروفیسر عبدالقادر صاحب ایم، اے لاہور،

(۷) " دارالمصنفین، اعظم گڈھ،

(۸) " پروفیسر جدونا تھ سرکار کلکتہ،

(۹) " مدرسہ محمدیہ آگرہ ناممکل،

(۱۰) " رامپور اسٹیٹ لائبریری،

(۱۱) " میرا ذاتی نسخہ،

ایک نیا نسخہ اورنگ زیب کے عہد شاہزادگی کے خطوط صرف اسی مجموعہ تک محدود نہین ہین، بلکہ دوسری تاریخ اور انشار کی کتابون مین بھی وہ بڑی تعداد مین پھیلے ہوئے ہین، اور ہم ان سب کو ماخذ سیرت عالمگیری کے عنوان کے ماتحت لکھین گے، لیکن یہان پر ایک اور اہم نسخہ کا ذکر کرتے ہین، اس کے دریافت کا سہرا ہمارے مکرم دوست مولوی ابوعمر صلاح یافعی صاحب (حیدرآباد دکن) کے سر ہے، اس نسخہ مین وہ خطوط ہین، جو آداب عالمگیری مین موجود ہین، لیکن اول تو ان کی تعداد بہت محدود ہے، دوسرے ترتیب مین بھی فرق ہے، تیسرے اس کے ابتدا مین جو دیباچہ ہے، وہ صادق کے دیباچہ سے بالکل جداگانہ ہے، اور اس سے پتہ چلتا ہو کہ کسی اور شخص نے بھی ان خطوط کو جمع کرنے کی کوشش کی تھی،

نسخہ رافعی | جو نسخہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے، وہ اصلی نسخہ کی نقل ہے اور ۱۷ سطروں کے ۱۲۷ صفحات پر مشتمل، اس کی ترتیب اس طرح ہے،

موضوع	از صفحہ	تا صفحہ
(۱) دیباچہ	۱	۲
(۲) خطوط بنام شاہجہان	۲	۸۶
(۳) ״ جہان آرا	۸۶	۹۷
(۴) ״ شاہ شجاع	۹۷	۱۰۱
(۵) ״ مراد بخش	۱۰۱	۱۰۲
(۶) ״ سعد اللہ خان	۱۰۲	۱۰۸
(۷) ״ شاہجہان	۱۰۸	۱۲۷

دیباچہ کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے،

"دانایان بارگاہ تکوین وایجاد از لوح اکوان نقوش آغاز و حروف انجام و رموز دانان کارخانۂ ابداع از ناصیہ مبدعات رقوم حال و سواد اقبال بر شناسند"

اس کے بعد سلاطین اور "دست پروردگان الطاف ذو الجلال" کے خطوط کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے ان خطوط کے متعلق لکھتا ہے کہ

"مصداق این اقوال، حال سعادت اشتمال مسودات بادشاہ جہان پناہ محمد اورنگزیب عالمگیر محی الدین غازی کہ قابل خان مرحوم ابو الفتح در ایام پادشاہزادگی آنحضرت بموجب امر عالی نگارش نمودہ، بقلم جواہر رقم آنحضرت پیرایۂ اصلاح و حلیۂ تزئین یافتہ جامع اوراق کہ اصحاب فن آن را دوستدار و کلام این قوم را آرزومند است، الکلام الملوک

ملوک الکلام وانستہ چندے ازان جرایدِ بخرد و دانائی بسعی و کوشش فراہم آوردہ ترتیب لائق ور بطِ مناسب مقرر نمود"

مرتب کا بیان ہے، کہ اس نے اس مجموعہ کو نو مقالون پر تقسیم کیا ہے،

با لفعل این مجموعۂ خرد را بر نہ مقالہ ترتیب نمود"

اور اس کی تفصیل یہ ہے،

(۱) عرائض اورنگ زیب بنام شاہجہان،

(۲) مکتوبات " " بیگم صاحب، (جہان آرا) وغیرہ)

(۳) نشانہاے " " امرا وغیرہ

(۴) " محمد سلطان " امرا وغیرہ

(۵) عرائض قابل خان " اورنگ زیب،

(۶) " " " محمد سلطان

(۷) حسب الامر کہ قابل خان نوشتہ

(۸) القاب وغیرہ

(۹) قولنامہ کہ حسب الالتماس محمد مراد بخش نگارش یافتہ

اس فہرست کے دیکھنے کے بعد یہ بات تو یقیناً معلوم ہو جاتی ہے، کہ موجودہ نسخہ بہت زیادہ نامکمل ہی، اور اس کے ساتھ اس کی ترتیب بھی درست نہین ہے، موجودہ نسخون مین شاہجہان کے خطوط دو حصون مین منقسم ہین، اور ان سے معلوم ہوتا ہے، کہ اصل نسخہ مین اوراق غلط لگے ہوے ہین، موجودہ ترتیب یہ ہے، بنام شاہجہان خط ا سے لیکر ۳۰ (نصف) پھر ۴۱ سے ۵۰ تک، پھر ۶۰، ۶۵، ۶۱، اور ۸۹ اور اس کے بعد وہ خطوط ہین، جو شاہجہان کے عزلت نشین ہونے

کے بعد لکھے گئے، اس کے بعد جہاں آرا، ۶ خط، شجاع ۲ خط، مراد ۱ خط، سعد اللہ خان ۷ خط، اور پھر شاہجہان کے نام خطوط ہین، ۳ نصف آخر تا خط نمبر ۳۹، اس کے ساتھ یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے، کہ خطوط کی ترتیب آداب عالمگیری سے بہت زیادہ ملتی ہوئی ہے، افسوس کہ اس کے مصنف کا حال کسی طرح معلوم نہ ہوسکا اور نہ اس کے کسی مکمل نسخہ ہی کا پتہ ہے،

ایک اہم سوال، اسی سلسلہ مین رقعات عالمگیری کے ایک نسخہ نے جو کتب خانہ الاصلاح دیسنہ (پٹنہ) کی ملکیت ہے، ایک عجیب سوال پیدا کر دیا ہے، یہ نسخہ ابتدا مین ناکمل ہی، اور خطوط کی ترتیب سے پتہ چلتا ہے، کہ شاید دو تین ورق اس کے کم ہین، اس مین عموماً وہی خطوط ہین جو رقعات عالمگیر اور دستور العمل آگہی وغیرہ مین ہین، لیکن اس کے ساتھ ہی اس نسخہ مین بعض دوسرے ایسے خطوط بھی ہین جو کسی دوسرے نسخہ مین ہماری نظر سے نہین گذرے ہین، اور ان خطوط کو شروع کرنے سے پہلے مرتب نے بطور تمہید جو کچھ لکھا ہی، وہ ہماری توجہ و تحقیق کا بہت کچھ مستحق ہے، وہ لکھتا ہے،

"حضرت "خلد مکان" (عالمگیر) علیہ الرحمۃ والغفران کہ ہموارہ شمعِ جلال ایشان نور بہ ہدایت افروختہ بود، بیاضِ مشحون از لآلیِ معانی بلند و جواہر مضامینِ خاطر پسند کہ بسے سخنان حکمت نشان یافتہ مناسب اندراج بود، در آداب عالمگیر شاہی کہ تحفۃ السلاطین اسم بامسمّی است، (می نوشتند) راقم ازان مخزنِ جواہر درہاے گران بہا بدست آوردہ ہم سرمایۂ مفاخرت و مباہات اندوخت ہم سرمشق نکتہ پردازی گرفت، و ہر یک ازان جواہر زواہر را در محلے مناسب بکار می برد"

اس عبارت سے صاف پتہ چلتا ہی کہ اورنگ زیب کے پاس ایک ایسی بیاض تھی، جسمین وہ منتخب اشعار یا دلپسند تحریرین، لکھ لیا کرتا تھا، اور یہ صرف اورنگ زیب ہی تک محدود نہین ہے شاہجہان کے پاس بھی ایک ایسی بیاض تھی، چنانچہ اورنگ زیب نے ایک خط مین اپنے لڑکے

شہزادہ اعظم کو لکھتا ہے،

جانا! عزیزا!!! چند فقرہ از بیاض اعلحضرت (شاہجہان) خوش آمد، باقتضاے شفقت قلبی بے اختیار بآن فرزند ارجمند نوشتیم کہ تنہا متلذذ نباشیم"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ کیا اورنگ زیب کے پاس ایسی کوئی بیاض تھی، اور اگر تھی، تو کیا اس کا کہین پتہ ہے؟ پہلے سوال کا جواب اثبات مین ہے، اور دوسرے کا نفی مین، اگر آج یہ بیاض ہم کو مل جاے، تو اورنگ زیب کی زندگی، اس کے ذوق ادب، اور اس کی افتاد طبیعت پر اس کے ذریعہ کافی روشنی پڑسکتی ہے، لیکن موجودہ حالت مین ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہین ہے کہ جو سامان بھی ہمارے پاس موجود ہے اسی کی بنیاد پر اپنی عمارت کھڑی کرین،

اورنگ زیب کے یہ خطوط، اس کے عہد صوبہ داری ملتان کے وسط یعنی ۱۰۶۰ھ ۱۶۵۰ء سے شروع ہوتے ہین، اور اگرچہ شاہجہان کے نام کے خطوط محاصرۂ گولکنڈہ ہی کے وقت مین یک بیک ختم ہو کر پھر صرف زمانۂ عزلت گزینی کے ۹، ۱۰ خطوط پر ختم ہو جاتے ہین، لیکن دوسرے لوگون کے نام جو خطوط ہین، اُن سے اس کی شہزادگی کے تمام واقعات پر روشنی پڑتی ہے، اور ہم ان کے ذریعہ اس کے حالات زندگی کو ایک مربوط شکل مین پیش کر سکتے ہین، لیکن ان خطوط پر روشنی ڈالنے سے پہلے اور ان کی روشنی مین اورنگ زیب کی زندگی مرتب کرنے سے قبل یہ مناسب سمجھتے ہین، کہ اس کی خطوط نویسی کے متعلق کچھ بیان کردین،

خطوط کا حقیقی مصنف ہمارے پاس قابل خان کے خطوط کے جو دو نسخے (آداب عالمگیری و نسخۂ یافعی) ہین، ان کے دیباچہ نگارون نے لکھا ہے، کہ یہ خطوط قابل خان کے لکھے ہوے ہین، نسخۂ یافعی کے مرتب نے اتنا اور اضافہ کیا ہے، کہ قابل خان جو خطوط لکھتا تھا، ان پر اورنگ زیب اصلاح دیتا یا کرتا تھا، لیکن ان خطوط کے دیکھنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہین، کہ اس عہد کے نہ صرف شاہزادے بلکہ

بادشاہ بھی اہم خطوط اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اور صرف مشغولیت کے وقت منشی انکے حکم کے مطابق خطوط لکھتے، چنانچہ اورنگ زیب کے نام شاہجہان کے جو خطوط ملے وہ تین قسم کے تھے،

(۱) وہ خطوط جو خود شاہجہان کے ہاتھ کے لکھے ہوتے،

"نیر سپہر عزت و شرت یعنی فرمان والاشان عنایت عنوان نگاشتہ کلک گہر بار، جواہر سلک درجستہ ترساعتے پرتو ورود انداختہ"

یا "منشور لامع النور سعادت ظہور کہ بقلم خاص زینت نگارش یافتہ بود"

(۲) وہ خطوط جو منشی لکھتا تھا، لیکن اس پر شاہجہان چند سطرین اپنی طرف سے بھی بڑھا دیتا تھا، اس کو "خط مبارک" یا "دستخط خاص" کے نام سے یاد کرتے تھے،

"منشور لامع النور سعادت گنجور مزین بخط قدسی خاص مبارک بورود کرامت آمود آن مباہی گشتہ"

یا "والا منشور لامع النور . . . نگاشتہ خامۂ دبیران بلاغت تبیان عطارد نشان شدہ بود، و دیباچۂ آن صحیفۂ عزت و کرامت بخط قدسی نمط اشرف زینت یافتہ . . . پرتو ورود انداختہ"

(۳) وہ خطوط جنکو شاہجہان کے حکم سے منشی لکھتے تھے،

"والا منشور . . . نگاشتہ خامۂ دبیران عطارد رقم شدہ بود بورود آن سرفراز گردید"

یا "وصول سعادت حصول فرمان والاشان نگاشتہ خامۂ دبیران عطارد نشان باعث سربلندی این فدوی گردیدہ"

ان خطوط کے علاوہ جنمین کاتب کا ذکر ہے، بہت سے خطوط ایسے ہین جنمین صرف منشور کی وصولی کا ذکر تھا ہے، لیکن کاتب کا کوئی ذکر نہین ہے، لیکن جن خطوط مین ذکر ہے، ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اکثر و بیشتر خطوط خود شاہجہان کے لکھے ہوتے تھے، اس سے کم از کم یہ تو ثابت ہوگیا، کہ شاہزادون کے علاوہ سلاطین بھی اہم خطوط اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اور آگے

چنانکہ ان کی متعدد مثالین ملتی ہین، اب سوال یہ ہے کہ کیا اورنگ زیب بھی ایسا کرتا تھا، یا اس کے تمام خطوط ابوالفتح کے لکھے ہوئے ہوتے تھے، خود خطوط سے اس کا جواب تلاش کرنے سے پہلے یہ بات قابلِ ذکر ہے، کہ ابوالفتح نے جو خطوط اورنگ زیب کے حکم سے لکھے ہین، ان کو دونون مجموعون والون نے واضح طور سے "حسب الامر" کے ماتحت درج کر دیئے ہین، ممکن ہے، کہ بعض لوگون کو اس سے یہ شبہ پیدا ہو، کہ حسب الامر سے مقصد صرف وہ خطوط ہین جو عالمگیر کے حکم سے ابوالفتح اپنے نام سے لکھتا تھا، ان میں اپنا تذکرہ نہ کرتا تھا، اور اس کے ثبوت ہین وہ بعض امرا، اور فرمانروایان بیجاپور، وگولکنڈہ کے نام کے خطوط پیش کر سکتے ہین، اگر وہ خطوط اورنگ زیب کے ہاتھ ہی کے لکھے ہوئے ہوتے، تو ان پر "شرح دستخط خاص" والی عبارتین کیون ہوتین، ان تمام حالات کی موجودگی مین ہم جس نتیجہ پر پہنچے ہین، وہ یہ ہے، کہ اورنگ زیب تمام خطوط یقیناً اپنے ہاتھ سے نہین لکھتا تھا، لیکن وہ خطوط جو اس نے شاہجہان، جہان آرا، مرادبخش، شاہ شجاع، اور محمد سلطان وغیرہ کو لکھے تھے وہ یقیناً بلاشبہ اسی کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے، اور اس کا خود ان خطوط مین متعدد جگہ ذکر ہے ایک مرتبہ اورنگ زیب کا انگوٹھا کٹ گیا تھا، اس نے اس حالت مین شاہجہان کو جو عریضہ لکھکر بھیجا، اسکی شانِ خط مختلف تھی، اس سے شاہجہان یہ سمجھا کہ اورنگ زیب نے یہ خط محمد سلطان سے لکھا کر بھیجا ہے، اور اس پر اس نے اورنگ زیب سے اس کے متعلق جواب طلب کیا، اورنگ زیب نے ان الفاظ مین اپنی صفائی پیش کی،

"قبلہ وکعبۂ دوجہانی این مرید سلامت! عرضداشت کہ سابق از نظر مبارک گذشتہ خط این فدوی است، اچہ دران ایام نر انگشت دست راست این مرید آزار داشت، خوب نوشتہ نہ شدہ، اگرچہ خانہ زاد اعلیٰ حضرت (محمد سلطان) نیز بمقتضائے سن وسال بدنتی نویسد،"

لیکن این فدوی کہ ہرگز درین مدت حتی المقدور قلم غیرے را در تحریر عرائض محرم نہ ساختہ

چگونہ راضی خواہد شد، کہ عرضداشت بخط خانہ زاد یا دیگرے نوشتہ شود" (۹۵)

اسی طرح اورنگ زیب کے ایک خط پر نہین بلکہ اس کی صرف تاریخ پر شاہجہان نے یہ شبہ ظاہر کیا تھا، کہ وہ دوسرے کا خط معلوم ہوتا ہے، اور یہ شک ظاہر کیا تھا کہ شاید وہ خطوط دوسرون کو بھی دکھاتا ہے، اورنگ زیب کا نوجوان ناتجربہ کار لڑکا محمد سلطان اس زمانہ مین شاہجہان کے پاس ہی تھا، اس نے بھی شاہجہان کے شبہ کی تائید کی تھی، اس پر اورنگ زیب او سے لکھتا ہے،

"چون از مطاوی عرضداشت صاحب و قبلۂ دو جہانی کہ بوساطت آن نامدار عالی تبار از نظر اشرف گذشتہ وا یشان چنانچہ قرار گرفتہ اند کہ "تاریخ تحریر بخط دیگرے نوشتہ شد" و اعلیٰ حضرت نیز تصدیق این معنی فرمودہ اند بنابران بر زبان الہام بیان گذشتہ کہ "ازان سعادتمند جوان بخت بغایت بعید نمود، کہ باوجود آنکہ مکرر مسودات عرائض درگاہ جہان پناہ در حضور ایشان بہ بیاض رفتہ و می دانند کہ قلم دیگرے درآن محرم نیست و خط قدسی نمط را می شناسند، این قسم چیزے در حضور پر نور ظاہر ساختہ اند، بر تقدیرے کہ اعلیحضرت میفرمودند کہ تاریخ بخط مبارک نمی دانند، بایستے آن تازہ نہال بوستان اقبال بمبالغہ معروض می داشت کہ خط صاحب و قبلہ است ہرگاہ سہ بند بخط خود نوشتہ باشند این دو کلمہ چگونہ بخط غیرے خواہد بود" (۱۷۷)

شاہجہان جب عزلت گزین ہو جاتا ہے، اور اورنگ زیب سے ناخوش ہو کر اسکی عیب جوئی اور نکتہ چینی پر اتر آتا ہے، تو اسے اورنگ زیب کا ایک بہت بڑا جرم یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ اب وہ شاہجہان کو اپنے ہاتھ سے خط نہین لکھتا، اس کے متعلق اورنگ زیب نے جو کچھ صفائی پیش کی ہے اس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے، کہ اس وقت تک وہ

شاہجہان کو برابر اپنے ہاتھ سے خط لکھتا تھا، چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہین،

"این مرید پیش از رسیدن باکبرآباد اکثر اوقات عرائض را بخط خود می نوشت، لیکن چون ثانی الحال معلوم نمود، کہ در نظرِ امتیاز پیشگاہِ خلافت عرائض این مرید و عرائض دیگران کہ ہرگز بخط خود نمی نویسند و مدار آن بر تلبیس است یک اعتبار دارد، و راست را از دروغ فرقے نمی نہند؛ و مع ہذا اشتغال بسیار روے دادہ بود، ناگزیر از رعایت این شیوہ باز ایستاد، نوشتن لفظ خط نا معروف" در عریضہ بیان واقع بود، نہ برائے قصد، دیگر اینکہ بسم اللہ کہ بخط مبارک مرقوم می گردد، بجہت حصول شرف و سعادت کافی است" (۲/۱۲۵)

ان مذکورہ بالا عبارتون سے یہ تو ثابت ہوگیا، کہ اورنگ زیب اپنے ہاتھ سے خطوط لکھتا تھا، اگر اسی سلسلہ مین اس کے شان کے متعلق کچھ بیان کردیا جاے، تو شاید بیجا نہ ہوگا،[۱]

یہ ایک نہایت افسوسناک حقیقت ہے کہ وہ شخص جس نے اپنی نوّے سالہ عمر مین ہزارون خطوط اور متعدد کلام مجید لکھے ہون، اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا، ہم کو کچھ نہ ملے، اور ہم اس کو اپنے دعوی

[۱] اسی سلسلہ مین یہ بتانا کہ اورنگ زیب کس وقت خطوط لکھا کرتا تھا، دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، اورنگ زیب اپنے عہد شہزادگی مین بھی اوقات کا بہت زیادہ پابند تھا، اس لیے اس نے حالت قیام مین خطوط کے لکھنے کا وقت مقرر کرلیا تھا لیکن سفر کی حالت مین وہ کسی خاص وقت کا پابند نہ تھا، البتہ بادشاہ ہونے کے بعد اس نے ایک وقت معین کر رکھا تھا، چنانچہ صاحب عالمگیر نامہ لکھتا ہے،

"قبل از دو پاس روز قرین بخت و سعادت . . . . بانجمن خاص غسلخانہ عز قدوم می بخشند . . . . . . و عرائض صوبہ داران و حکام اطراف اکثر درین محفل . . . . از نظر فیض اثر گذشتہ بر نخے بمطالعہ اشرف میرسد، و بعضے دیگر را وزیر اعظم خواندہ مضمون بعرض ہمایون میرساند و احکامے کہ در جواب ہر یک میشود دستور . . . بمنشیان . . . " ابلاغ مینماید" صفحہ ۱۱۰۰-۱)

کے ثبوت مین پیش کرسکین، تاہم ہم کو اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریرون کا علم ہے، اور اس سلسلہ مین اسکے سوانح نگارون نے جو کچھ لکھا ہے، اس کی روشنی مین راے قائم کرنے کی کوشش کرین گے،

سلاطین مغلیہ تمامتر تعلیم یافتہ، صاحبِ ذوقِ سلیم، اور ادب شناس و علم پرور ہوئے ہین، بابر، شاعر و مصنف تھا، اس کے لڑکے بھی علم دوست تھے، چنانچہ کامران کا دیوان، اور ہمایون کا اپنے کتب خانہ کی چھت پر سے گر کر جان دینا، اسکا ثبوت ہے، خدا بخش خان کے کتب خانہ کا تاریخی نسخہ دیوان حافظ[1]، ہمایون کے ذوق سلیم کی بین دلیل ہے، اکبر اگرچہ خود تعلیم یافتہ نہ تھا لیکن اسکی علم دوستی، اور علما پروری سے کس کو انکار ہو سکتا ہے، جہانگیر کی ادبیت، اس کا زورِ قلم، اس کا ذوق شعری، مشہور عام ہے، شاہجہان نے شاہی کتب خانہ کے مختلف علوم و فنون کی کتابون پر جو عبارتین لکھی ہین، اور جس طرح ان سے استفادہ کیا ہے، وہ ہمارے لیے اس کے علمی ذوق کے ثبوت مین کافی ہین، اس کے لڑکون مین دارا کی تصنیفی صلاحیت، اور فلسفیانہ قابلیت مسلم ہے، اورنگ زیب کے خطوط اس کے وسعتِ مطالعہ کے ضامن ہین، شجاع ملا محمود جونپوری مصنف شمس بازغہ و فرائد کا شاگرد ہے، مراد بھی پڑھا لکھا ہے، یہ تو اس کے لڑکون کا حال تھا، لڑکیون مین جہان آرا کی مونس الارواح، اس کو کسی سے پیچھے نہین رکھتی، اورنگ زیب کی اولاد مین محمد سلطان کو جس طرح تعلیم دیجاتی تھی، زیب النسا، کو جو تبحر علمی حاصل تھا، اور اسکے دوسرے لڑکون اور پوتون کی تعلیم کا جو سامان کیا گیا تھا وہ اسکی علمی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے، چنانچہ معظم کو تو شیخ المحدثین تک کا لقب حاصل تھا، ایسی حالت مین اگر ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اورنگ زیب کو فن خطاطی مین بھی کمال حاصل تھا تو شاید صحت سے زیادہ دور نہ ہوگا، اسی کے ساتھ یہ بات بھی معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہین، کہ دارا کو فن خطاطی مین عبد الرشید

---

[1] اس نسخہ پر مین نے عرصہ ہوا ایک مفصل مضمون معارف مین لکھا تھا، دیکھو ج ۱۱ شمارہ ۶ جون ۱۹۲۳ء

دیلمی سے شرفِ تلمذ حاصل تھا، اور اس شاہزادہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی جو تحریرین اس وقت تک موجود ہین، وہ اس کے کمالِ فن پر دال ہین[1]،

اورنگ زیب بھی فنِ خطاطی مین اپنے بھائی سے کسی طرح پیچھے نہین تھا، اور اس کے خطِ نسخ، نستعلیق، اور شکستہ کی مورخین نے تعریف کی ہے، اس نے فنِ خطاطی مین سید علی خان الحسینی جواہر رقم (متوفی ۱۰۹۴ھ/۱۶۸۲ء) کے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا تھا، چنانچہ تاریخ خوشنویسان ہند مین ہے،

"آنچہ از کتب دیگر مثل مرآۃ العالم وغیرہ بنظر رسیدہ اینکہ میر سید علی خان جواہر رقم در عہد صاحبقران ثانی شاہجہان وارد ہندوستان گشت و از حضور وے بخطاب جواہر رقمی مشرف گشتہ بتعلیم محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر مامور شدہ، سرِ امتیاز برافراشتہ[2]"

جب اورنگ زیب بادشاہ ہوا، تو اس نے اپنے استاد کو:-

"باستادیٔ شاہزادگان برگماشت" اور وہ تمام عمر "در رکاب اورنگ زیب در کشمیر و دکھن ماندہ، عمدگی بہم رسانید[3]"

اس کے علاوہ اس کی شہزادگی ہی کے زمانہ مین عبدالباقی حداد (عبداللہ) بھی اس کے پاس آیا تھا، اس کاتب کی تعریف مین صاحب تذکرۂ خوشنویسان لکھتا ہے:-

"در دورۂ اخیر گوے سبقت از نسخ نویسان بردہ، خطِ نسخ را عروس الخط کردہ آرایش و زینت دیگر بخشید[4]"

اور اس کے اورنگ زیب کے پاس آنے کا حال ان الفاظ مین بیان کیا ہے:-

"ہندوستان آمدہ بجناب شاہزادہ اورنگ زیب بہادر نوشتہ خود قرآن سی ورقی و کلام اللہ و صحیفہ وغیرہ گذرانیدہ مخاطب بہ یاقوت رقم شدہ، بوطن معاودت کرد، چندکس از شاگردان خود

[1] پروفیسر محفوظ الحق ایم۔اے نے دارا کی موجودہ تحریروں پر ایک مضمون مسلم ریویو ستمبر ۱۹۲۶ء کلکتہ حصہ ۳ مین لکھا ہے، [2] ص ۳۲ تاریخ خوشنویسان ہند صفحہ ۵۷ [3] ص ۵۷ [4] ایضاً ص ۱۲۵،

خود بحضور گذاشت، اکثر ہا بخطاب یاقوت رقمی و یاقوت رقم خانی سرفراز یافتہ اند،

اس کے علاوہ ہم کو یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے، کہ شاہجہان کے دربار مین عبدالرشید کے علاوہ دوسرے خوشنویس بھی موجود تھے، اور بہت ممکن ہے، کہ اورنگ زیب نے ان مین سے کسی دوسرے سے بھی کچھ سیکھا ہو، اس کے بعد ہم کو مورخین کے بیان کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اورنگ زیب کا درباری مورخ منشی کاظم ہے، وہ عالمگیر نامہ مین لکھتا ہے،

از رتبۂ خط و حسنِ تحریرِ آن شہنشاہِ فلاطون فطنت سکندر نظیر کہ صفحاتِ روزگار و اوراقِ دفاترِ لیل و نہار از آن زینت پذیر است، خامۂ نکتہ پرداز جادو فن راچہ یارا ے دم زدن بقدرت کلک بدائع آثار معنیٔ استادی و سحر نگاری راچنان بر کرسی نشاندہ اند کہ دستِ استادان اقالیم سبعۂ خط بدان نتواند رسید،

خط نسخ:- آن حضرت کہ رقم نسخ خط یاقوت وصیرفی تواند بود، درغایت پختگی و مزہ و متانت و اسلوب است، و کمال قدرت در نوشتنِ آن دارند، و اکثر اوقات توفیقِ ثواب اندوزیٔ کتابتِ کلام اللہ از ضمائمِ عبادات و کرائمِ عادات آن شہنشاہ دین پناہ است"

خط نستعلیق:- آن حضرت بے شائبہ اطراے مدح طرازی و اغراق نکتہ پردازی دران رتبہ است کہ قطعہاے کہ حین ایام ذوق و سرگرمیٔ مشق، رقم پذیر خامۂ اشرف گشتہ بقطعہاے خوب استادان کہ عمر گرانمایہ صرف تحصیل آن سرمایہ ساختہ بتکمیل امرے دیگر نپرداختہ اند، در نظر خط شناسان میصر مشتبہ میشود و شکستہ نستعلیق درغایت مغزداری و صفا و متانت و پختگی مینویسند[1]"

---

[1] عالمگیر نامہ صفحہ ۱۰۹۲-۱۰۹۲-

مآثرِ عالمگیری نے الفاظ کے گورکھ دھندوں سے نکل کر مختصر الفاظ میں مذکورۂ بالا بیان کی اس طرح تائید کی ہے،

خطِ نسخ آنحضرت درغایتِ متانت و اسلوب بود وکمالِ قدرت نوشتن آن داشتند[۱]

وخطِ نستعلیق و شکستہ نیز بغایت خوب نوشتند[۱]

اورنگ زیب کے کمالِ خطاطی کے متعلق ان بیانات کو سننے کے بعد ہم کو ان تحریرون کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے جنکا تاریخون مین پتہ ہے، یا جنکی موجودگی کا ہم کو علم ہے،

صاحبِ عالمگیرنامہ کا بیان ہے، کہ اورنگ زیب نے عہدِ شاہزادگی ہی مین

"مصحفِ مجید بخطِ مبارک صورتِ اتمام دادہ آن را . . . . . . بمکہ معظمہ وکعبہ مشرفہ زادہا اللہ قدراً وجلالہ فرستادند"[۲]

اور تخت نشین ہونے کے بعد بھی،

"دراندک وقتے بدستیاری تائید و مددگاری بخت سعید جلدے دیگر از مصحفِ مجید باتمام رسانیدہ"[۳]

اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے کہ،

"سوائے این دو مصحف کریم مکرر بتحریر پنج سورہ و دیگر سورِ قرآنی موفق گشتہ اند"[۴]

چنانچہ اس کے بعد کے صحف مین سے اس نے

"دو قرآن مجید بخطِ اقدس کہ مبلغے ہفت ہزار روپیہ بر لوح وجدول وجلد آن صرف شد بمدینہ منورہ مرسل شدہ"[۵]

---

۱ مآثرِ عالمگیری ص ۵۳۲، ۲ عالمگیرنامہ صفحہ ۱۹۳، ۳ ایضاً صفحہ ۱۰۹۳، ۴ ایضاً

۵ مآثرِ عالمگیری صفحہ ۵۳۲،

لیکن افسوس کہ ان تین نسخون مین سے کسی ایک نسخہ کا بھی پتہ نہین ہے، ہم نے اکثر اہل علم سے جنھون نے حال مین حج و زیارتِ مدینہ مکرمہ کا شرف حاصل کیا ہے، دریافت کیا لیکن ان لوگون نے اُن کی موجودگی کے متعلق اپنے عدمِ علم کا اظہار کیا، اور شاید "دیوانِ ظہیر فاریابی" کی چوری کی شاعرانہ سند جواز پر کتاب اللہ کے یہ قیمتی نسخے بھی بیت اللہ اور بیتُ الرسول صلعم سے چوری ہو گئے، انکے علاوہ ہمکو اورنگ زیب کے ہاتھ کے لکھے ہوے مندرجۂ ذیل کلام مجید کا حال معلوم ہو سکا،

(۱) کلام مجید، مملوکہ اعلحضرت حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ، یہ نسخہ جیسا کہ ہمارے راوی کا بیان ہے، اورنگ زیب غازی نے فیروز جنگ غازی کو ہدیہ دیا تھا،

(۲) نسخہ مملوکہ، جناب مولوی سید خورشید علی صاحب ناظم دیوانی حیدرآباد، اس نسخہ کو ۱۹۲۵ء کے دسمبر مین تاریخی مجلس اسنادِ ہند کی نمایش مین رکھا گیا تھا، (اور اس کے مالک کا نام اس وقت عبداللطیف ظاہر کیا گیا تھا،)

(۳) نسخہ مملوکہ نواب صاحب مانگرول، اسے جناب خواجہ حسن نظامی صاحب نے شایع بھی کر دیا ہے،

(۴) پنج سورہ مملوکہ امپیریل لائبریری شعبہ بوہار لائبریری کلکتہ، اس وقت وکٹوریہ میموریل مین موجود ہے،

اس طرح ہم کو اورنگ زیب کے لکھے ہوئے قرآن مجید کے چھ نسخون اور ایک پنج سورہ کا پتہ چلتا ہے، اور ایک ایسے بادشاہ کا جسکا ایک ایک دن سفر یا جنگ مین گذرتا ہو، جسے ہندوستان جیسے وسیع اور پر فتنہ ملک پر حکومت کرنا ہو، اتنا لکھ لینا حیرت انگیز ہے، یہ واقعہ بھی عجائباتِ عالم مین شمار ہو گا، کہ اورنگ زیب جس کلام مجید مین تلاوت کرتا تھا، وہ اس وقت کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ) کی ملکیت ہے، یہ نسخہ بھی خاندان تیموریہ کے ایک رکن سلطان ابراہیم

کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، اس کے آخری ورق پر اورنگ زیب نے جو اس وقت صرف ۲۰ سال کا تھا، ایک عبارت عربی مین قرآن کے کاتب اور اپنی ملکیت کے متعلق لکھا ہے اور یہ عبارت اورنگ زیب کی عربی دانی اور اس کے شکستہ نستعلیق کی پختگی کا ایک ثبوت ہے،

لیکن جب ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شہنشاہ کشور ہندوستان جنت نشان کا ذریعۂ معاش بھی قرآن نویسی و کلاہ دوزی تھا، تو ہماری یہ حیرت محترمانہ و معتقدانہ استعجاب سے بدل جاتی ہے، چنانچہ وہ اپنے وصیت نامہ مین لکھتا ہے:-

"چہار روپیہ و دو آنہ از وجہ کلاہ دوزی نزد آیہ بیگہ محلدار است، بگیرند و صرف کفن این بیچارہ نمایند، دسہ صد و پنجروپیہ از وجہ کتابت قرآن درصرف خاص است روز وفات بفقرا دہند[1]"

ان مصاحف کی نقل کے علاوہ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین، وہ اپنے اعزہ کو خطوط بھی اپنے ہی ہاتھ سے لکھتا تھا، اور اکثر و بیشتر امرا کے خطوط پر بھی چند سطرین لکھدیا تھا، اس بیان کی تصدیق عالمگیر نامہ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے،

"دراکثر اوقات باقتضاے عنایت و مرحمت بنا بر بعضے مراتب سری و مصالح ملکی مناشیر کرامت عنوان بادشاہزادہاے ارجمند کامگار و نوئینان نامدار بخط مبارک مینویسند، وکم وقتے میگذرد کہ بر عنوان امثلۂ جلیلہ کہ بامراے ذیشان و عمدہاے آستان سپہر نشان زینت صدور میابد بسطرے چند نگارش نمی فرمایند[2]"

لیکن افسوس کہ اس قسم کے خطوط اور فرامین کا کوئی پتہ نہین ہے، البتہ اورنگ زیب کے ایک شقہ کا عکس جو اس نے آموں کے متعلق لکھا تھا، ضلع ہردوئی کے ایک کارخانہ قلمی

---

[1] سرکار احکام عالمگیری صفحہ ۱۴-۱۳ طبع ثانی ۱۹۲۶ء [2] عالمگیر نامہ صفحہ ۱۰۹۴

انہون نے اپنی فہرست مین شائع کیا تھا، اور حکیم رضی الدین مرحوم دہلی کے خاندان مین اورنگ زیب کا ایک فرمان ہے، جس کے عنوان پر اورنگ زیب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی چند سطرین ہین، ان کے علاوہ ہم کو کسی دوسری تحریر کا کوئی علم نہین ہے[1]،

اورنگ زیب اور فن انشا

اس حقیقت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے، کہ اسلامی نصاب مین فن خطوط نویسی و انشار کو خاص اہمیت دیجاتی تھی، اور انشار کی لاتعداد کتابین آج بھی اس دعوی کا بہترین ثبوت ہین، اچھے منشیون کی خاص عزت تھی، اور امرا و سلاطین ان کو ہمیشہ انعامات وخطابات سے سرفراز کرتے رہتے تھے اس فن کے حصول کے لیے خاص خاص کتابین پڑھائی جاتی تھین، اور اورنگ زیب نے بھی ان کتابون کو پڑھا تھا اور اس کے بعد اپنے لڑکون کو بھی پڑھایا تھا، اورنگ زیب کی تعلیم کے متعلق ہم یہان پر نہین بلکہ اس کے ابتدائی حالات کے ضمن مین مفصل طور سے لکھین گے، یہان پر صرف یہ بتا دینا چاہتے ہین، کہ فن انشا مین اس کا درجہ بہت بلند تھا، آیات قران مجید، و احادیث نبوی، اس کو بکثرت یاد تھین، سعدی، حافظ، نظیری، نظامی وغیرہ کے کلام کا بھی معتدبہ حصہ اس کے دماغ مین محفوظ تھا اور وہ اکثر اپنے خطوط مین اُن سے کام لیتا تھا، اس کے خطوط اس کے کمال فن کے شاہد ہین، اس کے مورخین نے بھی اس حیثیت سے اس کی تعریف کی ہے، عالمگیرنامہ مین ہے

نکتہ دانی و معنی شناسی در ربط و مناسبت فطری وکسبی آن حضرت بمراتب نثر و انشا و انواع کلام در مرتبہ ایست کہ سخن سنجان معنی طراز و فصاحت پیشگان نکتہ پرداز از فیض تعلیم و ارشاد آن مظہر کمالات قدسی بہرہا استفادہ دقائق و رموز سخن میتوانند کرد

[1] مولوی بشیر الدین احمد مرحوم نے فرامین سلاطین مین اورنگ زیب کے بعض ایسے فرامین شائع کئے ہین جنمین شرح دستخط خاص کے نام سے عبارت ہے، اگر اصل فرمان ملجاتے تو ممکن تھا کہ وہ اس تعداد مین اضافہ کا سبب ہوتے،

ہرگاہ بادا ے منشور منشیانِ بلاغت گستر انشا نامہ میفرمایند، بحسن تقریر دلپذیر نوعے تمہید مطلب و تلقین مدعی مینمایند کہ اگر نگارندۂ قوت حافظہ را درج آن دُرر شاہوار و لآلی آبدار ساختہ بنگارشِ ہماں الفاظ گہر نثار بنظم تالیفے کہ از زبانِ حق بیان استماع نمودہ اکتفا نمودہ، از تجشمِ فکر و تکلفِ انشا مستغنی است،

و چون مسودۂ آن درست میشود، بمطالعۂ اشرف رسیدہ از قلم بدائع رقم آن شہنشاہ نکتہ رس ہوشمند چندان تصرفاتِ مرغوب و اصلاحہا ے دلپسند زینت مییابد کہ ادیبِ اریب از ملاحظۂ آن بعجز و قصور معترف گشتہ سرمایۂ بصیرت در اسلوب و قواعدِ سخن و پیرایہ خبرت و مہارت درآن فن می اندوزد، و ہمچنین متاثیرِ جلالت نشانے کہ منشیان دولت پائدار مینویسند نخست مسودۂ آنہا بنظر انور درآمدہ بزیورِ اصلاحِ بادشاہانہ مزین میشود[1]"

مآثر عالمگیری کا بیان ہے، کہ:-

"آنحضرت را در مراتبِ نثر و انشا دستے تمام بود، و در مہارتِ نظم و نثر بہرۂ تام[2]"

بعض لوگون کا خیال ہے کہ اورنگ زیب کو شاعری سے کوئی مناسبت نہین ہے، حالانکہ اس کے خطوط اس بات کی صاف تردید کر رہے ہین، اور جون جون اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے، وہ اشعار کے استعمال مین بھی زیادتی کرتا جاتا ہے، اس کے خطوط سے یہ بھی پتہ چلتا ہے، کہ اسنے ملاشاہ اور فانی (کشمیری) کے دیوان کو خاص طور سے منگوا کر پڑھا تھا[3]، اپنے لڑکون کو بھی وہ نظم کے مطالعہ کی ہدایت کرتا ہے، البتہ اتنا ضرور تھا، کہ وہ عام عاشقانہ و رندانہ شاعری کو

---

[1] عالمگیر نامہ صفحہ ۱۰۹۴-۵ [2] مآثر عالمگیری ص ۵۳۲،

[3] انشاے فارسی لیف، ۵ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بحوالہ سرکار اورنگ زیب جلد اول)

پسند نہین کرتا تھا، چنانچہ صاحب مآثر عالمگیری لکھتا ہے،

"اما ہوداے مستشہد صادق کریمہ الشعراء یتبعہم الغاوون متمسک گشتہ، توجہ باستماع شعر بے فائدہ نداشتند تا بشنیدن اشعار مدح چہ رسد، الاشعرے کہ متضمن موعظت باشند[۵]

نکردہ بہر رضاے خداے عزوجل نہ چشم سوے غزال ونہ گوش سوے غزل[۱]"

اس کے علاوہ مآثر الامرا وغیرہ مین ایسے واقعات درج ہین، جو اس بات کو ظاہر کرتے ہین، کہ اس کا ذوق شعری بہت بلند تھا، اور وہ پُر درد اشعار سے بہت زیادہ متاثر ہوتا تھا، اس سلسلہ مین اس کے خطوط پر جو تنقید ہوگی، اہمین اس دعوی کے متعدد ثبوت ملین گے،

خطوط کی ہمہ گیری | بادی النظر مین ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے، کہ ایک شخص کے ذاتی وخانگی خطوط مین معمولی واقعات، یا روزانہ حوادث کے بے مزہ حالات کے سوا کچھ نہ ہوگا، لیکن اگر ہم ان خطوط پر غور کرین تو ہم کو معلوم ہوگا، کہ ایک شخص کے ذاتی خطوط، جذبات وحقائق نگاری کے بہترین میدان ہوتے ہین، پیدایش وموت، فراق ووصال، مسرت وماتم، شادی وغم، امید وبیم، علالت وصحت، خرید وفروخت، تعمیر وتخریب، موسم وفصل، تمدن وتہذیب، وقتی سیاست واقتصادیات معاشرت ومذہب، سب کچھ اس مین ہوتا ہے، اور یہ لکھنے والے کے زور قلم اور کمال انشاء کے اظہار کے لیے بہترین میدان ہین، پھر ایسی حالت مین جب کہ لکھنے والے کا حلقۂ مراسلت بہت وسیع ہو، ایک طرف اُسے اپنے ارکان خاندان، باپ، بھائی، بہن، اور اولاد سے خط وکتابت کرنا ہو، دوسری طرف وزرا، وامرا، کو مخاطب کرنا ہو، تیسری طرف مشائخ وعلماء سے شرف مکاتبت حاصل کرنا ہو، چوتھی طرف ہمسایہ سلاطین سے مراسلت ہو، اور پانچوین طرف اپنے ملازمین کو سعادت وسرفرازی بخشنا ہو، تو پھر ان مواقع وحالات کی کیا کمی ہو سکتی ہے، اور اورنگ زیب کے خطوط اسی قسم کے گلہاے رنگا رنگ کا بہترین مجموعہ ہین کہین ذاتی حالات

[۱] مآثر عالمگیری ص ۵۳۲-۵۳۳

کے متعلق اظہار خیال ہے، تو کہین سیاسی و معاشری واقعات پر تنقید، کہین شوق وصال بیچین کئے ہوئے ہے، تو کبھی درد فراق نے مضطر کر رکھا ہے، کسی جگہ کسی کی شادی یا ولادت کی خوشی ہے، تو کہین کسی کی موت کا ماتم، کسی جگہ کسی افسر کی سفارش ہے، تو کہین تنبیہ، اگر ایک خط عماراتون اور قلعون کے مفصل حالات سے مملو ہے، تو دوسرا باغون اور چمنون کی رنگین بیانی سے پُر، کہین عتاب ہے تو کہین عنایت، کبھی گرمجوشی ہے، تو کبھی سرد مہری، کہین الزامات کی صفائی ہے، تو کہین دوسرے کے خلاف شکایت، غرضکہ وہ کونسی چیز ہے، جو اس مجموعہ مین نہین ہے، پھر وہ کونسی شئے ہے، جس مین حقیقت نگاری کے ساتھ کمال ادب کو جگہ نہین دیگئی ہے، لیکن اس دعویٰ سے بہتر یہ ہے، کہ ہم اس کے خطوط سے اس کا ثبوت پیش کردین،

فرق مراتب خطوط کی تحریر مین سب سے پہلی اور اہم چیز فرق مراتب کا خیال رکھنا ہے، یعنی مخاطب جس مرتبہ، جس درجہ، اور جس عزت کا مستحق ہو، اسی کے مطابق نہ صرف اس کو مخاطب کیا جائے، بلکہ پورے خط مین یہ حیثیت قائم رکھی جائے، کہ یہ بلاغت کی ایک اہم شرط ہے، اورنگزیب نہ صرف اس کا پورا پورا خیال رکھتا تھا، بلکہ اگر دوسرے اس شرط کو نظر انداز کر دیتے تھے، تو ان کو فوراً متنبہ کرتا تھا، چنانچہ اس نے اس سلسلہ مین اپنے لڑکون کو بارہا اصلاحین دی ہین، ان کو تربیت اولاد کے سلسلہ مین ہم بیان کرین گے، یہان پر صرف یہ دکھانا چاہتے ہین، کہ اورنگزیب اس چیز کا ہمیشہ خیال رکھتا تھا، چنانچہ جب وہ اپنے باپ کو لکھتا ہے، تو اس علم کے بعد لکھتا ہے، کہ وہ نہ صرف باپ ہے، بلکہ ہندوستان کا شہنشاہ اور ظل اللہ فی الارض بھی ہے، اس کیلئے جو الفاظ استعمال کرتا ہے، ان مین وہی بزرگی موجود ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ کمال یہ ہے، کہ اورنگزیب نے اسے سینکڑون خطوط لکھے ہین، اور ہر خط کا طرز تخاطب ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ جداگانہ ضرور ہے، لیکن اصل چیز ہاتھ سے جانے نہین دی ہے، حتی کہ اس وقت جبکہ وہ برادرانہ جنگ کیلئے

روانہ ہوا، نہین، بلکہ اس وقت جبکہ وہ اکبرآباد مین شاہجہان کا محاصرہ کئے ہوے ہے، نہین، بلکہ اس وقت بھی جب وہ خود شاہنشاہ عالمگیر ہوچکا ہے، اس چیز مین ذرہ برابر بھی فرق نہین آنے دیتا، محاصرۂ قندھار کی ناکامی کے بعد سے آخر وقت تک باپ بیٹے مین جو کشیدگی رہی شاہجہان نے جو سخت سے سخت بات اسے کہی جو تلخ سے تلخ زہر سے بجھا ہوا تیر اس پر چلایا ہے اس کے جواب مین اُسنے کبھی بھی ایک لمحہ کے لئے سررشتۂ ادب کو ہاتھ سے چھوٹنے نہین دیا، اور کسی وقت بھی جادۂ فرزندی سے الگ نہ ہوا، اس کی مثالین آیندہ آئین گی، اور یہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے، کہ ایسی حالت مین بھی کس طرح اورنگ زیب کے ہاتھ سے دامنِ صبر نہ چھوٹا، باپ کو جب مخاطب کرتا ہے، تو ان الفاظ مین :-

"مریدِ عقیدت کیش زمینِ خدمت بلبِ ادب بوسیدہ وہ اسمِ ارادت و عقیدت بجا آوردہ بمسامع جاہ و جلال میرساند" ۶/۱۱

یا، "کمترین مریدانِ اخلاص سرشت آدابِ ارادت و عقیدت کہ سرمایۂ دولت و سعادت است از خلوصِ طویت بجا آوردہ ذرہ وار بموقفِ عرضِ مقدس میرساند" ۵/۱۲

یا "مریدِ فدوی بعد اداے آدابِ ارادت و عقیدت کہ متضمن ہزاران شرف و سعادت است ذرہ آسا بموقفِ عرضِ مقدس و اعلیٰ میرساند" (۱/۱۴)

اب اس کا طرزِ تخاطب دیکھیے جبکہ ناراضگی علانیہ شروع ہو جاتی ہے،

"مریدِ فدوی زمینِ خدمت بلبِ ادب بوسیدہ و وظائفِ عقیدت و ارادت بجا آوردہ ذرہ صفت بعرضِ مقدسِ معلی میرساند" ۳/۲۴ ،

جنگِ برداران کے لیے روانہ ہونے کے بعد جو خطوط لکھے ہین، ان کی ابتدا یہ ہے،

"بعد از تقدیمِ مراسمِ عبودیت و آدابِ فدویت ذرہ وار بموقفِ عرض پایہ سریرِ خلافت جہانبانی

میرساند" (۳/۱۱۸)

شاہجہان کے عزلت نشین ہونے کے بعد، اورنگ زیب خود شہنشاہ عالمگیر تھا، اس وقت بھی وہ شاہجہان کو ان الفاظ سے مخاطب کرتا ہے :۔

"بعد اداے وظائفِ عقیدت بعرضِ اقدس میرساند" (۴/۱۲۴)

یا "بعد اداے مراسمِ عقیدت و اخلاص بعرضِ اشرف میرساند" (۴/۱۲۷)

اپنی بہن جہان آرا کو ان الفاظ سے مخاطب کرتا ہے :۔

"مخلصِ بے اشتباہ بعد اداے مراسمِ اخلاص و نیازمندی معروض میدارد" (۱/۱۳۳)

یا "خیراندیش سراسر اخلاص مراسمِ عقیدت بتقدیم رسانیدہ معروض میدارد" (۲/۱۳۴)

اپنے بڑے بھائی محمد شجاع کو لکھتا ہے :۔

"بعد از گذارشِ مراسمِ مخالصت و موالات معروض میدارد" (۱/۱۶۲)

یا "مخلصِ خیراندیش بعد از گذارشِ مراسمِ اخلاص معروض میدارد" (۳/۱۶۴)

اپنے چھوٹے بھائی مراد بخش کے لیے یہ الفاظ استعمال کرتا ہے :۔

"برادرِ عزیز بجان برابر کامگار نامدار عالی مقدار من از نخلِ حیات و زندگانی بہرہ مند و برخوردار بودہ مسرت قرین باشند" (۲/۱۶۷)

یا "برادرِ عزیز بجان برابر عالیمقدار من از نہالِ زندگانی برخوردار و از شوبِ نوائب بر کنار باشند" (۱/۱۶۸)

اپنے لڑکوں کو اس طرح یاد کرتا ہے، یہ باغی اکبر کے نام ہے :۔

فرزند ارجمند، درۃ التاج فرخی و فیروزمندی و دلپسندی شاہزادۂ جہانیان بغایت الطاف شاہنشاہی و اعطاف بادشاہی مخصوص گشتہ بدانند"

دوسرے محبّت کے الفاظ یہ ہین،

"بابا ے من! بہادر من! وغیرہ

وزیرِ حکومت سعد اللہ خان، یا دوسرے امراے شاہی کو خط لکھتا ہی، تو اس کے پیشِ نظر دو چیزین ہوتی ہین، ایک تو مکتوب الیہ کی بلند مرتبگی، اور دوسرے خود اپنی شاہزادگی، اور وہ اپنے خطوط مین دونون کو نباہتا ہوا، اس طرح اس فرض سے سبکدوش ہوتا ہی:۔

خان سعادت نشان، رفیع المکان مستغنی الالقاب مشمولِ الطاف وعنایاتِ اعلیحضرت خلافت منزلت ظلّ الٰہی بودہ معلوم نمایند"

یا "خان رفیع مکان سعادت نشان المستغنی عن الالقاب مشمولِ الطاف وعنایتِ نامتناہیٔ اعلحضرت ظلّ الٰہی بودہ معلوم نمایند"

امیر الامرا علی مردان خان،

"اعتضادِ سلطنت و فرمانروائی، اعتمادِ خلافت وکشور کشائی، موردِ الطافِ بیکرانِ بادشاہی مہبطِ اعطافِ بے پایانِ اعلحضرت ظلّ الٰہی، عمدۂ امراے رفیع الشان، زبدۂ خوانینِ بلند مکان خان سعادت نشان موتمن الدولۃ العظمیٰ علی مردان خان امیر الامرا بتوجہات و تلطفاتِ خاص مسرور گشتہ معلوم نمایند"

شاہ نواز خان،

خلاصۂ خاندانِ مصطفوی نقادۂ دودمانِ مرتضوی، رکن السلطنۃ العظمیٰ عضد الخلافۃ الکبریٰ، خان رفیع مکان، سعادت نشان، عمدۃ الملک شاہ نواز خان بتلطفات و تفقداتِ خاص عزِ اختصاص یافتہ معلوم نمایند"

مرزا راجہ جے سنگھ:۔

زبدۂ دلاوران ومتہوران، خلاصۂ جان نثاران وہواخواہان، نقادۂ مخلصانِ ارادت کیش، قدوۂ خیراندیشانِ عقیدت اندیش، شایستۂ مراحم بیکران بادشاہی، سزاوارِ عنایاتِ بے پایانِ شاہنشاہی، عمدۂ راجہاے اخلاص شعار، مطیع الاسلام مرزا راجہ جے سنگھ بتوجہات بادشاہی مخصوص ومباہی بودہ بدانند"

شایستہ خان،

رکن السلطنۃ، موتمن الدولۃ البہیہ، نتیجۂ امراے عظام رفیع المکان، سلالۃ خوانینِ کرام عظیم الشان، موردِ الطاف بے پایان، المخصوص بمزید الالطاف والاحسان، المختص بمواہب الملک المنان، خانِ سعادت نشان، عمدۃ الملک شایستہ خان مشمولِ عنایات وتلطفاتِ سلطانی بودہ معلوم نمایند"

مرزا سلطان (ملازم شاہی)

سعادت مرتبت، نجابت منزلت، خلاصۂ خاندانِ صفوت، موردِ مراحم بیکران مرزا سلطان بعنایتِ خاص عزِ اختصاص یافتہ بدانند"

تقرب خان (طبیب شاہی)

حکمت پناہ، فطانت دستگاہ، جالینوس الزمان، سزاوارِ مرحمت بیکران، شایستہ الطاف بے پایان، تقرب خان بتوجہاتِ خاص اختصاص یافتہ بدانند"

اب اس نے اپنے ملازمین کو جس طرح مخاطب کیا ہے، اسے بھی دیکھ لیجئے،

ملتفت خان،

"آن زبدۂ مخلصان وخلاصۂ دولتخواہان معلوم نماید"

یا "بوفورِ توجہ خاطر والا مختص بودہ بدانند"

شاہ بیگ خان،

"امارت پناہ، ایالت دستگاہ، قابل المرحمت والاحسان شاہ بیگ خان بعنایت سلطانی مباہی گشتہ بدانند۔"

یہ سرکاری ملازمون کے متعلق تھا، اب بزرگانِ دین کے متعلق ملاحظہ فرمایئے،

خواجہ عبدالغفار،

"سیادت مرتبت، ونجابت وشرافت منزلت، خلاصۂ خاندانِ ہدایت وکرامت نتیجۃ الابرار خواجہ عبدالغفار بر جادۂ خدا پرستی وحق جوئی مستقیم بودہ بعافیت باشند۔"

خواجہ عبدالوہاب،

"شرافت ونجابت پناہ، حقائق ومعارف آگاہ نتیجۂ ابرار ولایت جناب خواجہ عبدالوہاب ہموارہ بر جادۂ صدق وعقیدت مستقیم باشند۔"

اب سلاطین اور ہمسایہ حکمرانون کے نام کے خطوط کے ابتدائی الفاظ دیکھیے، اس زمانہ مین ایسے خطوط یا تو حمد ونعت سے شروع ہوتے تھے، یا رسیدِ خط سے، حمد ونعت کو حذف کرنے کے بعد عبارتین اس طرح ہین،

والئ ایران[1]،

عالی منزلت، خلافت مرتبت، گرامی فطرت، سامی منقبت، واسطۃ العقد وزینت آل عبا مرسلۃ الصدور، عزت رسول مجتبیٰ، ستودہ خلف حضرت خیر الانام، شرف خاندان عزت واکرام، ثمرۂ شجرۂ ولایت وکرامت، فروزندۂ اختر سمائے شوکت وایالت، برآرندۂ لشکر ملت

[1] اس عبارت کے سمجھنے کے لیے یہ جاننا بسا ضروری ہے، کہ شاہانِ صفویہ سید اور ایک بڑے صوفی بزرگ کی نسل سے تھے، اور انھون نے انھی دو چیزون کی بدولت حکومت حاصل کی تھی،

سیادت واصطفا طرازندۂ سریرِ نجابت وارتضا، زبدۂ آلِ ستودہ خصال، مرکزِ دائرۂ دولت واقبال، گوہرِ درجِ سلطنت وبختیاری، زینت وسادۂ عظمت و نامداری، سعد اکبر فلک سروری، مشتری برج نیک اختری، زیورِ افسرِ دولت و دین، مہرِ سپہرِ عزت وتمکین . . . .
. . . .' (بہارِ سخن)

والیٔ بخارا،

"بلند مرتبت، عالی منقبت، رفعت وشوکت واقبال پناہ حشمت و ابہت واجلال دستگاہ، شجاعت وشہامت وبسالت اکتناہ، والیٔ ولایتِ عدل و انصاف، ہادمِ بنیانِ جور و اعتساف، خلاصۂ خاندانِ مجد واعتلا، نقادۂ دودمانِ عز وعلا، دیباچۂ صحیفۂ مردانگی، طرازِ جریدۂ فرزانگی، نہالِ گلشنِ سلطنت وجہانداری، مروجہ (سرو؟) جوئبار عظمت و شہریاری، قطب فلکِ ایالت، مرکزِ دائرۂ جلالت، آفتاب روزۂ سطوت، نگینِ خاتمِ دولت . . . . "

والیٔ بلخ،

"رفعت وشوکت پناہ، حشمت وابہت انتباہ، فارسِ مضمارِ شہامت و ایالت، عارجِ مدارجِ نصفت وعدالت، سلالۂ خواقینِ عظیم الشان، نقادۂ سلاطینِ بلند مکان، مظہرِ انوارِ نامداری، مصدرِ آثارِ بختیاری، قرۂ باصرۂ دولت و اقبال، غرۂ ناصیۂ سطوت و اجلال، مشیدِ ارکانِ شجاعت، مؤسسِ بنیانِ بسالت . . . . "

اب ہندوستان کی باج گزار حکومتون کے فرمانرواون کے نام کے خطوط پڑھیے

قطب الملک (والیٔ گولکنڈہ)

"امارت وایالت پناہ، ارادت وعقیدت دستگاہ، عمدۂ اماجدِ کرام، سلالۂ اکارمِ عظام،

نقادۂ خاندانِ عز و علا، عضادۂ دودمانِ مجد و اعتلا، زبدۂ مخلصانِ صلاح اندیش درگاہ والا، خلاصۂ متخصصانِ سعادت کیش بارگاہ معلّٰی، موردِ الطافِ بادشاہی مصدرِ آدابِ خیرخواہی، جوہرِ مرأت صفا و صفوت فروغِ ناصیۂ دولت و رفعت، سزاوارِ عواطفِ بیکران، شایستۂ اشفاقِ بے پایان، المختص بمواہب الملک المنان قطب الملک بجلائل تلطفاتِ بے غایات و جزائلِ توجہاتِ بلانہایات مخصوص و مبتہج گشتہ بدانند"

ہمشیرۂ قطب الملک (حرمِ محترمۂ عادل شاہ والی بیجاپور):-

عفت قباب، عصمت احتجاب، زینت افزائے ہودجِ عزت و رفعت، حجلہ آرائے شبستانِ دولت و مکنت، مخدرۂ تتقِ عظمت، مستورۂ نقابِ حشمت ہمشیرۂ محترمۂ مکرمۂ قطبِ سمائے شوکت و ابہت، بتفقدات و تلطفاتِ خاص فراوان بہجت و مسرت اندوختہ معلوم نمایند . . . . . . "

عادل شاہ (والی بیجاپور):-

"امارت و ایالت پناہ، شوکت و حشمت دستگاہ، موردِ عنایاتِ جمیلہ، شمولِ عواطفِ جلیلہ، سزاوارِ مراحمِ بیکران، شایستۂ تلطفاتِ بے پایان، مہبطِ اصنافِ اعطافِ مطرفِ انواعِ الطاف، المختص بمواہب الملک المنان عادل خان بعنایاتِ بادشاہی مباہی بودہ بدانند . . . "

ان القاب کے بعد ان القاب کو بھی دیکھئے جو اس نے دوسرے حکمرانوں کے نوکروں کے لیے استعمال کیے ہیں یا جن کے ذریعہ آزاد سرداروں کو مخاطب کیا ہے،

میر جملہ (میر محمد سعید وزیر قطب الملک)

"سیادت پناہ، نجابت دستگاہ، موردِ مراحمِ بیکران، سزاوارِ صنوفِ مکرمت و

احسان، میر محمد سعید بوفورِ عنایات سلطانی مفتخر و مباہی گشتہ بدانند"

لیکن جب یہی میر جملہ شاہجہان کے دربار مین پہنچکر معظم خان وزیرِ شاہجہان ہوتا ہے، تو اس کے القاب بھی بدلجاتے ہین،

"سیادت و نجابت پناہ، امارت و ایالت دستگاہ، خلاصۂ مخلصان صافی طویت، عمدۂ خیراندیشان وافی عقیدت، موردِ مراحم بیکران، مہبطِ مکارم بے پایان، شایستۂ صنوف عاطفت و احسان، خانِ رفیع مکان معظم خان، بتوجہات علیہ و عنایات سنیہ مختص بودہ بدانند"

شیواجی (اس وقت شیواجی ایک معمولی آزاد جاگیردار کی حیثیت سے تھا):-

"خلاصۃ الاشتباہ و الاعیان، زبدۃ الامثال و الاقران، قابل المرحمۃ و الاحسان، شیواجی بعنایتِ پیشگاہ سلطنت مفتخر و مباہی گشتہ بدانند"

ہم نے اس جگہ جتنی مثالین دی ہین، وہ تمامتر ان خطوط کی ہین جو اورنگ زیب نے تخت نشین ہونے کے وقت تک لکھے تھے، پنجاہ سالہ عہدِ حکومت مین اسکا کمالِ فن اس کی عام عظمت و شوکت سے بھی کہین بڑھ گیا تھا، اس ترقی پر بحث کرنے کا اگرچہ موقع یہی ہے، لیکن بخوفِ طوالت ہم اسے نظر انداز کرتے ہین،

شکریہ

فرقِ مراتب کے نمایان کرنے کا دوسرا پہلو یہ ہے، کہ یہ دکھایا جاے کہ وہ مختلف مواقع پر مختلف درجے کے لیے کس قسم کے الفاظ استعمال کرتا ہے، اس سلسلہ مین پہلی چیز وہ شکریہ یا اظہارِ مسرت ہے، جو اسے خطوط، تبرکات، یا تحفے کے موصول ہونے پر کرنا پڑتا ہے، شاہجہان کے خطوط یا انعامات کا شکریہ ان الفاظ مین ادا کرتا ہے:-

فرمانِ عالیشان، سعادت عنوان کہ از کمالِ عنایت و ذرہ پروری نامزدِ این مرید

فدوی شده بوده، باکاغذ ساعت فیض اشاعت که درین ولا منجانب حضور پرنور برائے زینت سراسر سعادت اختیار نموده اند. شب مبارک دوشنبه بست و چهارم ذیحجه در منزل هرپه درحینیکه سحاب رافت الهی رحمت بار بود، شرف ورود وارزانی داشته رحمت بر رحمت افزود، وسجدات شکر خدائے تعالی الحقیقی عزاسمه وتسلیمات عنایت خداوند حقیقی مدظله از سر صدق واخلاص بتقدیم رسانید." (۲)

یا "صبح روز یکشنبه، غره ماه محرم مکرم در منزل الچهره بوصول عطیه خلعت خاصه زمستانی که از کمال لطف و مهربانی عنایت شده بود، سرفراز گردیده آداب ارادت و تسلیمات عقیدت بتقدیم رسانیده باداے شکر الطاف وعنایات پیرومرشد حقیقی رطب اللسان گشت (۳)

یا "فرمان عالیشان عنایت عنوان که از کمال ذره پروری و مرید نوازی مرقوم قلم خجسته رقم شده بود، . . . شرف ورود ارزانی داشته سعادت افزا گشت، شکر این مواهب وعنایات که زیاده از حوصله استعداد مریدان بظهور میرسد بکدام زبان ادا توانند نمود، ؎

زبان اداتوانند جهات شکرش را،
اگر بهر نفسے صدچو من کند تقریر" (۵)

یا "فرمان عالیشان سعادت عنوان با سرپیچ زمرد و مروارید که مصحوب یساول سرکار عالی شرف صدور یافته بود، روز یکشنبه هشتم ربیع الاول پرتو ورود بخشید، تارک مباهات وافتخار این مرید را باوج فلک الافلاک رسانید. تسلیم وآداب بجا آورده از عنایت بے غایت بادشاهانه سرافراز وسربلند گشت، سایه بلند پایه قبله وکعبه کونین برمفارق مریدان فدوی اخلاص سرشت گسترده پاینده بماناد." $\frac{9}{14}$

" دو منشور لامع النور سعادت ظهور مشتمل براضافه منصب این مرید، . . . . و متضمن

عنایت بے غایت پنج لکھ روپیہ مساعدہ کہ دریں ولا بصیغۂ انعام مرحمت شدہ . . .
. . پرتوِ ورود انداختہ تارکِ افتخار و مباہات مرید فدوی را از اوجِ کیوان و فوق فرقدان گذرانید، تسلیماتِ مریدی وآداب بندگی بتقدیم رسانیدہ و بآن عطیاتِ نمایان و مراحمِ بے پایان سرفرازی حاصل نمودہ، سعادت اندوخت، ۵

گر برتنِ من زبان شود ہر موئے   یک شکرِ شہ از ہزار نتوانم کرد"

اب دوسری صورت ملاحظہ فرمائیے، اورنگ زیب کوئی تحفہ شاہجہان کو بھیجتا ہے، اور وہ اسے شرفِ قبولیت بخشتا ہے، اورنگ زیب اس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے؛

حکمِ جہان مطاع بصدور پیوستہ کہ انارِ بے دانہ تتہ کہ کمترین مریدان بدرگاہِ سلاطین پناہ ارسال میدارد، بہ از انارِ جلال آباد است۔"

"ازین نویدِ مسرت افزا خوش وقت و مبتہج گشتہ" (۲)

یا "حکمِ اقدس پیرایۂ ورود یافتہ کہ "چیرہائے چھیت تتہ کہ این مرید فرستادہ بود مستحسن افتاد، از ہمان جنس دیگر نیز مرسول دارد"

"از ظہورِ این عنایت کہ محض ذرہ پروری و بندہ نوازی است کلاہِ شادی بہ سرِ آسمان انداخت، ع

بدین مژدہ گر جان فشانم رواست" (۶)

یا "چون درآن منشور لامع النور بتقریبے این مرید را بعنوانِ رضا جوئی یاد فرمودہ بودند" این معنی را وسیلۂ سعادت دینی و دنیوی دانستہ، وظائفِ حمد و سپاسِ جل شانہٗ وآدابِ تسلیماتِ پیر و مرشدِ حقیقی مدظلہٗ بتقدیم رسانید" (۶)

جہان آرا،

عُنایت نامۂ عطوفت پیرایہ در بہترین وقتے پرتوِ وصول انداختہ مسرت بے اندازہ بخشید" (۱/۱۴۴)

یا "از عنایتِ میوہ خوش وقت گشتہ تسلیمات بجا آوردہ ؎

مہربانیت را شمارے نیست زندگانیت را شمار مباد" (۵/۱۴۷)

مرادبخش :-

"رقیمۃ الودادی کہ نگاشتۂ خامۂ اتحاد ویگانگی بود، درعینِ انتظار رسید بہجت افزا گشت (۲/۱۴۸)

سعداللہ خان :-

"عرضداشتے کہ پس از مدتے ارسال داشتہ بودند، مطالعۂ آن گلشنِ ہمیشہ بہارِ اختصاص راطراوتے تازہ بخشید"

شاہ نواز خان :-

"عریضۃ الاخلاص کہ درین ولا از روئے یکجہتی ارسال داشتہ بودند، در بہترین وقتے بگرامی مطالعہ رسیدہ، بہجت افزا گردید"

مرزا سلطان :-

"عرضداشتے آن قابل لاحسان بوساطتِ حاضرانِ اقبال نشان از نظرِ اکسیر اثر گذشتہ"

مرزا راجہ جے سنگھ :-

"عرضداشتے کہ درین ہنگام بفیض ارتسام درجوابِ فرمان عالیشانِ عنایت و رحمت عنوان بہ آستانِ فلک نشان ارسال داشتہ بود، از نظرِ اشرفِ اعلیٰ گذشت"

قطب الملک :-

"عریضۂ الاخلاص کہ بعد تمادیِ ایام بحضور سراسر سرور ارسال داشتہ بودند بعزِ

مطالعۂ گرامی رسیدہ، مطالب معروضہ در آئینۂ ضمیر منیر منطبع گردید"

ہمشیرۂ قطب الملک:-

"عرضداشتِ آن عفیفۂ عصمت آئین کہ با عریضۂ مور والطاف بادشاہی۔۔۔ علی عادل خان۔۔۔ مصحوب۔۔۔ ابراہیم بدرگاہِ اقبال بارگاہ ارسال داشتہ بود بتوسط سعادت اندوزان محفلِ فیض منزل از نظرِ انور اطہر گذشتہ"

میر جملہ:-

عرضہ داشتے آن سزاوارِ مراحمِ بے پایان کہ بعد استسعاد بوصولِ کرامت موصولِ نشانِ خجستہ عنوان وعطیۂ اسپ وخلعت ببارگاہِ اقبال ارسال داشتہ بود بتوسط حاضرانِ بساطِ سلطنت مناط از نظرِ انور گذشتہ"

وزیر مقرر ہونے پر:-

"استماعِ نویدِ طلوعِ اشعۂ عنایات وتلطفاتِ پیشگاہِ خلافت بوفور مراتبے کہ مرکوزِ ضمیرِ منیرِ ما بود، بہجتِ بے اندازہ بخشید واز آنجا کہ کیفیتِ صنوفِ اعطافِ بادشاہانہ کہ بمقتضاے استحقاق وشایستگی پیش از دریافتِ سعادتِ آستانبوسی ودر حین حصول آن موہبت قرین حال خیر مآلِ آن عمدۂ مخلصان صافی طویت گردیدہ مفصلاً از عرضداشتِ وکیل نیز مسرت افزا شدہ بود، اطلاع بر مضمون عریضۃ الاخلاص مورثِ انبساطِ تازہ گشت، حق تعالیٰ عواقبِ امور بخیر مقرون داشتہ این پایۂ بلند را بر اتشیان مبارک کند، وتوفیق استرضاے خاطر ملکوت ناظر اعلیٰحضرت۔۔۔۔ عطاف موہ وہ سرخروئی دارین۔۔۔ نصیب گرداناد"

تہنیت وتعزیت | شاہزادوں اور امیروں کا قاعدہ تھا، کہ وہ جشنِ سالگرہ یا کسی دوسرے خوشی

کے موقع پر بادشاہ یا اپنے دوستون کے پاس تہنیت کے پیغام بھیجتے تھے، اورنگ زیب نے بھی شاہجہان کے نام اس قسم کے متعدد پیغام بھیجے ہین، اس کے علاوہ غم کے موقع پر بھی اس نے خطوط لکھے ہین، اور ان دونون موقعون پر اس کو اس قسم کے جو خطوط آئے ہین ان کے جوابات بھی لکھے ہین، تعزیت کے خطوط کی انتہائی بلاغت یہ ہے، کہ اس کے الفاظ سادہ اور مؤثر ہون کہ مغلق عبارت تعزیت کے اصلی مقصد کو برباد کر دیتی ہے[۱] اورنگ زیب کے خطوط مین یہ بات بدرجۂ اتم موجود ہے، ہم تہنیت کے خطوط سے شروع کرتے ہین،

"مرید عقیدت سرشت زمین خدمت بلبِ ادب بوسیدہ و وظائفِ بندگی بجا آوردہ بزبان تہنیت بیان معروضِ عاکفان کعبۂ جاہ و جلال میدارد، کہ بہارِ بوستانِ امانی و آمال و طراوتِ حدیقۂ سلطنت و اقبال یعنی آرایش جشن وزن متقدس قمری کہ تا انقراض دوران زینت افزاے بزم جہان خواہد بود، بر ذات قدسی درجات کہ امتداد بقاے آن واسطۂ انتظام مہام عالمیان است، مبارک و خجستہ باد، ——

ایزد تعالی عرصۂ آفاق را از انوار فیوضات این روز فرخندہ منور داشتہ مژدۂ این جشن را الی ابد الدہر سامعہ آراے مریدان کامل اعتقاد و بندہ ہاے اخلاص نہاد علی الخصوص این ید فدوی گرداناد" (ص ۱۰۱)

معظم خان (میر جملہ) :-

"حصول عطایاے پیشگاہ خلافت از علم و نقارہ و خلعت سراپا عزت کناد"

اب تعزیت کے خطوط دیکھئے،

جہان آرا :- پھوپھی کے مرنے اور اس کے بعد شاہجہان کی وفات پر اس نے یہ خطوط لکھے ہین:

"از استماعِ قضیۂ ناگزیر کہ درین ولا بتقدیر حی قدیر بوقوع آمدہ خاطر بدان مشابہ متالم گشتہ کہ شرحِ کیفیتِ آن بتحریر در آید، از آنجا کہ درین جہانِ ناپایدار گذران

[۱] دوسرے ایسے خطوط کے لئے دیکھو رقعات از ص ۱۰۷ – ص ۱۱۶،

از ظہور امثالِ این وقائع چارہ نیست، و آفریدہ را با اقتضاے آفریدگار سے مقاومت میسر نہ، امید کہ آن مشفقہ دستِ اعتصام بحبل المتین صبر و شکیبائی استوار نمودہ حزن واندوہ را بخاطر گرامی راہ نہ دہند"

"ایزد تعالیٰ سایۂ بلند پایۂ اعلحضرت را بسے سال مستدام و پایندہ دارد، زیادہ چہ تصدیع دہد، ایام شفقت و رافت بماند" (۱۴۲/۱۴۹)

یا آفریدگار جہان عزّ اسمہٗ آن مشفقۂ مہربان را درین حادثۂ عظیم صبر جمیل فرمودہ، اجر جزیل کرامت کناد، چہ نگاشتہ آید و کجا بنگارش گنجد، کہ ازین قضیۂ ناگزیر بر خاطر غمگین چہ می گذرد، قلم را چہ یارا کہ ازین دردِ جگر گداز حرفے نگارد، و زبان را کجا طاقت کہ از المِ شکیب ربا بر گذارد، تصورِ غم و اندوہ آن صاحبہ دل بیتاب را بیشتر برقت و اضطراب می آرد، اما با تقدیر ایزدی و قضاے آسمانی جز بے چارگی و تسلیم چارہ نیست کل من علیها فان ویبقیٰ وجه ربك ذو الجلال والاکرام

"بہمہ حال این ہمہ در دشمار ساررا بزودی انشاء اللہ تعالیٰ رسیدہ دانند یقین کہ نسبت بہ تعزیت داران اعلحضرت، خصوص اکبرآبادی محل تسلیہ کے باید میکردہ باشند"

مہربانِ من! چیزے کہ درین وقت بکار آنحضرت می آید، رسانیدن ثواب تلاوت قرآن مجید و خیرات مستحقان است، درین باب سعی نمایند، و ثواب آن را بروح مطہر آنحضرت ہدیہ بگذرانند، و این گناہگار نیز درین کار است، امید کہ شرفِ قبول یابد" (۲۹/۱۶۱)

علامہ سعد اللہ کے لڑکے کا انتقال ہوتا ہے، اس پر اورنگ زیب لکھتا ہے:-

---

لے یہ خط شاہجہان کی وفات پر ہے،

"کلفت نائبہ کہ در نشأۂ امکان از سنوح امثال آن گریزے نیست، افزون تر ازان است کہ بتحریر و تقریر درآید۔

گر بگویم شرحِ آن بے حد شود — مثنوی ہفتاد من کاغذ شود

حق تعالیٰ توفیقِ شکیبائی عطا کند۔"

ہمشیرۂ قطب الملک کی اُسکے شوہر عادل خان والی بیجاپور کی وفات پر ان الفاظ میں رسمِ تعزیت ادا کرتا ہے:۔

"درین ولا از استماعِ قضیۂ نا مرضیہ عدالت و نصفت مرتبت کہ از دولتخواہان دولت آسمان جاہ بوفورِ عقیدت و ارادت علمِ امتیاز افراختند، و نقدِ اخلاص ایشان بمحکِ امتحان رسیدہ بود، خاطرِ گرامی بغایت مکدر گردید و از سنوحِ این واقعۂ ہائلہ و انتقالِ آن عمدۂ مخلصانِ نیکو خصال تاسف تمام روے داد۔ حق تعالیٰ آن مسافرِ ملکِ بقا را غریقِ بحرِ بیکرانِ رحمت و غفرانِ خویش داشتہ، باز ماندہا را اجرِ چنین مصیبتے کرامت کناد۔"

"اگرچہ در امثالِ این حوادث و نوائب اختیارِ خود را بدستِ اصطبار سپردن و از جزع و فزع برکنار بودن بسے دشوار است، لیکن از انجا کہ این امور ناگزیر بتقدیرِ حی قدیر واقع می شود، و ہیچ آفریدہ را از تحملِ این بارِ گران گریز نیست و تدبیر انسانی باقتضاے انسانی مقاومت نمی تواند نمود، بنابران مقتضاے عبودیت و بندگی آن است کہ جہانیان در حینِ ظہورِ چنین قضایا کہ تدارکِ آن از حیطۂ قدرت بشری بیرون است، بحبل المتینِ شکیبائی جستہ بارادۂ ایزد جہانیانِ جان آفرین راضی و خرسند باشند تا بوسیلۂ خوشنودیٔ قادر علی الاطلاق از اجر و ثوابِ آن در ہر دو سراے بہرہ مند گردند۔

آفریدہ چہ کند گر نہ کشد بار قضا — کافرینش ہمہ در سلسلۂ قدرت اوست

امید کہ آن مخدرۂ تتق عصمت و عفت نیز بحکم قضا، رضا دادہ، درین قضیۂ ملال افزا حزن واندوہ را بخاطر خویش راہ نخواہند داد، وصبر جمیل را شعار خود ساختہ بقدر آن امیدوار اجر جزیل خواہند بود و توجہ خاطر عاطر را نسبت بخود روز افزون تصور خواہند نمود۔"

ان تعزیت و تہنیت کے خطوط کے بعد ان خطوط کو دیکھئے، جو اس نے تہنیت وغیرہ کے جواب مین لکھے ہین، شہزادۂ اعظم کی پیدایش پر والئ گولکنڈہ نے تہنیت نامہ بھیجا تھا، اس کے جواب مین لکھتا ہے:-

"عرضداشت آن امارت و ایالت مرتبت مشتمل بر تقدیم مراسم تہنیت ولادت با سعادت فرزند اقبال مند بجان پیوند، قرۂ باصرۂ کامگاری غرۂ ناصیت عظمت و بختیاری کہ درین ہنگام فرخندہ فرجام بمحض فضل نامتناہی الٰہی قدم میمنت توام بعرصۂ وجود گذاشتہ گلشن بہجت و مسرت اولیاے دولت ابد مدت را طراوت تازہ ونظارت بے اندازہ ارزانی داشتہ بوساطت بار یافتہاے فیض منزل از نظر فیض اثر گذشتہ، موجب ازدیاد الطاف وعنایت نسبت بآن قطب فلک ابہت گشت داد ارسپال سائر دولتخواہان درگاہ والا را عموماً وآن خلاصۂ مخلصان بارگاہ معلّٰی را خصوصاً از برکات قدوم خیر لزوم آن نوبادۂ بوستان سلطنت و اجلال بہرہ مند کامیاب گرداناد۔"

اورنگ زیب کی حرم محترمہ دلرس بانو بیگم صبیۂ شاہ نواز خان کا انتقال ہوتا ہے، تو ان الفاظ مین خان مذکور کو لکھتا ہے:-

"درین ولا از وقوع سانحۂ ناگزیر یعنی وفات صبیۂ مرحومۂ آن رکن السلطنۃ العظمٰی

خاطر قدسی مآثر چندان متألم و متاثر گشتہ کہ کیفیتِ آن در حوصلۂ بیان نگنجد، لیکن چون جزع در امثال این قضایا ستیزہ با قضا است، بجز شکیبائی چہ تواند کرد، یقین کہ آن مؤتمن الدولۃ البہیہ نیز بمقتضاے دانش و فرہنگ عمل نمودہ، درین واقعۂ ملال افزا، کہ الحق جاے تاسف است، عروۃ الوثقیٰ صبر و تحمل را از دست نخواہند داد، تا بفوتِ اجر مصیبت معنون نگردند. . . . "

حق تعالیٰ آن خان رفیع المکان را موفق داشتہ از مکارہ بر کنار دارد، معلوم نمودہ باشند، کہ از روے مرحمت چہ مقدار توجہ بمعالجۂ آں مغفورہ مصروف شدہ بود، اما از آنجا کہ تقدیر حق تعالیٰ بہیچ حیلہ و تدبیر تغیر پذیر نیست، اثرے بر معالجات مرتب نگشت و آں مرض مہلک رو بہی نیاورد،"

حقیقتِ وصیتِ آں مرحومہ از مکتوبِ سیادت مآب ابو الفضل کہ حسب الامر نوشتہ است مشروحاً بوضوح خواہد پیوست،

عنایات و تلطفاتِ ما در بارۂ خویش روز افزوں دانستہ از حوادثِ ناگزیر مکدر نباشند، در جمیع احوال مشیتِ الٰہی را بر ذمۂ عبودیت لازم شناسند، خلعت خاصہ بآں عمدۃ الملک ارسال نمودیم، والسلام"

اظہارِ جذبات

خطوط اگرچہ ایک حیثیت سے ہمہ گیر ہوتے ہیں، لیکن جذبات کی حیثیت سے ان کا میدان بہت تنگ ہوتا ہے، کہ ان میں انسان احساسات سے زیادہ واقعات پر متوجہ ہوتا ہے، اس لیے خطوط میں جو کچھ بھی جذبات ہو سکتے ہیں، وہ تعزیت و تہنیت یا غم و مسرت کے جذبات کے علاوہ، عیادت، صحت کی مسرت، مکتوب الیہ سے دوری، یا اس سے ملنے کی تمنا کے جذبات ہوتے ہیں، اورنگ زیب میں کمال یہ ہے، کہ وہ ہمیشہ کی طرح ان جذبات

کے اظہار مین بھی سررشتۂ ادب اور مرتبہ کو ہاتھ سے نہین جانے دیتا، باپ، بہن اور سرکاری ملازمون سے ملنے کے شوق یا جدائی کے غم مین جو فرق ہونا چاہیئے، وہ اس کے یہان بدرجۂ اتم موجود ہے، شاہجہان نے اسے دہلی بلایا ہے، ملتان سے روانہ ہوتے وقت باپ سے ملنے کی جو خوشی اُسے ہے، اس کو ان الفاظ مین ادا کرتا ہے:-

"چون آرزوے ادراکِ سعادتِ آستان بوسی والا و تمنّاے دریافتِ استلامِ عتبۂ معلّٰی کہ قبلۂ توجہ بادشاہانِ ربعِ مسکون است، عنانِ صبر و شکیبائی از پنجۂ اقتدار بدر بردہ این فدوی را ذرّہ وار جویان پرتوِ آفتاب عالمتاب ساختہ بود، لاجرم با شوق بےپایان، از صدقِ ارادت و خلوصِ عبودیت ظاہر و باطن را مستعد افاضۂ فیوضاتِ صوری و معنوی پیر و مرشدِ حقیقی گردانیدہ و خاطر از محافظت و بندوبستِ این حدود واپرداختہ شبِ چہاردہم ذیحجہ بقصدِ طوافِ آستان ملائک پاسبان احرامِ کعبۂ حضور بستہ از شہر بیرون آمد، امیدوار است، کہ حسب الحکم جہان مطاع منجمانِ رکابِ سعادت، ساعت ملازمت سراسر عبادت اختیار نمایند، تا این مرید عقیدت کیش کہ پیرویٔ رضاے پیر و مرشدِ جہانیان را سرمایۂ دولت دارین میداند، دران زمانِ مسعود جبینِ اخلاص بسجداتِ بندگی نورانی ساختہ، کامیابِ مطالبِ دو جہان گردد" (۱)

دوسرے خط مین لکھتا ہے،

"از آنجا کہ اشتیاقِ استلامِ عتبۂ علیہ برین مرید بحدے مستولی بود، میخواست بطریق ایلغار با دراکِ این موہبتِ عظمیٰ بشتابد و در ساعت اول خود را بملازمت اعلیٰحضرت رساند، لیکن چون حکم اقدس صادر شدہ بود، کہ منزل بمنزل بیاید . . . . . . بکرم ایزد تعالیٰ و عنایت پیر و مرشد امیدوار است کہ در ساعت مسعود حال کہ مختار انجم شناسان

درگاہِ والا است توفیق پابوس میمنت مانوس دریافتہ کامیابِ سعادات دو جہانی گردد" (۲)

قندھار کی دوسری مہم سے واپس ہوتے ہوئے جہان آرا کو جو شاہجہان کیساتھ کابل میں ہے، لکھتا ہے :-

"مخلص سراپا اشتیاق بعد اداے مراسم اخلاص معروض میدارد عنایت نامہ سراسر لطف و مہربانی روز یکشنبہ مسرت ورود بخشیدہ باعثِ ابتہاجِ خاطر آرزومند شد و شوقِ دریافت ملازمت و امانی بہجت را افزون ترساخت" (۱۳۵ / ۵)

دوسرے خط میں لکھتا ہے :-

"طے زمانہ کن اے فلک وعدۂ وصلِ یار را
باز از میان ببر این شبِ انتظار را

مخلصِ مشتاق، مراسم اخلاص تبقدیم رسانیدہ، بزبانِ شوق بیان معروض میدارد . . . . . . کاغذے کہ مہجانِ حضور موفور السرور فرستادہ بودند، رسیدہ کیفیت بوضوح پیوست، انشاء اللہ تعالیٰ بہمین ساعتِ مسعود مقرر شرف پابوسِ مقدس حاصل نمودہ، دیدہ و دل را از فیضِ مشاہدہ دیدار فیض آثار صاحبی و منور خواہد ساخت" (۱۳۸ / ۲)

تیسرے خط میں اس طرح اظہارِ شوق ملاقات کرتا ہے ،

"باجہانِ شوق دریافت صحبت وانی بہجت کہ اہم مطالب مخلصان بے ریا است معروض خدمت گرامی دارد" (۱۳۹ / ۲)

جہان آرا سے رخصت ہو کر پنجاب کی طرف روانہ ہوتا ہے، بھائی کو بہن سے جدائی کا جو صدمہ ہے، اس کو اس طرح ظاہر کرتا ہے ،

"آنچہ درین دو سہ روز مہجوری بر خاطر مشتاق میگذرد، و بیتابی دل اخلاص منزل از محرومی

ملازمت سامی دارد، چگونہ اظہار نماید، ہر گاہ این مخلص صدقِ محبت و مودتِ صاحب مہربانِ خود را سرمایۂ سودِ دو جہانی می دانستہ باشد، از مراتبِ تفقداتِ علیہ کہ درین ترمیم نسبت بحالِ خویش مشاہدہ نمودہ چہ سان غافل بود" (۱۲۸۳ھ)

ایک اور خط مین لکھتا ہی:-

"عنایت نامۂ التفات عنوان . . . درعینِ انتظار پرتو ورود انداختہ نشاط افزائے خاطرِ آرزو مند گشت، و ہنگامۂ شوق را گرم تر ساخت، از المِ جدائی و سوزِ مفارقتِ دوری ضروری چہ نویسد و تا چند نویسد،

زدیدہ دوری و از دل نمیروی بیرون

خدا بکس ننماید وصالِ ہجر آمیز" (۱۲۸۴ھ)

ارکانِ خاندان کے علاوہ امرا سے شوقِ ملاقات یا ان سے علیحدگی کے جذبات کو ان الفاظ مین پیش کرتا ہے، میر حملہ اس سے ملنے کو آرہا ہے، اتفاق سے راستہ مین رک جاتا ہی اس پر لکھتا ہے،

"عرضداشتے کہ . . . . . ارسال داشتہ بود . . . رسید، چون از قربِ وصول آن نقادۂ اربابِ قبول خبر میداد، مطالعۂ آن شوق افزا گردید، و سببِ تعذرِ ادراکِ عزِ ملازمت باسعادت بساعتے کہ بمقتضائے فرطِ اشتیاق پرتوِ اختیار بران افتادہ بود، سمتِ وضوح گرفت ہر چند نظر بر توجہِ تمامی کہ برائے وصول آن زبدۂ مخصصان است، بمقتضائے این مصرع کہ

ایام وصال را چہ حاجت ساعت

مقید بساعت شدن بغایت دشوار بود . . . . . . ظن غالب آن است

کہ آن خلاصۂ دولتخواہان تا سلخِ شہر حال . . . . بنواحیِ حیدرآباد خواہد رسید"

شایستہ خان، اورنگ زیب اور اس کے بچوں سے ملنے آ تا ہے، اس کی اطلاع پاکر لکھتا ہے،

"خان رفیع المکان از حد افزون مشتاق دانند، عریضۃ الاخلاص . . . . رسید، ظہورِ کیفیت رہ نوردی و مرحلہ پیمائیِ آن عمدۂ خوانین زمان، موجبِ مسرت و بہجتِ بے پایان گردید و بمقتضائے فرطِ اشتیاق زبانِ حال بدین مقال مترنم نمود،

با مژدہ گر از درم درآئی چہ شود ... تا تاختہ پیش از خبر آئی چہ شود

زود آمدنت نظر بشوقم دیر است ... از زود دگر زودتر آئی چہ شود"

اب دوری و مہجوری کا بھی ایک نمونہ دیکھئے، میر جملہ کو لکھتا ہے :-

"معلوم نماید کہ شرحِ کیفیتِ استیلائے اشتیاقِ صحبت و اظہارِ شدتِ الم مفارقت از وسعت آباد اندیشہ بیرون است، تا بہ تحریر چہ رسد، سبحان اللہ کر انجا طر میگذشت کہ باوجود خواہشِ دوام قرب و حضور از گردشِ سپہرِ شعبدہ باز نیرنگ ساز . . . . . حجاب بعد و غیبت بمیان آمدہ موجب جہان جہان حسرت گردید "ناپائداریِ ایامِ وصال زبانِ حال را بدان مقال مترنم خواہد ساخت ؎

رسید و مضطربم کرد و آن قدر ننشست ... کہ آشنائے دلِ خود کنم تسلی را

از آنجا کہ رابطۂ قلبی و تناسب روحانی با آن مجموعۂ دانش و فرہنگ بمرتبۂ کمال است و خاطر را بصحبت مسرت افزائے وحید زمان الفتے حاصل، درین چند روزہ مفارقت اشتیاقِ ایشان نوعے مستولی گشتہ کہ شرحِ آن تحریر پذیر نیست، طریقۂ اتحاد آنست کہ بر کیفیتِ حال خیر مآل، . . . . . اطلاع بخشند کہ ہر آئینہ این معنی موجب

اطمینان خاطر خواہد بود"

اپنی رفاقت اور دوستی کا ان الفاظ مین یقین دلاتا ہے:- مصرع

صلاح ما ہمانست کان تراست صلاح،

خاطر ما تر خود را عنایت و توجہات پیشگاہ خلافت در جمیع اوقات جمع داشتہ ما را ہیچ وجہ

از صوابدید خود بیرون تصور نہ نمایند سے

تو ئی بجاے ہمہ ہیچ کس بجاے تو نیست"

مقامات اس وقت تک ہمارے سامنے جتنی مثالین آئین وہ تمامتر جذباتی یا داخلی حالات کے متعلق تھین، اب ہم اس کو بیرونی اور خارجی حالات مین لاکر یہ دکھانا چاہتے ہین، کہ وہ مختلف مقامات کے جغرافیہ، مقامات سفر، نیز عمارتون، باغون، محاصرون، حملون، اور لڑائیون کے حالات بیان کرنے مین کتنا بلیغ اور کسقدر باکمال ہے، وہ جب کبھی بھی سفر کرتا ہے، تو وہ راستہ، پہاڑ، نہر، مکانات وغیرہ کی جغرافی حالت کا بھی مطالعہ کرتا جاتا ہے، پھران حالات کی اس مکمل طریقہ سے الفاظ مین تصویر کھینچ دیتا ہے، کہ وہ چیز مجسم آنکھون کے سامنے آجاتی ہے، اس کے ساتھ ہی اس مین جغرافیہ کی خشکی نہین ہوتی، بلکہ فصاحت و بلاغت کی طراوت و نضارت اسے دلچسپ اور جاذب توجہ بنا دیتی ہی، محاصرۂ قندھار کے لیے روانہ ہوتا ہے، تو اسے راستے مین قصبے ملتے ہین، وہ ایک قصبہ کا حال ان الفاظ مین بیان کرتا ہے:-

"چتیالی قصبہ ایست معمور، تخمیناً مشتمل بر سہ صد خانہ دار افغان ترین، زراعت از گندم و جو خوب و بسیار دارد، آب چشمہ قریب بدو آسیا از پاے قصبۂ مذکور میگذرد، دُرین روز کہ مقام واقع شد، نرخ جو نہ سیر بود، و غلہ و دیگر وافر و علف نیز بلشکر ظفر اثر رسید" (ص ۱۴۳)

ایک دوسرے گانون کے متعلق لکھتا ہے:-

"قصبہ قوشنج در معموری از دو کی زیادہ است، و قلعہ اش از گل تعمیر یافتہ و بنا نہادہ شیر خان است، از قلعۂ دو کی وسیع تر و مستحکم تر است، نہر آبے بعرض یک و نیم گز درمیان قصبہ جاری است، حمامے مختصر است، و مسجد جامعے دارد، کہ بیرون قلعہ بر کنارہ تالاب کوچکے کہ از آب نہر پر میشود، عمارت کردہ اند، و جاے حاکم نشین قلعۂ شیر خان و دولت مزبور است کہ بالفعل متعلقان دولت در آنجا می باشند، و در بیرون قلعہ متصل مسجد باغے است گل سرخ فراوان و درخت میوہ دار از شفتالو و زرد آلو بقدر دارد" (۹/۲۴)

کیا ایک ہوشیار سے ہوشیار سیاح اس سے زیادہ معلومات بہم پہنچا سکتا تھا، راستہ مین اسے ایک پہاڑ ملتا ہے، اس کے متعلق اطلاع دیتا ہے کہ:-

"آن کوہیست رفعت اساس در زمین سطح، اطرافش از جانب جنوب و شمال بفاصلہ یک کردہ دو کوہیست کہ بہ پنج مندرک منتہی میشود، و اطراف شرقی و غربی میدان و در دامنش از پایان چہار کردہ و بر بالاے قلعۂ آن کہ سنگ سخت است در سوالف ایام قلعے بودہ طول آن یک کردہ و عرضش جاے چہل جریب و بعضے جاسی جریب و کمتر از ان و براے در آمد و فرود آمد بجز یک راہ تنگ و دشوار کہ پیادہ بتلاش بسیار تردد دران تواند کرد، ندارد، از آثار قلعہ و عمارات سابقہ بالفعل دیوار سنگین بسمت جنوب و چند خانۂ کہنہ ویران و یک مسجد شکستہ و چند آب گیر برہم خوردہ کہ در موسم برسات آب باران در آنہا جمع میشود، موجود است و در کمر کوہ چشمہ ایست کم آب بمرور ایام اپناشتہ شدہ" (۹/۲۴)

شاہجہان کے حکم سے میر جملہ کے لڑکے کو چھوڑنے کے لیے حیدرآباد کی طرف روانہ ہوتا ہے، راستہ مین نافرمانبردار حاکم گولکنڈہ کا سرسبز و شاداب علاقہ ملتا ہے، اس کے متعلق شاہجہان

کو لکھتا ہے:۔

"این مرید از خوبیہاے این سرزمین و وفور آب و آبادانی و کیفیت ہواے نشاط افزاو کثرت مزارعات کہ در اثناے طے مراحل مشاہدہ نمودہ چہ عرض کند، ازان روز کہ داخل سرحد شدہ وہر منزلے چندین تالاب کلان وچشمہاے خوشگوار وآبہاے روان ومواضع وقریات معمورہ کہ بسیارے از مزرعہاے آباد، بہر یکے ازان متعلق است بنظر در آمد، . . . . . یک قطعہ زمین بے مزروع نیست، ہرگاہ این قسم ولایت زرخیز کہ در اکثر ممالک محروسۂ بادشاہی نظیر ندارد بے ثمر یکے وسہیم بدست این چنین کافر نعمتے حق ناسپاس افتادہ باشد، نخوت وغرور بجا است، سبحان اللہ ۔

رضوان کدۂ چنین برومند

ماندہ بکف زیانیٔ چند (۱۸/۱۰۴)

دکن جاتے ہوے اسے جس راستہ سے جانا پڑا ہے، اس کے ایک حصہ کے متعلق وہ شکایت کرتا ہوا مشورہ دیتا ہے، کہ:۔

از انجا کہ راہِ راست بادشاہی از پلانچہ تا سپری کتل وسنگ لاخ بسیار داشت و بہل و الاغ بصعوبت می گذشت این مرید راہے دیگر کہ از پلانچہ بطرف دست راست جدا میشود، وکتل سہل وسنگلاخ کمی دارد وبدین طریق از دریاے نرور بنا بستے گذشت اختیار نمودہ بآسانی عبور کردہ اگر یرلیغ گیتی مطاع شرف نفاذ یابد کہ فوجدار نرور در جاری ساختن این راہ مساعی جمیلہ بظہور رسانیدہ چند گاہ تھانہ . . . . . . در این جا مقرر کند موجب آسائش خلق اللہ خواہد بود، چہ در موسم برشکال کہ راہ راست از طغیان دریا مسدود میشود، مترددین محنت فراوان می کشند، ومسافت ہر دو طریق برابر است این فدوی درین راہ

دو مکان قابل احداث رانبظر آورده بعد ازان کہ حسب الحکم الارفع راه جاری شود سراہا

نیز بزودی عمارت خواہد یافت" (۱۴/۱۴۶)

موسم | اثنائے سفر مین موسم بدلتا ہے، تو اس کی اطلاع ان الفاظ مین دیتا ہے:-

"از گوالیار این طرف در ہوا خیلے تفاوت ظاہر شد، شبہا بلحاف احتیاج ہست، و اوّل روز اگرچہ نیمہ آستین پوشیدہ میشود، اما بعد یک پاس تا سہ چہار گری از روز مانده قبا ہم گرمی میکند" (ایضاً)

ایک دوسرے موسم و مقام کی آب و ہوا کے متعلق لکھتا ہے،

"از دو کی تا یدو منزل پائے کوتل ہوا سرد بود، چنانچہ در سہ شب از قوشنچ آن طرف یخ می بست، و درین طرف کوتل ہوا حرارتے پیدا کرده" (۹/۲۴)

ایک خط مین جہان آرا کو لکھتا ہے،

"از گرمی ہوا آنچہ نگاشتہ بودند بجا است، شب شنبہ در منزل خیبر اندک تقاطرے شده ہوا را خیلے پیش آورد، و حالت تحریر کہ اوّل شب یکشنبہ است، نیز بے ترشح نیست از فیض این بارش تمام راه از کوتل گذشتہ تا علی مسجد چون کوہہا سبزه شده، بغایت نظر فریب و دلکشا است، اگر ہوا ہمین کیفیت بماند، شاید صاحب نیز ازین سرزمین بسیار محظوظ شوند" (۳۰/۱۴۴)

جہان آرا نے اس سے دریافت کیا ہے کہ دکھنی و بہمن مین دولت آباد کا موسم کیسا ہوتا ہے، وه ان الفاظ مین جواب دیتا ہے،

"تا اواخر بہمن احتیاج پوشش نبود، اوّل روز نیمہ آستین پوشیده می شد، میان روز قبا گرمی میکرد، درین ولا کہ ماه اسفندیار آمده بجامہ دولائی بسر میرود" (۱۶/۱۴۸)

ایک دوسرے خط مین اسی قسم کے استفسار کے سلسلہ مین لکھتا ہے،

"تا امروز کہ چہارم ماہ اردی بہشت است، نصف آخر شب بلحاف و دولائی احتیاج میشود، اوّل روز ہم بے جامۂ دولائی نمیتواند بود، میان روز فی الجملہ ہوا رو بہ گرمی دارد، وآن نیز چنان نیست، کہ حاجت بخنجانہ باشد، بعد ازین تا چہ شود"، (۱۹/۱۵۱)

باغ | تمام باغ عموماً اور شوقین مغل سلاطین کے جنت نظیر باغ خصوصاً اور اس پر جہانگیر و شاہجہان کے حسن ذوق کی روشنی مین تیار شدہ باغ اپنے اندر اپنے عہدِ شباب مین جو دلکشی جو جاذبیت اور جو زندگی رکھتے ہون گے، اس کا ادنیٰ سا تصور اس انبساط سے ہو سکتا ہے، جو آج بھی سینکڑون سال بعد خزان دیدہ ویران باغون مین حاصل ہوتا ہے،

قیاس کن ز گلستانِ من بہارِ مرا

اورنگ زیب کو بھی اثناے سفر مین لاہور، دہلی، آگرہ وغیرہ کے شاہی باغون کی سیر اور ان مین قیام کا موقع ملا ہے، چنانچہ شاہجہان کو ایک خط مین لاہور کے مشہور باغ فیض بخش و فرح بخش کے متعلق لکھتا ہے:

"زمانے بتماشاے باغ فیض بخش و فرح بخش کہ از تعریف و توصیف مستغنی است، پرداختہ روانۂ منزل شد، . . . باوجود آنکہ ایام طراوت باغ و سرسبزی درختان نبود اما نضارت و تازگی سبزہ و نرگس و جلوۂ فوارہ و آبشار و صفائی عمارات عشرت نگار از فیض بہار کم نیست، در دو تختہ یمین و یسار نزدیک خوابگاہِ مبارک نارنج و کنولہ لیسیا و بغایت بالیدہ و رنگین بود"، (۳)

انھی باغون کے متعلق لکھتا ہے:-

"از خوبیہاے این باغات ہرچہ نوشتہ شود کم است، اگرچہ لالہ و یاسمنِ زرد در گل

طراوت وتازگی است وشگوفہ ناشپاتی وشفتالو قابلِ تماشا است، لیکن آب وتاب سوسن

زیادہ برآن است کہ زبان متصدی وصف آن تواند شد مجملاً درین مدت ہرگز سوسن

با این کیفیت دیدہ نشدہ و یک دسۃ از عوان نظر درآمد کہ در ارغوان زار کابل نیز درختے باین خوبی نخواہد

بود، برگ اصلا نداشت وسراپا یک گل می نمود" (۱۳۵/۱۴)

کیا اس سے زیادہ بلیغ ومؤثر جملہ لکھا جاسکتا تھا،

عمارت | عمارتون کے بیان کرنے مین اس کو وہی کمال حاصل ہے، اوران کے ہر ہر حصہ کو

اس بہتر طریقہ سے بیان کرتا ہے، اوراس کے متعلق اتنی صحیح راے دیتا ہے، کہ اعلیٰ سے

اعلیٰ انجینیر بھی اس سے بہتر راے نہین دیسکتا، لاہور مین جہان آرا نے اپنا باغ بنوایا تھا، وہ

ابھی زیرِ تعمیر ہی تھا، کہ اورنگ زیب اس طرف سے گذرا، اس باغ کے متعلق جہان آرا کو

ان الفاظ مین مشورہ دیتا ہے،

"بخطہ سیر باغ سرکار عالیہ نشاط افزاے خاطر مشتاق گشت واز مشاہدہ تالاب وعمارت

کہ بتازگی اساس یافتہ بہجت فراوان اندوخت، بغایت جاے تفریح دلکشا است

اگر عمارت فراست خان را برطرف ساختہ درانجا بقرینہ ایوانے کہ در برابر آن مرتب

میشود، نشیمنے ترتیب یابد، وبعض تصرفات مناسب بعمل آید، سیرگاہے بے نظیر میشود،" (ایضاً)

دہلی سے باہر شاہجہان نے اپنے قیام کے لیے اعزاباد مین باغ اور محل تعمیر کراے

تھے، ان کے متعلق اورنگ زیب لکھتا ہے،

تا اخر آن بہ وزود اعزآباد فیض بنیاد بسر بردہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خوبیہاے این مکان

نزہت نشان زیادہ ازان است کہ بعبارت درآید، عمارتے کہ درین ولا حکم شدہ

بود، صورت اتمام گرفتہ، طلاکاری سقف سہ ایوان مرتبہ پایان اطراف حوضے کہ بتازگی

ترتیب یافتہ و ماہر دران بسیار سر دادہ اند، ماندہ و یک ایوان و دو حجرہ کہ بجاے بنگلہ حکم شدہ بود، مرتب گشتہ، بسیار بموقع است، نقاشیٔ عمارت چہار آبشار با تمام رسیدہ و در مجر سنگین حوض، میان باغ کارے ہست، خواص پورہاے نور اسفید کاری می کنند" (۱۲/۴۴)

خود دہلی مین اگرچہ قلعۂ معلّی کی بعض عمارتین تیار ہو گئی تھین، لیکن پھر بھی سلسلۂ تعمیر جاری تھا، اورنگ زیب اس کا حال اس طرح بیان کرتا ہے:-

فرداے آن روز چہار شنبہ حسب الحکم الارفع بدیدن ہمشیرہاے محترمہ بدرون قلعۂ رفتہ نخست با خانہ زادان اعلحضرت از تماشاے عمارات دولت خانۂ مبارک کہ معمورۂ ربع مسکون بے مثلی طاق است مفرحت اندوز گشتہ تا دو پہر سیری می نمود، و درین مدت ہر چند دران مکانہاے عشرت بنا نظر بیشتر میکرد، شوقِ تماشا افزون تر می شد، و دل از تفرج آن بر نمی توانست گرفت ؎

زپاے تا بسرش ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجا است

پایہ ستونہاے جھروکۂ خاص و عام مقدس را بہ چین کاری نمودہ مرتب ساختہ اند، و رنگ محل کہ اسم با مسمیٰ است تا پاے کار از سنگ مرمر تیار شدہ، و سقفش کہ بطرز گنبد بود مسطح ساختہ، موافق حکم کردہ پردہاے آئینہ کاری ترتیب دادہ اند، بغایت زیبا و خوش نما است، برج مثمن خشخانہ نیز مطابق حکم با تمام رسیدہ، پارۂ کار حکاکی و ران ماندہ، بسیار خوش طرح و بجا است، از راہ ہاے غسلخانہ سلطنت کاشانہ را بہ چین کاری بس بہ تکلف کردہ فرش حمامِ خاصہ را حسب الحکم نیز چین کاری با نشان نمودہ اند، نہر مرغولہ دار سنگ مرمر مشتمل بر دو حوض کہ مجدداً جانب دریا در باغ حیات بخش احداث یافتہ

خیلے تازگی دارد، وحوض آبشار شاہ برج کہ از سنگِ قندھار است، ونہر مرغولہاے حوض میانِ برج را بہ چین کاری کردہ، با تمام رسانیدہ اند در باغ حیات بخش کہ الحق تفرجِ آن نہالِ زندگانی را تازہ می سازد گلِ زعفران بسیار خوب شگفتہ بود، باغ آرامگاہ فیض بارگاہ خیلے باصفا (است)، وعماراتِ محل نواب بیگم صاحب حسب حکمِ اقدس سمتِ اتمام یافتہ درخس خانہ کہ بجاے دیوان خانہ شدہ، کار باقی ہست، عنقریب مرتب خواہد شد،

زبانِ مقال در تعریف و توصیفِ این عماراتِ راحت افزا و باغاتِ دلکشا لال است، حق تعالیٰ بزودی این مکانہاے بے نظیر را بعز قدوم سعادت لزوم شرف و رونقِ تازہ وطراوتے بے اندازہ بخشیدہ، ذات مقدس اعلیٰ حضرت را فراوان سال درکمال جمعیت باگوناگون عیش و عشرت زینت افزاے عرصۂ جہان داراد (لطیف)

دہلی سے چل کر وہ آگرہ پہنچتا ہے، وہاں اس کی پیاری ماں کا وہ مشہور عالم بے مثال مقبرہ ہے، جسے دنیا "تاج" کے نام سے یاد کرتی ہے، ماں کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کیلئے حاضر ہوتا ہے ماں کی محبت اور اس کے احترام نے اس کے لیے تاج کو صرف دنیا کی عجیب ترین عمارت ہی کی حیثیت نہیں دے رکھی ہے بلکہ وہ مادرانہ شفقت کا مقدس گوشہ اور پسرانہ اطاعت کا پاک زاویہ بھی ہے، چنانچہ وہاں سے واپسی پر اس حسین ترین عمارت کے متعلق ان الفاظ مین شاہجہان کو اطلاع دیتا ہے،

"جمعہ بطوافِ روضۂ منورہ رفتہ برکات زیارت سراسر اطاعت اندوختہ، عمارات آن این حظیرۂ قدسی اساس ہمہ دستور کہ در حضور پرنور باتمام رسیدہ، استوار است مگر گنبدِ مرقدِ مطہر کہ از جانبِ شمال در برشگال از دو جا تراوش میکند، وہم چنین چہار پیش

طاق واکثر شاہ نشینان مرتبۂ دوم وچہار گنبد خورد وچہار صفہ شمالی وتہ خانہ ہاے کرسی ہفت در درہم کشیدہ، پشت بام خام پوش گنبد کلان درین فصل از دو سہ جا چکیدہ بود، ومرمت شدہ در برشکال آیندہ تا چہ روے دہد، گنبد ہاے مسجد وجماعت خانہ نیز در موسم باران می چکد، ومرمت کردہ اند، بنایان مینمایند، کہ اگر فرش پشت بام مرتبۂ دوم را واکردہ ریختہ سازند، و بالاے ریختہ بارتفاع نیم گز تہ کاری شود، شاید پیش طاق وشاہ نشین وگنبد ہاے خرد باصلاح بیاید، ودر تدبیر گنبد کلان بعجز معترف اند۔ . . . .

این قسم عمارات عالی بنا را چشم زخمے رسید اگر پرتو التفات اقدس بر علاج ودفع آن افتاد بجا خواہد بود،

باغ ماہتاب را تمام آب گرفتہ بود، بنابران از صفا افتادہ عنقریب طراوت تازہ خواہد یافت، حوض مثمن وبنگلہ ہاے اطراف آن پاکیزہ ومصفا است" (۱۵۴/۶۳)

حالاتِ جنگ — اورنگ زیب کو جس طرح ان چیزون کے بیان کرنے مین کمال قدرت تھا اس سے کہین بڑھکر وہ جنگ کی تمام صورتون کو لکھنے مین ید طولی رکھتا تھا، قندھار کے دوسرے محاصرہ کے لیے جب وہ وہان پہنچتا ہے تو وہ وہان کے حالات اور مختلف افسرون کے فرائض کے متعلق مندرجۂ ذیل اطلاع شاہجہان کو دیتا ہے:-

"این فدوی اطراف قلعہ را بنظر احتیاط ملاحظہ نمودہ دانست کہ تا آب خندق بر نیاید، پیش رفت سپاہ ازینجانب نفعے نمی بخشد، ونقب زدن ممکن نیست، باد وتنخواہان درگاہ سلاطین پناہ درمیان آورد، وبعد از رد وبدل بسیار باتفاق خان سعادت نشان قرار یافت، کہ قاسم خان کہ بندہ کار طلب است، ومصالح خدمت با او بسعی فراوان بہ برآوردن آب خندق پرداز دو چون ظاہر بود کہ درین

صورت ہجوم بر سر مورچال بیشتر خواہد شد، تا زمانے کہ آب برآید معطل بودن مورچال خان سعادت نشان بوجہے ندارد، ان دستور وانی خبر در دامن کوہ قیتول جاے کہ سپہ سالار والی ایران سپہ بردہ بود، و خندق کم است، و آبے ندارد، و دیوار قلعہ آن طرف یکے پیش نیست، مورچال نماید، و رستم خان بہادر فیروز جنگ کہ خواہش بودن این خللے بسیار داشت میان سپہ ایشان بمورچال قاسم خان سرگرم کار باشد، و مہابت خان و راجروپ بطریق نخست جانب چہل زینہ تردد نمایند، و چون خال گذاشتن طرف دروازہ خضری نیز مناسب نبود راجہ جے سنگھ را بجانب سابق مقرر داشتہ، مورچال خان سعادت نشان بعہدہ نجابت خان با فواج التمش و مورچال قاسم خان بعہدہ نصیری خان با جمعے از سوار و پیادہ واگذاشت خان سعادت نشان در پیش بردن سیباہ و ساختن دمدمہ براے توپ اندازی اہتمام تمام دارند. . . . .

امید کہ حق تعالی جمیع بندہاے خدمت گذار را توفیق جان سپاری و جانفشانی رفیق ساختہ در پیشگاہ اقدس سرخ رو و سربلند گرداند، و مکنون خاطر اقدس بوجہ احسن بمنصۂ ظہور جلوہ کناد (۲/۴۶)

محاصرہ کے سلسلہ مین ایرانیون کے باروخانہ مین اتفاق سے آگ لگ جاتی ہے، اس سے جو نقصانات دشمن کو پہنچتے ہین، ان کو اس طرح بیان کرتا ہے:-

از تائیدات اقبال بے زوال بادشاہی، در درون قلعہ غریب سانحہ رو داد، تفصیلش آنکہ ظاہر آثار نابکار محمد ہاشم وزیر و شیخ علی مستوفی و نجف و آقا علی ضابطہ حاصل چہل لک و محمود بیگ ارباب قندہار و پیر بازار و میر علی بیگ جبہ خانہ باشی و جمعے دیگر را

فرستادہ بود، کہ انبار خانہ باروت راکہ در قلعۂ دامن کوہ است واکردہ بارو ت را بہ توپ
اندازان و تفنگچیان قسمت کنند و آنجماعت بانجا ہنوز، دست بکار بزدہ بودند، کہ قضا را
آتش تنباکو از دستِ شخصے کہ نزدیک بجوالہاے گوگرد، کہ در گوشۂ بارو ت خانہ بود،
تنباکو می کشید، در گوگرد افتاد، وتا آگاہ شدنِ مردم آتش بلند شد، درین اثنا گروہے
از محصنان بقصد فرونشاندنِ آتش ہجوم آوردہ، ہر چند سعی نمودہ ، فائدہ نہ کرد، وبارد
درگرفتہ صداے ہولناک برخواست، واکثر خانہاے شہر بلرزہ درآمدہ باروت خانہ
باعمارتے کہ متصلِ آن بود، بخاک تیرہ برابر گشت، وازانجا تا دروازۂ ماشوری کہ خیلے مسافت
است، خانہاے راستہ بازار، بعضے افتاد، و بعضے ترکیدہ پارچہاے سرب و سنگہاے
بنیادِ انبار خانہ کہ بہ ہوا رفتہ بود، باسپ و آدم رسیدہ بسیارے را مجروح ساخت،
وقریب یکصد و پنجاہ کس از سپاہی و سقہ وغیرہ در آتش سوختہ بباد فنا بر رفت، و از روشناسان
قلعہ کہ باینجا آمدہ بودند، جز محمد ہاشم وزیر کسے نجات تیافت، پسر علی بیگ مشرف بر
ہلاک و دیگران نیم سوختہ بہزار خواری بر بسترِ بیماری افتادہ جان می کنند، آرے از
قوتِ طالع اقبال مطالع اعلحضرت وقوعِ امثال این غرائب بعید نیست" (۳۲/۲)
ایک مرتبہ اسی قسم کے ایک حادثہ سے بعض ممتاز ایرانی افسر ہلاک ہوتے ہیں، انکی
موت کی اطلاع ان الفاظ مین دیتا ہے:-
"آنچہ از آثارِ اقبال بیہمال اعلحضرت بتازگی روے دادہ، کشتہ شدن میر عالم مخاطب
بر میر کلان ثانی است، کہ بیگ باشی وصاحب اہتمام برجِ نو دبرج خاکستر بود،
و در سلکِ مردم خوب والی ایران انتظام داشت، ویک یوزباشی کہ نامش معلوم نشد
وصورت قضیہ آنکہ روزے یکے از توپہاے کلان کہ ببرجہاے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انداختہ میشود وا شد

قضا را آن بدکیش فتنہ سرشت ویوزباشی، مذکور کہ در برج نونشستہ زرومی باختند ارسید

ہر دو را بخاک ہلاک انداختہ ایشان بہ باد فنا بر داد، کہ مقہوران قلعہ اعضائے آنہا را کہ بہوا

رفتہ پراگندہ شدہ بود، بہ تفحص بسیار بدست آوردہ در گو مذلت و ادبار فرو بردند و از نابود

بودن آن مفسد غریوے از نہاد مخذولان قلعہ برخواست، می گویند کہ او پسر میر کلان

خفاچہ است، کہ در عہد شاہ عباس اعتبارے وحالتے داشت، و در قلعہ بغداد مصدرے

تردوات شدہ بود، دعوی او خانہ دار از مردم معتبر شاہ طہماسپ بودہ" (۳۸)

اسی سلسلہ میں راجہ راجروپ سعد اللہ خان اور اورنگ زیب کا ذکر کرتا ہے، کہ اس نے ایک

ایسے راستے کا پتہ چلایا ہے، کہ اس کے ذریعہ بہت جلد قلعہ فتح کیا جا سکتا ہے، اورنگ زیب نے

ہر قسم کی امداد کا انتظام کر دیا، لیکن بعض لوگوں کی غلطی سے یہ شب خون ناکام رہا، اورنگ زیب

نے اس تمام واقعہ کو جس انشا پردازانہ مفصل طریقہ پر بیان کیا ہے، شاید ایک مورخ بھی اس سے

زیادہ نہیں لکھ سکتا تھا، اس کے علاوہ ادب کی چاشنی بھی کم نہیں ہوتی، اس کے الفاظ یہ ہیں:

"ہفتہ پیش ازین نزد دستور الوزرا رفتہ نمود کہ "راہے نظر مردم من در آمدہ کہ از آنجا بزودی

ارک قیتول را مسخر میتوان ساخت"، و ایشان خاطر خود را جمع کردہ این شخص را باین فدوی

مذکور نمودند، ہر چند نظر بہوشیاری و خبرداری قلعہ نشینان بغایت بعید نمود معقول

نمی شد، اما چون راجہ راجروپ جد تمام داشت، و مبالغہ می کرد، از ملاحظہ آنکہ مبادی

چون فرصت فوت شود، و ارادہ خود را بعرض اشرف رساند، تہاون درین باب سبب

عتاب بادشاہی گردد، برائے الزام حجت و دفع گفتگوے او مقرر شد، کہ در کمین بود

ہر گاہ قابو بیابد از روے فہمیدگی و پختگی پیش نہاد خویش بعمل آورد، مامکن در اخفاے

این راز کوشش میرفت، وجہت سرانجام این مطلب مصالح و کومک و آنچہ او خواست

سعادت نشان روبرو کرده تا آنکه شب یکشنبه که ساعت مختار او بود، دستور صائب رای
بحسب خواهش و التماس او باقی خان و راجه مدن سنگه و چتربهوج وغیره را که درین سمت
مورچال داشتند، و قریب هزار سوار از مردم انتخابی خود مقرر کرد، که شریک خدمت بوده کومک
نمایند، و خود برای کس همه جا و مکان مقرر ساخت، و به همین قرارداد در اوّل شب یکشنبه
مذکور راجه راجروپ جماعتی را براه مقرر فرستاده خود در کوه سنگها را پناه ساخته و در حجرها جا گرفته
خان سعادت نشان را خبر کرد، و باقی خان کا، طلب راجه مدن سنگه و چتربهوج
چوهان وغیره جمعیتها را همراه مردم وزیر بی‌نظیر بموجب قرارداد بجانب علی قابی فرستاد
نزد راجه راجروپ آمدند، این مرید نیز سه صد سوار چیده از ملازمان خود بهمراهی او تعین کرده
بود، درین اثنا میان راجه راجروپ و مظفر حسین گفتگو میشود، چون شب بود و مردم کومکی
بسیار جمع شده بودند، آوازها بلند گشت، و تا طلوع ماه که یک پهر شب مانده بود اثری
از فرستادهای راجه مذکور پیدا نشد، وقتی که چهار گهڑی از شب باقی مانده و خبر رسید که
مردم یک طرف متحصنان را بیدار یافته برگشتند، راجه راجروپ بندهای بادشاهی
را از کیفیت حال آگاه ساخته گفت که مراجعت نمایند، و خود تا آمدن مردمش که پیشتر رفته
بودند، همانجا توقف کرد و جمعی دیگر نیز از روی کارطلبی با او ماندند، قضارا درین ضمن کس
راجه مذبور نافهمیده باو خبر رسانید که جمعی از مردم او بالای کوه رفته بقلعه درآمده اند، و او از
خام کاری و سراسیمگی بران سخن بی‌بنیاد اعتماد کرده کرنا کشید، نقاره نواخت و بجان
رفیع مکان مژدهٔ فتح فرستاد، و مردم که مراجعت نموده بودند از آوازهٔ کرنا و نقاره باز
آمده حاضر شدند، و معلوم گشت که آن خبر اصلی نداشته مقارن این حال آفتاب پرده دری
آغاز کرده طالع گردید، و غنیم خبردار شده صحبت رنگ دیگر گرفت، متحصنان هجوم آورده گرسنه را

که بالاے کوه برآمده بودند، بیادِ تفنگ گرفته بر سَرِ راکشته وخسته ساختند، بالجمله ازان جا که
وقت مقتضی آن نبود که باز خواست این غفلت وخطاے عظیم از راجه راجروپ کرده اید
توبیخ وسرزنش باقی نموده، چون ازین سمت اورا یاس حاصل شد، نوعے که پیش ازین مقرر
گشته بود، این مرید اورا جانبِ مورچال خود آورد که شاید درینجا مصدر خدمتِ شایسته
گشته عرقِ انفعال از چهرهٔ حمیتِ خویش پاک سازد، وبآن وسیله از عتابِ بادشاهی
ایمن گردد» (ص ٦)

اس وقت تک ہم نے جتنی مثالین دی ہین ان سے اورنگ زیب کے کمالِ انشا کا ایک عام تخیل ذہن نشین ہوگیا ہوگا، یہ مثالین کسی خاص غور وفکر اور جستجو وتلاش کے بعد منتخب نہین کیگئی ہین، بلکہ صرف سرسری نظر کا نتیجہ ہین، اور بہت ممکن ہی کہ جو شخص نفسِ ادب وانشار کے لحاظ سے ان خطوط کا مطالعہ کرے گا، وہ ان خطوط مین اس سے بہتر مثالین پائیگا، دوسرے ان مثالون کے علاوہ بہت زیادہ مثالین بڑھائی جاسکتی ہین لیکن مقدمہ کی طوالت کے خوف سے ہم انکو نظر انداز کرتے ہین اور اس چیز کو پڑھنے والون کے ذوقِ سلیم پر چھوڑتے ہین، کہ یہ پورا مجموعہ ادب وانشا کے کمال کا حامل ہی، اور اس مختصر مقدمہ مین اسپر مفصل بحث ناممکن سی ہے،

دامانِ نگہ تنگ گلِ حسنِ تو بسیار
گلچین بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

(۳)

سیرتِ اورنگزیب کے مآخذ،

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہو، اس حقیقت سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا کہ اورنگ زیب کے صحیح حالات اور اس عہد کے اندرونی واقعات اور اُن کی تفصیل کیلئے خود اورنگ زیب اور اس کے دوسرے شرکاے کار کے خطوط سے بہتر کوئی دوسرا تاریخی مواد نہین ہو سکتا، لیکن بدقسمتی سے یہ خطوط اس وقت سے شروع ہوتے ہین جب اورنگ زیب کی عمر ۳۰ سے زیادہ ہو چکی تھی اُسکے علاوہ بہت سے ایسے واقعات بھی ہین، جنکا خطوط مین کوئی تذکرہ نہین ہو، اس لیے اسکے عہدِ شاہزادگی کے حالات کے لیے ہم کو مجبوراً دوسرے ماخذون کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑتا ہے، اس لیے اسکی سیرت کے ماخذون کا مختصر تذکرہ شاید اس جگہ بیجا نہ ہوگا،[1]

عہدِ جہانگیر

(۱) **تزک جہانگیری**، یہ اورنگ زیب کے دادا شہنشاہ نورالدین جہانگیر کی خود نوشتہ سوانح عمری کے نام سے مشہور ہے، لیکن ایسا کہنا ایک غیر فنی

---

[1] ماخذون کی تفصیل پر یون تو ہم نے خود پروفیسر عبداللہ چغتائی کے مضمون کے سلسلے مین جو روزنامہ انقلاب لاہور مین شائع ہوا تھا، ایک مضمون اسی روزنامہ مین لکھا تھا، لیکن اس کے علاوہ، اس سلسلہ مین جدو ناتھ سرکار کی تصنیف اورنگ زیب جلد دوم و سیوم اور مختلف کتبخانون کی فہرستین بھی ہمارے پیش نظر ہین اس کے ساتھ ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہین کہ اس فہرست کی تقریباً اکثر کتابین ہمنے جمع کر لی ہین اور جو چند رہ گئی ہین ان کے حصول کی عملی کوشش جاری ہے،

تعمیم ہے، آج سے تقریباً ۸۰ سال پہلے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے اپنی مطبوعات متعلقۂ ہند (Bibliotheca Indica) کے سلسلہ مین عہد جہانگیری کی دو تصانیف یعنی یہی تزک جو کم و بیش نصف درجن نامون سے موسوم ہے، اور دوسرے اقبالنامۂ جہانگیری کے شایع کرنے کا ارادہ کیا تھا، اور یہ خدمت کپتان لیس (Captain Lees) کے سپرد کی گئی تھی، لیکن سنہ ۱۸۶۵ء تک وہ اس کام کو شروع نہ کر سکے، اور اسی اثنا مین سنہ ۱۸۶۴ء مین سر سید نے علی گڈہ سے تزک کو اڈٹ کر کے شائع کر دیا، اس کے بعد سنہ ۱۸۶۵ء مین سوسائٹی مذکور نے اپنے ایک اجلاس مین اس مسئلہ پر از سر نو غور کرنا شروع کیا، اور اس مین تزک کے متعلق کپتان موصوف نے بہت سے مفید معلومات پیش کرتے ہوے بتایا، کہ یہ واقعہ بالکل غلط ہے، کہ وہ تزک جہانگیری جسے محمد ہادی نے محمد شاہی عہد مین مرتب کیا ہے، خود جہانگیر کی خود نوشتہ سوانح عمری ہے، بلکہ کم از کم ۱۲، اور زائد از زائد ۱۷ سال کے ابتدائی حالات تک اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہین، اس کے بعد اس نے یہ کام معتمد خان کے سپرد کیا، لیکن دو سال کے اندر ہی اندر یہ سلسلہ بھی ختم ہو گیا، موجودہ مطبوعہ تزک محمد ہادی کا مرتب کردہ نسخہ ہے، اس کے علاوہ ابتدائی حالات کے متعلق دو جداگانہ نسخے ہین، اور دونون مین اتنا اختلاف ہے کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے، اور محققین نے اس نسخہ کو جو اپنے جواہرات، حیوانات وغیرہ کے بیان مین مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے، نقلی قرار دیا ہے، سنہ ۱۲۹۱ھ مین جناب سید احمد علی صاحب رامپوری نے اسکا اردو ترجمہ کیا تھا، اور وہ مطبع نظامی کانپور سے شائع بھی ہوا تھا، سب سے پہلے سنہ ۱۷۸۶ء مین جیمس انڈرسن نے اس کی طرف توجہ دلائی، ایشیاٹک مسلینی (جلد ۲ ص ۷۱ اور ۷۲ مین اس کے بعض حصون کا ترجمہ شائع کیا، اس کے بعد فرنسس گلاڈون نے اپنی تاریخ ہندوستان کی جلد اول مین اس کے اقتباسات کا ترجمہ داخل کیا، نقلی نسخہ کا (جو پندرہ سال کے حالات پر مشتمل ہے) ترجمہ میجر ڈیوڈ پرائس نے کیا اور سنہ ۱۸۲۹ء مین وہ مجلس تراجم مشرقیہ

(Oriental Translation committee) کی طرف سے شائع کیا گیا، ہمارے پیش نظر سر سید کے شائع کردہ نسخہ کا وہ اڈیشن ہے، جو نولکشور پریس نے چھاپا ہے[1]،

۲- **اقبال نامۂ جہانگیری**، اس کا مصنف محمد شریف المخاطب بہ معتمد خان (المتوفی ۱۰۴۹ھ) ہے، یہ وہی معتمد خان ہے، جسے جہانگیر نے اپنی حکومت کے سترہوین سال تزک کے سلسلہ کو قائم رکھنے پر مقرر کیا تھا، اس کی یہ تاریخ تین حصّون پر ہے جلد اوّل مین تیمور سے ہمایون تک کے حالات ہین، جلد دوم مین اکبر کے اور سوم مین عہدِ جہانگیر ہے، اوّل الذکر دو جلدین بہت نایاب ہین، البتہ تیسری جلد کو ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے ۱۸۶۵ء مین شائع کیا، اور اس کا دوسرا اڈیشن ۱۲۸۶ء مین لکھنؤ سے بھی شائع ہوا، اس جلد کا انگریزی خلاصہ برطانوی متحفہ مین موجود ہے،

۳- **مآثر جہانگیری**، کامگار حسینی المخاطب بہ غیرت خان (المتوفی ۱۰۵۰ھ) نے جہانگیر کے ابتدائی حالات سے اس کی موت تک کے حالات لکھے ہین،

۴- **مجالس السلاطین** مصنفہ محمد شریف حنفی، الیٹ نے اپنی تاریخ (جلد ۶ ص ۱۳۴) مین عہدِ جہانگیر کی اس نام کی ایک تاریخ کا بھی تذکرہ کیا ہے، یہ کتاب غزنویون سے شروع ہو کر جہانگیر کی وفات تک کے حالات پر مشتمل ہے،

عہدِ شاہجہان، | ۵- **اقبال نامہ** مصنفہ معتمد خان، اس کتاب مین شاہجہان کے عہدِ شاہزادگی کے مفصل حالات (پیدائش سے لیکر تخت نشینی تک) لکھے گئے ہین، اس وقت تک اسکے صرف دو نسخے میری نظر سے گذرے ہین، ایک نسخہ وہ ہے، جو خدا بخش خان کے کتب خانہ کی کتاب نمبر ۵۶۵ شاہجہان نامہ کے ابتدائی حصہ مین مشتمل ہے، اور فہرست نگار نے اسے اس مجموعہ کا حصہ اول قرار دیا ہے، اور دوسرا نسخہ کلکتہ کی امپیریل لائبریری کے اسلامی حصہ مین جو

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو فہرست کتب خانہ پٹنہ ص ۴۶ ۵ اور الیٹ جلد ۶ ص ۲۵۱

بوہار لائبریری کے نام سے موسوم ہے، موجود ہے، اور وہاں اسکا نام، احوال شاہزادگی شاہجہان ہے، ریونے اپنے ضمیمہ مین بھی اس کے ایک نسخہ کا تذکرہ کیا ہے، بوہار لائبریری کی فارسی کتابون کے اوّلین فہرست نگار جناب میر حسین عظیم آبادی نے جو کچھ دنون تک ادیب الہ آباد کے اڈیٹر بھی تھے، اس کو اڈٹ بھی کیا تھا، لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی، اور اس اہم کتاب کا مسودہ ان کے ایک عزیز کے پاس موجود ہے،

۶- **بادشاہ نامہ**، مصنفہ محمد امین بن ابو الحسن قسزوینی، مرزا امین یا امینا شاہجہانی حکومت کے پانچوین سال ہندوستان آیا، اور منشیون کے زمرہ مین دربار مین داخل ہوا، آٹھوین سال اُسنے بندیلون سے لڑائی کے حالات لکھ کر شاہجہان کی خدمت مین پیش کئے، بادشاہ کو اس کا طرزِ بیان پسند آیا، اور اس نے اسی سال مرزا کو سرکاری تاریخ لکھنے پر مامور کر دیا، چنانچہ اس کی تاریخ شاہجہان کے ابتدائی حالات سے لیکر اس کی حکومت کے اوّلین دس سال کے واقعات پر مشتمل ہے، یہ تین حصّون پر منقسم ہے، (۱) مقدّمہ، (۲) مقالہ اور (۳) خاتمہ، اگرچہ اس کا یہ بھی بیان ہے کہ اسے بادشاہ نے دوسرے دس سال کی تاریخ لکھنے کو بھی کہا تھا، لیکن شاید اس حکم نے کبھی بھی عملی صورت اختیار نہین کی،

۷- **بادشاہ نامہ**، مصنفہ عبد الحمید لاہوری (المتوفی ۱۰۶۵ھ / ۱۶۵۵ء) یہ شاہجہان کی حکومت کے ابتدائی بست سالہ (۱۰۳۷ تا ۱۰۵۷ھ / ۱۶۲۷-۱۶۴۷ء) حالات کی تاریخ ہے، صاحب عمل صالح کا بیان ہے، کہ وہ ابو الفضل کا شاگرد تھا، بادشاہ نے اسے تتہ (یا پٹنہ) سے بلوا کر اس کام پر مامور کیا، یہ تاریخ دو ضخیم جلدون مین ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی طرف سے شائع ہو چکی ہے، جلد اوّل ۱۸۶۷ء اور جلد دوم ۱۸۶۸ء مین طبع ہوئی ہے،

۸- **بادشاہ نامہ**، مصنفہ محمد وارث (المقتول ۱۰۹۱ھ / ۱۶۸۰ء) ہمارا مصنف عبد الحمید لاہوری

کا شاگرد رہے، ابتدا اس کی تاریخ کی اصلاح علامہ سعد اللہ خان کے ذمہ تھی لیکن اسکی موت کے بعد یہ کام عطار الملک تونی المخاطب بہ فاضل خان کے سپرد ہوا اس مین شاہجہان کے ۲۱ سے ۳۰ سال تک کے حالات ہین،

۹۔ **عمل صالح** مصنفہ محمد صالح کنبو لاہوری، یہ شاہجہان کی پیدائش سے لیکر قید و وفات کے حالات پر مشتمل ہے، اور اس کے ۳۱ سال سے لیکر موت تک کے اہم ترین واقعات کیلئے ایک ایسا بیان ہے، جو شاہجہانی نقطۂ خیال سے لکھا گیا ہے، اور اس لیے یہ کتاب خاص اہمیت رکھتی ہے، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال اس کو بھی شائع کر رہی ہو،

ان سرکاری تاریخون کے علاوہ عہد شاہجہان کی مندرجہ ذیل اور تاریخین بھی ہین، لیکن ان مین کوئی نئی بات مشکل ہی سے ملتی ہے، اس لیے تاریخی حیثیت سے ان کو کوئی ایسی زیادہ اہمیت حاصل نہین ہے، لیکن پھر بھی عام واقفیت کے لیے ہم ان کا حال بھی مختصراً لکھ دیتے ہین[1]

۱۰۔ **ملخص**، مرتبہ محمد ظاہر آشنا، المخاطب بہ عنایت خان، یہ تاریخ دراصل ہر سہ بادشاہ نامہ (قزوینی، عبد الحمید اور وارث) کی تلخیص ہے، اور اسی لیے اس کا نام ملخص رکھا ہے، بوہار لائبریری مین صرف وارث کی تاریخ کا خلاصہ ہے اور وہان اسکا نام **قرینہ شاہجہان بادشاہ** لکھا ہے؛

۱۱۔ **شاہجہان نامہ**، یا تاریخ شاہجہانی مصنفہ منشی محمد صادق المخاطب بہ صادق خان یہ کتاب مکمل صورت مین شاہجہان کے تخت نشین ہونیکے وقت سے اورنگ زیب کی وفات تک کے حالات پر مشتمل ہو لیکن جیسا کہ ہمنے معارف کے دو نمبرون مین اس کتاب پر تنقید کرتے ہوے بتایا ہو، یہ خافی خان کا چربہ معلوم ہوتا ہو، البتہ

[1] مآثر الامرا ر کا حکیم صادق کے متعلق بیان ہو کہ چندے در نگارش مآثر صاحبقران ثانی قلم بیانی را جولانی نمودہ چون دیگر منشیان سخندان بدان کار پرداختند او دست کشید، جلد اول صفحہ ۵۰۹ م لیکن اس تصنیف کا کہین بھی پتہ نہین ہے۔

یہ معلوم کرنا وقت طلب ہے کہ آیا صادق خان سے خافی خان نے چرایا، یا خافی خان سے صادق خان نے، اگرچہ مصنف اپنے کو اکثر اہم واقعات کے وقت موجود بتاتا ہے لیکن اسکا بیان حقیقت سے بہت دور ہے[1]،

۱۲۔ **شاہجہان نامہ**، مصنفہ مرزا جلال طباطبائی، اصفہانی، میرزا ۱۰۴۶ھ میں ہندوستان آئے، دربار تک رسائی ہوئی، اور وہاں تاریخ لکھنے پر مامور ہوئے، چند سال کی تاریخ لکھنے پائے تھے کہ اغیار کی سازش نے ان کی تاریخ نویسی کا خاتمہ کر دیا، پانچوین سال سے آٹھوین سال تک کے حالات والا نسخہ اکثر مل جاتا ہے۔ اس کتاب کے علاوہ میرزا کی دو اور کتابین ہین، ان مین سے ایک شاہجہان کی فتح کانگڑہ کے متعلق ہے، یہ فتح شاہجہان نے عہد شاہزادگی ہی مین حاصل کی تھی میرزا نے چھ مختلف طریقون سے اس فتح کو بلیغ طریقہ سے بیان کیا ہے، اس کا ایک نسخہ (نمبر ۱۵۳) کتبخانہ آصفیہ مین ہے،

۱۳۔ **شاہجہان نامہ**، مصنفہ علامہ الملک تونی المخاطب بہ فاضل خان (المتوفی ۱۰۷۵ھ) اس وقت تک جتنی تاریخون کا ذکر کیا گیا، وہ نثر مین تھین، لیکن عہد شاہجہان مین نظم مین بھی بعض نامکمل سرکاری وغیر سرکاری تاریخین لکھی گئی ہین ان مین قابل ذکر یہ ہین،

۱۴۔ **ظفر نامۂ شاہجہانی**، مصنفہ حاجی محمد جان قدسی (المتوفی ۱۰۵۶ھ) عہد شاہجہان مین ہندوستان آیا، عبداللہ فیروز جنگ کی معرفت دربار تک رسائی حاصل کی اور وہان کے شعرا مین ممتاز رہا، اسی زمانہ مین اس نے شاہجہان کی پیدائش سے اپنے عہد تک کے حالات نظم کرنے شروع کیے لیکن شاید مکمل نہ کر سکا، کہ اس مین صرف ۱۰۴۳ھ تک کے واقعات ہین،

۱۵۔ **پادشاہ نامہ**، مصنفہ ابوطالب کلیم (المتوفی ۱۰۶۲ھ) کلیم ہمدان کا رہنے والا تھا، ہندوستان آکر پہلے میر جملہ روح الامین سے ملا، پھر شاہی دربار تک پہنچا، اور اس کے بعد شاہی

[1] اس کتاب کے مفصل حالات کے لیے دیکھو معارف جلد ۲۲ نمبر ۳ و ۴،

منظوم تاریخ کے لکھنے پر مامور رہوا، اطمینان ویکسوئی کے لیے، اسے کشمیر بھیجدیا گیا، لیکن وہان جاکر اس کا انتقال ہو گیا، اوراس کا بادشاہ نامہ ۵ مختلف نامکمل حصوّن مین اب تک موجود ہے، اس مین ۱۰۴۶ھ-۱۶۳۶ء تک کے حالات ہین، اس کے علاوہ اس کے کلیات مین متعدد تاریخی واقعات سے متعلق مختلف تاریخی قطعات بھی ہین، جو تاریخ کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتے ہین، اس کے پادشاہ نامہ کا نام شہنشاہ نامہ بھی ہو،

۱۶- **پادشاہ نامہ**، مصنفہ میر محمد یحییٰ کاشی (المتوفی ۱۰۶۳ھ-۱۶۵۲ء) یحییٰ شاہجہان کے عہد مین ہندوستان آکر دربار مین داخل ہوا، اس نے شاہجہان اور دارا شکوہ کے نام بہت سے قصیدے بھی لکھے ہین، افسوس کہ وہ بھی اپنا بادشاہ نامہ مکمل نکرسکا، اور وہ بھی نامکمل صورت مین ہم تک پہنچا ہے،

۱۷- **لطائف الاخبار**، مصنفہ رشید خان المخاطب بہ بدیع الزمان، اورنگ زیب کو جب قندھار کے دوسرے محاصرہ سے واپس بلالیا گیا، تو تیسری مرتبہ دارا شکوہ اس کام پر مقرر کیا گیا، مصنف نے اس کو قندھار کے متعلق ابتدائی کوششون کے مختصر سرسری بیان سے شروع کیا ہے، اوراس کے بعد دارا شکوہ کے ماتحت محاصرہ کے مفصل حالات اس کے ملتان کی واپسی تک لکھے ہین، اسکا مصنف محاصرہ کا چشم دید گواہ تھا،

عہد عالمگیر | ۱۸- **عالمگیر نامہ**، مصنفہ منشی مرزا محمد کاظم، یہ تاریخ اورنگ زیب کے حکم سے لکھی گئی، اسمین جنگ برادرانہ کی ابتدا سے حکومت کے ابتدائی دس سال کے حالات "سرکاری زبان" مین مفصل طریقہ سے بیان کئے گیے ہین، یہ کتاب ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی طرف سے شائع بھی ہوچکی ہو،

۱۹- **مآثر عالمگیری**، مصنفہ محمد ساقی مستعد خان، یہ اورنگ زیب کے پنجاہ سالہ عہد حکومت کی مجمل لیکن جامع تاریخ ہے، یہ اورنگ زیب کی وفات کے بعد سرکاری کاغذات سے مرتب

کی گئی ہے، یہ بھی چھپ گئی ہے،

۲۰۔ **ظفر نامۂ عالمگیری**، مصنفہ عاقل خان رازی، میرزا عسکری المخاطب بہ عاقل خان عہد اورنگ زیب کا مشہور امیر تھا، وہ شہزادگی کے عہد سے ہی اورنگ زیب کے پاس رہا ہے، اس کی یہ تاریخ خانہ جنگی کے حالات کے لیے بہت مفید ہے، وہ اپنی تاریخ کو جنگ بیجاپور سے شروع کر کے میر جملہ کی وفات پر ختم کر دیتا ہے، اس کتاب کے متعدد نام ہین، اور بعض لوگون نے تو اسے غلطی سے امیر یا میر خان کابلی کی تصنیف بھی بتا دی ہے،

۲۱۔ **تاریخ جنگ برادران**، مصنفہ محمد صادق انبالوی، یہ کتاب دراصل آداب عالمگیری کا ایک حصہ ہے، اس مین اورنگ زیب اور اس کے بھائیون کی خانہ جنگی کے حالات درج ہین، اور اگرچہ یہ تمام تر عالمگیر نامہ اور عمل صالح کی نقل ہے کہ صفحون کے صفحے اس سے بلفظ بلفظ لئے گیے ہین، پھر بھی مصنف نے اس مین بعض ایسے اضافے کیے ہین، جو اہم ہین،

۲۲۔ **تاریخ شاہ شجاعی**، مصنفہ میر محمد معصوم، اس کا مصنف اورنگ زیب کے دوسرے بھائی شاہزادہ شجاع کا پرانا ملازم تھا، اور اس نے ۱۰۷۰ھ؁ مین مالدہ مین یہ کتاب لکھی ہے، وہ شجاع کا حامی تھا، اس کے علاوہ اس کا سالہ محمد سعید شہزادہ سپہر شکوہ کے یہان بخشی تھا، اور اس کے بعد وہ اورنگ زیب کے بڑے لڑکے شہزادہ محمد سلطان کی ملازمت مین داخل ہو گیا تھا، یہ تاریخ شاہزادہ شجاع کے نقطۂ نظر کو جاننے کے لیے بہترین ذریعہ ہے،

۲۳۔ **فتحیہ عبریہ**، مصنفہ شہاب الدین طالش، یہ کتاب میر جملہ کے فتوحات کوچ بہار اور آسام کے حالات پر مشتمل ہے، اس کتاب کا ایک اضافہ جو میر جملہ کی وفات سے شایستہ خان کے فتح چاٹگام تک کے حالات پر مشتمل ہے، بوڈلین لائبریری مین ہے، پروفیسر سر جدوناتھ نے چار نسخون کی مدد سے اس کو مرتب اور اسکا انگریزی ترجمہ کیا ہے،

۲۴۔ **نسخۂ دلکشا**، مصنفہ بھیم سین کایستھ، ہمارا مصنف دیوانِ دکن دیانت رائے کا بھائی تھا، وہ بندیلہ راجہ دلپت راؤ کا ملازم تھا، اس نے دہلی سے راس کماری تک سفر بھی کیا ہے، اور اس کی تاریخ دکن کے حالات کے لیے ازبس ضروری اور پُراز معلومات ہے، اس کے دُو نسخے ہین، ایک کتبخانہ دفتر وزیر ہند مین، اور دوسرا برطانوی متحفہ مین، مؤخرالذکر مکمل ہے؛

۲۵۔ **فتوحات عالمگیری**، مصنفہ ایسر (یا ایسری) داس ناگر ساکن پٹن، وہ پہلے قاضی عبدالوہاب کے صاحبزادے شیخ الاسلام کا ملازم تھا، اور پھر گجرات کے صوبہ مین ضلع جودھپور کا حاکم مقرر ہوا تھا، راجپوتانہ اور مالوہ کے حالات کیلئے اسکا بیان اہم ترین ہے، اس مین ۱۶۵۷ء سے ۱۶۹۵ء تک کے حالات ہین،

۲۶۔ **اورنگ نامہ**، مصنفہ گردیزی، یہ تاریخ منظوم ہے، اور برادرانہ جنگ کے حالات پر مشتمل ہے، اسکا بیان تاریخِ شاہ شجاع کے بیان سے بہت ملتا جلتا ہے، اور چونکہ یہ کتاب سرکاری اثرات سے آزاد ہو کر لکھی گئی ہے، اس لیے اس کے بیان کردہ واقعات کی صحت مین بہت کم شبہ کیا جا سکتا ہے،

۲۷، **آشوبِ ہند**، مصنفہ بہشتی یہ بھی برادرانہ جنگ، عموماً اور مراد کے حالات مین خصوصاً منظوم تاریخ ہے، اس کا مصنف مراد کا ملازم تھا، اور اس نے اپنے آقا کی حمایت اور موافقت مین یہ تاریخ لکھی ہے، یہ کتاب چھپ بھی گئی ہے،

۲۸۔ **تاریخ شیواجی**، مصنف لامعلوم، یہ تاریخ کسی مرہٹی کتاب کا ترجمہ معلوم ہوتی ہے، اس مین مرہٹہ قوت کی ابتدا سے سنبا جی کی تخت نشینی تک کے حالات ہین، اس کی خاص اہمیت یہ ہے، کہ اسکے ذریعہ ہم کو مرہٹون کے نقطۂ خیال کا پتہ چلتا ہے، سرجدوناتھ سرکار نے ۱۹۰۷ء کے ماڈرن ریویو کلکتہ مین اسکا ترجمہ بھی شائع کر دیا ہے،

۲۹- **خلاصۃ التواریخ** مصنفہ سجان رائے ساکن پٹیالہ، یہ ہندوستان کی مکمل تاریخ ہے، جو ابتدا سے لیکر اورنگ زیب کی تخت نشینی تک کے حالات پر مشتمل ہے، یہ کتاب ۱۱۰۷ھ ۱۶۹۵ء مین دو سال کے عرصہ مین ختم ہوئی ہے، اس کتاب کو خانصاحب جناب سید ظفر حسن صاحب (محکمہ اثریات ہند) نے اڈٹ کر کے شایع بھی کر دیا ہے،

۳۰- **لب التواریخ** مصنفہ رائے بندرابن ولد رائے بھارامل، ہمارے مصنف کا باپ شاہجہانی حکومت کے بیسوین سال رائے کے خطاب سے سرفراز اور دارا شکوہ کا دیوان مقرر ہوا، لیکن ۲ سال کے بعد ہی مرگیا، بندرابن کو اورنگ زیب نے بھی خطاب دیا، اس مین شہاب الدین غوری سے لیکر ۱۱۰۱ھ تک کے حالات ہین، اس کا دوسرا نام لب التواریخ ہند ہے،

۳۱- **منتخب التواریخ** مصنفہ جگجیون داس ولد منوہر داس گجراتی، اس کا مصنف ۱۱۰۵ھ مین سرکاری ہرکارہ مقرر ہوا، اور جیسا کہ اسکا بیان ہے کہ اس نے اسی وقت سے اہم واقعات کی یادداشت رکھنا شروع کی، تا آنکہ بہادر شاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد اس کو ہندوستان کی ایک مکمل تاریخ لکھنے کا خیال پیدا ہوا، اور اسی خیال نے اس کتاب کی صورت مین عملی جامہ پہنا، اس کتاب کی اصلی اہمیت اس کا وہ آخری باب ہے، جس مین اس نے ہندستان کے صوبون کے ان حالات کو دیا ہے، جو بہادر شاہ کے حکم سے جمع کیے گئے تھے، ورنہ کتاب تو بندرابن کی تاریخ لب التواریخ کا چربہ معلوم ہوتی ہے،

۳۲- **زینۃ التواریخ** مصنفہ عزیز اللہ، یہ ایک عام تاریخ ہے، جسمین ہندوستان کی حکومتون کے حالات بھی ہین، اور یہ حالات ابتدا سے لیکر فرخ سیر تک کے زمانہ پر مشتمل ہین، اس کی کوئی خاص اہمیت نہین ہے،

خلاصہ عالمگیر نامہ ملخصہ حاتم خان، یہ اورنگ زیب کے ابتدائی دہ سالہ کارگزاری

تاریخِ عالمگیر نامہ کا خلاصہ ہے،

۳۴۔ مراۃ العالم یا مراۃ جہان نما، عموماً اس کی تصنیف کا سہرا بختاور خان کے سر باندھا جاتا ہے، لیکن یہ طے نہ ہوسکا، کہ اسکا حقیقی مصنف کون ہے، البتہ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اسے پہلے محمد بقا نے لکھا، اور پھر اس مسودہ کو اس کے بھانجے محمد شفیع اور چھوٹے بھائی محمد رضا نے الگ الگ مکمل کیا، اس لیے دونوں نسخوں میں کہیں کہیں اختلافِ بیان ہے، اورنگ زیب کے متعلق اسمین جو حالات ہین، وہ خلاصۂ عالمگیر نامہ کی طرح ایک بڑی حد تک عالمگیر نامہ ہی سے ماخوذ ہین،

۳۵۔ تذکرۃ السلاطین چغتائی، مصنفہ محمد ہادی کامور خان، یہ تاریخ تیموری خاندان کی تاریخ ہے، دو حصون مین تقسیم ہے، تیمور سے لیکر محمد شاہ کے چھٹے سال تک کے حالات پر مشتمل ہے، ابتدا مین ترکون اور مغلون کا بھی مختصر تذکرہ ہے،

۳۶۔ منتخب اللباب، مصنفہ محمد ہاشم خافی خان، یہ تاریخ بابر سے لیکر محمد شاہ بادشاہ کے چودھوین سال تک کی تاریخ ہے، اور اسے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے دو جلدون مین شایع بھی کر دیا ہے، یہ کتاب بہت مشہور و عام ہے،

تذکرے | ۳۷۔ مآثر الامرا، مصنفہ شاہ نواز خان شہید خوافی اورنگ آبادی، یہ تیموری امرا کا سب سے بڑا تذکرہ ہے، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے اسے تین جلدون مین شائع بھی کر دیا ہے،

۳۸۔ تذکرۃ الامرا، مصنفہ کیول رام ولد رگھوناتھ داس اگروال، یہ بھی اکبر سے لیکر بہادر شاہ کے زمانہ تک کے امرا کے حالات مین ہے، اس مین دو سو سے زیادہ کے تمام منصب داروں کا تذکرہ ہے، اور ہندو راجاؤن اور امیرون کے حالات کے لیے خاص اہمیت رکھتا ہے،

۳۹۔ فرحت الناظرین، مصنفہ محمد اسلم بن محمد حفیظ اللہ پسروری اگرچہ یہ ایک عام تاریخ ہے

لیکن اس کے آخر مین علما، شعراء وغیرہ کے تذکرے بہت مفید ہین اور نٹیل کالج میگزین (لاہور) کے دو نمبرون مین عہد اورنگ زیب کے فضلا، علما اور شعراء کے حالات اس مین سے شائع کئے گئے ہیں،

۴۰۔ **مآثر الکرام**، مصنفہ غلام علی آزاد بلگرامی، یہ کتاب حیدرآباد سے دو جلدون مین شایع بھی ہو چکی ہے،

۴۱۔ **زبدۃ المقامات**، یہ کتاب حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی، فاروقی سرہندی نقشبندی اور ان کے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ کے حالات، کرامات، اور تعلیمات پر مبنی ہے، مصنف کا نام معلوم نہین، ایک تصوف دوست ہندو بزرگ نے اسے شائع بھی کر دیا ہے،

۴۲۔ **سفینۃ الاولیا**، مصنفہ شہزادہ داراشکوہ، یہ ابتداے عہد اسلام سے عہد شاہجہان تک کے صوفیاے کرام کے روشن حالات کا منور تذکرہ ہے،

۴۳۔ **سکینۃ الاولیا**، اس کتاب مین شہزادہ داراشکوہ نے اپنے پیر ملا شاہ کے مرشد حضرت میان میر لاہوری کے حالات قلم بند کیے ہین،

۴۴۔ **مخبر الواصلین**، مصنفہ محمد فاضل سید احمد اکبرآبادی، یہ بھی بزرگوں کی وفات وغیرہ کے متعلق تاریخی قطعات کا مجموعہ ہے،

۴۵۔ **بحر زخار**، مصنفہ وجیہ الدین اشرف، اس مین صوفیاے اسلام کے عموماً اور ہندوستان کے خصوصاً حالات درج ہین، یہ تذکرہ لکھنؤ مین ۱۲۰۳ھ مین لکھا گیا،

۴۶۔ **خزینۃ الاصفیا**، مصنفہ غلام سرور بن غلام محمد لاہوری، یہ تذکرہ چھپ گیا ہے، اور بہت مشہور ہے،

۴۷۔ **مفتاح التواریخ**، مرتبہ مسٹر تامس ولیم بیل صاحب اسمین اسلامی تاریخ کے تمام اہم واقعات کی تاریخین درج ہین، اس کے علاوہ عمارتون وغیرہ کے متعلق تاریخی قطعات دیے گئے ہین،

۴۸- **طبقات شاہجہانی**، اس مین شاہجہان بادشاہ کے عہد تک کے امراء کے حالات ہین، اس کے مصنف کا نام محمد صادق ہے،

۴۹- **تذکرۂ علماے ہند**، مصنفہ جناب مولوی رحمان علی مرحوم،

۵۰- **حدائق الحنفیہ**، مصنفہ مولوی فقیر محمد صاحب مرحوم،

۵۱- **مخزن الغرائب**، مرتبہ احمد علی سندیلوی،

خطوط | جیسا کہ مکاتیب اورنگ زیب کے سلسلہ مین ہم بتا چکے ہین، اورنگ زیب کے خطوط پانچ قسم کے مجموعون مین پاے جاتے ہین،

(۱) ان خطوط کے مکمل مجموعے (۲) ان مجموعون کے انتخابات (۳) دو نامکمل مجموعے جو ابتدائی مجموعون کے خطوط سے علیحدہ ہین (۴) احکام یعنی وہ عبارتین جو مختلف عرائض پر لکھی گئی ہین، (۵) ایسے خطوط جو تاریخی کتابون، خطوط کے مجموعون اور مختلف اشخاص کی ملکیت مین ملتے ہین، اب ہم ہر قسم کے خطوط کے مجموعون پر علیحدہ علیحدہ کچھ کہنا چاہتے ہین،

(۱) اس سلسلہ مین جو کتاب سب سے پہلے ہمارے سامنے آتی ہے، وہ آداب عالمگیری ہے،

۵۲- **آداب عالمگیری**، کے متعلق ہم مکاتیب کے سلسلہ مین بہت کچھ لکھ آئے ہین اور یہان پر اس مین کچھ زیادہ اضافہ نہین کرنا چاہتے،

۵۳- **احکام عالمگیری**، یہ مجموعہ اورنگ زیب کے آخری منشی عنایت اللہ خان کا ترتیب دادہ ہے، اگرچہ یہ خطوط مکمل صورت مین نہین ہین، کیونکہ یہ وہ عبارتین معلوم ہوتی ہین جو اورنگ زیب نے خطوط مین شامل کرنے کے لیے بتائی ہین، لیکن وہ اتنی مجمل بھی نہین ہین کہ ان کے کچھ معنی سمجھ مین نہ آئین، اس کے علاوہ مکتوب الیہم کے نام بھی دیئے ہوئے ہین، یہ اورنگ زیب کے آخری دور کے خطوط ہین، اس مجموعے کے اس وقت تک صرف دو نسخون کا

پتہ چلا ہے، ان مین سے ایک ریاست رامپور کے کتب خانہ مین ہے اور دوسرا خدا بخش خان کے کتب خانہ مین، اسکا ایک نامکمل نسخہ مدرسہ محمدیہ آگرہ مین بھی ہے،

۵۴۔ **کلمات طیبات**، یہ مجموعہ بھی اورنگ زیب کے منشی عنایت اللہ خان کا مرتب کیا ہوا ہے، اسکی عبارتین بہت مجمل ہین، اور اسمین مکتوب الیہم کے نام بھی نہین ہین، یہ احکام کی طرح کمیاب اور نادر نہین ہے، ہندوستان مین بھی اس کے متعدد نسخے ہین،

(۲) اس سلسلہ مین بھی متعدد مجموعے ہین،

۵۵۔ **رقائم کرائم**، اس مجموعہ کو سید اشرف خان میر محمد حسینی نے مرتب کیا ہے، اسمین زیادہ تر وہ خطوط ہین، جو اورنگ زیب نے جامع کے باپ میر عبدالکریم کو لکھے تھے، اس کے کئی نسخے میری نظر سے گذرے ہین، اور ان مین کچھ اختلاف بھی موجود ہے،

۵۶۔ **دستور العمل آگہی**، یہ مجموعہ راجہ سیواے جے سنگھ والی جے پور کے دیوان راجہ ایال کی فرمایش سے ترتیب دیا گیا ہے، اس مین اورنگ زیب کے لڑکون، اور افسرون کے علاوہ شاہجہان وغیرہ کے نام کے بھی بعض خطوط ہین،

۵۷۔ **رموز و اشارات عالمگیری**، یہ مجموعہ بھی دیوان مذکور ہی کی فرمایش سے لکھا گیا ہے، لیکن اسمین شاہجہان وغیرہ کے نام کے خطوط نہین ہین،

۵۸۔ **رقعات عالمگیری**، یہ وہ مجموعہ ہے، جو عام طور سے بازار مین ملتا ہے، وہ نمبر ۵۳ و نمبر ۵۴ سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے، اس وقت تک اسکے چار انگریزی ترجمے شائع ہو چکے ہین، اور اب اردو مین بھی اسکا ترجمہ ہو گیا ہے،

ایسے مجموعے بکثرت دستیاب ہوتے ہین، لیکن یہ عجیب بات ہے، کہ کوئی ایک نسخہ بھی دوسرے نسخہ سے مکمل طور سے نہین ملتا، بلکہ بعض اوقات تو عبارتون مین نہ صرف کمی اور زیادتی ہوتی ہے

بلکہ دوسری عبارتین ہی ملتی ہین، چنانچہ اس وقت ہمارے پاس، دفتر وزیر ہند، متحفہ برطانیہ، دوسرے اور کتب خانون اور متعدد بزرگون کے ہر کتاب کے تقریباً درجن درجن بھر نسخے ہین، لیکن ان مین ایک بھی مکمل طور سے دوسرے سے نہین ملتا،

(۳) اس قسم کے ہمارے پاس دو مجموعے ہین،

۵۹، **کلماتِ اورنگ زیب**، یہ اورنگ زیب کے آخری عہد کے نامکمل خطوط ہین، یہ مجموعہ دفتر وزیر ہند کے کتب خانہ مین ہی،

۶۰، **کلمات طیبات**، اگرچہ اس مجموعہ کا دیباچہ مذکورہ کلمات طیبات ہی والا دیباچہ ہے لیکن اصل کتاب بالکل اس سے جداگانہ ہے، اس مجموعہ کا دوسرا نام کلماتِ اورنگزیب بھی ہے اور اوّل الذکر کلماتِ اورنگ زیب کے کچھ حصے اس سے ملتے ہین،

(۴) اس حصہ مین ہم کو اب تک صرف دو چیزین ملی ہین،

۶۱، **احکام عالمگیری**، اس مین اورنگ زیب کی زندگی سے متعلق بہت کچھ وہ حالات ہین، جو عام تاریخون مین تقریباً نہین ہین، اور اس کے ساتھ ہی اس کے وہ احکام ہین، جو اس نے عریضون پر لکھائے ہین، اس مجموعہ کو استاذ محترم مسٹر جدو ناتھ سرکار نے ترجمہ کے ساتھ اڈٹ کرکے شائع کیا ہی،

۶۲، **اشاراتِ عالمگیری**، اس مین بھی اورنگ زیب کے احکام ہین، چند صفحات کا چھوٹا سا مجموعہ ہے،

(۵) اس قسم مین مندرجہ ذیل مجموعون سے خطوط و فرامین ملے ہین،

۶۳، کتاب نمبر ۴۸۶، یہ فرانس کے قومی کتب خانہ مین ہے، اور اس مین صفحہ ۱ب سے ۱۳الف تک اورنگ زیب کے وہ خطوط ہین، جو اس نے راجہ جے سنگھ کو لکھے ہین،

۶۴۔ **مکاتیب ریاست جے پور**، ریاست جے پور میں شاہی مکاتیب کا بہت اچھا ذخیرہ ہے، اور اورنگ زیب نے اس خاندان کے لوگوں کو جو خطوط لکھے ہیں، وہ سب محفوظ ہیں، اورنگ زیب کے علاوہ دارا، مراد، شاہجہان وغیرہ نے بھی جو خطوط لکھے تھے، وہ بھی اس دربار میں موجود ہیں، ٹاڈ نے ان کی نقلیں حاصل کی تھیں اور اب سر سرکار نے بھی ان کی نقلیں حاصل کر لی ہیں،

۶۵۔ **فرامین برلن**، یہ وہ فرامین ہیں، جنکا ترجمہ سر جدو ناتھ سرکار نے اپنی کتاب ہسٹری اورنگزیب میں دیا تھا، یہ فرامین مرآۃ احمدی میں بھی ہیں،

۶۶۔ **مراۃ احمدی**، یوں تو مرآۃ احمدی گجرات کی تاریخ کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے، لیکن فرامین کے لحاظ سے بھی وہ کم اہم نہیں ہے،

۶۷۔ **خطوط شیواجی**، اس مجموعہ میں شیواجی اور اس کے افسروں کے خطوط کے علاوہ وہ خط و کتابت بھی ہے، جو باغی اکبر اور اورنگ زیب میں ہوئی تھی،

۶۸۔ **ظہور الانشا**، اس میں بھی اورنگ زیب کے متعدد خطوط ہیں

۶۹۔ **انشاے فارسی**، یہ ایشیاٹک سوسائٹی کے فن انشار کی کتاب الف ۶ ہے، اس میں باغی اکبر و اورنگزیب والی مراسلت کے علاوہ اورنگ زیب و شاہجہان (بوقت محاصرہ) اور اورنگ زیب کے، اس کے لڑکوں وغیرہ کے نام کے خطوط بھی ہیں،

۷۰۔ فرامین مملوکہ کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ،

۷۱۔ فرامین مملوکہ کتب خانہ بشیر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ،

۷۲۔ فرامین مملوکہ ریاست دھار،

۷۳۔ فرامین مملوکہ ریاست سوسنگ (میمن سنگھ بنگال)

۷۴۔ فرامین مملوکہ ڈی، بی پرسنس آنجہانی پونہ، ان میں وہ فرامین بھی ہیں، جو اورنگ زیب

اور مراد بخش نے شیواجی کو اپنے صوبہ داری دکن کے زمانہ مین لکھے تھے،

۷۵۔ فرامین مملوکہ بابو وسادیو وشنو جوشی ستارہ،

۷۶۔ خطوط در مجموعہ کتاب نمبر ۱۰۰۰۸ اتحفہ برطانیہ، اس مین دارا کا وہ خط ہے، جو موت سے پہلے اس نے اورنگ زیب کو لکھا تھا، اور اورنگ زیب کا جواب بھی ہے،

۷۷۔ مجموعہا ے خطوط نمبر ۲۵ و ۱۷، ۳ مملوکہ مسٹر ولیم ارون انجہانی،

۷۸۔ فرامین مملوکہ جادسے وشنکھ،

۷۹۔ **فیاض القوانین** یہ تیموری سلاطین، دوسرے حکمرانون اور امراء کے خطوط کا عجیب وغریب مجموعہ ہے، اس کا سب سے مکمل تر نسخہ جناب شمس العلما صفی الدولہ حسام الملک نواب علی حسن خان صاحب ناظم ندوہ لکھنؤ کے پاس ہی، یہ تین حصون مین ہی، (۱) سلاطین کے خطوط (۲) امرا کے خطوط (۳) متفرقات، ہمارے سلسلہ مین مندرجۂ ذیل لوگون کے خطوط ہین،

(الف) شاہجہان ۲۵ خطوط،

(ب) اورنگ زیب ۱۱ (اس مین دو خط عربی مین بھی ہین، ایک اپنے استاد مولوی سید محمد قنوجی کے نام اور دوسرا اپنی چھوٹی بیٹی زیب النسا کے نام)

(ج) جہان آرا، ۱

(د) داراشکوہ ۴

(ہ) شجاع ۶

(و) مراد بخش ۴۷

(ز) جعفر خان وزیر اورنگ زیب ۹،

ان کے علاوہ عادل شاہ، قطب شاہ، جے سنگھ وغیرہ کے خطوط بھی ہین،

۸۰۔ **گلدستہ،** اس مین اورنگ زیب، شاہجہان، قطب شاہ، وغیرہ کے خطوط ہین، یہ مجموعہ سرسالار جنگ کے کتب خانہ مین ہی، اور اس کا نمبر ۲۷۳۱ ہے،

تاریخی خطوط کے مجموعے — اس سلسلہ مین مندرجۂ ذیل مجموعے قابلِ ذکر ہین،

۸۱) **ہفت انجمن،** اس کا مرتب و مصنف ایک تو مسلم طالع یار ہے، اس کا اصلی نام اودے راج تھا، وہ پہلے رستم خان دکنی، اور پھر مرزا راجہ جے سنگھ کا منشی تھا، راجہ جے سنگھ کی وفات کے بعد اوسنے اسلام قبول کرلیا، اس نے اپنی کتاب کو اسطرح سات انجمنون مین تقسیم کیا ہی،

(۱) عرائضِ رستم خان بشاہجہان،

(۲) عرائضِ مہاراجہ جے سنگ باورنگ زیب، یہ وہ خطوط ہین جو مہاراجہ نے اجمیر کی جنگ کے بعد داراشکوہ کے تعاقب کے سلسلہ مین لکھے،

(۳) عرائضِ مہاراجہ جے سنگھ باورنگ زیب (دکن کی لڑائیون کے سلسلہ مین)

(۴) " رستم خان بپسرانِ شاہجہان،

(۵) (الف) رستم خان بامراے شاہجہان، (ب) جے سنگھ بامراے اورنگ زیب، (ج) جے سنگھ بامراے کہ مامورِ دکن بودند (د) جے سنگھ بسعادت خان، قطب شاہ وغیرہ،

(۶) جے سنگھ بسفراے شاہی کہ بجاگیرانِ دکن رفتہ بودند،

(۶) (الف) شاہجہان اور اورنگ زیب کے عہد کے مختلف خطوط، (ب) جے سنگھ کے ذاتی خطوط،

(۷) طالع یار کے اپنے یا دوسرون کے لیے لکھے ہوے خطوط،

۸۲۔ **انشاے روشن کلام:۔** مرتبہ و مصنفہ منشی بھوپٹ راے، وہ، بیسواڑا کے فوجدار رعدانداز خان کا منشی تھا،

۸۳، **مرقعاتِ حسن**، مصنفہ و مرتبہ مولانا ابوالحسن (۱۶۶۹ھ) یہ سرکاری ملازم تھے، اور ۱۶۵۵-۱۶۶۷ء تک بنگال اور اوڈیسہ مین رہے تھے، تربیت خان کے عہدِ صوبہ داری اوڈیسہ کے لیے ان کے خطوط اہم ہین،

۸۴، مجموعۂ منشآت وغیرہ، یہ مجموعہ رامپور کے کتب خانہ مین ہی، اور اس مین بیدار بخت، روح اللہ خان، اسد خان، مخلص خان وغیرہ کے خطوط ہین،

۸۵۔ مجموعہ نمبر ۶۶۰۰ مملوکہ متحفۂ برطانیہ، اس مین وہ خطوط ہین، جو عبداللہ قطب شاہ نے شاہجہان، دارا، شجاع، اورنگ زیب اور عادل شاہ وغیرہ کو لکھے ہین،

۸۶۔ مجموعہ، نمبر ۸۲ ۱۳۵، مملوکہ متحفۂ برطانیہ، اس مین کرناٹک سے متعلق ۱۱۱۲ھ (۱۷۰۱-۲ء) تک کے خطوط وسرکاری کاغذات ہین،

۸۷، **مجمع الافکار**، یہ ایک نادر مجموعہ ہے جسمین تاریخی خطوط، فرامین، وغیرہ کی بڑی تعداد جمع کیگئی ہی، یہ مجموعہ خدابخش خان کے کتب خانہ مین ہی، خطوط کے علاوہ اس مین بہت سی کتابون کے دیباچے بھی ہین،

۸۸، **رقعاتِ منشی** المعروف بہ ملک زادہ کے جمع کردہ وہ فرامین ہین، جو تمام تر اورنگ زیب کے عہدِ حکومت سے متعلق ہین، یہ بھی خدابخش خان کے کتب خانہ مین ہی،

۸۹، **منشآتِ طاہر وحید**، یہ مجموعہ حملۂ قندھار، برادرانہ جنگ، اور ایرانی حکومت کی دکن کی شیعہ حکومتون سے مغلون کے خلاف سازش کے سلسلہ مین بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے، اگرچہ ادبی حیثیت سے یہ بہت متداول ہے، لیکن تاریخی حیثیت سے اس سے اب تک بہت کم کام لیا گیا ہے،

۹۰، **بہارِ سخن**، مصنفہ محمد صالح کنبو،

۹۱- انشاے مصنفہ مادھورام،

۹۲- ریاض الوداد 〃 ایزد بخش رسا،

ان مختلف مجموعون کے علاوہ اور دوسرے مجموعے بھی ہین لیکن ہم طوالت کے خیال سے ان کو اس جگہ نظر انداز کرتے ہین، البتہ اگر ہم نے ضرورت دیکھی تو تیسری جلد مین ان کی منفصل فہرست دیدینگے،

دکن کی تاریخین | ۹۳- بساتین السلاطین، یہ بیجاپور کے عادل شاہی خاندان کی مکمل تاریخ ہے، اس کا مصنف مرزا ابراہیم زبیری ہے، اور اگرچہ یہ ۱۸۲۴؁ء کی لکھی ہوئی ہے لیکن چونکہ پرانی تاریخی کتابون پر مبنی ہے، اس لیے اسکی صحت مین بہت کم گنجایش ہے،

۹۴، تاریخ علی عادل شاہ ثانی، مصنفہ نوراللہ بن قاضی سید علی محمد الحسینی القادری، یہ تاریخ خود اس بادشاہ کے حکم سے لکھی گئی تھی،

۹۵، تاریخ ہفت کرسی مصنف کا نام معلوم نہین، یہ بیجاپور کی مکمل تاریخ ہے، یہ تاریخ سات مجالس مین منقسم ہے،

۹۶، احوال سلاطین بیجاپور، اس کے مصنف کا نام بھی معلوم نہین، یہ تاریخ بھی ابتدا سے لے کر سکندر عادل شاہ کی موت تک کے حالات پر مشتمل ہے،

۹۷، علی نامہ، مصنفہ نصرتی دکنی، یہ علی عادل شاہ ثانی کے حالات مین دکنی اردو مین منظوم تاریخ ہے،

۹۸، حدیقۃ السلاطین، مصنفہ نظام الدین احمد بن عبداللہ الشیرازی الصاعدی، یہ سلطان عبداللہ شاہ والی بیجاپور کی ابتداے پیدایش سے سولھوین سال حکومت تک کی تاریخ ہے،

۹۹، حدیقۃ العالم، مصنفہ ابوالقاسم بن رضی الدین الموسوی المخاطب بہ میر عالم، یہ تاریخ

دو حصوں مین ہے،

۱۰۰، **وقائع دکن**، مصنفہ نعمت خان عالی،

۱۰۱، **تاریخ دکن**، مصنفہ خافی خان ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے اسے شایع بھی کر دیا ہے

ایران کی تاریخ | اس عہد کی ایران کی تاریخین، ہندوستان کی تاریخ کے سلسلہ مین اس لیے ضروری ہین، کہ اس عہد مین قندھار کے دیرینہ مسئلہ نے ایک اہم صورت اختیار کر لی تھی، اور اورنگ زیب کا اس مین کافی حصہ ہے،

۱۰۲، **تاریخ عالم آرای عباسی**، مصنفہ اسکندر بیگ منشی، یہ شاہ عباس اعظم کے حالات مین ہے، اور ۱۰۳۸ھ / ۱۶۲۹ء تک کے واقعات پر مشتمل ہے،

۱۰۳، **تاریخ شاہ عباس ثانی**، مصنفہ مرزا محمد طاہر وحید مرزا نے یہ تاریخ خود بادشاہ کے حکم سے لکھی تھی، اور حملۂ محاصرۂ قندھار کے سلسلہ مین بہترین ایرانی بیان کی حامل ہے،

اخبارات دربار | ۱۰۴، مغل دربار مین تمام صوبہ دارون اور باجگذار راجاؤن کے سفیر رہتے تھے، وہ وکیل کہلاتے، اور اپنے آقا کے نائب کی حیثیت سے تمام کام انجام دیتے، اپنے آقا کو دربار کے روزانہ حالات سے واقف رکھنے کے لیے وہ یہ بھی کرتے تھے کہ روزانہ کے واقعات قلم بند کرکے اپنے آقا کو روانہ کرتے، اس مین بادشاہ کے ایک ایک کام کا حال درج ہوتا، ان یومیہ اطلاعات کو "اخبارات دربار معلّٰی" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، یہ پہلے قسم کے چھوٹے چھوٹے کاغذ کے سلپ ہوتے تھے، اورنگ زیب کے عہد کے ایسے اخبارات رائل ایشیاٹک سوسائٹی مین ہین، لیکن افسوس کہ وہ مکمل نہین ہین، مندرجۂ ذیل سال کے وہان موجود ہین،

۳، ۴، ۸ سے ۱۵، ۱۷، ۱۱، ۲۰ سے ۲۲ (ان سالون مین یہ سلپ ۱ سے لیکر ۱۶ تک ہین)

۳۶ سے ۴۰ اور ۴۲ سے ۴۹، ان مین سے صرف ۶ سال (۳۸، ۴۳ سے ۴۸) ایسے ہین جنمین

ہر سال کے ۲۰۰۰ دنون تک کے رقعے ملتے ہین، ۲۹ کے ۱۰۱ ہین اور باقی سال کے ۱۷ سے کم ہین،

عہد اورنگ زیب کے ایسے اخبارات جے پور کے دربار مین بھی ہین، اور پروفیسر جدوناتھ سرکار نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی اور جے پور دربار دونون جگہون کے رقعون کی نقلین بھی حاصل کر لی ہین،

اسی سلسلہ مین جامعہ ملیہ کے رسالہ جامعہ کے مارچ ۱۹۲۶ء مین مولانا احتشام الدین نے اورنگ زیب کے روزانہ حالات کے متعلق ۱۵ جلدون مین ایک روزنامچہ کا تذکرہ کیا تھا، جو اب چوری ہو چکا ہے، مین نے اسی زمانہ مین روزنامہ زمیندار مین اس کے متعلق لکھا تھا، کہ وہ اورنگ زیب کا کوئی روزنامچہ نہ تھا، بلکہ وہ اسی قسم کے اخبارات کا کوئی مکمل مجموعہ ہوگا، افسوس کہ یہ مکمل نسخہ غائب ہو گیا، ورنہ ہمارے لیے بہت کارآمد ہوتا،

اسی طرح مسٹر ولیم اروِن نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مین اورنگ زیب کے حالات کے ماخذ مین ایک سفرنامہ کا تذکرہ کیا ہے، جسمین اورنگ زیب کی بعض سیاحتون کے روزانہ حالات درج ہین، اور اسی قسم کے ایک سفرنامہ کا میرے محترم دوست یافعی صاحب نے بھی پتہ بتایا ہے، مین اب تک دونون مین سے کسی کے حاصل کرنے مین کامیاب نہین ہوا ہون، اور کوشش جاری ہے، ان کو دیکھے بغیر ان کے متعلق کوئی راے ظاہر نہین کیجا سکتی،

تاریخی جغرافیے وغیرہ | ۱۰۵، معجم البلدان مصنفہ یاقوت حموی،

۱۰۶، ہفت اقلیم، مصنفہ امین رازی،

۱۰۷، تذکرۃ البلاد و الحکام، مصنفہ میر حسن علی ولد سید عبد القادر کرمانی، یہ بالا گھاٹ کے متعلق ہے،

۱۰۸، آئین اکبری مصنفہ ابو الفضل،

۱۰۹- تاریخ بنائے تاج گنج وغیرہ یا تاریخ تاج محل و مصارف بنائے آن،

۱۱۰- تاریخ بنائے حیدرآباد،

۱۱۱- تذکرہ نرمل مصنفہ عبدالرزاق بن عبداللہ النسبی،

۱۱۲- تاریخ برہانپور مصنفہ خلیل الرحمن برہانپوری،

۱۱۳، تاریخ بیڑ (دکن) مصنفہ محمد قطب اللہ،

۱۱۴- تاریخ قلعہ رودگیر، مصنفہ نواب فرامرز جنگ،

۱۱۵- تاریخ قندھار (دکن) مصنفہ شیخ محمد امیر حمزہ،

۱۱۶- رہبر دکن، مصنفہ محمد حسن،

۱۱۷- گزیٹیر ممالک محروسہ سرکار عالی مرتبہ مرزا مہدی خان کوکب،

۱۱۸- گزیٹیر آف انڈیا، اوکسفورڈ اڈیشن،

۱۱۹- گزیٹیر آف سندھ،

۱۲۰- آگرہ، لاہور، مصنفہ نواب عبداللطیف صاحب،

۱۲۱- تاریخ آگرہ، یا معین الاثار مصنفہ مولوی معین الدین صاحب،

۱۲۲، ضوابط عالمگیری، اس مین سلطنت اورنگ زیب کے مختلف صوبون، ان کی آمدنیون اور پیداوار کا مفصل بیان ہی،

۱۲۳- دستور العمل آئین سلاطین ہند اور ہندوستان کے مختلف صوبون، کے حالات ہین

۱۲۴- سعیدنامہ، یہ کرناٹک کی تاریخ ہے،

۱۲۵- تاریخ کشمیری مصنفہ محمد اعظم،

۱۲۶- تاریخ بنگالہ ״ سلیم اللہ،

۱۲۷- بہارستانِ غیبی، مصنفہ علاء الدین اصفہانی المخاطب بہ نتاب خان،

۱۲۸- چہار چمن برہمن " منشی چندر بھان،

مذہبی کتابیں | ۱۲۹- سراکبر ترجمہ داراشکوہ،

۱۳۰- مجمع البحرین، مصنفہ "

۱۳۱- رسالہ حق نما، مرتبہ چندر بھان،

۱۳۲- دبستان المذاہب،

انگریزی تاریخ وغیرہ | ۱۳۳- تاریخ ہندوستان، مصنفہ ڈو،

۱۳۴، تاریخ دکن	" اسکاٹ
۱۳۵- تاریخ ہند،	" الیٹ وڈوسن،
۱۳۶- تاریخ ہند،	" الفنسٹن،
۱۳۷- تاریخ ازمنہ وسطیٰ ہند	" لین پول
۱۳۸- تاریخ اورنگ زیب	" سرجدوناتھ سرکار
۱۳۹- " "	" لین پول،
۱۴۰- تاریخ ہندوستان،	" اورسمے،
۱۴۱- " "	" کین،
۱۴۲- ہندوستان کے مسلم سلاطین،	" ویلر
۱۴۳- شیواجی،	" سرجدوناتھ سرکار،
۱۴۴- تاریخ ہند،	" ونسنٹ اسمتھ
۱۴۵- مغلوں کا نظام فوج۔	" ولیم اردن،

۱۴۶۔ مغلون کا نظام حکومت، مصنفہ، سرجدوناتھ سرکار

۱۴۷، ہند عہد اورنگ زیب مین، " "

۱۴۸۔ بلوچ اقوام، " ڈیم

۱۴۹۔ افغانستان " ہملٹن

۱۵۰۔ سفرناموں کے مجموعہ متعلق سٹیل اور کردور

۱۵۱۔ سفرنامہ مصنفہ مسان،

۱۵۲۔ " مصنفہ فوسٹر

۱۵۳ ہندوستان کے دروازے " ہولڈرخ

۱۵۴۔ تاریخ ہندوستان " ارسکین

۱۵۵ سیاسی سفرنامہ، " پیلو

۱۵۶۔ سفرنامۂ ہند " برنیر

۱۵۷۔ " " ٹوریز

۱۵۸۔ تاریخ منوچی، مترجمہ ولیم اروِن،

۱۵۹۔ سفرنامہ ہملٹن

۱۶۰۔ " (مرزا سمیع اللہ بیگ نے اسکا خلاصہ ہند عہد اورنگزیب کے نام سے شائع کیا ہے،)

۱۶۱۔ تذکرہ مرتبہ، بیل

۱۶۲، مغلون کے باغ، ایم اسی، ایل، اسٹوارٹ،

۱۶۳۔ تاریخ مرہٹہ، ڈف،

	۱۶۴- جہانگیر	بینی پرشاد،
	۱۶۵- راجستان،	ٹاڈ،
	۱۶۶- انسائیکلوپیڈیا آف اسلام	ارنلڈ وغیرہ،
	۱۶۷، ڈکشنری آف اسلام،	ہیو،
	۱۶۸، سکھ مذہب	میکالف
اردو تاریخ	۱۶۹- اورنگ زیب	مترجمہ عبداللطیف صاحب،
	۱۷۰- مضامین عالمگیری	علامہ شبلی رح
	۱۷۱- اورنگ زیب	مولوی احمد دین صاحب وکیل
	۱۷۱- تاریخ ہند،	مولانا ذکاء اللہ صاحب مرحوم،
	۱۷۲ تاریخ بیجاپور	مولوی بشیر الدین،
	۱۷۳، آثار الصنادید	سر سید رح

اس فہرست کے علاوہ عہد اورنگ زیب کے سلسلہ مین متعدد اور کتابون کے مطالعہ کا بھی اتفاق ہوا ہے، لیکن طوالت کی وجہ سے نظر انداز کیا جاتا ہی، اس سلسلہ مین ہم یہ ظاہر کئے بغیر نہین رہ سکتے کہ اس وقت اورنگ زیب سے متعلق بہترین مجموعہ استاذ محترم پروفیسر سر جدو ناتھ سرکار کے پاس موجود ہی ہم نے سال بھر تک مستقل طور پر وہان قیام کر کے جہان تک ہو سکا، اس علمی باغ سے خوشہ چینی کی ہی،

۴

شہزادہ اورنگزیب

باب ۱

ولادت، تعلیم، تربیت

پروفیسر جدو ناتھ سرکار اپنی مشہور تاریخ اورنگزیب کی تمہید ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں،

"اورنگزیب کی تاریخ عملاً ہندوستان کی شصت سالہ تاریخ ہے، خود اس کا عہد حکومت (۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء) سترہوین صدی کے منتصف آخر پر حاوی ہے، اور ہمارے ملک کا اہم ترین تاریخی زمانہ ہے، یہ اسی بادشاہ کا دور مسعود تھا، جبکہ حکومت مغلیہ اپنے انتہائی عروج کو پہنچی، اور ابتدائے عہد تاریخ سے برطانوی حکومت کے قیام تک کے زمانہ مین شاید یہ واحد حکومت ہے، جس نے اتنی وسعت حاصل کی غزنی سے لیکر چاٹگام تک اور کشمیر سے لیکر کرناٹک تک تمام ملک ایک ہی فرمانروا کے زیر نگین تھا، اور لادک و مالابار کے دور دراز مقامات پر بھی اسی بادشاہ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، اسلام کی آخری سب سے بڑی ترقی کا یہی زمانہ تھا، اس طرح سے جو حکومت قائم ہوئی تھی، ایک سیاسی وحدت تھی اس کے مختلف قطعات پر ماتحت حکمرانون کا تسلط نہ تھا، بلکہ بلا واسطہ بادشاہ کے ماتحت تھے، اور اس حیثیت سے اورنگزیب کی ہندوستانی حکومت اشوک، سمدر گپت یا ہرشوردھن کی حکومت سے وسیع تر تھی، اس وقت تک کسی صوبہ کے گورنر نے سر نہ اٹھایا تھا، اگرچہ کہین کہین علم بغاوت بلند کیا گیا، لیکن کسی صوبہ مین بھی کوئی شخص ایسا پیدا نہین ہوا، جو شہنشاہ دہلی کے احکام سے سرتابی کر سکتا۔"[۱]

---

۱ اورنگ زیب جلد اول مقدمہ،

یہ مورخانہ بیان دراصل ہمارے اس مختصر بیان کی توضیح ہے، کہ اورنگزیب عہدِ شاہجہان کا بھی ہیرو تھا، اور اس کے عہدِ حکومت میں جو کچھ ہوا، وہ تمام تر اس کے عہدِ شاہزادگی کے حالات و واقعات کا لازمی نتیجہ تھا، اور اگر ہم اسکی شہزادگی کے حالات کو اچھی طرح سمجھ لیں تو پھر ہمکو اس کے پنجاہ سالہ عہدِ حکومت کے واقعات پر کچھ بھی استعجاب نہ ہوگا،

اس وقت تک اورنگزیب کے متعلق فارسی یا اردو میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں اس کے عہدِ شاہزادگی کے واقعات کو شاہجہان کے حالات کے سلسلہ میں ضمناً بیان کر دیا گیا ہے، اور اسی وجہ سے اس کے اس اہم ترین زمانہ کے اصلی واقعات ہمارے سامنے نہیں آئے، اور وہ یکایک دکن سے ایک بڑی فوج لیکر اپنے معمر ضعیف ولب گور باپ اور اپنے بڑے بھائی سے لڑنے کے لیے آتا ہوا نظر آتا ہے، اور اس کے بعد اسکی تمام زندگی ایک خونی داستان بنکر رہجاتی ہے، حالانکہ جیسا کہ ہم نے متعدد بار بتایا ہے، اس کے پنجاہ سالہ عہدِ حکومت کی تاریخ تمامتر نتیجہ ہے اس کے عہدِ شاہزادگی کے حالات کا، اور جبتک ہم اس عہد کے خانگی، سیاسی، معاشرتی اور مذہبی واقعات کو نہ جانیں، ہم اسکی بعد کی طویل تاریخ کے رخ کو نہیں پہچان سکتے، اس لیے ہم ابتدا سے اس وقت تک جب تک کہ اس کے خطوط شروع نہیں ہوتے عام تاریخوں سے اور پھر زیادہ تر خطوط اور بعض جگہ تاریخ کی مدد سے اس کے عہدِ شاہزادگی کے واقعات قلمبند کرتے ہیں، اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں، کہ چونکہ موجودہ مقدمہ عالمگیر کی کوئی مفصل و مستقل تاریخ نہیں ہے، بلکہ رقعات کا ایک تمہیدی حصہ ہے، اس لیے ہم اس میں ان واقعات کو جو مفصل طریقہ سے دوسری عام تاریخوں میں موجود ہیں، اور جو کسی صورت سے بھی متنازع فیہ نہیں ہیں، سرسری طور سے بیان کرینگے، البتہ ہم ان واقعات کو جو متنازع فیہ ہیں یا ان الزامات کے متعلق جو اورنگزیب پر دلگائے جاتے ہیں تفصیل کے ساتھ بحث کریں گے، اس کے علاوہ ان معلومات کا بھی اضافہ

کرینگے، جو ہم کو رقعات کی تحقیقات کے سلسلہ مین معلوم ہوئے ہین، اور کسی تاریخ مین اُن کا ذکر نہین [۱] ہے،

ولادت | یون تو شاہجہان کی اولاد کی تعداد سولہ [۱۶] ہے، لیکن اسکی محبوب ترین بیگم، ممتاز محل بنت آصف خان، اُس کے چودہ [۱۴] بچون کی مان بنی، اور اورنگ زیب کو باعتبار ترتیب چھٹا درجہ [۶] حاصل تھا، جس طرح اورنگزیب کی تمام عمر گھر سے باہر، اور دارالسلطنت سے دور گذری، اسی طرح اس کی ولادت و موت، دونون پردیس مین واقع ہوئی، جہانگیر احمد نگر کے سپہ سالار ملک عنبر کو شکست دیکر آگرہ کی طرف اطمینان سے واپس آرہا تھا، کہ مالوہ و گجرات کی انتہائی سرحد پر بمقام دوحد سنیچر کا دن گذار کر رات کے وقت ۱۵، ذیقعدہ ۱۰۲۷ھ مطابق ۲۴، اکتوبر ۱۶۱۸ء کو ہندوستان کے سب سے بڑے مسلم تاجدار نے کتم عدم سے عالم وجود مین قدم رکھا، شاہجہان بھی جہانگیر کے ساتھ تھا، اور اس نے دیرینہ رسم کے مطابق ایک ہزار اشرفی کی نذر گذرانی، جہانگیر نے اسے قبول کرتے ہوئے اس مولود مسعود کا نام اورنگزیب رکھا، گویا اسی وقت، قضا و قدر کے کارکنون نے خود دادا کے منہ سے اس پیشینگوئی کو ظاہر کر دیا، جو چالیس سال بعد پوری ہونے والی تھی [۲]، چونکہ دوحد کی زمین اس قابل نہ تھی، کہ "لائق جشن و ضیافت باشد" اس لیے جہانگیر وہان سے کوچ کر کے ایک تالاب کے پاس ٹھہرا، اور وہان ابتدائی رسوم ادا کر کے پورا قافلہ اوجین پہنچا، اور وہان پہنچکر جشن ولادت پوری شان و شوکت سے منایا گیا، طالب کلیم نے سنہ ولادت کی یہ تاریخ نکالی،

داد ایزد بباد شاہِ جہان ~~~ خلفے ہمچو مہر عالمتاب

---

[۱] چونکہ جدو ناتھ سرکار نے اورنگزیب کے حالات بہترین ترتیب سے لکھے ہین اس لیے ہم بھی ان کی ترتیب کو قائم رکھنا چاہتے ہین،

[۲] اقبال نامہ شاہجہانی ص ۳۰۰، عمل صالح ص ۵ - ۱۲۴، توزک جہانگیری، صفحہ ۲۵۲، [۳] ایضاً

تاج صاحبقران ثانی یافت	گوهر بحر از و گرفته حساب
تا شش اورنگ زیب کرد فلک	تخت از ین پایه گشته عرش جناب
چون بآن مژدہ آفتاب انداخت	افسر خویش بر ہوا چو حباب
خامہ از بہر سال تاریخش	زد رقم "آفتاب عالم تاب"

۱۰۲۸ = ۱ - ۱۰۲۷

ایک دوسرے شاعر نے اس مصرع سے تاریخ نکالی ہے:-

گوہرِ تاج ملوک اورنگ زیب؛

خود اورنگزیب کو اپنے مولد سے خاص محبت رہی ہے، اور وہ اس مقام اور اس کے رہنے والون کی فلاح وبہبود کا ہمیشہ خواہان رہا، چنانچہ اپنے ایک خط مین اپنے بیٹے محمد اعظم کو لکھتا ہے:-

"فرزند عالیجاہ! قصبۂ دوحد از مضافات صوبۂ گجرات مولدِ این عاصیٔ پر معاصی است، رعایت سکنۂ آنجا واجب دانند، و پیر محمد را که از مدت فوجدار آنجاست، بستمال و بحال دارند، و حرف مریضان غرض کہ فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا در شان اینہاست، بحق او نہ شنوند فرد

عنایت بر ضعیفان گوشۂ چشم دیگر دارد

بہر کو چک خود لطف دیگر ہست شاہان را[۱]"

اسی شہزادہ کے نام ایک دوسرے خط مین ہے؛

"نقل فرد سوانح رکاب سامی متضمن گذرانیدن عارضہ سرائے دوحد التماس بجناب فیض مآب در مقدمۂ احداث باغ و ساختن پورہ و منڈوی بموجب حکم ارسال داشت ارشاد شد کہ انچہ ضرور باعثِ آبادی و رفاہِ مترددین باشد بکنند و جزیہ و حاصل یک دو سال معاف[۲]"

---

[۱] رقعات عالمگیری ص ۱۳ و ۵۸ [۲] احکام عالمگیری ریاست رامپور جلد ۱ ص ۶-۳۵،

پیدائش کے بعد سب سے پہلا مسئلہ رضاعت سے متعلق تھا، اور اس سلسلہ مین یہ شرف میر ابو المعانی خوافی خان کی اہلیہ محترمہ کو حاصل ہوا، اُن کے متعلق صاحب مآثر الامرا لکھتا ہے :۔

"سیدے بود موصوف بصلاح و تقوی، بعنوان درویشانہ می گذرانید، حلیلۂ جلیلۂ او بشرف رضاعت فیض اشاعت شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر رسید[1]"

میر ابو المعانی کے دو لڑکے تھے، ان مین چھوٹا میر ملک حسین اورنگ زیب کا رضاعی بھائی تھا، وہ لڑکپن ہی سے اورنگ زیب کے ساتھ رہا، اورنگ زیب نے بھی اسکی ترقی مین کبھی اغماض نہین کیا، اور جس وقت وہ مرا ہے، وہ خان جہان بہادر ظفر جنگ کوکلتاش کے پر رعب القاب سے مخاطب تھا[2]،

اورنگزیب کی تعلیم و تربیت کے متعلق تمام مورخین بالکل خاموش ہین، البتہ عام تاریخون کے مطالعہ سے اتنا معلوم ہوتا ہے، کہ اورنگ زیب کو اپنے باپ شہزادہ خرم کی باغیانہ حرکتون کی وجہ سے کبھی بھلی ایک جگہ رہنا نصیب نہوا، اور چونکہ شہزادہ خرم کی چہیتی بیگم ممتاز محل نے ایک سچی وفادار بیوی کی طرح ایک منٹ کے لیے بھی جدائی منظور نہ کی، اس لیے یہ خاندان خانہ بدوشون کی طرح دکن سے بنگال و بہار اور پھر وہان سے دکن تک آتا جاتا رہا، تا آنکہ ابتدائے ۱۰۳۶ھ ۱۶۲۶ء مین باپ بیٹے مین ایک عارضی مصالحت ہو گئی، اور اس اطمینان کے لیے کہ شہزادہ خرم آیندہ جادۂ اطاعت سے قدم باہر نہ رکھے گا، یہ طے ہوا کہ وہ اپنے دو لڑکون، اورنگزیب اور دارا شکوہ کو ان کے دادا جہانگیر کے پاس بطور ضمانت بھیجدے، چنانچہ اورنگ زیب اپنے بچپن ہی مین اپنے ماں باپ کی محبت بھری گود سے جدا کر کے اپنے دادا کے دربار مین روانہ کر دیا گیا، اور رمضان (جون) ۱۰۳۵ھ ۱۶۲۶ء مین لاہور پہنچ گیا، اور اس طرح اسے بچپن ہی مین بابر و اکبر کی خاندانی روایات کی تقلید و تتبع کی عزت حاصل ہو گئی، صاحب اقبال نامہ لکھتا ہے :۔

---

[1] مآثر الامرا ج اول صفحہ ۷۹۸ [2] مفصل حالات کے لیے دیکھو مآثر الامرا جلد اوّل صفحہ ۸۱۵ - ۷۹۸

"در ایام نکسر بر مرأت باطن حق شناس کہ مہبطِ انوار غیبی است پرتو افگند کہ غبارے کہ از فتنہ پردازی مفسدان ...... بر حواشی خاطر قدسی مظاہر حضرت جنت مکانی جا گرفتہ بآبیاری استغفار و رضا جوئی، فرو نشانیدہ، عذرِ تقصیرات گذشتہ کہ بحسب سرنوشت از نہانخانہ تقدیر بعالمِ ظہور آمدہ، باید خواست شاید آنحضرت (جہانگیر) را کہ بجانب خود مستمال توان ساخت، و باین ارادہ حق پسند عرضداشتے مشتمل بر اظہار ندامت و انفعال و استغفار از تقصیرات گذشتہ حال ارسال داشتند، و حضرت جنت مکانی منشورے بخطِ مبارک خویش قلمی فرمودند کہ اگر قرۃ العین خلافت سلطان دارا شکوہ، و نور باصرہ سلطنت شاہ اورنگ زیب را بملازمت اشرف فرستادہ قلعہ رہتاس و قلعہ اسیر . . . . . . باز گذارد، رقم عفو بر جرائد تقصیرات او کشیدہ، بالا گھاٹ را باو عنایت فرمائیم۔"

"بعد از ورود منشور . . . . . . بکمال تعلق و دلبستگی کہ بہ شہزادہائے والا گہر داشتند، رضا جوئی ولی نعمت را بر دلنوازی خویش مقدم شمردہ آن جگر گوشہ ہا را بجہت استرضائے خاطر آنحضرت . . . . روانہ درگاہ ساختند[1]"

لیکن یہ جبری جدائی اور یہ جانگداز فرقت دیرپا ثابت نہیں ہوئی، کیونکہ ایک سال چند ماہ کے بعد ہی ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ (اکتوبر ۱۶۲۷ء) کو جہانگیر کا انتقال ہوگیا، اور شہزادہ خرم کو جونہی خبر ملی وہ دکن سے آگرہ آیا، اور وہاں ۸ جمادی الثانی (۴ فروری) کو شاہجہان کے لقب سے تخت پر بیٹھا، فرزندِ نبت والدین کے لیے اب جدائی ناقابل برداشت تھی، چنانچہ ممتاز محل نے اپنے بھائی آصف خان کو اس کے متعلق لکھا، اور وہ ان دونوں کو لاہور سے لیکر آگرہ پہنچا، ان بچھڑے ہوؤں کے ملنے کا نظارہ بہت ہی مؤثر تھا، اور ہم سرکاری درباری مورخ عبد الحمید ہی کے قلم سے اس کی تصویر پیش کرتے ہیں،

[1] اقبال نامہ شاہجہانی ص۵۰۶، تزک ص۴۲۳،

"غرۂ رجب ۱۰۳۶ھ (۱۴ فروری ۱۶۲۷ء) . . . پادشاہزادہ محمد داراشکوہ و محمد شجاع و محمد اورنگزیب . . . . . با آصف خان . . . از دار السلطنت لاہور بحوالی دار الخلافت اکبرآباد رسیدہ بحکم جہانمطاع در ظاہر بہشت آباد معروف بسکندرہ نزول نمودند، حضرت مہد علیا (ممتاز محل) از نوید قدوم مسرت لزوم اثمار فواد وازہار رواد و مژدۂ رسیدن ابوین مکرمین کمال سرور اندوختہ بدستوری خدیو عالم، خداوند بنی آدم، دُرۂ صدف دولت، موجۂ بحر سلطنت، غرۂ ناصیۂ کامرانی قرۃ العین حضرت صاحبقران ثانی، بیگم صاحب و دیگر فرزندان والاگہر برسم پذیرفتہ متوجہ گشتند، ازان سوئمین الدولہ در خدمت داری فلک جلالت، باستقبال ہودج والا محمل علیات حضرت ممتاز الزمانی و گوہر برج جہانبانی بیگم صاحب سوار شد،

حضرت مہد علیا در اثنائے راہ جائے کہ سرادق رفعت برائے ملاقات برافراختہ بودند بدیدن دیدار مسرت آثار فرزندان کامگار بعد از مفارقت دراز و لقائے رافت افزائے والدین ماجدین پس از مہاجرت دیرباز، چندان نشاط اندوختند کہ نگارش نپذیرد، چہ در کارخانۂ ابداع عبارتے کہ بگذارش کیفیت این انبساط کہ حالتے است خیالی و وجدانی نہ لسانی و بیانی، وفا کند، ایجاد نیافتہ، و تمام روز بجال فرحت افزا اولاد امجاد و دیدار گرامی ابوین شریفین بہجت آمود گشتند"[1]

دوسرے دن جب یہ شہزادے دربار میں حاضر ہوئے، اور انھوں نے باپ کے سامنے حاضر ہو کر نذرین گذرانیں، تو شاہجہان فرط محبت پدری سے بیقرار ہو گیا اور

"آن آسمان جاہ و جلال کواکب ثواقب اقبال را در آغوش عاطفت کشیدہ بتقبیل جبین روشن پیشانی گردانیدند"[2]

اور اسی دن سے اس کا ۵۰۰ روپیہ یومیہ مقرر ہو گیا،[3]

[1] بادشاہ نامہ ج ا حصہ اول ص ۸۰-۱۰۰۔ [2] ایضاً ج ا صـ ۱۶۹ [3] ایضاً صـ ۹۶،

اورنگ زیب کی تعلیم

اگرچہ اورنگ زیب کے تبحر علمی، کثرتِ مطالعہ اور وسعتِ نظر کی لاتعداد مثالیں اور اس کا ادبی کمال ہم کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے، کہ اس کی تعلیم بڑے پیمانہ پر ہوئی تھی، اسنے تمام متداول درسی کتابیں پڑھی تھیں، عربی و فارسی میں اُسے مہارت تامہ حاصل تھی، ہندوستانی سے بھی وہ بیگانہ نہ تھا، اور خاندانی ترکی زبان سے بھی اُسے ایک گونہ واقفیت تھی، لیکن اسکے ساتھ یہ کس قدر افسوسناک حقیقت ہے، کہ اس کے اساتذہ اور اسکی عام تعلیم کے متعلق شاہی یا دوسری معاصرانہ تاریخوں میں تقریباً کچھ بھی نہیں لکھا ہے، تاہم ہمکو مختلف ذرائع سے جن اساتذہ کا نام معلوم ہو سکا ہے، ان کو مختصراً لکھ دیتے ہیں۔

ہمارا خیال ہے، کہ اورنگزیب کے اولین استاد مولانا عبداللطیف سلطان پوری تھے، کیونکہ تمام تذکروں نے ان کے سنِ وفات کی تاریخ اس مصرعہ سے نکالی ہے،

آفتابِ علم را آمد کسوف

سنہ ۱۰۳۶ھ

اس کے معنی یہ ہیں، کہ اس وقت اورنگزیب مشکل سے دس سال کا ہوگا، ملا صاحب کے متعلق تذکرۂ علمائے ہند وغیرہ کا بیان ہے کہ :-

"در معقولات و منقولات مہارتے تمام داشت"[۱]

عبدالحمید لاہوری نے اورنگزیب کے صرف ایک استاد کا ذکر کیا ہے، اور وہ ہاشم گیلانی ہیں، فرحۃ الناظرین نے بھی ان کا مختصر حال دیا ہے، عبدالحمید لکھتا ہے،

میر محمد ہاشم خلف میر محمد قاسم گیلانی است، مدت دوازدہ سال در حرمین شریفین بودہ منقولات را از شیخ محمد عربی محدث و شیخ عبدالرحیم حسانی و ملا علی نبیرۂ ملا عصام الدین مشہور و معقولات را از میر نصیر الدین حسین پسر زادۂ میر غیاث الدین منصور و مرزا ابراہیم ہمدانی فراگرفتہ بہندوستان آمد، و طب و ریاضی نزد سر آمد اطبا حکیم علی گیلانی ورزیدہ چندے در احمد آباد گجرات بتدریس مشتغل بود، چون دانائی او در فنون فضائل خصوصاً طب بعرض اقدس رسید، حکم شد کہ ہمان جلدہ

۱؎ تذکرہ علمائے ہند ص ۹۳

بخدمت صدارت وطبابت بہ پرداز دبپس از انقضاے مدتے ملزم عبودیت سدۂ سینۂ گشتہ بامرخاقانی شرف تعلیم اختر برج سعادت پادشاہزادۂ محمد اورنگ زیب بہادر دریافت واکنون در ملازمت آن والا گوہر کامیاب است، بہ تفسیر بیضاوی حاشیہ نگاشتہ[۱]

اورنگ زیب کے تیسرے استاد ملا موہن بہاری تھے، اورنگ زیب نے اپنے ایک خط مین جو علامی سعد اللہ وزیر شاہجہان کے نام ہے ان کا تذکرہ کیا ہے، اس کے علاوہ صاحب مآثر الکرام نے بھی ان کے مختصر حالات قلمبند کیے ہین، چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"نام اصلی او محی الدین است، مولد ومنشا بلدۂ بہار، در سن دو سالگی کلام اللہ را حفظ کرد، و بخدمت پدر خود ملا عبد اللہ کسب علوم نمود، و در ہفدہ سالگی، فاتحہ فراغ خواند، وچندے در وطن خود بہ درس وافادہ پرداخت، بعد ازان بہ ملازمت شاہجہان بادشاہ رسید، وبتعلیم شاہزادۂ محمد اورنگ زیب معین گردید ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "[۲]

ان اساتذہ کے علاوہ اورنگ زیب نے مختلف علماء وفضلا سے بھی استفادہ کے طور پر کچھ نہ کچھ پڑھا ہے، اور اس کا یہ سلسلہ شاید اخیر عمر تک جاری رہا ہے، اس سلسلہ مین سب سے پہلے جس کا نام پیش کیا جاسکتا ہے، وہ شاہجہان کا لائق وزیر علامی سعد اللہ ہے، احکام عالمگیری مصنفہ حمید الدین مین ہے،

"حضرت عالمگیر با ہر کدام ربطے خاص داشتند ۔ ۔ ۔ ۔ سعد اللہ خان را کہ خطاب عصاے پیری وزیر با تدبیر داشت، نزد او درس خواندہ خود را شاگرد او مقرر نمود"[۳]

اس قسم کے دوسرے استاد مولانا سید محمد قنوجی تھے، ان کا سب سے مفصل حال بحر زخار

۱؎ عبد الحمید ج احصۂ دوم ص ۷۶-۷۵ و فرحۃ الناظرین، ۲؎ آداب عالمگیری وتحفۃ الکرام صفحہ ۴۳،

۳؎ احکام عالمگیری صفحہ ۱۴،

نے دیا ہے، صاحب تذکرہ علمائے ہند نے ان الفاظ میں اُن کا تذکرہ کیا ہے ؛

"از فرقۂ سادات رسول واز اساتذۂ اورنگزیب عالمگیر بادشاہ، ماہر علوم ریاضیہ وادبیہ بود، وحاشیۂ مطول از تصانیف اوست[۱]"

تیسرے استاد ملا شیخ احمد معروف بہ ملا جیون تھے، یہ امیٹھی ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے اور اپنی تفسیر احمدی اور نور الانوار کی وجہ سے ہندوستان میں بہت مشہور ہیں، ان کی نیکی اور معصومیت کے افسانے بھی زبان زد عام ہیں[۲]

فرحۃ الناظرین کے مصنف نے دانشمند خان کو بھی اورنگ زیب کا استاد بتایا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ،

چون اورنگ خلافت وجہانداری بعسر جلوس عالمگیری ارتفاع یافت خان مذکور (دانشمند خان) مورد مراحم خاقانی شد، . . . . وپادشاہ دین پناہ بعض کتب رانزد خان موصوف تکرار نمودہ خصوص احیاء العلوم امام غزالی از اول تا آخر تلمذ نمودہ[۳]

مآثر الامراء نے شیخ عبد القوی کے حالات کے سلسلہ میں ضمناً اس بات کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ اس کو بادشاہ کے استاد ہونے پر بہت ناز تھا، چنانچہ وہ لکھتا ہے :-

بنا بر تقرب سلطانی وپندار استادیٔ پادشاہ (عالمگیر) اعتنا بشان مردم نمی کرد[۴]

---

[۱] تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۸۳ [۲] مآثر الکرام صفحہ ۲۱۶، ۲۱۷،

[۳] اگرچہ مآثر الامراء جلد ۲ ص ۳۲ ـ ۳۰ و مآثر الکرام جلد ۲ ص ۱۱ ـ ۱۰ میں دانشمند خان کا تذکرہ موجود ہے لیکن ان دونوں میں سے کسی نے بھی اس استادی کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے، علاوہ ازین برنیر نے بھی جو دانشمند خان کا تقریباً نوکر تھا، اس کا ذکر نہیں کیا ہے،

[۴] مآثر الامراء جلد اول ص ۲۲۵ ـ ۶،

فرانسیسی سیاح ڈاکٹر برنیر نے اپنی کتاب میں اورنگ زیب کے ایک اور استاد کا ذکر کیا ہے، وہ اس کا نام محمد صالح بتاتا ہے، لیکن عام تاریخیں اور تذکرے اس کے بیان کی تصدیق سے خاموش ہیں، عہدِ شاہجہان میں اس نام کے دو ایسے آدمی ہیں، جو کسی نہ کسی طرح اورنگزیب کے استاد کہے جا سکتے ہیں، ایک تو میر عبداللہ مشکین قلم کا بیٹا میر محمد صالح ہے، جو خود بہت اچھا کاتب تھا، اور دوسرے میر محمد صالح بدخشانی، اوّل الذکر ۱۰۶۱ھ (۱۶۵۱ء) میں مرگیا[1]، اور میر صالح بدخشی کا نام شاہنامہ میں صرف ایک جگہ ذکر ہے، معلوم ہوتا ہے، کہ یا تو برنیر کو بات سمجھنے میں غلطی ہوئی، یا پھر اس نے نام غلط دیا ہے،[2]

اس کے ساتھ یہ سنکر تعجب ہوگا، کہ یوں تو ہر شخص جانتا ہے کہ اورنگ زیب حافظِ قرآن بھی تھا، اس نے یہ فخر وسعادت لڑکپن میں بسلسلۂ تعلیم نہیں، بلکہ عمر عزیز کی ۴۳ بہاریں گذر جانے کے بعد حاصل کی تھی، اس وقت جبکہ تمام ہندوستان کو برادرانہ جنگ کی مصیبتوں سے نجات مل چکی تھی، اور اورنگ زیب بلا شرکت غیرے شہنشاہ محی الدین عالمگیر ہو چکا تھا، اور واقعہ یہ ہے کہ یہ اس کی پہلی ریاضت یا رسم شکر الٰہی تھی جو اس نے تاجدار ہونے پر اس معبود تاج بخش کی خدمت میں پیش کی، ابتدائے حفظِ قرآن کی تاریخ آیت کریمہ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى (۱۰۷۱ھ ۱۶۶۱ء) اور سنہ اختتام کی "لوحٍ محفوظٍ" (۱۰۷۲ھ ۱۶۶۲ء) سے نکلتی ہے، ایک سال کے اندر کلام مجید کو حفظ کر لینا ان حالات میں جنمیں کہ اورنگ زیب گھرا ہوا تھا، اس کی قوتِ حافظہ کی بین دلیل ہے، اورنگزیب کے ایک مقرب شاعر ضمیر نے اس موقع پر یہ شعر کہا تھا، ؎

تو حامیٔ شرع وحامی تو شارع
تو حافظِ قرآن و خدا حافظِ تو[3]

۱؎ تذکرۂ خوشنویسان ہند، صفحہ ۱۰۱ ۲؎ ترجمۂ برنیر صفحہ ۲۷۵-۸،

۳؎ مآثر عالمگیری ص ۵۳۲، عالمگیر نامہ ص ۱۰۹۲، مفتاح التواریخ ص ۳۹۸ و فرحۃ الناظرین،

اس کے درباری مورخ محمد کاظم اور اس کے پنجاہ سالہ عہدِ حکومت کے مورخ مستعد خان ساقی نے بھی اس کے علمی مشاغل کا تذکرہ کیا ہے، اوّل الذکر لکھتا ہے،

"از کمالاتِ کسبیۂ آنحضرت کہ زینت بخشِ حالاتِ قدسیہ وہبیہ گشتہ، تتبعِ علومِ دینیہ از حدیث وتفسیر عربیہ و فقہ شریف حنفیہ است، از بس بممارست مراتب شرعیہ و استکشاف عقائد اصلیہ و مسائل فرعیہ اشتغال ورزیدہ اند، قوتِ حافظۂ اشرف، مخزنِ این حقائق شدہ وبسیاری از کتبِ طریقت و سلوک و اخلاق چون احیاء العلوم وکیمیاے سعادت ودیگر تصانیفِ عرفا و اکابر و رسائل و مؤلفاتِ علماے باطن و ظاہر بمطالعہ ہمایون رسیدہ حل . . عضلات . وکشفِ اسرار آن فرمودہ اند، و بالفعل نیز بعد فراغ از نظمِ مہام سلطنت و سروری و تمہیدِ مراسمِ دین پروری و عدالت گستری، باین شرائفِ اشغال پیوستگی دارند"[1]

صاحب مآثر عالمگیری کا بیان ہے،

"از کمالاتِ کسبیۂ آنحضرت کہ زینت بخشِ حالاتِ وہبیہ گشتہ تتبعِ علومِ دینیہ از تفسیر و حدیث و فقہ است و تصانیفِ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ و انتخاب مکتوباتِ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری و شیخ زین الدین قدس سرہما و قطب محی شیرازی رحمہ اللہ و ازین قبیل کتبِ دیگر ہموارہ بقدسی مطالعہ درآمد"[2]

حفظِ قرآن کے متعلق عالمگیر نامہ میں ہے:-

از جلائلِ فضائل آن خدیو یزدان پرست توفیقِ حفظ تمام کلام مجید ربانیست در عین اوانِ سلطنت وجہانبانی و زمانِ اشتغال بامورِ ملک رانی و کشورستانی کہ ہیچ یک از

---

[1] عالمگیر نامہ صفحہ ۱۰۹۱ [2] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۳۱-۲ ،

سلاطینِ اسلام ودین پروران پاستانی را این خصیصہ سعادت چہرہ آرائے دولت نگشتہ . . . . . اگرچہ ہم از مبادی مالِ دولت و اقبال برخے از سورکریمہ قرآنی و بسیارے از آیات بینات فرقانی محفوظ خاطر اقدس بود، لیکن حفظِ مجموع کلام اللہ ازان بادشاہ خدا آگاہ بعد جلوس براورنگ حشمت و جاہ اتفاق افتاد . . . . در عرض اندک وقتے ومختصر فرصتے مجموع کلام مجید وفرقان حمید بارعایت مراتب قرأت وشرائط تجوید وادراکِ شانِ نزولِ آیات بینات وتفسیرِ معانی وفہمِ اسرار ونکاتِ آن برلوحِ حافظہ اشرف . . . . . . مرقم گشت"[۱]

اورنگ زیب کو امام غزالی کی کتابوں کیساتھ خاص شغف معلوم ہوتا ہے چنانچہ اعظم کے نام ایک خط میں ان کی ایک دوسری کتاب کا تذکرہ کرتا ہے:-

درین ولا حکم محکم صادر شد کہ رسالہ منتخب تبر المسبوک تصنیف امام حجۃ الاسلام در عقائد اجمال بوکیل سرکار و لتمدار حوالہ شد کہ بجناب عالی بفرستد"[۲]

اسی طرح فقہ کی ایک کتاب سے متعلق صاحب مآثر عالمگیری کا بیان ہے:-

ہیبت اللہ عرب از حیدرآباد جنس بادشاہی آوردہ از نظر انور گذرانید، ازانجملہ نہایہ بود، بخط ملا عبداللہ طباخ جلد اوّل آن بسرکار رسیدہ بود، وحضرت خواہانِ جلد ثانی بودند"[۳]

یہ جو کچھ تھا، اورنگ زیب کے پڑھنے کے متعلق تھا، اس کے طرزِ تحریر، حسنِ خط، اور فنِ انشا

---

۱ عالمگیرنامہ ص ۲ - ۱۰۹۱

۲ احکام عالمگیری نسخۂ رامپور صفحہ ۵ ۳ مآثر عالمگیری ص ۳۰۹، مآثر الامراء نے ایک واقعہ کا اور تذکرہ کیا ہے کہ ایک مرتبہ معظم نے ایک فہرست قرآن عالمگیر کے سامنے پیش کرکے کہا، کہ یہ اپنے قسم کی پہلی کتاب ہے، اورنگزیب نے اپنے ناظمِ کتبخانہ کو حکم دیا، کہ اس فن پر اس سے پہلے جو کتاب لکھی جا چکی ہے وہ لاکر شہزادہ کو دکھاؤ،

پر ہم اس سے پہلے بحث کر چکے ہیں، اس لیے اس کو نظر انداز کرتے ہیں،

اورنگ زیب کو جس قسم کی اور جن لوگوں سے حصول تعلیم کا شرف حاصل ہوا تھا، اسکا لازمی نتیجہ یہ تھا، کہ وہ ایک روشن ضمیر، صاف باطن، پابند صوم و صلوٰۃ، اور پکا مسلمان ہوتا، اور ایسا ہی ہوا، چنانچہ صاحب مآثر عالمگیری لکھتا ہے:-

"باقتضائے سعادات فطری در مراتب دینی بکمال رسوخ اتصاف داشتند و بمذہب امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، عامل و بنائے خمسہ اسلام را کماینبغی تاسیس و تشیید می نمودند و پیوستہ با وضو و بذکر کلمۂ طیبہ و دیگر اذکار و ادعیۂ ماثورہ رطب اللسان می بودند، و صلوٰۃ مفروضہ را اول وقت در مسجد و غیر مسجد با جماعت و جمیع سنن و نوافل و مستحبات را بحضور و خشوع تمام میکردند، و در شہور روز ہائے بیض و در ایام ہفتہ دوشنبہ و پنجشنبہ و جمعہ را صائم بودہ، نماز جمعہ در مسجد جامع بکافۂ مسلمین و عامۂ مومنین می گذاردند، و در لیالی متبرکہ باحیائے شب می پرداختند...... از غایت حق طلبی شبہا در مقصورۂ مسجد دولت خانہ صحبت با اہل التقی داشتند...... و زکوٰۃ شرعی..... ہر سال بارباب استحقاق می دادند........ و ماہ مبارک رمضان را بصوم می گذرانیدند........ و در عشرۂ اخیرہ در مسجد معتکف می بودند"[1]

اورنگ زیب کو چونکہ صحیح تعلیم حاصل ہوئی تھی، اور اس نے اسلام کی حقیقی روح کو سمجھ لیا تھا، اس لیے شریعت کی پابندی کے ساتھ ہی ساتھ طریقت کا جو راستہ اس نے اختیار کیا تھا، وہ بھی

[1] اورنگ زیب کی پابندی نماز کے متعلق دو اہم واقعے تاریخوں میں مذکور ہیں، ایک جنگ بلخ و بدخشان کے سلسلہ میں، اور دوسرا جنگ کھجوا کی رات کو جب مہاراجہ جسونت سنگھ نے غداری کی،

[1] مآثر عالمگیری ص ۵۲۶-۵۲۵،

وہ راستہ تھا، جس کی بنا ہندوستان کے سب سے بڑے مصلح طریقت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی تھی، چنانچہ بعض تذکروں کے بیان کے مطابق اورنگزیب کو حضرت مجددؒ کے خلیفہ وصاحبزادہ حضرت محمد معصومؒ سے شرفِ بیعت حاصل تھا، ایک دوسرے بزرگ حضرت عبداللطیف برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ تھے، اورنگزیب جب دکن مین صوبہ دار تھا تو اکثر ان کی خدمت مین حاضر ہوتا تھا، وہ مردار دنیا سے کتنی دور بھاگتے تھے، اس کا اندازہ اورنگزیب کے ایک خط سے ہو سکتا ہے، وہ لکھتا ہے،

"یاد داریم کہ روزے بخدمت میان عبداللطیف قدس سرہٗ الشریف رفتیم در اثنائے کلام گفتیم کہ اگر اجازت باشد چندے از مضافات دکن برائے مصارفِ خانقاہ مقرر کردہ شود این دو مصرعہ بر زبانِ صدق ترجمان راندند، بیت

شاہ ما را دہ دہد منت نہد — رازقِ ما رزقِ بے منت دہد

گفتیم ہم چنین است، اما تقدیم خدمتِ فقراء و اہل اللہ برائے خیر و برکت دنیوی و عاقبت خود و حصول دعائے مزید نعمت و دولت است نہ برائے ازروئے منت گفتند اگر بحقیقت از تصمیم ارادہ باطن نیت خیر است نصف غلات از حصۂ رعایا بگیرند، بلکہ بمظلومان محنت کش زیادہ ازان گذارند اورادِ وظیفہ برائے گوشہ نشینانِ متوکل کہ زبانِ سوال بستہ در بیابانہا و زوایائے ویران مسکن دارند، مقرر سازند و بدادِ مظلومان نوعے برسند کہ حق کسے تلف نشود، و دستِ اقویا از حالِ ضعفا کوتاہ باشد، افزونی نعمت مشاہدہ نمایند"[1]

اورنگزیب اور دارا کی شدتِ مخالفت کی ایک بڑی وجہ ان دونون کے مذہبی عقائد بھی تھے، اور جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، نہ صرف دارا بلکہ خود شاہجہان بھی اسکو اس سلسلہ مین طعن دیا کرتا تھا، لیکن یہان پر اسکا موقع نہین ہے، اس لیے ہم اس وقت نظر انداز کرتے ہین،

[1] رقعات عالمگیر مطبوعہ رقعہ نمبر ۲۲، اسکے علاوہ اسکو احمدآباد کے میر احمد درویش سے بھی عقیدت تھی، ایضاً نمبر ۴۴،

ہاتھی سے لڑائی اورنگ زیب کے عہدِ طفلی کا سب سے بڑا اور عظیم الشان واقعہ، اس کا مست ہاتھی سے جانبازانہ لڑنا ہے، آگرہ مین ۲۹ ذیقعدہ سنہ ۱۰۴۲ (۲۰ مئی سنہ ۱۶۳۳) کی صبح تھی، شاہجہان شاہانِ مغلیہ کی دیرینہ رسم کے مطابق ہاتھیون کی لڑائی کا تماشا دیکھنا چاہتا تھا، دریا کے کنارے دو بدمست ہاتھی لڑنے کے لیے چھوڑ دیئے گئے تھے، ان مین سے ایک کا نام سدھکر تھا، اور دوسرے کا صورت سندر تھا۔ دارا، شجاع، اور چہارده سالہ اورنگزیب اپنے اپنے گھوڑون پر سوار میدان ہی مین کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے، لڑائی شروع ہوئی، صورت سندر ایک طرف کو بھاگا، سدھکر نے تعاقب کیا، حریف دور نکل گیا تھا، اس لیے سدھکر نے مجمع کی طرف رخ کیا، سب سے آگے اورنگزیب کا گھوڑا تھا، مجمع مین ایک عام انتشار پیدا ہوگیا، لیکن اورنگزیب،

"بمردی ز جا یک سرِ مو نشد ۔ ز پیشش چنان سیل یکسو نشد
تمکین سرشتہ زبس جوہرش ۔ نجنبید جز نبض از پیکرش"

اور جونہی اس کے پاس پہنچا اورنگزیب نے "بازوے جلادت کشودہ بزخم برچھ پیشانیِ آن دو دیو نژاد را مجروح ساخت"، چوٹ کھا کر ہاتھی اور غضبناک ہوا، اور پورے جوش کے ساتھ اورنگزیب کی طرف لپکا، اس اثنا مین دوسرے لوگ وہان پہنچ گئے اور انھون نے چرخی اور بان چھوڑنا شروع کیا، مگر سیہ مست ہاتھی پر اس کا کوئی اثر نہین ہوا، اور اس نے اورنگ زیب کے گھوڑے پر اس زور سے اپنے دانتون سے حملہ کیا کہ اورنگزیب کا گھوڑا لڑکھڑا کر گرا، حاضرین کی سانسین یک رک گئین، لیکن اورنگ زیب کی پیشانی پر بل تک نہ تھا، وہ فوراً اچک کر کھڑا ہوگیا، تلوار نیام سے کھینچ لی، اتنے مین شہزادہ شجاع کی رگون مین برادرانہ محبت کے خون نے جوش مارا، وہ بڑھا ہی تھا، کہ اس کے گھوڑے کے ماتھے پر ایک چرخی آکر لگی، اور وہ وہین گر پڑا، دوسری طرف سے راجہ جے سنگھ نے نیزہ سے حملہ کیا، اس اثنا مین صورت سندر نے اپنے دشمن کو دوسری طرف

متوجہ دیکھکر عقب سے آکر حملہ کیا، اور سد عکر جو اس وقت آتشبازی وغیرہ سے پریشان ہو چکا تھا، بھاگ کھڑا ہوا، جس وقت اورنگ زیب باپ کے پاس پہنچا ہے، تو:-

"خدیو خدا آگاہ نخست نونہالِ حدیقہ سلطنت بادشاہزادۂ محمد اورنگزیب را در آغوش شفقت کشیدہ بتقبیلِ عاطفت پیرایۂ سعادت بخشیدند و بگوناگون عنایت وخطاب بہادری نوازش فرمودند"[1]

اس موقع پر اورنگ زیب نے جس طرح ایک سچے بہادر تیموری شہزادہ کی شان قائم رکھی، اور جس طرح اس نے موت سے بے پروائی کا ثبوت دیا، وہ اس کی پردلی، جوانمردی، اور استقلال کا بین ثبوت ہے، پھر اس موقع پر جیسا کہ حمید الدین خان کا بیان ہے، اس نے شاہجہان کی نصیحت کا جو جواب دیا، وہ یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے، کہ اسی وقت سے دارا و اورنگ زیب کے درمیان مخالفت کا بیج بویا جا چکا تھا، اور باقی ۲۴ سالون مین یہ رشک وحسد، ریشہ دوانیون اور سازشون کی آبیاری سے اتنا بڑھ چکا تھا، اور اس نے اتنی مہلک مضبوطی حاصل کر لی تھی، کہ اورنگ زیب کو بالآخر اپنی حفاظت کے لیے اس درخت اور اس کے بونے والے سے نجات پانے کے لیے ایڑی، چوٹی کا زور صرف کر دینا پڑا، حمید الدین کا بیان ہے:-

"ایشان (اورنگ زیب) باہستگی طرفِ بادشاہ می آمدند، اعتماد خان ناظر نزدیک آمدہ . . . . . باواز بلند گفت شما آہستہ می آئید و بادشاہ عجب حال دارند، باہستگی جواب دادند، کہ اگر فیل اینجا می بود، من جلدی میکردم، الحال چہ اضطراب است"،

اور جب شاہجہان نے دریافت کیا کہ:-

"خدا نخواستہ نوع دیگر می شد چہ رسوائی بود؟" تو تسلیمات کردہ در جواب عرض کردند کہ اگر نوع دیگر می شد رسوائی نبود، رسوائی این بود کہ از برادران شد ع

[1] عبد الحمید ج ۱ حصہ ۱ ص ۴۹۲-۴۹۶ عمل صالح جلد ص ۶۰-۵۵، ظفر نامہ عالمگیری ص ۲، خافی خان جلد ۱ ص ۴۷۲"

پردہ پوشِ بادشاہان مرگ است

درین چہ رسوائی است[1]"

اس کے تین دن بعد" روز جمعہ دوم ذی الحجہ ۱۰۴۲ھ (۱جون ۱۶۳۲ء) کو اورنگ زیب کی پندرہویں[15] سالگرہ تھی، اس دن یہ جشنِ سالگرہ جس شان سے منایا گیا، اسکو درباری مورخ نے ان الفاظ مین لکھا ہے،

"خاقانِ دریا نوال در دولت خانۂ خاص و عام آن اخترِ برجِ خلافت را بزرِ سرخ سنجیدہ این مبلغ را کہ پنجہزار اشرفی بود بان کامگار حوالہ نمودند، وحکم فرمودند کہ وجہ مسطور بمستحقین بدہند، وآن والانژاد را بعنایتِ خلعت وجیغہ مرصع و تسبیح مروارید، مزین بقطعہاے لعل وزمرد گران بہا وکرۂ مرصع وبازوبند مرصع بالماس واقسام انگشتری از لعل و یاقوت والماس ومروارید وخنجر مرصع باپھول کٹارہ وشمشیر مرصع وسپر بایراق مرصع وبرچھی مرصع ودو اسپ قبچاق، یکے سرافراز نام بازین مرصع ودیگرے بازین طلاے میناکار وفیل سدھکر باماده فیل کہ قیمت مجموعہ دو لک روپیہ شد، سربلند گردانیدند،

سخن طرازانِ فارسی وہندوستانی بنظم ونثر داستانِ آن رستم آثار بگذارش[2] دند"

اس اہم تاریخی واقعہ کے بعد ہم کو تقریباً ایک سال تک اورنگزیب کے حالات کا کوئی علم نہین، تا آنکہ غرۂ ربیع الثانی ۱۰۴۴ھ (۱۴ ستمبر ۱۶۳۴ء) کو اورنگ زیب ہم کو سفر کشمیر مین شاہجہان کے ساتھ نظر آتا ہے، اور اسی دن اس کو لوکہ بھون کا پرگنہ عطا ہوتا ہے[3]،

اس وقت تک اورنگزیب ایک معمولی کمسن شہزادہ کی طرح ۵۰۰ روپیہ یومیہ پاتا تھا لیکن سیوم

---

[1] احکام عالمگیری ص ۲-۱، [2] عبدالحمید ج ۱ ح ۱ ص ۴۹۳، اس سلسلہ مین سعیدائے گیلانی اور طالب کلیم کے قصائد قابلِ ذکر ہین، [3] ایضاً ج ۲ ص ۵۲،

رجب سنہ ۱۰۴۴ (۱۳ دسمبر سنہ ۱۶۳۴ء) کو

"بمنصب دہ ہزاری ذات و چہار ہزار سوار و علم و نقارہ و تومان طوغ بلند پائیگی بخشیدہ فرمان دادند کہ بعد ازین خیمہ سرخ برائے آن گوہر اکلیل سلطنت برپا می کردہ باشند"[1]

یہ اسکی حقیقی زندگی کی ابتدا تھی، جو ۶۴ سال تک اورنگزیب کو ہندوستان میں بسر کرنا تھی، آگے چل کر یہ معلوم ہوگا، کہ اُسے پہلے دن جو عہدہ دیا گیا تھا، اس کو اس نے اپنی شجاعت، بہادری، تدبر، تجربہ اور فن جنگ کے کمال مہارت کی بدولت نہ صرف باقی رکھا، بلکہ دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتے ہوئے ترقی کے انتہائی درجہ تک پہنچکر شہنشاہ ابوالمظفر محی الدین اورنگزیب عالمگیر بنا کہ

ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند

---

[1] عبدالحمید ج ۲ صفحہ ۶۵

باب ۲

ابتدائی لڑائیان

اور

دکن کی نظامت

بندیل کھنڈ کی جنگ بندیل کھنڈ کا علاقہ ہمیشہ سے اپنی شوریدہ سری، شورپشتی، رہزنی اور غارتگری کے لیے مشہور رہا ہے، ہر عہد مین یہان کے باشندون نے حکومتون کو تنگ اور رعایا کو تباہ کیا ہے، اس علاقہ پر اگرچہ اکبر ہی کے عہد مین قبضہ ہوگیا تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی یہی وہ علاقہ تھا جہان اکبر کا وزیر علامی ابوالفضل قتل کیا گیا، جہانگیر اس کو اپنا دشمن سمجھتا تھا، اور اس نے موقع پاکر اس وقت جبکہ ابوالفضل دکن سے واپس آرہا تھا، بندیلہ سردار بیر سنگھ دیو کے ذریعہ اسے قتل کرادیا[1]، اگرچہ اکبر نے انتقاماً اسے ریاست سے بے دخل کردیا، لیکن اس کا اثر

[1] بیر سنگھ کو عبدالحمید اور بعض دوسرے مورخون نے غلطی سے نرسنگھ لکھا ہے، حالانکہ ہندی مین اس کی جو سوانحعمری لکھی گئی ہے اس کا نام بیر چرتر ہے، اور اس نے جو تالاب بنایا ہے اس کو عبدالحمید تک بیر ساگر لکھتا ہے، اس کے مفصل حالات کے لیے دیکھو مآثرالامرا جلد ۲ ص ۹–۱۹۰، اقبال نامہ جہانگیری اور توزک جہانگیری مین ان عنایات و تفضلات کا حال جو جہانگیر نے بیر سنگھ اور اس کے رشتہ دارون کے ساتھ کئے مذکور ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر اس کے احسان کے بوجھ سے اسقدر دبا ہوا ہے کہ وہ اسکی کسی درخواست کو رد نہین کرسکتا، اس کے علاوہ جاننا بھی دلچسپ ہوگا کہ

کوئی اثر نہ ہوا، بلکہ جونہی جہانگیر تخت پر بیٹھا بیر سنگھ دیو کا ستارۂ اقبال چمک اٹھا، نہ صرف یہ کہ خاندان کے راجہ کو گدی سے جدا کر کے اُسے راج دیا گیا، بلکہ اُسے تقریباً مطلق العنان بنا دیا گیا، اب اس نے رہزنی و غارت گری شروع کر دی، اور اس مالِ غنیمت سے اس نے متعدد مندر، تالاب وغیرہ بنوائے اور جب وہ مرا، تو اپنی کروڑوں کی دولت بندیلہ رسم کے مطابق غیر معروف جگھون مین دفن کرتا گیا

اس کا بیٹا ججھار سنگھ جہانگیر ہی کے عہد مین اپنے باپ کی جگہ گدی پر بیٹھ چکا تھا، اور جب شاہجہان بادشاہ ہوا، تو دوسرے راجاؤن کی طرح وہ بھی دربار مین حاضر ہوا، لیکن نہ معلوم اسے کیا خیال پیدا ہوا، اور اس کے مشیرون نے اسے کیا رائے دی، کہ وہ ایک رات یک بیک بھاگ کھڑا ہوا، جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی، تو اس نے اس کے تعاقب مین فوج روانہ کی، اسے شکست ہوئی، اور اس نے پھر اطاعت قبول کرلی، اس عالم کے باوجود وہ کب نچلا بیٹھ سکتا تھا، اس کی فطرت ہی مین رہزنی تھی، چنانچہ اس نے گونڈ علاقہ گڈہ کے دارالسلطنت چوڑا گڈھ پر حملہ کر کے اور اس کے راجہ بھیم نرائن (پریم نرائن ؟) کو قتل کر کے اس پر اپنا قبضہ جمالیا، پریم کے لڑکے نے شاہجہان سے آکر شکایت کی، شاہجہان نے اس پر مندرجہ ذیل تہدیدی خط ججھار کو لکھا

"چون بے حکم اقدس خونِ بھیم نرائن و منسوبانِ او ریختہ ولایت گڈہ را بتصرف در آوردہ است، سود کارِ او دران است کہ ولایت مذکور بہ بندہاے پادشاہی تسلیم نماید، واگر می خواہد کہ در اقطاعِ او مقرر شود، درعوضِ آن جاگیرہاے حوالیٔ وطن بگذارد، وازنقود بھیم نرائن مبلغ دہ لک روپیہ بدرگاہِ والا بفرستد"[۱]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۷) کہ ابوالفضل کے اعتقادات کی وجہ سے ایک بڑی جماعت اس کو ملحد بے دین سمجھتی تھی، اور یہی وجہ تھی کہ جب بیر سنگھ نے ابوالفضل کے روپیے سے اپنا بڑا مندر بنوایا تو ایک شخص نے اسکے متعلق کہا ع "مالِ حرام بود بجائے حرام رفت"

[۱] عبدالحمید جلد اوّل حصہ دوم صفحہ ۹۵۔ پروفیسر جدوناتھ سرکار اس خط کے متعلق اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ:-

اس کے علاوہ اس کے لڑکے سے یہ قصور بھی ہوا تھا، کہ جب خانجہان لودی آگرہ سے بھاگ رہا تھا، تو راستہ مین اس کا علاقہ پڑتا تھا، اس کا لڑکا بکرماجیت وہان موجود تھا، اور اس نے اوسے غیر معروف راستون سے اپنے ملک سے نکال دیا، اور اس طرح ایک باغی سردار کی مدد کی، عبدالحمید لکھتا ہے :-

"چون آن کافر نعمت (خانجہان) خود را بولایت ججہار سنگھ بندیلہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انداخت بکرماجیت پسر کلان او کہ در وطن بود، آن سرگردانِ بادیہ ادبار را براہِ غیر متعارف از ملکِ خود گذرانید، اگر بکرماجیت آن مقہور را راہ نمی داد، او بآسانی دستگیر می شد، یا بقتل می رسید"[1]

شاہجہان کا خط ابھی ججہار سنگھ کو ملا بھی نہین تھا، کہ اسے اپنے وکیل کے ذریعہ اس کی اطلاع ہوئی، خانجہان لودی، نظام الملک اور دکن کے دوسرے علاقون کے انتشار نے اس کے حوصلے بڑھادیئے، اور اس نے اپنے بیٹے کو جو اس وقت خان زمان کے ساتھ بالاگھاٹ مین تھا، لکھا، کہ وہ جس صورت سے ہو، وہان سے نکل بھاگے، اس نے باپ کے کہنے کی تعمیل کی، مگر خان دوران نے اس کا تعاقب کیا، اشتہ کے قریب لڑائی ہوئی اور شکست خوردہ بکرماجیت بھاگ کر دھامونی مین اپنے باپ سے جا ملا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۸) دو مقتول کے لڑکے نے بادشاہ سے شکایت کی، لیکن کسقدر حیرت انگیز ہے کہ بادشاہ کو اس صاف و صریح ظلم پر بالکل غصہ نہین آیا، بلکہ اس نے جو کچھ کیا وہ صرف یہ تھا کہ اس لوٹ کے مال مین اپنے حصہ کا طالب ہوا" (اورنگزیب جلد اوّل صفحہ ۱۵) مگر میرا خیال ہو کہ شاہجہان نے علاقہ کی واپسی یا اس کے برابر بندیلہ علاقہ کا مطالبہ صرف اسلیے کیا تھا کہ وہ اس طرح بھیم نرائن کے لڑکے کی اشک شوئی کر سکے، چنانچہ خافی خان نے اس خیال کو زیادہ وضاحت کے ساتھ یون بیان کیا ہے کہ :-

"حکمِ نصائح آمیز مشتمل بر رہنمائی بازگشت از راہ خطا و مسترد ساختنِ مالِ بھیم نرائن بوارثان مکرر بنام آن برگشتہ طالع صادر گردید" (منتخب اللباب حصہ اوّل صفحہ ۵۰۷)

[1] عبدالحمید حصہ اوّل صفحہ ۲۹۹،

اب شاہجہان کے لیے اس کی تنبیہ ناگزیر تھی، تاکہ ماوراے نربدہ کی بلا اس طرف نہ آجائے اور اسکی تنبیہ کے لئے تین فوجین

"بسرکردگی سرداران ... یکے عبد اللہ خان بہادر فیروز جنگ .... دوم سید خانجہان و سیوم خان دوران ...... معین گشتند[1]"

لیکن اب مشکل یہ آن پڑی کہ یہ تینون سردار ہم رتبہ تھے، اور ممکن تھا، کہ ان مین آپس مین اختلاف راے ہوجاے، اور ایسی حالت مین کوئی بھی ایسا نہ ہوتا، جسکا حکم ان کے لیے ناطق ہوتا، اس لیے شاہجہان نے اورنگ زیب کو اس فوج کا سردار بنا دیا، اور اورنگ زیب کے فن حرب کی عملی تعلیم کی یہ بسم اللہ تھی، عبد الحمید کا بیان ہے،

"چون برخاطر خیب ناظر ... پرتو افگند کہ مبادا سرداران مذکور ...... از راے یکدگر سر برتابند، و موافقت بمخالفت منجر گردد، سرداری مواکب منصورہ بہ اختر سماے خلافت پادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر مقرر فرمودند،

چنانچہ پانزدہم ربیع الثانی ۱۰۴۵؁ (مطابق ۱۸ ستمبر ۱۶۲۰؁) آن والا گوہر را ...

...... باضافہ ہزار سوار بمنصب دہ ہزاری پنجہزار سوار .... روانہ آنصوب فرمودند[2]"

اس فوج نے جہجہار سنگھ کو شکست دیکر پہلے اورچہا (اندوچہ) پر قبضہ کیا اور یہان دیبی سنگھ کو جو بیر سنگھ اور جہجہار سنگھ دونون کو غاصب سمجھتا تھا، اور جس نے اسی گدی کے وعدہ پر بادشاہ کی مدد کی تھی، راجہ بنا دیا گیا، جہجہار یہان سے داہاموتی بھاگا، لیکن وہان بھی اس کے قدم نہ جم سکے، وہان سے اپنے خاندان سمیت گونڈون کے علاقہ مین داخل ہوا، اب اس کے لیے دوہری مصیبت

[1] عبد الحمید ج ۱ ح ۲ ص ۹۹، [2] ایضاً

تھی، ایک طرف مغل فوج سختی سے تعاقب کر رہی تھی، اور دوسری طرف گونڈ جان کے دشمن تھے، آخر دہ اور اس کا لڑکا مارے گئے، دوسرے لوگ قید ہوے، اور اس طرح اس جنگ کا خاتمہ ہوا،

اسی سلسلہ مین چانڈا کے گونڈ راجہ کیپا نے بھی اطاعت قبول کر لی[1]،

دکن | اس بدقسمتی کا کیا علاج ہو سکتا ہے، کہ وہی چیز جو تمام حکومتون اور فرمانرواؤن کے لیے طرۂ امتیاز اور تمغاے افتخار ہو، وہی کارروائیان، جو سلاطین اور کشور کشاؤن کے حالات مین کارنامے کہے جائین، غریب اورنگزیب کے لیے ذلت و بدنامی، رسوائی و شرمساری کا موجب ہون، رومیون نے قدیم دنیا کے تینون براعظمون کے بیشتر حصہ کو اپنے گھوڑون کی ٹاپون سے کچل دیا، لیکن یہ اُن کی عظمت و شوکت کا سبب بن گیا، سکندر اعظم نے مقدونیہ سے لیکر پنجاب تک تمام متمدن ممالک کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، لیکن یہی بربریت اس کی بڑائی کا ذریعہ ہے، دور کیون جائیے، خود مغلون کے سب سے زیادہ نیکدل، غیر متعصب، وسیع المشرب، بادشاہ اکبر نے بہار بنگال، مالوہ، گجرات اور راجپوتانہ کو ہضم کر کے نربدہ پار کی مسلم ریاستون پر حملہ کیا، اور خاندیس، برار اور احمدنگر وغیرہ پر قبضہ کیا، اس غاصبانہ قبضہ کا صلہ کیا تھا، کوئی مخالفانہ تنقید کوئی منصفانہ فیصلہ؟ نہین، بلکہ اُسے "اعظم" کا خطاب دیا گیا،

جہانگیر و شاہجہان، نظام شاہی، عادل شاہی اور قطب شاہی حکومتون سے تمام عمر لڑتے رہتے ہین، تو مورخون کے کانون پر جون تک نہین رینگتی، لیکن جب اسی ناکمل و ناتمام کام کو اورنگزیب مجبوراً پورا کرتا ہے، تو اسے ظالم، غاصب، غیر سیاست دان اور متعصب کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے، وہ کونسا انسان ہو، جو اپنے ذرائع مین وسعت کا طلبگار اور اس کے لیے کوشان

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو عبدالحمید ج ا ح ۲، منتخب اللباب، عمل صالح،

نہین ہے، آج تک دنیا مین وہ کونسی حکومت رہی ہو جس نے اپنے کو ابتدا سے انتہا تک صرف ایک مربعہ کے اندر محدود رکھا ہے، اور کیا آج اس تمام ادعاے تمدن وتہذیب اور صداے جمہوریت واشتراکیت کے باوجود جوع الارض اور شہنشاہیت کا بھوت ہمیشہ سے زیادہ مضبوط طریقہ پر اپنی گرفت مضبوط نہین کئے ہوے ہے، فرق صرف اتنا ہے، کہ پہلے جو کچھ ہوتا تھا، اس کا تمامتر دارومدار ایک شخص واحد پر ہوتا تھا، اور اب تمام ملک اور ساری قوم متحدہ طریقہ سے اس جرم مین شریک ہے، اس لیے جرم کی نوعیت زیادہ سخت، زیادہ ہلاک، اور زیادہ تباہ کن ہوگئی، مگر پھر بھی یہ تمدن و تہذیب کا دور اور حریت وآزادی کا زمانہ ہے، اور کسی کی مجال نہین، کہ اس کے کسی آئین کے خلاف انگلی بھی اٹھا سکے،

ہم آہ بھی کرتے ہین تو ہو جاتے ہین بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہین تو چرچا نہین ہوتا

تاریخ کی اس ناقابل تردید حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے، کہ جونہی اکبر کو شمالی ہند کے جھگڑون سے نجات ملی، اس نے فوراً ابندھیاچل اور نربدا کی پار والی اسلامی حکومتون کو اپنی وسیع حکومت مین شامل کرنے کی کوشش شروع کردی، اپنے بیٹون کو وہان بھیجا، چنانچہ ایک کا تو وہین انتقال ہوا، اور آخر مین خود بھی گیا، خاندیش، برار اور احمدنگر تک پر قبضہ کرلیا، کیا یہ اسلامی ریاستین نہ تھین؟ کیا انھون نے مغلون کی سرحد پر کسی قسم کی بھی کوئی جارحانہ پیش قدمی کی تھی؟ کیا انہین سے کسی ایک نے بھی کسی باغی وسرکش کا ساتھ دیا تھا؟ کیا ان مین سے کسی نے بھی مفرور ملزم کو پناہ دی تھی؟ نہین ان مین سے کچھ نہ تھا، یہ وسعت حکومت کے خواب کی جو ہر بادشاہ دیکھتا ہے، عملی تعبیر تھی، اور بس!!

جہانگیر نے بھی بجز کانگڑا اور رانا ے اودے پور کی لڑائیون کے تمام عمر اپنی تمام فوج کو

دکن ہی مین مصروف رہے تھا، عبدالرحیم خانخانان، اعظم خان، ابوالحسن آصفخان، شہزادہ پرویز، اور شہزادہ خرم کون تھا، جو ان جنگون مین شریک نہین ہوا، پھر کیا اُسوقت بیجاپور، اور گولکنڈہ، احمد نگر، دولت آباد کے فرمانروا سنی ہوگئے تھے، انھون نے شیعیت سے توبہ کرلی تھی؟ نہین ایسا نہین تھا، تو پھر اسکا سبب وہی وسعت حکومت کا شوق!

شاہجہان نے بھی ابتدا ہی سے اسکی طرف توجہ کی، خانجہان سے لیکر اسوقت تک کہ اورنگزیب اپنی حفاظت کیلیے دکن سے روانہ ہوا، دکن ہی مسلسل لڑائیون کا مرکز بنا رہا، تو کیا اسوقت شاہجہان کوئی سیاسی غلطی کررہا تھا، کیا وہ ان اسلامی حکومتون کو مٹا کر مرہٹون کی قوت بڑھا رہا تھا، یا اپنے خیال مین تمام ہندوستان کو ایک واحد حکومت بنا کر اپنی سلطنت کی مرکزیت کو مضبوط بنا رہا تھا؟ اگر ایسا ہی تھا، تو ہمارے ناقدین کو تو خوش ہونا چاہئے تھا، کہ اورنگزیب نے اپنے پردادا، دادا، اور باپ کے نقش قدم پر چلکر "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" کا فخر و امتیاز حاصل کیا،

اکبر کی وفات کے وقت خاندیس و برار کے علاوہ نظام شاہی حکومت کا علاقہ جسمین احمد نگر وغیرہ شامل ہین مغلون کے دست تصرف مین آگیا تھا، جہانگیر جب تخت پر بیٹھا تو اوسنے بظاہر اُسطرف توجہ کم کردی، اسکا ایک نتیجہ تو یہ ہوا، کہ دکن کے مغل افسرون نے اپنے فرائض کی ادائگی مین کوتاہی شروع کردی، دوسری طرف نظام شاہی حکومت مین ایک حبشی غلام ملک عنبر نے عروج و رسوخ پیدا کرکے مردہ روح مین جان ڈالدی، تینون دکنی ریاستون کو مضبوط کرکے اوسنے اتنی قوت حاصل کرلی، کہ اپنے علاقہ کی واپسی تو کیا شاہی افسرون کو لوٹنا اور قلعون کا محاصرہ شروع کردیا، جب جہانگیر کو اسکا علم ہوا، تو اُسنے شاہزادہ خرم (شاہجہان) کو وہان بھیجا، خرم نے نہ صرف ملک عنبر کو مغلوب کرلیا، بلکہ بیجاپوری فرمانروا سے بھی صلح کرکے دوستی پیدا کرلی، اقبالنامہ جہانگیری کا مصنف لکھتا ہے

"جمیع دنیاداران دکن سر خدمت در ربقۂ اطاعت و فرمان پذیری نہادہ حدود متعلقۂ بادشاہی را..... بدستور سابق در تصرف اولیائے دولت قاہرہ باز گذاشتند و مقالید قلعہا حصنہا بتخصیص قلعۂ احمد نگر حوالۂ وکلائے درگاہ والا نمودند.....

و بہ التماس آں برگزیدۂ دین و دولت عادلخاں بخطاب مستطاب فرزندی کلہ گوشۂ فخر و مباہات بر فلک سود.....

و ایں بیت را بدیہہ گفتہ بقلم خاص درعنوان فرمان ثبت فرمودند، بیت

شدی از التماس شاہ خرم بفرزندی ما مشہور عالم"

لیکن یہ حالت دیرتک قائم نہ رہی، اور ملک عنبر نے زور پکڑ کر نزدیک کے بادشاہی علاقہ پر بھی تاخت شروع کردی، جب جہانگیر کو اسکی خبر ہوئی، تو ایک بڑی فوج مقرر کرکے خود بھی اسکے پیچھے روانہ ہوا، اس وقت

تک خرم نے ایک مرتبہ پھر سب کو مغلوب کر لیا تھا، اور اس طرح صلح ہو گئی کہ

"بعد از عجز و زاری بسیار مقرر گشت کہ سوائے ملکے کہ از قدیم در تصرف بندہائے درگاہ بود موازی چہاردہ کرور دام دیگر از محال کہ متصل بسرحدہائے بادشاہی است، واگذارند، و پنجاہ لک روپیہ پیشکش بخزانہ عامرہ رسانند"[۱]

شاہجہان اور مہابت خان کی بغاوت، پھر جہانگیر کی موت، اور شاہجہان کی تخت نشینی سے جھگڑے و کینیوں کے لیے خداساز باتیں تھیں، اور انھوں نے ان مواقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، خانجہان سے تمام بالاگھاٹ وغیرہ لے لیا، شاہجہان کو اصلاحِ حال کے لیے فوراً اس طرف توجہ کرنا پڑی، خان جہان کی بغاوت نے اس معاملہ کو نازک تر کر دیا، چنانچہ متعدد فوجین دکن کی طرف روانہ کی گئین، انھون نے ایک طرف تو نظام شاہیون کا خاتمہ کر دیا، اور دوسری طرف عادل شاہ وغیرہ کو بھی اطاعت پر مجبور کر دیا، لیکن بیجاپوری اپنے وعدے پر قائم نہ رہے، دوسرے شیواجی کے باپ نے نظام شاہی خاندان کے ایک بچہ کو بادشاہ بنا کر بغاوت کر دی، اب شاہجہان کو از سرِ نو دکن کی طرف متوجہ ہونا پڑا، اور وہ ایک مرتبہ پھر اس طرف گیا،

یہان پر ہم مرہٹون کی اس خصوصیت کو جو ان کی عامیانہ چال رہی ہے، واضح کر دینا چاہتے ہین، تاکہ معلوم ہو جائے، کہ ہمیشہ سے ان کا کیا دستور رہا ہے، اور کس طرح وہ ہر موقع سے فائدہ اٹھا کر غداری اور نمک حرامی پر اتر آتے تھے، اسی ساہوجی بھونسلہ کے سسرالی خاندان نے شاہجہان کی اطاعت قبول کر لی تھی، لیکن پھر جا کر برہان شاہ سے مل گیا اور جب جادو راے اس کے دو بیٹے اور اس کا پوتا برہان شاہ کی سازش سے دربار مین قتل کر دیئے گیے تو اس کے پس ماندہ پھر شاہجہان کے پاس آ گئے، اسی طرح خود ساہوجی نے ابتداءً اطاعت قبول کی اور اس کے خاندان کے دوسرے ارکان نے اس کی پیروی کی لیکن موقع پر نظام شاہی خاندان کے بچے کو گدی پر بٹھا کر مغلون سے لڑنے پر آمادہ ہو گیا، یہی حال شیواجی وغیرہ کا بھی تھا[۲]

---

[۱] اقبال نامہ جہانگیری صفحہ ۲۰۳، [۲] مفصل حالات کے لیے دیکھو بادشاہ نامہ عبد الحمید، عمل صالح منتخب اللباب البساتین السلاطین وغیرہ،

شاہجہان دکن کی مہم کے لیے خود روانہ ہوا، اس اثنا میں ججھار سنگھ کا معاملہ تقریباً ختم ہو چکا تھا، اور "سیوم رجب ۱۰۴۵ھ مطابق ۳ر دسمبر ۱۶۳۵ء) ..... پادشاہزادہ کامگار حسب الحکم از ناحیہ دھامونی معاودت نمودہ شرفِ ملازمت دریافتند" اور باپ بیٹے سفر کا لطف اٹھاتے ہوئے ۲۴ر رمضان (۲۱ر فروری ۱۶۳۶ء) کو دولت آباد پہنچے،

اسی اثنا میں شاہجہان نے عادل شاہ اور قطب شاہ دونوں کے نام فرمان روانہ کر دیے تھے، کہ اگر وہ پہلے کی طرح پھر اطاعت قبول کر لیں تو ان کے علاقے علی حالہ محفوظ رہیں گے، چنانچہ عادل شاہ کے نام کے فرمان کے ضروری اقتباسات یہ ہیں:-

"چون عادل خان مرحوم اخلاص و رستی بخدمت موفور السعادت داشت و مانیز بدولت و اقبال عنایت خاص بآن مرحوم داشتیم .... وپس از رحلت آں غفران پناہ .... حقیقۃً تقصیرے ازان زبدۂ مخلصان ارادت کیش سر بر نزدہ بل ہر تقصیرے کہ درین مدت ازان طرف بوقوع آمدہ غلام بداصل بدطینت بود ...

...... بنابریں مابدولت واقبال غایت عنایت و نہایتِ مرحمت نسبت بآں عدالت پناہ داریم، و ملکے کہ عادل خان مرحوم در تصرف داشت، آں را .....

.... بآں زبدۂ مخلصان عقیدت پیشہ مرحمت فرمودہ ایم ......"

می باید کہ آں عدالت و نصفت پناہ قدر عنایاتِ بے غایاتِ بادشاہانہ مارا دانستہ سر رشتۂ اخلاص و بندگی خود را بایں درگاہ خلائق پناہ مستحکم داشتہ آنچہ لازمۂ مریدی ..... بودہ باشد بعمل آورد .... او باشے چند مثل ساہو وغیرہ .....

باعتماد حمایتِ آں عدالت دستگاہ ماندہ اند، اگر آں نصفت منزلت بہبود خود را میخواہد می باید کہ دست از حمایتِ ایں اوباشان باز دارد، و چون بعد از جلوس اقدس تا حال

پیش کشِ آن عدالت ونصفت پناہ بدرگاہ . . . . نرسیدہ واجب ولازم آنکہ پیشکشے
راکہ حکم فرمودہ ایم . . . . . . ارسال دارد . . . ."

ہرگاہ آن مرحوم باوجودآنکہ قلعہ شولاپور ومحالِ ونگوازان مبرورگرفتہ بملک عنبر
دادہ بودیم آنچنان پیشکشے فرستادہ باشد، درین وقت کہ مابدولت بآں عدالت مرتبت
قلعۂ شولاپور وآں محال راعنایت مینمائیم باید کہ پیشکشے . . . . بفرستد۔ [1]

قطب الملک کو جو فرمان بھیجا گیا، اسمیں خفگی کے متعدد اسباب تھے، اُن میں اہم ترین یہ تھا کہ
"قطب الملک نیز عروۂ وثقائے بندگی وحبل متینِ عبودیت از دست دادہ باعادل
خان راہ موافقت می پیمود۔"

دوسرے اسباب خود فرمان کے الفاظ میں یہ ہیں ا-

"بمسامعِ جاہ وجلال رسیدہ کہ درملکِ آن قطبِ فلکِ شوکت، علی رؤس
الاشہاد سبِّ اصحاب کبار رضہ . . . . می نمایند وآں ایالت پناہ منع
نمی کند . . . . . . بنابرین . . . . حکم میفرمائیم کہ از ملک خویش این امرِ
قبیح وفعل شنیع برطرف گرداند . . . . . . دیگر بعرض رسید کہ خطبہ را دران ملک
بنام فرمانروائے ایران می خوانند، ہرگاہ آن ایالت پناہ دعوئ مریدئ مامی نمودہ
باشد، بافرمان روائے ایران چہ رجوع دارد؟ . . . . ."

دیگر مبلغے کلی ازبابتِ پیشکشِ آں ایالت وشوکت پناہ رابایدداد . . .
. . . . واعلام نماید کہ مابدولت واقبال نظر بوفورِ اخلاص . . . . . کہ
پدرآں ایالت پناہ سلطان محمد قطب الملک مرحوم بخدمت ماداشتہ . . . . .

---

[1] بادشاہ نامہ جلد اوّل حصہ دوم ص، ۱۳۰-۱۲۶،

آن ملک را با ومرحمت فرمائیم[1]"

قطب الملک نے اپنے مین مقابلہ کی قوت نہ پاکر فوراً اطاعت قبول کر لی، اور بادشاہ کے ایک ایک حکم کی تعمیل کردی اور بالفاظ شاہجہان "قریب پنجاہ لک روپیہ پیشکش کہ بعد از جلوس اقدس مقرر فرموده بودیم ارسال داشت" اس سلیے اس کے ساتھ اس رعایت کیساتھ صلح ہوئی، کہ

"از جملہ چہار لک ہون کہ ہر سال حسب الحکم الاشرف بنظام الملک می داد، دو لک ہون را ہر سال بسرکار خاصہ شریفہ واصل سازد و دو لک ہون دیگر بآن قطب فلک شوکت معاف باشد[2]"

اسی کے ساتھ جب عادل خان کیساتھ صلح ہوگئی، تو اُسے بھی یہ تاکید کیگئی کہ

"آں عدالت پناہ ہم کہ کلان ترین دنیا داران دکن . . . . . و بجاے برادر کلان آن قطب فلک ایالت است، اصلاً و مطلقاً در مقام رسانیدن ضررے بملک آں قطب فلک شوکت نشود، و متعرض بحال متعلقہ او نہ گردد، و تکلیف دادن چیزے از نقد و جنس بآن قطب فلک ایالت نکنند . . . . و ایں مقدمہ را نیز از شرائط این قرار داد داند[3]"

لیکن افسوس کہ یہ دو لاکھ ہون کی رعایت جیساکہ آگے چل کر معلوم ہوگا اس کی تباہی کا سبب ہوئی،

عادل شاہ نے کچھ تو مرہٹون کی مدد کے بھروسہ پر اور کچھ اپنے امرا کی ایک جماعت کے

---

[1] عبد الحمید جلد اول حصہ دوم ص ۱۳۰-۱۳۲، [2] جناب سید ہاشمی صاحب نے تاریخ ہند براے انٹرمیڈیٹ حصہ میں اس رعایت کو غلط طور سے عادلشاہ کی طرف منسوب کر دیا ہے، اور اس غلطی میں پڑ کر پروفیسر سرکار پر غلط اعتراض کر دیا ہے، [3] عبد الحمید ج ۱ ح ۲ ص ۱۶۱،

خیالات سے متاثر ہو کر جنگ کی ٹھان لی، لڑائی شروع ہوئی، اور مغل فوج فاتحانہ پیش قدمی کرتی ہوئی بیجاپوری دارالسلطنت تک پہنچگئی، بیجاپوریون کو جب بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی، تو انھون نے اپنے ہی علاقہ کو ویران اور مضافات کو تہ آب کر ڈالا مغلون کے قدم بھی رک گئے، اب پھر صلح کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، اور مندرجہ ذیل مراعات کے ساتھ معاملہ ختم ہوا،

"ما بدولت تمام ملکے کہ از عادل خان مرحوم بآن عدالت مرتبت رسیدہ بآن زبدۂ مخلصان مرحمت فرمودیم، و از ملک نظام الملک ہم محال و نکو قلعہاے کہ در آن محال واقع است و قلعۂ شولاپور . . . . وقلعۂ پرینڈہ . . . . . . و پرگنہ بھالکی و پرگنہ جیت کو باد از ولایت کوکن انچہ بہ نظام الملک متعلق بود، . . . . و پرگنہ چاکنہ را کہ مجموعہ پنجاہ پرگنہ میشود و قریب بست لک ہون حاصل دارد . . . . مرحمت فرمودیم"[۱]

لیکن ان مراعات کے حصول کے لیئے تین شرطین بھی تھین :-

(۱) حکومت مغلیہ کی اطاعت،

(۲) نظام شاہی افسرون سے بے تعلّقی،

(۳) قطب الملک سے دوستانہ و مساویانہ تعلقات کا قیام،

اورنگزیب کی نظامت دکن | عادل شاہ نے اس کے بعد بادشاہ کی ایک تصویر مانگی، اور اسکی یہ استدعا بھی منظور ہوئی، اب شاہجہان کے لیے کچھ کام نہیں رہ گیا تھا، کیونکہ عادل شاہ نے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ ساہوجی[۲] بھونسلہ اور دوسرے باغی نظام شاہی سرداروں کا خاتمہ کر دے گا، چنانچہ شاہجہان نے اورنگزیب کو جو بندیلہ جنگ کی کامیابی کے بعد سے باپ ہی کے ساتھ تھا ۲۰ ذی الحجہ

[۱] عبد الحمید جلد اوّل حصّہ دوم صفحہ ۱۲۹، [۲] فارسی تاریخون نے شیواجی کے باپ کو جو عام تاریخون مین شاہ جی بھونسلہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اسی طرح ساہوجی لکھا ہے اور ہم نے ان کی پیروی کی ہے،

۱۰۴۵ھ(۲۹ر اپریل ۱۶۳۶ء) کو تمام دکنی علاقہ کا صوبہ دار بنا دیا، اور خود شمالی ہند کی طرف روانہ ہوا، اورنگزیب اس سفر مین بھی تین دن ساتھ رہا اور

"بستم صفر ۱۰۴۶ھ ۱۴ر جولائی ۱۶۳۶ء) نورحدیقہ خلافت را ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
از حوالی دولت آباد مرخص ساختند"

شاہجہان نے ابتدائً اپنے دکنی مقبوضات کو دو حصون مین تقسیم کیا تھا، لیکن موجودہ فتوحات کی وجہ سے اب اس کو مندرجہ ذیل چار صوبون مین تقسیم کرنا پڑا۔

"یکے دولت آباد با احمد نگر و دیگر محال کہ آن را صوبۂ دکن نامند"۔

"دوم تلنگانہ واین در صوبۂ بالا گھاٹ واقع شد"

سیوم خاندیس کہ حصار آن یا سیر وشہر برہانپور شہرت دارد"

چہارم برار کہ ایلچپور حاکم نشین آن است وحصن مشہور کاویل است"[1]

ان چارون علاقون مین ۶۴ قلعے ہین، جنمین ۵۳ پہاڑون پر تھے، تیسرا صوبہ بالکل اور چوتھے صوبہ کا ایک حصہ آباد تھا، اور ان صوبون کی مجموعی آمدنی ۶۴ ارب دام یعنی تقریباً پانچ کروڑ روپیہ تھی، یہ حالات تھے، جن کے ماتحت اورنگزیب نے اپنی اولین نظامت کا آغاز کیا،

اب اورنگزیب کے سامنے جو اہم ترین کام تھا، وہ یہ تھا کہ وہ نظام شاہی علاقہ کے ان قلعون کو جنپر مرہٹہ سردار ساہوجی یا دوسرے حبشی اور راجپوت سردار قابض ہین فتح کرے شاہجہان نے دکن سے جانے سے پہلے ہی دو افسرون کو اس کام کے لیے مقرر کر دیا تھا، چنانچہ خان دوران نے ادگیر کو حبشی سردار سیدی مفتاح سے (جو بعد مین حبش خان[2] کے نام سے مشہور ہوا) اور اوسہ کو راجپوت افسر بھوج راج سے فتح کیا، اور پھر گونڈوانہ مین داخل ہو کر دیوگڈھ کے راجہ

[1] عبدالحمید ج ۱ ح ۱ ص ۲۰۵ [2] مآثر الامراء جلد ۱ ص ۳ ۸-۵۷۹،

کو اطاعت پر مجبور کرکے مالِ غنیمت کے ساتھ لوٹا، دوسرے افسر خان زمان نے بیجاپوری سردار رندولہ کے ساتھ ساہوجی بھوسلہ کا تعاقب کیا، اور اس کے مختلف قلعوں کو فتح کرنے کے بعد اسے اطاعت پر مجبور کر دیا، اس کا ساختہ نظام شاہی بادشاہ بھی گرفتار ہوا، اب ساہوجی نے بیجاپوری دربار کی ملازمت اختیار کر لی، اور اس طرح نظام شاہی علاقہ مغلوں کے قبضہ میں آگیا، تقریباً دو کروڑ کا نقد و جنس ہاتھ لگا، اور اُن کی آمدنی میں ایک کروڑ کا اضافہ ہوگیا،

لیکن ابھی اورنگ زیب کا کام ختم نہیں ہوا تھا، بگلانہ کا علاقہ گجرات و خاندیس کے راستہ میں تھا، اس کے قلعے ناقابلِ تسخیر سمجھے جاتے تھے، اور اس علاقہ کو آزاد چھوڑنا مغل حکومت کے لیے ہر وقت خطرہ کا سبب ہو سکتا تھا، اسی لئے جب اورنگ زیب شادی کے بعد آگرہ سے لوٹا ہے تو شاہجہان نے اس کے فتح کرنے کا حکم دیدیا تھا، اور مرہٹہ سردار مالوجی[1] اور طاہر خان کو سات ہزار فوج کے ساتھ اس کی تسخیر کے لیے روانہ کیا گیا انھوں نے اس علاقہ کو فتح کر لیا، اور اس کا راجہ شاہ بھرجی[2] مشغل ملازمت میں داخل ہوا، بھرجی کا داماد سوم دیو رام نگر کا راجہ تھا لیکن چونکہ اس کی آمدنی خرچ سے زیادہ تھی، اس لیے اس سے دس ہزار کی رقم لے کر اسے علیٰ حالہ چھوڑ دیا گیا،[3]

اب صرف ایک مرہٹہ سردار کھیلوجی باقی رہ گیا تھا، ابتداءً وہ نظام شاہی ملازم تھا، پھر شاہجہان کے یہاں پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار کے منصب پر مقرر ہوا، لیکن دولت آباد کے فتح کے وقت اپنے نئے مالک سے منحرف ہو کر پھر نظام شاہیوں سے مل گیا، اس کے بعد عادل شاہ کی ملازمت اختیار کر لی، صلح کے بعد عادل شاہ نے بھی اس کو الگ کر دیا، اب

---

۱ مالوجی مآثر الامراء جلد سوم ص ۴۲۰-۵۲۰ و طاہر خان ایضاً ص ۴۰-۵۳۶ ۲ مآثر الامراء جلد اول ص ۱۲-۱۵ ۳ عبد الحمید ج ۲ ص ۹-۱۰۵،

اس نے لوٹ مار کا پیشہ اختیار کر لیا، اورنگزیب نے ملک حسین کو اس کی تنبیہ کے لیے بھیجا، وہ گرفتار ہوا، اور قتل و غارتگری کے سلسلہ مین "بسزاے کردارش رسید"[۱]

اورنگزیب آٹھ سال (۱۴ جولائی سنہ ۱۶۳۶ئ سے ۲۸ مئی سنہ ۱۶۴۴ئ تک) دکن کا گورنر رہا، اس عرصہ مین اس نے نہ صرف دکن کے مغل علاقون کو باغیون، رہزنون، اور ڈاکوؤن سے پاک و صاف کیا، بلکہ اس مین بگلانہ وغیرہ کا اضافہ بھی کیا، اندرون ملک کے انتظام و آبادی کے لیے بھی اس نے پوری کوشش کی، اور ایک بڑی حد تک اسمین کامیاب بھی ہوا، چنانچہ قندھار سے واپسی کے وقت جب وہ دوبارہ دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا، اور جب شاہجہان نے جو بلا وجہ اس سے ناخوش تھا، یہ لکھا تھا کہ:-

"اگر آن مرید ولایت دکن را ہم آباداں تواند کرد، بسیار خوب است" (۵/۳۴)

تو اس کے جواب مین اورنگزیب نے اس طرح اپنی گذشتہ کامیاب نظامت کا حوالہ دیا تھا کہ:-

"قبلہ و کعبۂ دو جہانی سلامت! بر ضمیر منیر اعلحضرت مکشوف خواہد بود کہ این عقیدت منش ہر چند کہ در آبادانکاری و پرداخت صوبجات عمدہ با سائر مریدان برابری ندارد، امّا از ابتدائے کہ بعنایت جاگیر سرفراز شدہ ہیچ گاہ در پرداخت امور ملکی و نسق مہمات مقصر نبودہ، چنانچہ ہمین صوبۂ دکن را کہ در نہایت ویرانی و برہم خوردگی بود، نوعے معمور ساختہ کہ بر عالمیان ظاہر است و شاید بعد تغیر حقیقت آن بمسامع علیہ رسیدہ باشد" (ایضاً)

اس عرصہ قیام مین اورنگزیب کے منصب مین بھی ترقی ہوتی رہی، اور وہ دس ہزاری پنجہزار سوار سے پانزدہ ہزاری ذات و دہ ہزار سوار شش ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب تک ترقی کر تا گیا،[۳]

اس عرصہ مین وہ چار مرتبہ دکن سے شمالی ہندوستان بھی آیا، اس مین دو مرتبہ

۱؎ مآثر الامراء ج ۳ ص ۲۱ — ۲۰ ، ۵

۳؎ عبد الحمید جلد اوّل حصہ دوم ص ۲۷۷ و جلد دوم ص ۹۵، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۲۸، ۲۰۹

کا آنا خاص اہمیت رکھتا ہے، ایک مرتبہ تو اس وقت جب وہ اپنی شادی کے لیے آیا ہے، اور دوسری مرتبہ، جبکہ جہان آرا جلی ہے، اس آخری آمد کے بعد وہ شاہی عتاب کا مورد اور پھر دوبارہ اپنے منصب پر بحال ہو کر گجرات کا صوبہ دار مقرر ہوتا ہے، چاروں دفعہ کی آمد کی یہ تاریخیں ہیں،

تاریخ آمد	تاریخ معاودت
(۱) غرۂ ذی الحجہ سنہ ۱۰۴۶ھ (۱۹ اپریل سنہ ۱۶۳۷ء)	۲۳ ربیع الثانی سنہ ۱۰۴۷ھ (۴ ستمبر سنہ ۱۶۳۷ء) برائے کتخدائی
(۲) ۱۵ رمضان المبارک سنہ ۱۰۴۹ھ (۳۰ دسمبر سنہ ۱۶۳۹ء)	۸ ذی القعدہ سنہ ۱۰۴۹ھ (۲۰ فروری سنہ ۱۶۴۰ء) برائے زیارت
(۳) ۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰۵۱ھ (۱۱ مارچ سنہ ۱۶۴۲ء)	۴ محرم سنہ ۱۰۵۲ھ (۲۵ مارچ سنہ ۱۶۴۲ء) 〃
(۴) ۵ ربیع الاول سنہ ۱۰۵۴ھ (۲ مئی سنہ ۱۶۴۴ء)	برائے عیادت جہان آرا

یہاں پر یہ بات قابلِ لحاظ ہے، کہ ہر مرتبہ قیام کے دن واضح طور سے کم ہوتے جاتے ہیں اور یہ چیز تعلقات کی اس اندرونی کشیدگی کو ظاہر کرتی ہے، جو باپ، بھائی بہن اور اورنگ زیب میں غیر مرئی طریقہ سے پیدا ہو رہی تھی، اور جسکا نتیجہ آخری آمد کے وقت یہ ہوا کہ وہ اپنے منصب سے الگ اور حاضری سے منع کر دیا گیا،

باب ۳

اورنگ زیب کی متاہل زندگی اعتزال

اور

گجرات کی صوبہ داری

اورنگ زیب کو دکن کی صوبہ داری پر مقرر ہوئے تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا، کہ اسے اپنی شادی خانہ آبادی کے لیے دکن سے آگرہ آنا پڑا، مغل سلاطین ہندوستان کے فضلاء اور ایران کے شاہی خاندان کے ارکان سے رشتہ داریاں قائم کیا کرتے تھے، چنانچہ اورنگ زیب کے لیے بھی ایران کے سابق امیر مرزا رستم خان کے لڑکے نواب شاہ نواز خان کی لڑکی دلرس بانو کا انتخاب ہوا، رستم خان صفوی خاندان سے تعلق رکھتا تھا، اورنگزیب ۳۰ ذی قعدہ سنہ ۱۰۴۶ھ (۱۵ اپریل ۱۶۳۷ء) کو آگرہ کے قریب پہنچا، تو شاہجہان نے

"از عواطف پدری این رباعی طالب آملی را مرقوم قلم اعجاز رقم ساختہ نزد آں والا گہر فرستادند، نظم

بامژدہ اگر زود درآئی چہ شود — پا تا ختہ پیش از خبر آئی چہ شود

زود آمدنت نظر بشوق ہم دیر است — از زود اگر زود تر آئی چہ شود"[1]

چنانچہ اس کے دوسرے ہی دن ۱۶ اپریل کو اورنگزیب بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا

[1] عبد الحمید جلد اول حصہ دوم صفحہ ۲۵۵،

اس وقت تک دارا و شجاع کی شادیاں ہو چکی تھیں، ان دونوں شادیوں کے تمام اخراجات ان کی بڑی بہن جہاں آرا بیگم نے برداشت کیے تھے لیکن اورنگزیب کی شادی کے تمام اخراجات خود شاہجہان نے ادا کیے، "ساچق" کی رسم اورنگزیب کے آنے سے پہلے ہی ۲۹ شعبان ۱۰۴۶ھ (۱۶ جنوری ۱۶۳۷ء) کو ادا کیجا چکی تھی، اب ۲۲ ذی الحجہ (۷ مئی) کو حنابندی کی رسم ادا کی گئی، اور اس کے دوسرے دن بارات شاہ نواز خان کے گھر گئی، شاہجہان نے بھی شرکت کی اور

"در حضور سراسر نور، آن دو گران مایہ گوہر در سلک عقد انتظام یافتند و چار لک روپیہ کابین مقرر گردید"

طالب کلیم نے اس کی یہ تاریخ لکھی ہے:

"جہان کردہ سامان بزم نشاطے | کہ گلبانگ عیشش بگردون رسیدہ
قران کردہ سعدین و زین سان قرانی | فرح خیز و فرخندہ دوران ندیدہ
ز پیوند این گلبن باغ دولت | زمانہ گل عیش جاوید چیدہ
فلک رتبہ اورنگ زیب آنکہ ایزد | سزاوار تائید غیبیش دیدہ[1]
نہال برومند بستان دولت | کہ اقبال در سایہ اش آرمیدہ

خرد بہر تاریخ تزویج گفتہ

"دو گوہر بیک عقد دوران کشیدہ"

۲۹ ذی الحجہ (۱۴ مئی) کو بادشاہ، اورنگزیب کے گھر گیا، شاہزادہ نے نذر گذرانی، امرا کو خلعت عطا کیے، اور اس طرح یہ شادی ختم ہوئی[2]

اورنگ زیب کے اس محل خاص کے علاوہ کئی دوسری ایسی بیگمات بھی تھیں جنکو یہ شرف حاصل ہوا

---

[1] مفتاح التواریخ نے اس شعر کو اس طرح دیا ہے:
فلک رتبہ اورنگ زیب آنکہ نقش | سرافراز ناہید جاوید دیدہ،

[2] عبدالحمید ج ۱ حصہ دوم صفحہ ۲۶۶-۷

تھا، ان مین قابلِ ذکر یہ ہین :-

۱- نواب بائی، انکا نام رحمت النسا بیگم تھا، اور کشمیر کی ریاست رجوری کے راجہ راجو کی صاحبزادی تھین،

۲- اورنگ آبادی محل } اکبر ہی کے زمانہ سے مغل خاندان کا یہ دستور تھا کہ "پرستار"
۳- اودیپوری محل، } جس شہر مین داخل ہوتی اُسی کی طرف اسکا انتساب ہوتا۔

ان چار محلون کے علاوہ جنمین سے ہر ایک صاحبہ اولاد تھین، اورنگزیب کے حرم مین ان تین "پرستارانِ قدیم" کا بھی شمار کرنا چاہیے، ان مین سب سے زیادہ اہم ترین آبادی محل ہے، اس کے متعلق ہمارے معلومات کے صرف دو ذریعہ ہین، مآثر الامرا، اور احکام عالمگیری، زین آبادی محل کا واقعہ اس لیے خاص اہمیت رکھتا ہے، کہ جیسا کہ ان دونون کا بیان ہے، "یہ پہلی نظر مین محبت" کا معاملہ تھا، لیکن افسوس کہ محبت کا یہ پودہ زیادہ سرسبز و شاداب نہین ہوا، اور چند ماہ بعد ہی اپنے عاشقِ صادق کو داغِ جدائی دے گئی، مآثر الامرا نے اس سلسلہ مین اورنگزیب پر جو الزام لگایا ہے، وہ بے حقیقت اور صداقت سے دور ہے، یہ واقعہ اس وقت کا ہے، جبکہ اورنگزیب آخری مرتبہ دکن کا صوبہ دار مقرر ہوکر گیا تھا، برہانپور مین اسکا قیام تھا، اور جب اس محبت کی شادی کا حال دربار تک پہنچا، تو لوگون نے اس مین خوب حاشیہ آرائی کی، شاہجہان نے جو بلا وجہ اورنگزیب سے ناخوش تھا، اوس سے اس کے متعلق جواب طلب کیا، اور اورنگزیب نے ان الفاظ مین صفائی پیش کی :-

"پیر و دستگیر سلامت! عیوبِ بندہ سراسر تقصیر زیادہ ازان است کہ توان شمرد، چنانچہ مکرر اظہارِ آن کردہ بہ برکتِ ارشادِ مرشدِ حقیقی توفیقِ اصلاحِ آن رفیق باد، اما بحمد اللہ تعالیٰ کہ باینہمہ عیب ہیچ گاہ مصدرِ امریکہ خلاف مرضیٔ خدا و سایۂ خدا بودہ باشد نگشتہ، با احدے

ئلہ وارث ص۳۲

بمقام بدی و بداندیشی نیست، مقدمہ کہ درین ولا بسامع رسید محض خلاف است[1]،،

اس کے علاوہ مآثر عالمگیری نے دو کا اور تذکرہ کیا ہے، یعنی (۱) دل آرام اور (۲) دولت آبادی محل[2]

اب ہم اورنگزیب کی اولاد کا حال لکھتے ہیں، اورنگزیب کے پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں، دلرس بانو سے جو وفات کے بعد رابعہ الدورانی کے نام سے مشہور ہوئی، پانچ اولادیں ہوئیں

(۱) زیب النساء (۲) زینۃ النساء (۳) زبدۃ النساء (۴) محمد اعظم اور (۵) محمد اکبر،

نواب بائی سے تین،

(۱) محمد سلطان (۲) محمد معظم اور (۳) بدر النساء،

اورنگ آبادی محل سے ایک،

(۱) مہر النساء

اودے پوری محل سے بھی صرف ایک،

(۱) کام بخش،

چونکہ ہم نے اورنگزیب کی بیگمات اور ان کی اولاد کے حالات کو ضمیمی جلد میں مفصل طور سے لکھا ہے، اس لیے ہم طوالت کے خیال سے تمام تفصیل کو نظر انداز کر دیتے ہیں[3]،

اورنگ زیب کی معزولی خاندانی حالات کے سلسلہ میں اورنگزیب کی معزولی کا واقعہ خاص اہمیت رکھتا ہے، کہ اس بات کا مظہر ہے کہ وہ کشمکش، وہ مخالفت اور وہ عداوت جو آخر میں جنگ برادران کی صورت میں ظاہر ہوئی، اس کی علانیہ ابتدا اسی عہد سے ہوتی ہے، ۲۷ محرم ۱۰۵۴ھ (۶ مارچ

[1] مآثر الامراء جلد اول ص ۲۰۷ – ۹۰، احکام عالمگیری حمید الدین ص ۹ –، رقعات ص ۹۴ خط ۵۲ [2] مآثر عالمگیری ص ۳۱۸ و ۱۵۱

[3] مفصل حالات کیلئے دیکھو، بادشاہ نامہ عبد الحمید وارث وغیرہ و عالمگیر نامہ، مآثر عالمگیری و مآثر الامراء،

سنہ ۱۶۴۴ کو جہان آرا بری طرح سے جل گئی، اپنی ماں کی موت کے بعد وہ تمام محل کی ملکہ تھی، اور شاہجہان کی خدمت کو اس نے اپنی زندگی کا مقصد و حید تر کر رکھا تھا، شاہجہان بھی اسکی اطاعت و خدمت سے بہت زیادہ خوش تھا اور اس نے ایک محبت والے باپ کی طرح اُسے سب کچھ دے رکھا تھا حتیٰ کہ ملکی امور مین بھی اس کا اثر بہت کچھ کارفرما تھا، شاہجہان اس اچانک واقعہ سے بہت پریشان ہوا، علاج مین کوئی کسر اٹھا نہین رکھی گئی، دعا، دوا، مراہم و خیرات دونون کی فراوانی تھی، تمام حکومت اس مین شاہجہان سے ہمدردی کا اظہار کر رہی تھی، اور تمام خلق بیگم صاحب جیو کے لیے دست بدعا تھی، اورنگزیب دکن سے اور مراد بخش اپنے صوبہ ملتان سے اپنی بڑی بہن کی عیادت کو آئے، اورنگزیب ۵ ربیع الاوّل سنہ ۱۰۵۴ (۲ مئی سنہ ۱۶۴۴) کو آگرہ پہنچا، شاندار طریقہ سے اس کا استقبال کیا گیا، اس نے دربار مین حاضر ہو کر نذر پیش کی، اور خلعت سے سرفراز ہوا[1] لیکن اس کو آئے ہوئے مشکل سے تین ہفتے گذرے ہونگے، کہ یکم ربیع الثانی (۲۸ مئی) کو

"چون از مجالست برخے بے دانشان خرد تباہ و ناتجربہ کاران نظر کوتاہ پادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر بران شدند کہ دست از مواد دولت باز کشیدہ، بگوشہ نشینی وزاویہ گزینی درسازند و لختے امور کہ مرضیٔ مزاج اقدس نبود ارتکاب نمودند، اعلیٰ حضرت بقصد ترتیب و تادیب بل ترشیح و تہذیب چندے ازان والاگہر نظر عاطفت باز داشتہ بتغییر منصب و جاگیر و عزل از خدمت نظم کل دکن . . . . تنبیہ فرمودہ"[2]

یہ سرکاری درباری مورخ کا بیان تھا، عمل صالح کا بیان اس سے ذرا صاف ہے:۔

"چون از دریافت فیض صحبت درویشان و برکت انفاس متبرکۂ ایشان بادشاہزادہ

---

[1] عبدالحمید ج ۲ ص ۳۷۳ - [2] ایضاً ص ۳۷۶،

عالمیان محمد اورنگ زیب بہادر برآن آمدند کہ از دولتِ فانی خود را برکنار کشیدہ، بدولتِ عزلت و گوشہ نشینی در سازند، چون این معنی از غایتِ ابوابِ عطوفت باطنی مرضی طبیعت قدسی طویت نبود، چندے آن شہسوارِ مضمارِ توفیق، سالکِ مسالکِ عرفان و تحقیق را از کسوتِ منصب سری داشتہ[1]"

اس مورخ نے کم از کم عبدالحمید کے ایک الزام کو کہ اورنگ زیب نے بعض ایسی حرکتین کی تھین جو شاہجہان کو ناپسند تھین، دور کر دیا ہے، اور پہلے الزام مین" از مجالست برخے بے دانشانِ خرد تباہ و نا تجربہ دانِ نظر کوتاہ" کی جگہ" از دریافت فیضِ صحبتِ درویشان و برکتِ انفاس متبرکۂ ایشان" کو رکھکر اس نے اس الزام کو بھی بالکل دور کر دیا ہی، لیکن یہ بات عام فہم سے بالاتر ہے کہ آخر کوئی شخص مذہبیت سے کیون رنج ہونے لگا، دوسرے عبدالحمید نے اعمال ناپسندیدہ کی بھی کوئی تشریح نہین کی ہے، اس کے ساتھ ہی اورنگ زیب کے آخر عمر کے ایک معتمدِ خاص نے اسکے متعلق ایک عجیب و غریب توضیح پیش کی ہی، اور بہت ممکن ہی کہ اس واقعہ کو اس مین کوئی دخل ہو، لیکن تاریخی حیثیت سے اس کا کوئی ثبوت نہین، بلکہ اس کا یہ بیان کہ دارا شکوہ، اپنے تینون بھائیون کو محل دکھلانے لے گیا تھا، واقعہ کے خلاف ہی، کیونکہ شہزادہ شجاع جہان آرا کی عیادت کو نہین آیا تھا، اس لیے جس وقت اورنگزیب موردِ عتاب ہوا ہے، تینون بھائیون کی موجودگی غلط ہے، دوسرے شاہجہان اس زمانہ مین ایک دن بھی دارا کے یہان نہین گیا، بلکہ جہان آرا کے اچھے ہونے کے بعد اس کے ساتھ ۲۵ جمادی الاول (۲۰ جولائی) کو گیا ہی جو اورنگزیب کی معزولی کے تقریبًا دو ماہ بعد کا واقعہ ہی، تیسرے اسکا بیان ہی کہ اوس کے بعد وہ دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا، اورنگزیب صرف دو مرتبہ

---

[1] عمل صالح جلد دوم صفحہ ۴۰۷، خافی خان کا بیان ہی کہ اورنگ زیب کو یقین تھا کہ شاہجہان اس کو معزول کر دے گا اور اس لیے وہ خود الگ ہو گیا تھا،"

دکن کا صوبہ دار ہوا ہے، پہلی مرتبہ جیساکہ گذر چکا جس وقت وہ صوبہ دار مقرر ہوا ہے باپ کے ساتھ دکن ہی مین تھا، اور دوسری مرتبہ قندھار سے واپسی پر کابل مین شاہجہان سے ملا ہے اور یہ باپ بیٹے کی آخری ملاقات تھی، بہرحال ہم اس کے بیان کو بھی یہان درج کر دیتے ہین:-

"برای داراشکوہ در اکبرآباد خانۂ نو تیار شدہ، اعلحضرت را با ہر سہ پسر در آنجا ضیافت کرد، از آن راہ کہ ایام گرما بود تہ خانہ متصل دریا ساختہ بودند، و آئینہ حلبی از قد آدمی زیادہ طرف دریا نصب کردہ بودند، اعلحضرت را برای دیدن کیفیت آنجا با برادران برد، محمد اورنگزیب متصل دروازہ کہ راہ آمد و شد مردم بود نشستند، داراشکوہ کہ این معنی را دید بطرف اعلیٰ حضرت اشارہ بچشم کرد، کہ نشستن ایشان را باید دید، بادشاہ فرمودند کہ "بابا ہرچند شمارا عالم و درویش صفت میدانیم، لیکن حفظ مراتب ہم ضرور است ع،

گر حفظ مراتب نکنی زندیقی،

چہ لازم کہ در راہ زد مردم نشستند و پایین دست برادر خورد باشد؟" ایشان عرض کردند، کہ وجہ این نشستن عرض خواہم کرد، بعد از لحظہ بتقریب نماز ظہر بجماعت برخاستند، و از آنجا بغیر از حکم بخانہ رفتند، بعد از انکہ بعرض مقدس رسید حکم شد کہ بدربار نیایند، چنانچہ ہفت ماہ منع مجرا بود، بعد ہفت ماہ بیگم صاحب را فرمودند، کہ شما بخانہ اش رفتہ وجہ بیحکم اندرین آن روز بپرسید، در جواب گفتند کہ آن روز کہ داراشکوہ ضیافت کردہ بودند، اگر این معنی عمداً از برادر واقع شدہ بود، کہ پدر را با سہ برادر در تہخانہ یکدروازہ نشانیدہ بکرر برای ضروریات ضیافت آمد و شد داشتند، پس اگر دروازہ را بند میکردند کار تمام بود، و اگر سہواً بود در خاطر من مکرر رسیدہ بود، کہ در وقتے کہ ایشان اندرون باشند این خدمت را من بجا آرم، لیکن حرمت اعلحضرت مانع این حرکت شد

استغفار کردہ بیروں آمدم، بعد از شنیدن ہماں وقت طلبیدہ مورد عنایت نمودند، و ایشاں بہ سعد اللہ خان فرمودند کہ بہر صورت مرا از حضور بیروں باید فرستاد کہ خواب و آرام از من رفتہ است تا آنکہ از لاہور بصوبہ داری دکن روانہ نمودند[۱]"

لیکن واقعہ یہ ہے، کہ یہ جو کچھ ہوا، داراشکوہ اور اس کے شرکا کی سازش کا نتیجہ تھا، انھوں نے اورنگ زیب کی طرف سے شاہجہان کو اتنا بدگمان و برداشتہ خاطر کر دیا تھا، کہ اسکی ہر درخواست نامقبول ہوتی، اس کی ہر تجویز مسترد کر دیجاتی، اور اس کے ایک ایک کام کی معاندانہ تنقید و تنقیص ہوتی، اور یہ سلسلہ دکن کے دوسری مرتبہ کی نظامت کے وقت بھی قائم رہا، اورنگ زیب ان تیروں سے پریشان ہو گیا، اور اس نے انتہائے مایوسی میں اپنی بڑی بہن جہان آرا کو جو خط لکھا ہے، اس میں دس سال پہلے کی اس خفگی کی وجہ صاف ظاہر کر دی ہے، وہ لکھتا ہے:-

"مشفقۂ من! اگرچہ این فدوی ہرگز خود را داخل مریدان و بندہا نشمردہ و بجز غلامی دعوے ندارد، بہر وضع کہ دارند خرسند است، لیکن از آنجا کہ از دولت اعلحضرت عمرے بعزت و ناموس گذرانیدہ و در ہمیں ولایت مدتے باستقلال بسر بردہ و دریں ولا نیز پیر مرشد حقیقی بے خواہش و اظہار ایں مرید بمحض تفضل ایالت ایں ملک را بایں مخلص مرحمت فرمودہ اند، ظہور ایں امور خلاف مرید پروری و بندہ نوازی و سبب خفت و اہانت و عدم استقامت حال فدویان است بگرداب حیرت افتادہ نمی داند، کہ آیا در بارۂ ایں عقیدت سرشت کہ بعد ایزد جہاں آفریں عز شانہ، غیر از ذات والا صفات قبلہ کعبہ خود پناہے ندارد، مرکوز خاطر مقدس چیست، اگر بواسطۂ رعایت خاطرے یا مصلحتے مرضی طبع مبارک چناں است، کہ از جملہ مریدان ایں فدوی بالفعل بہ بے عزتی زندگانی

---

[۱] احکام عالمگیری صفحہ ۳۴

نمودہ آخر کار بطریقِ نامناسب ضائع شود، از طاعت گریزے نیست ع

هرچه رود بر سرم چون تو پسندی رواست

حسبنا اللہ ونعم الوکیل،

اما چون بدین آئین زیستن و مردن دشوار است و لطفے ندارد، و برائے امورِ فانی ناپائدار در رنج و آزار نمی توان بود و خود را بدستِ دیگرے نمی توان سپرد، ہمان بہتر کہ بحکمِ اعلیٰ حضرت کہ سر و جانِ مریدان فدائے رضائے ایشان است، از ننگِ چنین حیات وارہد، تا مصلحتِ ملکی فوت نشود و خاطرہا ازین فکر بیاساید،

این مرید پیش ازین بدہ سال آئیمعنی را دریافتہ، و خود را بمحلِ مطلب رسانیدہ استعفا نمودہ بود، ثانی الحال محض بجہتِ خوشنودی پیر و مرشدِ حقیقی کہ اہم مقاصدِ این فدوی است، باین وضع تن در دادہ، کشید آنچہ کشید، بایستے ہمان وقت معاف میفرمودند، تا گوشۂ اختیار نمودہ غبارِ خاطرِ کسے نمی شد و باین کش مکش نمی افتاد، الحال نیز تدبیرِ این کار وابستہ برائے صوابنمائے اعلیٰحضرت است و آنچہ صلاحِ حال و قالِ این مرید باشد، صریح بفرمایند تا بر مرضیٔ مقدس آگاہ گشتہ در آن بکوشد[۱]

بہرحال آخرِ رمضان میں جہان آرا نے غسلِ صحت کیا، اور اس خوشی میں ۵ رشوال (۲۵ نومبر) سے مسلسل آٹھ روز تک جشن منایا گیا، تمام امراء اکابر نے اس میں شرکت کی، لاکھوں کے انعامات تقسیم ہوئے، اور اسی سلسلہ میں جہان آرا کی سفارش سے اورنگزیب کے قصور معاف ہوئے، اور اسے اپنا گذشتہ پانزدہ ہزاری ذات، دہ ہزار سوار، شش ہزار روپیہ سہ اسپہ کا منصب اور بہت کچھ انعام ملا[۲]،

---

[۱] رقعات ص ۲۰۰ - ۲۵۰ خط $\frac{27}{159}$ [۲] جشن وغیرہ کے مفصل حالات کیلئے دیکھو عبدالحمید جلد دوم ص ۴۰۰ - ۳۹۳،

گجرات کی نظامت

اب شاہجہان کو اکبرآباد کا قیام تکلیف دہ معلوم ہونے لگا اور وہ لاہور و کشمیر کی سیاحت کے لیے روانہ ہوا، اورنگ زیب اپنے بچون کے ساتھ ہمرکاب تھا، بادشاہ دہلی پہنچکر شاہزادون کے ساتھ پالم گیا، اور وہین اس نے ۲۳ ذی الحجہ ۱۰۵۴ھ (۱۶ فروری ۱۶۴۵ء) کو:-

"بادشاہزادۂ محمد اورنگ زیب بہادر را بہ تفویضِ صوبۂ گجرات و بمرحمتِ خلعتِ خاصۂ با نادری . . . . و محمد سلطان و محمد معظم پسرانِ آن والا گوہر را بعنایت دو فیل خورد سرافراز ساختہ بدان صوب مرخص گردانیدند[1]"

اورنگزیب پالم سے روانہ ہوکر یکم ربیع الاوّل ۱۰۵۵ھ (۷ اپریل ۱۶۴۵ء) کو احمدآباد پہنچا، اور "بعد ادائے نماز و استماعِ خطبۂ طیبہ" شہر مین داخل ہوا[2]، اورنگزیب اس صوبہ مین ایک سال چند مہینے رہا، کیونکہ ۳ شعبان ۱۰۵۶ھ (۴ ستمبر ۱۶۴۶ء) کو شاہجہان نے اس کو خط بھیجا، کہ وہ شاہجہان کے پاس فوراً چلا جائے، چنانچہ وہ حکم پاتے ہی فوراً روانہ ہو گیا، اور ۲۳ ذی الحجہ ۱۰۵۶ھ (۴ جنوری ۱۶۴۷ء) کو لاہور پہنچا، شاہجہان یہین مقیم تھا، اس کی خدمت مین حاضر ہوا، اور دوسرے ہی دن اس کے منصب مین ترقی ہوئی، اور وہ بلخ و بدخشان کا گورنر مقرر کر دیا گیا، کچھ دنون آرام کرنے کے بعد ۱۵ محرم ۱۰۵۷ھ (۱۰ فروری ۱۶۴۷ء) کو وہ پشاور کی طرف روانہ ہو گیا،

گجرات کا صوبہ اگرچہ اپنی صنعت و حرفت اور تجارت کے لیے بہت کچھ شہرت رکھتا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی یہان کے باشندے نہایت ہی جنگجو و جنگ پسند تھے، اس کے علاوہ یہ صوبہ بری اور بحری دونون قسمون کے ڈاکوؤن کا مرکز تھا، وہ اتنے جری تھے، کہ کچھ سے سندھ تک کے تمام ساحلی علاقہ کو تاراج کیے رہتے تھے، اورنگزیب اگرچہ کہنے کو وہان تقریباً ایک سال ۵ مہینے ہی رہا، لیکن اسی زمانہ مین اس نے صوبہ مین کامل امن و امان قائم کر دیا، اور اگرچہ باغیون اور شوریدہ سرون

---

[1] عبدالحمید جلد دوم صفحہ ۴۱۱ [2] مرآۃ احمدی حصہ اوّل صفحہ ۲۳۱،

کی وہان جو کثرت تھی، اس کے مقابلہ مین اسکی جماعت بہت کم تھی، پھر بھی اس نے بادشاہ ورعایا کی بہبودی کو ذاتی منفعت پر ترجیح دیتے ہوے، اپنے خرچ خاص سے فوج کی تعداد مین کافی اضافہ کردیا اور اسطرح اپنے مقصد کے حصول مین کامیاب ہوا، یہ وہ مخلصانہ کارنامہ تھا، کہ بادشاہ کے دل کو بھی متأثر کئے بغیر نہ رہ سکا، اور بادشاہ نے اس کے منصب مین اضافہ کردیا، سرکاری مورخ کا بیان ہے، :-

"چون بموقف عرض اقدس در آمد کہ کوکب برج خلافت پادشاہزادہ محمد اورنگزیب بہادر برائے تنظیم صوبۂ گجرات و تنبیہ متمردانِ آنجا، جمعے کثیر نوگرفتہ وخرجش زیادہ بروحل است . . . . از جملہ سوارانِ منصب آن گرامی گوہر ہزار سوار دیگر دو اسپہ سہ اسپہ گردانیدہ منصبِ آن والاتبار پانزدہ ہزاری، دہ ہزار سوار، ہفت ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرمودند[1]"

اورنگزیب کی یہی کامیابیان تھین، جو حاسد دشمنون کو کھٹکتی تھین، لیکن پھر بھی اسکا بڑا سے بڑا مخالف اس کے کارنامون کے متعلق نہ صرف یہ کہ اعتراف پر مجبور ہوتا تھا، بلکہ ہر مشکل کام کے لیے ہر شخص کی نظر بھی اسی پر پڑتی تھی،

والفضل ما شہدت بہ الاعداء

---

[1] عبدالحمید جلد ۲ صفحہ ۵۱۱-۵۱۰ - و مرآۃ احمدی صفحہ ۲۳۱-۲۳۲-

باب ۴

بلخ و بدخشان کی جنگ

افغانستان کے شمال مین کوہ ہندوکش اور دریاے جیحون سے گھرا ہوا، ایک علاقہ ہے جو بلخ و بدخشان کے دو حصون مین منقسم ہے بلخ شاداب و زرخیز اور بدخشان سنگلاخ و غیر مزروع ہے لعل بدخشان کی شہرت اب ایک افسانہ ہے، مغل ہمیشہ سے اس کو اپنی آبائی میراث سمجھتے تھے، اور بخارا کے استرخانی فرمانروا کو غاصب جانتے[1] شاہجہان کو بھی اس موروثی علاقے کے فتح کرنیکا شوق تھا اور اب جبکہ اس کی فوجین دکن اور قندھار کی مہمون سے فارغ ہو چکی تھین، اسے موقع ملا، کہ وہ اس علاقہ کی تسخیر کی آرزو کو عملی جامہ پہنائے اس وقت بخارا کا نیک دل و ہردلعزیز امام قلی دنیاے فانی کی لذتون سے علحدہ ہو کر مدینہ طیبہ مین اپنی زندگی کے آخری دن یادِ خدا مین بسر کرنے جا چکا تھا، اس کا بھائی نذر محمد اگرچہ اس کی جگہ پر بٹھایا گیا تھا، لیکن اس کے تلونِ طبع نے بہت جلد اس کی مخالفت کا سامان مہیا کر دیا، فوج نے بغاوت کی، اور اسکا نتیجہ یہ ہوا، کہ اس نے بخارا کی حکومت اپنے بیٹے عبدالعزیز کو دے دی، اور خود بلخ مین جہان وہ عرصۂ دراز تک رہ چکا تھا چلا آیا،

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو عبدالحمید حصہ اوّل ص ۲۰۶-۲۱۴ جلد دوم ص ۱۳، ۱۵۲، ۴۵۷-۹، ۶-۴۱۲، ۸۱-۴۸۲، اور ۵۹-۵۱۲، مآثر الامرا جلد اول ص ۴۸۸،

اسی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر شاہجہان نے اس کی تسخیر کا ارادہ کر لیا، پہلے ایک افسر گیا لیکن وہ فوراً واپس چلا آیا، پھر ایک مقدمۃ الجیش راستہ کی تلاش اور ضروری انتظامات کے لیے بھیجا گیا اور بالآخر جب فوج جمع ہو گئی، تو شاہجہان نے اپنے چھوٹے بیٹے شہزادہ مراد بخش کو ایرانی امیر علی مردان خان کیساتھ بلخ و بدخشان کی فتح کے لیے روانہ کیا، مراد بدخشان کے علاقہ مین داخل ہوا، اور بہت جلد ۲۰ رجمادی الاول ۱۰۵۶ھ (۲ر جولائی ۱۶۴۶ء) کو بے مزاحمت بلخ تک پہنچ گیا، اس کے ساتھ پچاس ہزار سپاہیون کا لشکر تھا، شاہجہان نے نذر محمد سے وعدہ کیا، کہ اگر وہ اطاعت قبول کر لے تو اس کا علاقہ اس کو واپس کر دیا جائے گا، لیکن نہ معلوم اس کے دل مین کیا آئی کہ وہ اپنا تمام خزانہ چھوڑ بھاگ کھڑا ہوا، جب مراد کو یہ معلوم ہوا تو اس نے تعاقب کے لیے فوج بھیجی، لیکن شکار ہاتھ سے نکل چکا تھا۔[1]

مراد کو ابھی وہان چند دن گذرے تھے، کہ وہ اس غیر مانوس فضا، اجنبی لوگ، اور غیر دلچسپ ملک سے گھبرا اٹھا، اور اس نے پہلے ہی خط مین بادشاہ کو لکھا، کہ وہ وہان لڑنا نہین چاہتا، اور شاہجہان کے حکم کے بغیر وہان سے چل کھڑا ہوا، بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا، تو اس نے ۲۶ رجمادی الثانی (۳۰ جولائی) اپنے وزیر علامی سعد اللہ کو روانہ کیا، سعد اللہ ۸ رجب (۱۰ راگست) کو بلخ پہنچا، مراد کو بہت سمجھایا، لیکن بے سود، بالآخر سعد اللہ نے وہان کا فوری بندوبست کیا، اور ۲۲ دن وہان رہ کر نہایت تیزی سے ۱۴ دن مین ۵ رشعبان (۶ رستمبر) کو بادشاہ سے آملا، اسی اثنا مین بادشاہ نے جیسا کہ لکھا جا چکا ہے، اورنگ زیب و شجاع کو بلوا بھیجا، دونون بھائی روانہ ہوئے، اورنگزیب ۲۰ ر ذی الحجہ ۱۰۵۶ھ (۲۰ رجنوری ۱۶۴۷ء) کو لاہور مین بادشاہ کے پاس پہنچ چکا تھا، شجاع کے آنے مین دیر تھی، (۵ ر ربیع الثانی ۱۰۵۷ھ ۱۹ رمئی ۱۶۴۷ء کو بادشاہ کے پاس پہنچا) اس لیے شاہجہان نے دوسرے ہی

---

[1] رقعات عالمگیری مطبوعہ رقعہ نمبر ۱۰،

دن اسے بلخ و بدخشان کا صوبہ دار مقرر کر دیا، اور وہ ۵ر محرم ۱۰۵۷ھ (۱۰ر فروری ۱۶۴۷ء) کو افغانستان کی طرف روانہ ہوگیا،

یہان پر یہ بتانا بے محل نہ ہوگا، کہ اورنگ زیب بھی اپنے زمانۂ حکومت مین شاہجہان کی طرح قندھار اور بلخ و بدخشان کے لینے کی فکر مین رہا ہے، چنانچہ وہ اپنے ایک خط مین اپنے بیٹے معظم (بہادر شاہ اوّل) کو لکھتا ہے :-

"فرزند سعادت توام محمد معظم حفظ اللہ تعالیٰ وسلّم،

اعلیٰحضرت فردوس منزلت بگرفتنِ ولایت بلخ و بدخشان وخراسان و ہرات، ملک قدیم موروثی توجہ مفرط داشتند، ومکرر افواج پادشاہی بسرکردگی مرادبخش بآنصوب فرستادند، چنانچہ اکثران ولایت فتح ہم شد، لیکن بسبب کم حوصلگی آن نامراد کہ بے طلبِ حضور برخاستہ آمد، و باستمالتِ اہالی و اکابرآن دیار نپرداخت ملک مقبوضہ ومفتوحہ از دست رفت ومحنت وزر ضائع گشت، ازینجا است کہ گفتہ اند، "از پسر ناخلف دختر بہتر" نظر باین توجیہ کہ

اگر پدر نتواند پسر تمام کند،

این فانی را آرزو باقی است، تدبیرش غیر ازینکہ نبیرۂ آنحضرت را با فوج شایستہ وسامان بایستہ بآن سمت بفرستیم دیگر از ماچہ آید، باوجود تاکیدات حضور شما قندھار نگرفتہ آید تا باین ہم چہ رسد[1]"

بہرحال اورنگ زیب موسم و فوج کی درستگی کے بعد ۱۲ر ربیع الاول (۷ر اپریل) کو کابل سے روانہ ہوا، اس وقت بلخ و بدخشان کی حالت بہت کچھ بدل چکی تھی، نذر محمد خان ایران سے

[1] رقعات عالمگیری مطبوعہ رقعہ نمبر ۱۲ اورنگزیب ۹ر صفر (۱۶ مارچ) کو پشاور اور ۸ر ربیع الاوّل (۴ر اپریل) کو کابل پہنچا، اورنگزیب کے راستے کے لیے دیکھو عبدالحمید جلد دوم ص ۷۰-۶۶۹،

مایوس ہوکر واپس آچکا تھا، بدخشان کے ترکمانی قبائل، بلخ کے اوزبک اور خود عبدالعزیز اور اس کے بھائیون نے اس سے فائدہ اٹھاکر تقریبًا ایک سال تک مغل سردارون کو پریشان کر رکھا تھا، اور سرکاری تاریخ اسی قسم کے حالات سے لبریز ہے[1]، واقعہ یہ ہے، کہ بلخ و بدخشان کے باشندون کے لیے یہ ایک قومی وملکی سوال بنگیا تھا، اور سارا ملک مغلون کا دشمن اور ان کے خون کا پیاسا ہورہا تھا، اورنگ زیب کے لیے دوسری مشکل فوج کی کمی کی تھی، مراد کے ساتھ پچاس ہزار فوج تھی لیکن اورنگزیب کے پاس مشکل اسکی نصف تعداد ہوگی، بلخ مین جو فوج موجود تھی اس سے وہ مشکل سے کام لے سکتا تھا، کیونکہ وہ اہم مقامات کی حفاظت کررہی تھی اورنگزیب اس علاقے مین داخل ہی ہوا تھا کہ اوزبکون نے اسکی مزاحمت شروع کردی اور چاہا کہ اسکا راستہ روکدین، اس سلسلہ مین پہلی لڑائی ۵ ربیع الثانی (۲۰ مئی) کو قتلق محمد بن نذر محمد سے ہوئی، قتلق کو شکست ہوئی، دوسرے دن اس سے زیادہ سخت مقابلہ ہوا، لیکن اورنگزیب اس سے بھی کامیاب نکلا، اور اس طرح ۱ جمادی الاول (۲۵ مئی) کو بلخ مین داخل ہوا[2]، تین دن قیام کرکے ۵ جمادی الاول (۲۹ مئی) کو وہ سرکشون، مفسدون اور رہزنون کی گوشمالی کے لیے روانہ ہوا، راستہ مین اس کو قدم قدم پر لڑائیان لڑنی پڑین، تا آنکہ وہ یولبرغو، علی آباد، تیمور آباد، ہوتا ہوا، پشائی پہنچگیا، یہان آکر معلوم ہوا، کہ

"قتلق محمد ... اوغلی و دیگر اوزبکیہ بصوب علی آباد شتافتہ اند، وسبحان قلی با گروہے انبوہ از آستانہ عاویہ گذشتہ باینجانب آمدہ و گمان آن است کہ بر شہر بلخ رفتہ گرد فساد برانگیزد[3]

دشمن کی یہ چال کارگر ہوئی، وہ راستہ کاٹ کر، اورنگ زیب کے عقب مین پہنچگئی، اب اورنگ زیب دو خطرون مین گھرا تھا، اس لیے وہ اسی دن (۱۲ جمادی الاول ۵ جون) کو پشائی سے واپس ہوا، ۱۴ جمادی الاول (۷ جون) کو فیض آباد کے قریب دشمن

---

[1] عبدالحمید جلد ۲ صفحہ ۲۹۵-۲۹۷، [2] ایضًا صفحہ ۶۰۹-۶۸۶، [3] عبدالحمید ج ۲ ص ۶۹۵-۶۹۶

کی فوج بہت زیادہ قوی ہوگئی تھی، عبدالعزیز خان خود فوج سے آکر مل گیا تھا، دشمن نے اپنی فوج کو سات جماعتوں میں تقسیم کیا، ان میں سے تین عبدالعزیز خان، سبحان قلی اور بیگ اوغلی کے کمان میں تھیں، اگرچہ موقع نازک تھا، لیکن اورنگزیب فتحیاب ہوا، اگرچہ اورنگ زیب کو فتح ہو چکی تھی لیکن پھر بھی دشمن اطراف وجوانب سے حملہ کرتا رہتا تھا، تاآنکہ ۱۶ر جمادی الاوّل (۹ر جون) کو عبدالعزیز نے اورنگ زیب سے لڑنا بیکار سمجھکر صلح کے لیے سلسلہ جنبانی شروع کی[1]، مورخوں نے اس تحریکِ صلح کی وجہ بھی عجیب وغریب لکھی ہے، اور اس سے اورنگ زیب کی مذہبیت، اس کے استقلال اور اس کی اخلاقی عظمت کا پتہ چلتا ہے، صاحب ماثرِ عالمگیری کا بیان ہے:-

"زمانِ ورودِ موکبِ معلی کہ عبدالعزیز خان، مقابلہ آرائی صفِ کارزار گردید، افواج فراوان از مور و ملخ پیرامونِ لشکرِ فیروزی اثر حلقہ زدہ بجنگ درپیوست، دریں گرمیٔ ہنگامۂ پیکار وقتِ نمازِ ظہر در رسید، وآنحضرت باوجود التماسِ امتناعِ بندہاے ظاہر بین از مرکوبِ خاص فرود آمدہ صف آرائی جماعت شدہ فرض و سنت و نوافل باتعدیل ارکان وکمالِ حضور و اطمینان ادا کردند، وعبدالعزیز خان بمجرد استماعِ این خبر شجاعت اثر حیرانِ استقلالِ موید من عنداللہ شدہ طرحِ جنگ نمود، وبرزبان گذرانید کہ باچنین کسے درافتادن، برافتادنست[2]"

اورنگزیب نے صلح کی درخواست بادشاہ کے پاس بھیجدی، عبدالعزیز خان نے جنگ کو بے سود سمجھکر اس علاقہ کو چھوڑ دیا، اور اورنگ زیب بلخ واپس آگیا، اب نذر محمد خان نے شاہجہان کے وعدۂ استردادِ بلخ وبدخشان کی گفتگو شروع کی، اور بالآخر ۲۳ر شعبان (۱۳ر ستمبر)

[1] عبدالحمید ص۷۰۹-۶۸۶ ، [2] ماثرِ عالمگیری ص۵۳۱۔

کو پہلے اپنے سفیر کفش قلماق کو، اور پھر ۴ رمضان (۲۳ ستمبر) کو اپنے پوتے قاسم ولد خسرو کو اورنگ زیب کے پاس بھیجا۔ اورنگ زیب نے شرائطِ صلح کے مطابق "آن ملک را بہ نذر محمد خان داوہ شہر و قلعۂ بلخ را بقاسم و کفش قلماق سپردند" اور اورنگ زیب ۱۴ رمضان (۳ اکتوبر) کو وہاں سے کامیاب کابل کے لیے روانہ ہو گیا۔[1] وہ مسافرت و غریب الوطنی کے شدائد برداشت کرتا ہوا ۸ شعبان (۲۷ اکتوبر) کو کابل پہنچا، اور وہاں سے ہندوستان کے لیے روانہ ہو کر دریائے اٹک کے کنارے ٹھہرا ہوا تھا کہ یکم ربیع الاوّل ۱۰۵۸ھ (۱۶ مارچ ۱۶۴۸ء) کو حکم ہوا کہ:۔

"بادشاہزادہ والا تبار محمد اورنگ زیب بہادر بملتان شتابند و بلدۂ ملتان را برسم تیول متصرف گشتہ باقی طلب خود را مطابق دہ ماہہ کہ ضابطۂ نقدی بادشاہزادۂ کامگار است و ہر سالہ مبلغ سی لک روپیہ میشود، از خزانۂ دار الانقلاب بگیرند۔"[2]

---

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو وارث ص ۱۴ - ۱۰۔

[2] وارث ص ۱۹۔

باب ۵

نظامتِ ملتان اور قندھار کے محاصرے

ملتان کی صوبہ داری اورنگ زیب بلخ و بدخشان کی کامیاب جنگ سے واپس ہوکر دریائے اٹک کے کنارے مقیم تھا کہ اسے بادشاہ نے ۲۹ صفر ۱۰۵۸ھ (۵ مارچ ۱۶۴۸ء) کو ملتان کا صوبہ دار مقرر کیا، اور بادشاہ سے ملاقات کیے بغیر وہ اپنے صوبہ کی طرف روانہ ہوگیا، پہلی ذی الحجہ ۱۰۵۹ھ (۲۶ نومبر ۱۶۴۹ء) کو جب کہ وہ پہلی مہمِ قندھار سے واپس ہوکر لاہور مین مقیم تھا، بادشاہ نے اسے سندھ کا صوبہ بھی دیدیا، اور بھکر و سیوستان کا علاقہ" در تیول آن کامگار مرحمت گردید[1]"

اورنگزیب اس وقت سے لیکر دوسری مہمِ قندھار سے واپسی ۷ شعبان ۱۰۶۲ھ (۱۴ جولائی ۱۶۵۲ء) تک تقریباً ۴ سال ملتان ۱½ سال سندھ اور ملتان دونون کا صوبہ دار رہا لیکن اس عرصہ مین اسے اپنے صوبہ مین رہنے کا بہت کم اتفاق ہوا، کیونکہ اسے دو مرتبہ قندھار کی مہم پر جانا پڑا، ابتدا ہی سے اس مہم نے اورنگ زیب کی تمامتر توجہ اپنی طرف متوجہ کر لی تھی، اورنگ زیب نے صوبہ داریٔ ملتان کے عہد مین دو مرتبہ بادشاہ سے بھی ملاقات کی، پہلی مرتبہ اس وقت جبکہ وہ پہلی مہمِ قندھار سے واپس ہوکر ۵ ذی قعدہ ۱۰۵۹ھ (۱۰ نومبر ۱۶۴۹ء)

---

[1] وارث صفحہ ۱۵ و ۱۶،

کو لاہور پہنچا ہے، اور ۱۵ دن رہ کر پہلی ذی الحجہ (۲۶ نومبر) کو روانہ ہوا ہے، اور دوسری مرتبہ تقریباً اسکے ایک سال بعد جبکہ وہ ۲۴ ذی الحجہ سنہ ۱۰۶۵ھ (۲۸ نومبر سنہ ۱۶۵۵ء) کو ملتان سے روانہ ہو کر ۱۹ محرم سنہ ۱۰۶۶ھ (۲ جنوری سنہ ۱۶۵۶ء) کو دہلی پہنچتا ہے، اور پہلی ربیع الاول (۱۲ فروری) کو وہان سے روانہ ہو کر ۱۲ ربیع الثانی (۲۴ مارچ) کو دوبارہ ملتان مین داخل ہوتا ہے، لیکن ان مختصر اور غیر مسلسل قیام کے عرصہ مین بھی اس نے قندھار کی دو بہترین مہمون کی تیاری کی نصرت کے باوجود جس طرح ان دونون صوبون کا انتظام کیا، اور جس طرح اس نے سندھ کے سرکش بلوچیون اور رہزنون کی تنبیہ و تادیب کی ہے، وہ اُس کی کامیابی، اس کے حسنِ انتظام اور حکومت کی صلاحیت پر دال ہین،

ملتان کا صوبہ تو خیر اکبر ہی کے زمانہ سے کچھ نہ کچھ سدھر چکا تھا، لیکن سندھ کا کوہستانی علاقہ اور سیوستان کی سرزمین ڈاکوؤن، رہزنون اور خودسرون کا مرکز تھی، اورنگزیب نے ان تمام کو ایک ایک کے سر کیا، اور بادشاہ کے نام کا خطبہ جاری کیا، سرحدی سردارون کو بھی اطاعت پر مجبور کر کے صوبہ کے حدود کے اندر کامل امن و امان قائم کرنے مین کامیاب ہو گیا،

لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے، کہ اورنگزیب کی ان کامیابیون کے متعلق اور دربار سے اس کے ذاتی تعلقات کے سلسلہ مین ایک حرف بھی کسی تاریخ مین نہین، اور اگر ہم کو اورنگزیب کے خطوط جو خوش قسمتی سے اسی عہد سے شروع ہوتے ہین، نہ ملجاتے، تو یہ باتین ہمیشہ پردہ ہی مین رہتین، اور اب جبکہ ہم کو اس کی تاریخ کا بہترین مواد مل گیا ہے، ہم آئندہ تمام حالات مین اس بات کی کوشش کرینگے کہ اس کی تمام تر تاریخ انھی خطوط سے مرتب کرین، اس لیے ہم ملتان و سندھ کے قبائل کے حالات اُسی کے الفاظ مین پیش کرتے ہین:-

"چون متمردانِ نہردی و جوکیہ کہ در کوہستانِ ولایتِ تتہ می باشند، صوبہ دارانِ سابق

را اطاعت بواقعی نموده، پیوسته براه زنی و فساد روزگار می گذرانند، ملک حسین با جمعیتے . .
. . . . به تنبیهِ آنها رفته . . . . . خطبهٔ دولت و اقبال بنامِ نامی و اسم سامی
آنحضرت بلند آوازه ساخت، و هارون و کهتر تل . . . . سرداران نهمردی و مرید سرگروه
جوکیه بقدمِ انقیاد و اطاعت آمده پیش کش قبول کردند، جعفر نهمردی خویش مان سنگه
زمیندار پنجور و کیچ و مکران از قبل او، و پسران علی . . . . و حاجی
رودنجه و جام جمعه اعیانِ آن سرزمین که از عهدِ ترخانیه تا حال رجوعے نه داشتند، سرِ انقیاد
نهاده، و جیده نام نهمردی . . . . بجنگ پیش آمده . . . .
طعمهٔ تیغِ خون آشام گردید . . . .''
ستا ہالہ ولد زمیندار ککرالہ . . . . . درین وقت که . . . . روانهٔ
ملتان شد، گاهیه مقهور برادر او . . . . . . بپرگنهٔ مذکور درآمده . . . .
بندهاے درگاه والا . . . بشتافند و او تاب نیاورده راهِ ادبار پیش گرفت'' (۱)

ان لوگون کے علاوہ مبارک بلوچ، عالم نوحانی، اور اسمٰعیل ہوت' ایسے بلوچی سردار تھے، جو خاص اہمیت رکھتے تھے، مبارک نے تو فوراً اطاعت قبول کر لی، عالم نوحانی کو بھی بزور اس کے لیے مجبور کیا گیا، البتہ اسمٰعیل ہوت نے بہت تنگ کیا، اس کی وجہ صرف یہی نہین تھی کہ وہ ایک با اثر قبیلہ کا سردار تھا، بلکہ اس کے ساتھ دارا کی بہت کچھ ریشہ دوانیان بھی شامل تھین، اورنگزیب ایک خط مین شاہجہان کو لکھتا ہے:-

'' در ابتدا ار که این مرید از دار السلطنت لاہور برخصت ملتان شد، در بابِ اسمٰعیل ہوت
معروض داشته بود، که او از قدیم تعلق بصوبهٔ ملتان دارد، و چندگاه است که خود را بحسب
صوبه پنجاب باز بسته، و حکم آنحضرت بعزِ صدور یافته بود، که الحال هم بدستور متعلق صوبه

ملتان باشد، دوران ہنگام کہ این مرید بنواحی ملتان رسیدہ، مردم را بطلب زمینداران تعین

می کرد، نزد او نیز کس فرستادہ بود، او نوشتہ داد ابھائی را دست او نیز ساختہ رجوع نمودہ (لے)

اورنگ زیب نے اس کی اطلاع بھی بادشاہ کو کر دی تھی، لیکن دربار سے اس کے متعلق کوئی ہدایت نہین ملی، اور اس چیز نے اسمٰعیل کو اتنا جری بنا دیا، کہ وہ مبارک کے قلعون پر قبضہ کر بیٹھا، اورنگ زیب کو جب یہ معلوم ہوا، تو اس نے اپنے ایک افسر کو اس کے خلاف کارروائی کرنے کو لکھا، اور اس نے "قلاع از و انتزاع نمودہ بمبارک سپرد، و مقرر ساخت، کہ دیگر پیرامونِ این حرکت نہ گردد" لیکن اسمٰعیل نے پھر عہد شکنی کی، اور اب جبکہ "طغیانِ او از حد گذشتہ" تو "جمعے بہ تنبیہ و تادیبِ او فرستادہ . . . . . تا قلعہا را بگیرد" اب اس نے اطاعت قبول کر لی، اور چونکہ :۔

"زمیندار عمدہ است و ولایتش معمور بملک توجانی پیوستہ و جمعیتے خوب ہمراہ دارد، و از تقصیراتِ گذشتہ نادم و پشیمان گشتہ"

اس لیے اورنگزیب نے بھی سفارش کر دی تاکہ :۔

"اگر فرمان عنایت عنوان در بابِ استمالتِ او شرفِ ورود یابد در مہم توجانی مراسم جانفشانی بجا آوردہ در پیساق ظفر مساقِ قندھار نیز در رسانیدنِ آذوقہ نہایت سعی بتقدیم خواہد رسانید"[لے]

اندرونی امن و امان کے قیام کے ساتھ اورنگزیب نے تجارت کی ترقی کے لیے اپنے صوبہ سندھ مین ایک نئی بندرگاہ قائم کی اور اپنی طرف سے بھی ایک چھوٹا سا جہاز وہان جاری کیا، دشمنون نے شاہجہان کو سمجھایا کہ اورنگ زیب اس بندرگاہ کو قائم کر کے اور اپنے جہاز چلا کر بڑی آمدنی پیدا کر رہا ہے، بادشاہ نے اس سے استفسار کیا، اس نے جواب مین لکھا :۔

لے خط نمبر ۹ و ۱۶۷

"قبلۂ جہانیان سلامت! حاصل بنادر منحصر در دو چیز است: عشورِ مال تجار و نول و کرایۂ جہازات... . . . یک منزل جہاز این مرید که در بندر سورت بود، امسال از آنجا آورده اند وہنوز سفری نشده، وجہاز باد آور که از سرکار خالصہ شریفہ گرفتہ مکمل نیست، در آمد و رفت جہازات بنادر دیگر و تردد سوداگران اطراف باین بندر و انگشتہ، حقیقت حاصل چگونہ ظاہر شود، آنچہ لازمۂ آبادانی بنادر نو آباد است، از ساختن قلعہ و تعمیر فرضہ وغیر آن از قرار واقع بعمل آمده، انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب رونق خواہد گرفت، و بمرور ایام بحاصل خواہد آمد، مطلب اصلی آن مرید از احداث بندر آن است کہ شاید بعض تحف نوادر قابلِ پیشکش بدست افتد اما حاصلِ آن معلوم چہ خواہد بود۔" (ب ۵/۱)

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگرہ کے واقعہ کے بعد اگرچہ بظاہر تعلقات از سرِ نو قائم ہو گئے تھے لیکن اندرونی طریقہ سے کشیدگی، اور اس کے ساتھ شبہ و بدگمانی بڑھتی جاتی تھی، ملتان کی نظامت کے زمانہ میں اورنگزیب کو ایک تو فوج بڑھانی پڑی، دوسرے ابتدا کہ "دہ ماہہ تنخواہ می یافت و الحال جاگیرے مرحمت شدہ کہ سراسرے ہفت ماہہ ہم نیست"، اور تیسرے "سہ فصل متصل آفتہائے رو داد" اس لیے اس نے بادشاہ سے امداد کی درخواست کی، اس پر بادشاہ نے طنزاً لکھا کہ "چرا اشرفیہا را بسپاہ نمی دہد"، اورنگزیب اس کے جواب میں اپنی بہن کو لکھتا ہے:-

"اشرفی آن قدر نیست کہ بعد ادائے قرضے کہ حقیقتِ آن بر آئینۂ ضمیر منیر ہویدا است، یک ماہہ مردم کافی باشد، باین ہمہ ہر چہ بود بسپاہ دادہ شد، لیکن بدین طریق بسر بردن معاش کردن سخت دشوار است۔"

. . . . این ہمہ تلاش محض برائے آن است کہ مبادی این جمعیت متفرق شود، و موجبِ ازدیادِ ملال خاطر اقدس گردد، وگرنہ قلت و کثرت سپاہ و

مردم پیش این نیاز مند مسا دیست" (۱۳۴)

مہمِ قندھار یہ اورنگ زیب کا عہدِ نظامتِ ملتان ہی تھا جبکہ اورنگ زیب کو دو مرتبہ قندھار کے محاصرہ کے لیے جانا پڑا، پہلی مرتبہ وہ ۱۸ محرم ۱۰۵۹ھ (۲۳ جنوری ۱۶۴۹ء) کو ملتان سے روانہ ہوا، اور ذی الحجہ (دسمبر) مین ملتان پہنچا، اور دوسری مرتبہ ۱۶ ربیع الاوّل ۱۰۶۲ھ (۱۶ فروری ۱۶۵۲ء) کو روانہ ہوا، اور پھر ملتان نہ آیا، کہ وہین سے اس کو دکن کا صوبہ دار بنا کر بھیجدیا گیا، ان دونون محاصرون مین اورنگ زیب نے جو کارہاے نمایان انجام دیئے، اور قیود و شرائط کے ماتحت رہ کر جس طرح حصولِ مقصد کے لیے کوششین کین، وہ ایسی تھین، جنکے لیے وہ قابلِ صد ستایش اور لائقِ صد تحسین کہلاتا، لیکن اللہ بھلا کرے بڑے بھائی اور دوسرے خوشامدی درباریون کا، کہ انھون نے اورنگزیب کی طرف سے شاہجہان کو اتنا بدگمان کر رکھا تھا، کہ اس کے تمام محاسن، معائب، اور اس کی تمام خوبیان برائیان نظر آتی تھین لیکن اس کے ساتھ ہی قضا و قدر کے اس تمسخر کا کیا کیا جائے کہ لوگ ہر چند چاہتے تھے کہ اورنگزیب پس پشت صف پائین مین رہے، لیکن تمام مملکت مین، اس سے زیادہ لائق، اس سے زیادہ مدبر، اس سے زیادہ سنجیدہ، اور اس سے زیادہ قابلِ اعتماد بھی کوئی نہین ملتا تھا، دکن مین پہلے شجاع کو رکھا گیا، تو وہ پرینڈہ کا قلعہ تک نہ لے سکا اور اورنگزیب کو مقرر کرنا پڑا، بلخ و بدخشان مین مراد کو بھیجا گیا، لیکن وہ دو ہفتہ سے زیادہ نہ ٹھہر سکا، قندھار کی مہمون کے لیے شجاع کو بنگال سے طلب کیا گیا، اور خود دارا کا نام پیش کیا گیا لیکن قرعۂ فال اورنگزیب ہی کے نام نکلا، اور اگرچہ شاہجہان کی عجلت اور مختلف دوسرے اسباب نے قندھار مین اسکو ناکامیاب کیا، لیکن اس کے ساتھ دارا نے اس سے زیادہ مضاعف سامان، جمعیت، اور اختیارات کے باوجود بھی کامیابی حاصل نہین کی، اور اسے اس بات کا موقع نہ ملا، کہ وہ اورنگزیب کو زیادہ ذلیل، زیادہ رسوا، اور زیادہ بدنام کر سکے، بہرحال یہ باتین بھائیون کے تعلقات

کے سلسلہ مین مفصل بیان کیجائینگی، یہان پر ہم قندھار کے محاصرون کے حالات مختصراً لکھنا چاہتے ہین،

قندھار کی پہلی مہم

قندھار اپنی حربی اور تجارتی حیثیت سے ہمیشہ اہم ترین شہر رہا ہے، مغلون کے پہلے اور بعد اس کے متعلق مختلف لڑائیان ہوتی رہی ہین، اور مغلون کے وقت سے تو ایران و ہندوستان کے درمیان ہمیشہ مابہ النزاع رہا ہے، بابر نے اسے فتح کیا، ہمایون نے وعدہ خلافی کرکے اس پر مرتے دم تک اپنا قبضہ رکھا، پھر اکبر کے زمانہ مین وہ مغلون کے ہاتھ لگا، اور پھر ایک مرتبہ نکلجانے کے بعد علی مردان خان، امیر ایران کی بدولت شاہجہان کے قبضہ مین آیا، اگرچہ بظاہر قندھار اور اس کے قریب کے دو قصبے زمینداور اور بست کو شاہجہان نے خوب مضبوط کر لیا تھا، اور وہان ایک فوج بھی رہتی تھی[1] لیکن قندھار کی قسمت ہی مین یہ گردش ہے، کہ وہ کسی ایک مالک کے پاس عرصہ تک نہین رہ سکتا، اور جدید فرمان روائے ایران عباس ثانی نے اس کی فتح و تسخیر کو اپنی زندگی و حکومت کا اولین کارنامہ مقرر کر کے اس کی تسخیر کا ارادہ کر لیا، اگرچہ اس نے اپنی تیاریون کو پوشیدہ رکھنے کی انتہائی کوشش کی، لیکن ع

نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا

چنانچہ اس وقت جبکہ شاہجہان دہلی کے اطراف مین شکار سے واپس آ رہا تھا، ۲۲ رمضان سنہ ۱۰۵۸ھ (۳۰ دسمبر سنہ ۱۶۴۸ء) کو:-

"از عرضداشت خواص خان قلعدار قندھار و پردل خان قلعدار بست بمسامع علیہ رسید، کہ والی ایران . . . . ہفتم شعبان (۱۷ اگست) بمشہد اقدس رسیدہ . . . . قصد قندھار دارد"[2]

---

[1] مآثر الامراء جلد ۳ ص ۳۰۲-۲۹۶ و ۴۳۴-۴۳۱، و جلد ۲ ص ۷۹۸-۷۹۵، آئینہ اکبری حیرت ج ۱ ص ۳۱۴،۷ وغیرہ [2] وارث ص ۳۵،

اس کا خیال تھا کہ جاڑون مین برف کی وجہ سے ان قلعون تک کوئی متعل مدد نہ پہنچ سکے گی، شاہجہان نے یہ خبر سنی تو علامی سعد اللہ کو جو اس وقت آگرہ مین تھا بلوا بھیجا، وہ ۲۴ رمضان (۱۲ اکتوبر) کو حاضر ہوا، بادشاہ نے کہا کہ وہ خود بھی کابل جائے گا، اور اس کے ساتھ ہی امرا کو حکم دیا، کہ وہ بھی روانہ ہون، چنانچہ وہ ۳ ذیقعدہ (۹ نومبر) کو دہلی سے روانہ ہو گیا اسی اثنا مین علی مردان خان نے جو کابل کا صوبہ دار تھا، خواص خان کی درخواست پر قندھار کے قلعہ کو مضبوط کرنے کے لیے دو ہزار فوج اور ۵ لاکھ روپیے قندھار بھیج دیئے،

شاہجہان ۱۲ ذی الحجہ (۱۸ دسمبر) کو لاہور پہنچگیا، اور ارادہ تھا، کہ اسی طرح کابل تک چلا جائے لیکن درباریون نے اسے رائے دی کہ وہ اتنی تکلیف گوارا نہ کرے، ایران کا نوخیز وناتجربہ کار نوجوان حاکم اس برف باری مین قندھار نہ آئیگا، اور شاہجہان نے اس رائے کو بدقسمتی سے منظور کر لیا، لیکن عباس ثانی کے متعلق تمام توقعات غلط ثابت ہوئین، اور ۱۲ محرم سنہ ۱۰۵۹ھ (۱۶ جنوری سنہ ۱۶۴۹ء) کو قلعدار قندھار کی عرضداشت پہنچی کہ:-

"دہم ذی الحجہ (۱۶ جنوری)۔ ۔ ۔ ۔ ۔ والی ایران بپاے حصار آمدہ محاصرہ نمود"

اب شاہجہان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے فوراً

"بادشاہزادہ نصرت آئین محمد اورنگزیب بہادر را بامدار المہامی سعد اللہ خان وراجہ جسونت سنگھ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ باگروہے از منصبداران واحدیان تیرانداز وبرق انداز کہ ہمگی بضابطہ پنجم حصہ پنجاہ ہزار سوار و مطابق چہارم حصہ شصت ہزار سوار بودند، وده ہزار پیادہ تفنگچی و باندار وغیرہ اینان بہ پیکار قزلباشان بقندھار تعین فرمودند"

چنانچہ ۱۸ محرم (۲۲ جنوری) کو سعد اللہ خان لاہور سے اور اورنگ زیب ملتان سے

روانہ ہوگئے، شاہجہان خود بھی یکم ربیع الاول (۵ مارچ) کو کابل کی طرف روانہ ہوا، اور ۱۵ ربیع الاول (۱۹ مارچ) کو دریاے اٹک سے پار ہی ہوا تھا، کہ اس کو اطلاع ملی کہ بزدل قلعدار قندھار نے اندرونی سازشوں اور بیرونی امداد کی آمد سے مایوس ہوکر ۱۸ صفر (۲۲ فروری) ہی کو قلعہ عباس شاہ کے حوالہ کردیا ہے، اور اس کے بعد ہی بست و زمینداور کے قلعوں پر بھی اسکا قبضہ ہوگیا ہے، اور وہ قلعوں کا انتظام کرکے ۲۴ صفر (۲۷ فروری) کو واپس بھی ہوگیا ہے،

اب شاہجہان نے اپنی دونوں فوجوں کو محاصرہ کا حکم دیدیا، یہ لوگ سخت مصیبتوں کے بعد قندھار پہنچے، اور ۱۴ جمادی الاول (۱۶ مئی) کو محاصرہ شروع کردیا[1]، مگر یہ محاصرہ کسی صورت سے بھی کامیاب نہین ہوسکتا تھا، اسکی سب سے بڑی وجہ تو یہ تھی، کہ اورنگ زیب اور سعداللہ خان کیساتھ جو فوج روانہ کیگئی تھی، وہ محاصرہ کی غرض سے نہین کیگئی تھی، بلکہ اس کا مقصد وحید صرف یہ تھا، کہ وہ قندھار اور اس کے اطراف کے قلعوں کی فوج کو اپنی تعداد سے مضبوط کرے، چنانچہ ان کے پاس محاصرہ کا کوئی سامان نہ تھا، قلعہ شکن توپوں کا فقدان تھا، اور دوسرے اسباب کی بھی ایسی ہی کمی تھی، تاہم ایسی حالت مین جو کچھ بھی ہوسکتا تھا، اورنگزیب نے کیا، وہ کھلے میدان مین تھا، اور اسکے پاس بڑی توپین نہ تھین، اور ایرانی قلعہ کی دیوارون کی آڑ مین بیٹھ کر نہایت اطمینان سے گولہ باری کرسکتے تھے، ان کی توپین اپنی آتش باری سے کسی ایک جماعت کو بھی اطمینان سے کام نہ کرنے دیتی تھین، ایسی حالت مین اورنگزیب نے ایک طرف تو فوج کے ایک دستہ کو ایران سے آنیوالے راستہ کی حفاظت کیلئے بھیجا، کہ ایک طرف وہ بست و زمینداور کے لوگون کو جس صورت سے ہو، متاثر کرے، اور دوسری طرف اگر ایران سے کوئی فوج آتی ہو، تو اسکا راستہ روکدے، دوسری جانب اس نے نمایشی آڑ بناکر سرنگین کھودنی اور خندقون کا پانی نکالنا شروع کیا، اسمین ایک حد

---

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو وارث ص ۴۰۔۴۵،

تک اس کو کامیابی بھی ہو گئی تھی لیکن قلعہ کے پاس کھلے میدان میں جانا ناممکن تھا، اسی اثنا میں ایک نئی ایرانی فوج امداد کے لیے بڑھ رہی تھی، اور اس نے بست والی فوج کو پسپا کر دیا تھا، اورنگ زیب کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے مزید امداد روانہ کی، اور اس فوج نے اگرچہ ایرانیوں کو شکست دیدی لیکن پھر بھی نفس محاصرہ پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا، اور خود شاہجہان نے یہ صورت حال دیکھکر اورنگزیب کو واپسی کا حکم دیدیا، اور وہ ۸ ر رمضان (۵ ستمبر) کو قندھار سے کابل کی طرف واپس ہو گیا، آخری دنوں میں ایرانیوں سے جو کامیاب لڑائی ہوئی تھی، اس کے صلہ میں شاہجہان نے تمام سرکار کو انعامات دیئے اور ہمارے ہیرو کو بھی "بعنایت خلعت خاصہ بر نواختند"[۱]

دوسرا محاصرہ

اورنگ زیب لاہور میں شاہجہان سے ملتا ہوا یکم ذی الحجہ (۲۲ نومبر) کو ملتان واپس گیا، اور وہاں جاکر دوسرے محاصرہ کی تیاری میں مصروف ہو گیا، اس اثنا میں وہ سال بھر کے بعد ۱۴ ر ذی الحجہ ۱۰۶۰ھ (۲۸ نومبر ۱۶۵۰ء) کو ملتان سے روانہ ہو کر مشورت کے لیے بادشاہ کے پاس دہلی گیا، اور وہاں سے ار ربیع الاول ۱۰۶۱ھ (۱۲ ر فروری ۱۶۵۱ء) کو اپنے صوبہ کو واپس لوٹا، اورنگزیب کے خطوط سفر کے آغاز سے شروع ہوتے ہیں، اور ایسی حالت میں جبکہ سرکاری اور دوسری تاریخیں اندرونی حالات کے واقعات سے خالی ہیں، یہ خطوط بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، اور ان کے ذریعہ ہم اورنگ زیب کے پوزیشن کو صاف اور اس کے مخالفین کی سازشوں کو بے نقاب دیکھ سکتے ہیں، ان خطوط کے دیکھنے سے واضح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب نے کس طرح ابتدا ہی سے اس محاصرہ کے لیے تیاریاں شروع کر دی تھیں، کس طرح اس نے اپنے علاقہ سے لیکر قندھار تک کے زمینداروں اور سرداروں کو امداد کے لیے تیار کر لیا تھا، اور کس طرح وہ اس سلسلہ کی ایک ایک کڑی کو درست اور مضبوط کر رہا تھا[۲]

---

[۱] وارث ص ۴۷ - ۴۹ [۲] خطوط (۱۵-۶)

گذشتہ مہم کی طرح موجودہ مہم بھی دو حصّوں مین منقسم ہوئی، سعد اللہ خان سیدھا لاہور و کابل ہوتا ہوا روانہ ہوا، اور اسی روز اورنگزیب اس راستہ سے جو شاہجہان نے اس کے لیے مقرر کیا تھا، ۱۰ ربیع الاول ۱۰۶۲ھ (۱۶ فروری ۱۶۵۲ء) کو اپنی جماعت کیساتھ روانہ ہوا، ابتداً خیال تھا، کہ دارا بھی اس مہم مین شریک ہو، لیکن اس کے بعد شجاع کا نام تجویز کیا گیا، پھر طے ہوا، کہ بادشاہ خود ملتان آئے لیکن ان مین سے کچھ نہ ہوا، اور اورنگزیب ملتان سے روانہ ہوکر مقررہ راستہ سے گذر کر مقررہ وقت پر ۲ رجمادی الثانی (۲ مئی) کو قندھار پہنچگیا[۱]، اسی اثنا مین شاہجہان نے محاصرہ کی تین صورتین سوچین، اورنگزیب سے راے طلب کی، اس نے اظہار راے کیا لیکن ہر مرتبہ بادشاہ کی راے بدلتی گئی، اورنگزیب نے جب یہ غیر متیقن طریقہ دیکھا، تو سعد اللہ خان کو لکھا، کہ وہ محاصرہ سے ایک دن پہلے پہنچ جاے، تو بہتر ہے، تاکہ دونون ملکر آیندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کرلین، چنانچہ وہ سعد اللہ خان کو لکھتا ہے:-

"امید کہ سیوم جمادی الثانیہ با اعیانِ دولت بملازمت برسد، لیکن اگر پیش از محاصرہ بیک روز احرازِ این سعادت نماید، بہتر باشد، چہ برین تقدیر مورچالہا و جاے فرود آمدن ہر یکے بآئینِ پسندیدہ مقرر خواہد گشت، و این معنی درصورتے جلوہ ظہور میباید کہ موکبِ عالی نزدیک بقندھار در مکانے نزول کند، کہ ارکانِ سلطنت بآسانی بخدمت ما می توانند رسید"

مگر سعد اللہ خان ایک دن پہلے نہ پہنچ سکا اور جب پہنچا، تو اورنگزیب کو یہ حکم ملا کہ:-

"در ہر باب انچہ بائست، بخان دستور الوزرار، فرمودہ ایم، خاطر نشانِ آن مرید خواہد نمود، بموجب آن عامل گردد" ($\frac{1}{25}$)

اور اس طرح نہ صرف یہ کہ اورنگ زیب کو پہلے جس کارروائی کی اجازت دیگئی تھی، اور جس

---

[۱] اورنگزیب کے روزنامچہ سفر کے لیے دیکھو خطوط ۲۴-۱۶،

کے لیے یقیناً اس نے کوئی نقشہ اپنے دماغ مین بنایا ہوگا، اس کو عملی جامہ پہنانے سے اسے محروم کر دیا گیا، بلکہ سینکڑون میل دور بیٹھکر ایسی حالت مین جب کہ تار اور ریل کا زمانہ نہ تھا، ایک اہم ترین محاصرہ کی قیادت کا جو افسوسناک حشر ہو سکتا تھا، اس کی طرف پہلا اور آخری قدم بڑھا دیا گیا، اس کے علاوہ ہم کو بتایا گیا تھا، کہ اس مرتبہ محاصرہ کے لیے بڑی توپین بھی بھیجی گئی تھین، ان مین سورت کی بڑی مشہور توپین بھی تھین، لیکن ان کی تعداد اس قدر محدود تھی، اور ان مین سے بھی بعض اتنی بے مصرف تھین کہ ان سے بھی کوئی معقول خدمت نہین لیجا سکتی تھی، بہرحال ایسی حالت مین اورنگزیب سے جو کچھ ہو سکا، اس مین اس نے کوئی کوتاہی نہین کی سب سے پہلے اس نے قلعون کا معائنہ کرکے موقع موقع پر فوجین مقرر کین، پھر خندقون سے پانی نکالنے اور سرنگون کو دیوارِ قلعہ تک پہنچانے کی کوشش شروع کی، فوجون کی حفاظت کے لیے کنگھرے بنوائے، اور یورش شب خون گولہ باری سے جو کچھ ہو سکتا تھا کیا، بڑی توپون کے فقدان نے اگرچہ اس کی تمام امیدون پر پانی پھیر دیا، لیکن پھر بھی شاہجہان نے دور بیٹھکر یہ حکم دیا کہ

"از دو جانب یورش باید نمود" (۶۳)

مجبوراً اورنگزیب کو لکھنا پڑا کہ

"چوں توپہاے کلاں ایں مقدار نیست کہ دیوار اطراف قلعہ بیک دفعہ منہدم تواں ساخت و تاراے بہم نرسد، یورش مناسب نیست بنابراں بصواب دید دستور روائی خبرت قرار یافتہ کہ جانب مورچال ایشاں درجاے مقرر ایں ارادہ از قوت بفعل آید۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

چنانچہ بموجب ہمیں قرار داد۔ دراں جانب و مدعا بر پا میشود، ہرگاہ ازاں کار فراغ دست دہد توپہارا بالا برآوردہ و درساعتے کہ دستور الوزرا اختیار کنند سر دادہ، دیوار را بیندازند" وایں مرید بہ اتفاق آں رکن السلطنۃ وجمعے از بندہا در آنجا حاضر بودہ مردم را بدواند۔ ۔

۔۔۔۔۔۔۔" (ایضاً)

لیکن شاہجہان اپنی بات پر اڑا رہا، اور اس نے پھر لکھا کہ

"از دو جانب کہ ممکن است یورش باید نمود، از یک جانب یورش کردن، اصلا مناسب نیست، توپ سورتی ہماں طرف کے ہست، بودہ باشد و شش توپِ کلانِ دیگر در مورچالِ خانِ سعادت نشان آوردہ ہمیں کہ راہ بہم رسد، یورش نمودہ بعنایت الہی قلعہ پایان بالا کوہ را مفتوح سازند" (ایضاً)

اورنگ زیب اپنی آنکھوں کے سامنے، صورتِ حال دیکھ رہا تھا، وہ شاہجہان کے اس حکم کو ناقابلِ عمل سمجھتا تھا، چنانچہ اس نے نہایت ادب سے اصل حقیقت کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے اور اس کے ساتھ لکھ دیا ہے، کہ چونکہ اب حکم صاف ہے، اس لیے وہ اس کی تعمیل کرتا ہے:۔

"قبلۂ این مرید سلامت! آنچہ بخاطرِ ملکوت ناظر کہ مطرحِ اشراقاتِ غیبی و الہاماتِ لاریبی است، رسیدہ، عینِ صوابست و امتثالِ آں لازم، این مرید موافق دریافت قاصر خویش نظر بآنکہ توپہائے درست کہ حقیقتِ آن از عرضداشت رکن السلطنت سعد اللہ خان بعرض مقدس خواہد رسید، آں مقدار نیست، کہ یکدفعہ از دو طرف دیوارِ قلعہ را توان انداخت تا دیوار رخنہ پذیر نہ شود، و راہ در آمدنِ مردم وا نگردد، دو ویدن مناسب نیست"۔

معروضداشتہ بود کہ بالفعل از یک سمت یورش کردہ شود، الحال کہ حکمِ صریح صادر گشتہ، کہ البتہ از ہر دو طرف باید دوید، ہر چند معلوم است کہ از ضربِ دو توپ سورتی، بلکہ یک توپ درست کہ درین جانب است چہ قدر رخنہ خواہد شد، اما برائے پاسِ حکمِ گیتی مطاع مقید بہیچ چیز نہ شدہ روزے کہ بصلاحِ وزیرِ بے نظیر قرار یابد، و جانبِ مورچالِ ایشاں در دیوارِ قلعہ رخنہ بہم رسد، انشاء اللہ تعالیٰ چنانکہ ارشاد یافتہ دو گھڑی از شب ماندہ

ملازمانِ خود را با جمعے از بندہاے شاہی کہ دریں طرف اند، تعین خواہد ساخت کہ یورش نمودہ بتائیدِ الٰہی واقبالِ بے ہمالِ خلافت پناہی در گرفتنِ قلعہ کوہ دقیقہ از دقائقِ سعی وتلاش نامرعی نگذارند، امید کہ فتاح علی الاطلاق بمحض کرمِ خویش مکنونِ خاطرِ مقدس را از پردۂ غیب بمنصۂ شہود جلوہ نما گردانیدہ، مریدان و بندہا را در پیش گاہِ اقدس آبروے کرامت فرماید" (ایضاً)

اورنگ زیب نے اس حکم کے ناقابلِ عمل ہونے کے اسباب بیان کردینے اور ناکامیابی کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے بعد حکم کی تعمیل شروع کردی، اس کے ساتھ ہر بات پر شاہجہان کی منظوری کی شرط نے اس کی تمام کارروائیوں کو ایک بےمعنی سی چیز بنادی تھی، چنانچہ نتیجہ وہی ہوا جو حالات سے واقف اورنگزیب کو پہلے سے معلوم تھا، اور اس کی اطلاع ان الفاظ میں دیتا ہے،

"از آنجا کہ قبل ازیں باستصواب دستور الوزرا، مقرر شدہ بود کہ نخست جانب دراز ماشوری کہ مورچال ایشان است دمدہا ساختہ و توپہا بالا بردہ آن طرف انداختہ یورش نمودہ شود، ایں فدوی ہماں قرار داد در سرانجام واہتمام دمدہا قدغن بلیغ نمود حقیقت را معروض داشتہ بود، در ینولا کہ دمدہا تیار شدہ، وزیر صائب تدبیر توپ فتح لشکر را باسہ توپ کلانِ دیگر بآنجا بردہ دو روز متواتر توپ بسیار سر دادہ، آخر ظاہر نمودند کہ ازیں توپہا دراں طرف کارے نمی کشاید، و رخنہ پدید نمی آید" (۸/۳۲)

اب اورنگ زیب کے پاس اس کے سوا کیا چارہ تھا، کہ ایک مرتبہ پھر ایک نئی تدبیر کے لیے درخواست کرے، اور اگر وہ منظور ہو جائے، تو اس کو عملی جامہ پہنائے، چنانچہ اس نے اسی ناکامی کی خبر کے ساتھ شاہجہان کو لکھا کہ اس ناکامیابی کی وجہ سے:-

"این مرید جان سپار را غیرت تربیت آنحضرت دامنگیر گشتہ بران داشت کہ

توکل بر فضلِ کردگار تعالیٰ شانہ نمودہ یکبار از جانبِ کوہ یورش کند، چہ با وجود کمال توجہ خاطرِ اقدس بتسخیرِ قلعۂ قندھار و اجتماعِ چنیں لشکرِ عظیم دست از قلعہ باز داشتن از آئینِ جمیت و مردمی دور است، بنا براں بجہتِ اقتضاے ایں عزم، بصلاحِ خانِ سعادت نشان سواے یک توپِ درستِ سابق و دو توپِ دیگر از جملہ توپہاے سورتی کہ در مورچالِ طرفِ دروازۂ ماشوری بود، بایں طرف آوردہ و دو توپِ دیگر کہ فتح لشکر و توپِ سورتی، باشد، بطرفِ علی قاپی بردہ مستعدِ یورش است؛

لیکن چوں معاملۂ یورش را اعلیٰحضرت کہ پیر و مرشدِ کامل بکمل بو فورِ دانش و مزید تجربہ آموزگارِ عقلاے روزگار اند، بہتر می دانند، و حکمِ گیتی مطاع بدیں موجب نافذ گشتہ اکہ "ہرگاہ رخنہ در دیوار بہم رسد، یورش نمودہ شود، و توپہاے کہ حقیقتِ آں از عرضداشت عضد الخلافہ سعد اللہ خان بعرضِ اقدس رسیدہ باشد، معلوم کہ چہ قدر رخنہ توانند کرد، و جمیع دولتخواہاں ظاہر ساختند کہ تا حکمِ صریح دریں باب صادر نشود، یورش مناسب نیست، چنانچہ صورتِ ماجرا، مفصلاً از عرضداشتِ دستور الوزراء بمسامعِ جاہ و جلال خواہد رسید، لہذا ناگزیر کیفیتِ حال را معروض داشتہ منتظرِ حکمِ مجدد است، ہرچہ در آئینۂ ضمیرِ خورشید نظیر کہ مطرحِ الہامِ غیبی است، پرتو اندازد بے توقف حکم شود تا مطابقِ آں عامل گردد[۱۴۴])

اورنگ زیب نے یہ خط ۸ شعبان (۳ جولائی) کو لکھا تھا، لیکن اسی اثناء میں واقعات نے ایک عجیب و غریب پلٹا کھایا، تقریباً دس ہزار ازبک مغربی پہاڑیوں سے غزنی کے جنوبی علاقہ میں گھس آئے، شاہجہان کو خطرہ پیدا ہوا، کہ کہیں یہ غارتگرانِ جان و مال، کابل و قندھار کے راستہ کو غیر محفوظ نہ کر دیں، اور اس خیال کے آتے ہی ۸ شعبان سنہ ۱۰۶۲ (۱۰ جولائی سنہ ۱۶۵۲) کو

"بپادشاہ زادۂ کامگار محمد اورنگزیب بہادر و مدار المہامی سعد اللہ خان فرمانِ والا صادر شد

کہ از ودر حصار پر خواستہ و تسخیر آن را بوقت دیگر باز گذاشتہ و تو پہائے کلاں را ہمراہ گرفتہ بدرگاہ آسمان جاہ روند۔[1]

اورنگ زیب کو بھی اوزبکوں کی آمد کا حال معلوم ہو چکا تھا، اور بلخ و بدخشاں کے تجربہ سے جانتا تھا، (جیسا کہ واقعی ہوا) کہ یہ جماعت ڈرنے کی چیز نہیں ہے، اس نے شاہجہان کو اس کے متعلق لکھا، لیکن وہ اورنگزیب کی بات کب سننے والا تھا، پھر اورنگ زیب نے صرف ایک مہینہ اور محاصرہ کو قائم رکھنے کی درخواست کی، ابتداءً یہ بھی نامنظور ہوئی، اور پھر جب منظور بھی ہوئی تو اس وقت کہ فوج کے سپاہی محاصرہ ترک کر کے روانہ ہو چکے تھے اس لئے اورنگزیب کو مجبوراً واپس آنا پڑا، وہ اپنی اس جبری روانگی کے متعلق لکھتا ہے:۔

"مرشد مرید نواز سلامت! ایں اخلاص کیش در معاملۂ بلخ تمامی لشکر توران زمین را از خان و سلطان و دیگر طبقاتِ مردم کہ دریں مرتبہ فراہم آمدہ بود مکرر آزمودہ بیقین می دانست کہ وجود ایں دہ دوازدہ ہزار ازبکان بیجان چہ خواہد بود، و برائے استیصالِ آنہا، نصف لشکرے کہ در رکابِ سعادتِ اعلحضرت است کافی است، بنابراں می خواست کہ دست از قلعہ باز داشتہ با فواجِ قاہرہ بحصول مطلب برگردد، اما از انجا کہ حکم صریح بعد غنِ تمام نفاذ یافت کہ عساکر منصورہ ترکِ محاصرۂ قلعہ کردہ بے توقف معاودت نمایند، و بعد شہرتِ این خبر و برگشتنِ قراولان و فتورِ محاصرہ امتثالِ فرمانِ ثانی کہ در بابِ یکماہ توقف صادر گشتہ متعذر بود، ناگزیر بصواب دید دولتخواہاں اتفاقِ مراجعت افتاد۔"[2]

ابتدائے محاصرہ سے لے کر آخر وقت تک اورنگزیب کا جو طرزِ عمل رہا، اس نے ہر بات

---

[1] وارث ص ۱۱۰، مفصل حالات کے لیے دیکھو وارث ص ۱۱۔ ۱۰۱، منشآت طاہر وحید تاریخ عالم آرائے عباسی اور رقعات (۳۲ - ۳۵)

[2]

پر جس طرح بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی جس طرح اس نے ہر موقع پر وزیر بے نظیر سے استصواب کیا، اور جس طرح اس نے ہر حملۂ ہر کارروائی، اور ہر پر امید تحریک پر عملی امداد پیش کی، اوسکا اقتضا تو یہ تھا، کہ شاہجہان اس کی اطاعت، اس کی خدمت، اس کی جانفشانی کی قدر کرتا، لیکن اُسکی جگہ شاہجہان کو یہ سمجھایا گیا، کہ اس ناکامی کا ذمہ دار اورنگ زیب اور صرف اورنگزیب ہی، اور اسی وقت سے معمر شاہجہان نے اورنگ زیب کے خلاف وہ معاندانہ رویہ اختیار کر لیا، اور اُس کی ہر کارروائی پر اس ناقابلِ ستایش طریقہ سے تعریض و تنقیص شروع کر دی، کہ شاید ہی کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اتنے تیرون کا ہدف و نشانہ بنایا ہوگا، اس کے ساتھ ہم اورنگزیب کی سعادتمندی، اُسکی بردباری، اس کے تحمل و برداشت کی تعریف کرتے ہین، کہ اس پر طعن و تشنیع کی بارش ہو رہی ہے، ہر طرف سے دلدوز و جگر سوز تیرون سے سینہ کو زخمی کر رہے ہین، ہر طرف سے اس پر ذلت و رسوائی کی کمندین ڈالی جا رہی ہین، جابجا سازشون کے جال بچھائے جا رہے ہین، قدم قدم پر اس کی تباہی کے لیے کنوین کھودے جا رہے ہین، اور وہ سب کچھ ہو رہا ہے جو بڑا سے بڑا دشمن کر سکتا تھا، لیکن اسکی پیشانی پر ایک شکن بھی نہین ہے، اس کا دامنِ صبر ہاتھ سے نہین چھوٹتا، اس کا قدم جادۂ استقامت و اطاعت سے باہر نہین پڑتا، اور اس کی کوئی ادا، کوئی حرکت حتی کہ کوئی لفظ ایسا نہین ہوتا، جس کو خلافِ تہذیب، خلافِ ادب، یا معاندانہ کہا جائے، وہ جب دیکھتا ہے، کہ شاہجہان دشمنون کی غیبت کا شکار ہو چکا ہے، تو مایوسی کی حالت مین اپنی بہن کو بلیغ ترین اشارہ مین اس کی طرف توجہ دلاتا ہے، اور صرف اس قدر لکھنے پر اکتفا کرتا ہے کہ:-

"دگر تو اے گل گوش بر آوازِ بلبل می کُنی
کار مشکل می شود بر بے زبانانِ چمن" (۱۴۲)

ہم دارا، جہان آرا اور دارا کے ملازمین کے قابلِ افسوس رویہ اور سازشون کا حال یہان پر نہین، بلکہ برادرانہ تعلقات کے سلسلہ مین لکھین گے، یہان پر ہم صرف یہ بتا دینا چاہتے ہین، کہ نیک دل شاہجہان نے اپنے مطیع وسعادتمند لڑکے کی جان فشانیون کا صلہ کس طرح ادا کیا، ایک خط مین لکھتا ہے:

"بسیار عجب نمود کہ باچنین سرانجام قلعہ بدست نیامد" (۳/۳۵)

اورنگ زیب خوب سمجھتا ہے، کہ اس کا کیا سبب تھا، اور شاہجہان کو اس پر کہان تک متعجب ہونے کا حق ہے، لیکن پھر بھی وہ جواب دیتا ہے، کہ

"پیر دستگیر سلامت! حقیقت سرانجامِ قلعہ گیری از عرضداشتِ اخیرِ دستور الوزرای، کہ از قندھار بدرگاہِ جہان پناہ ارسال داشتہ بعرضِ اقدس رسیدہ باشد، خصوصیات دیگر نیز بعد ادراکِ سعادتِ بساط بوسی اشرف از تقریرِ ایشان مشروحاً در پیشگاہِ خلافت پرتوِ ظہور خواہد انداخت، بر حقِ سبحانہٗ تعالیٰ ظاہر است کہ این مرید ہمہ وقت بمقتضاے اخلاص درستِ خداداد، پیش رفت کار پیر و مرشدِ خود را منظور داشتہ، حتی المقدور در ہیچ باب کوتاہی ننمودہ، انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب کیفیتِ حال بر خاطر ملکوت ناظر کہ معیارِ حق و باطل است از قرار واقع ہویدا خواہد گشت" (۳/۳۵)

آگے چل کر پھر اسی خط مین شاہجہان لکھتا ہے:-

"ما از سرِ قندھار گذشتنی نیستیم، بہر طریق کہ دانیم، سرانجام گرفتنِ آن خواہیم فرمود، و آن مرید را ہمین کہ بملازمت برسد، رخصتِ دکن میفرمائیم" (۳/۳۵)

اورنگزیب اس وقت بھی اطاعت کے جذبہ سے خالی نہین ہے، وہ جس صورت سے بھی ہو بادشاہ کو خوش کرنا چاہتا ہے، حتی کہ وہ یہانتک تیار ہے، کہ وہ دکن کا صوبہ دار بننے کی جگہ ایک مرتبہ پھر محاصرۂ قندھار مین جس صورت سے بھی ہو قسمت آزمائی کرے، اور اسی خیال سے لکھتا ہے:-

"قبلہ و کعبۂ دو جہان سلامت! از آن جا کہ علو ہمت جہان کشا و استقامت عزم والاے

اعلحضرت متوجہ اعاظم امور بودہ دست یقین کہ نکر تسخیر قلعہ بلکہ تمام مملکت ایران باسہل وجہے خواہد شد، این مرید میخواہست، کہ تا تقریب یساق قندھار در میان است، درین ضلع بودہ ہرگاہ سرانجام بواقعی شود، بتوفیق موفق حقیقی عزاسمہ کام وناکام قلعہ را مسخر ساختہ بوسیلہ آں استرضاے خاطر مقدس پیش از پیش حاصل نماید، الحال ہرچہ ضمیر خورشید نظیر اقدس اقتضا فرمود عین صواب ومحض حکمت است، این عقیدت منش را از اطاعت حکم والاچارہ نیست(۳۴)

اس کے بعد ہی جب اورنگ زیب کو معلوم ہوتا ہے، کہ اس کو واپس بلوانے کے بعد اس کے دیرینہ مہربان داراشکوہ نے اس مہم کی کامیابی کا بیڑہ اٹھایا ہے، اور اس واقعہ کی وجہ سے اس کو تمام واقعات آئینہ کی طرح صاف سامنے آجاتے ہین، اور قدرۃً خیال ہو سکتا ہے، کہ اس موقع پر اورنگ زیب کچھ نہین تو کم از کم اندرونی سازشون ہی کے خلاف ہلکی سی صداے احتجاج ہی بلند کریگا، لیکن اس کے اخلاق کی عظمت اور اس کی نیت کے اخلاص کا اس وقت قائل ہونا پڑتا ہے، جبکہ ہم دیکھتے ہین، کہ اورنگ زیب اس خبر کو سنکر ان الفاظ مین شاہجہان سے عاجزانہ درخواست کرتا ہے :-

"پیر دستگیر سلامت! بخاطر مقدس خواہد بود، کہ این عقیدت منش نوبت اول کہ مہم قندھار درمیاں آمد، بعد استفسار کنکاش تسخیر آں قلعہ معروض داشتہ بود، کہ اولیٰ وانسب آنست کہ دادا بھائی بایں خدمت تعین شوند، وفدوی ہراول ایشاں بودہ بہ مراسم جانفشانی قیام نماید، چون مقدر چنیں بود، کہ دریں فرصت، این معنی در پردۂ تعویق باشد، دران ولا موقوف گشت، الحال نیز کہ ایشاں تعہد انجام این مہم نمودہ اند، . . . . انشاءاللہ تعالیٰ افتتاح این عقدۂ دشوار بکلید سعی ایشاں موافق خواہش دولتخواہان خواہد شد، امید کہ ایں جاں سپار کہ باوجود تحمل تعب چنین یساق اصلا اندیشۂ صوبۂ دکن وغیرہ بخاطر

راہ ندارد، نیز بموجبے کہ در آں وقت التماس کردہ کہ چندگاہ دریں ضلع بسر بردہ تا ہنگامِ کار رفاقت نمودہ، بتدارکِ مافات بپردازد، شاید بتوفیقِ الٰہی، دریں مرتبہ مصدرِ تردّدے گردیدہ، استرضائے باطنِ اقدس بوجہِ احسن حاصل نماید" (۴/۳۴)

لیکن شاہجہان اس کا جو جواب دیتا ہے، وہ یہ ہے کہ

"از ہر کس کارے می آید و عقلا گفتہ اند کہ آزمودہ را نباید آزمود" (۵/۳۷)

اورنگ زیب اس تیر کو بھی نہایت ہی جوانمردی سے برداشت کرتا ہے، اور لکھتا ہے:-

"پیر دستگیر و مرشدِ صافی ضمیر سلامت! ازاں جا کہ حکیم علی الاطلاق ذاتِ مقدسِ اعلیٰ حضرت را صفاتِ کمال ارزانی فرمودہ، بقوتِ عقل و وفورِ تجربہ بر جہانیاں برتری بخشیدہ، و جوہرِ قابلیت و حالتِ ہر کس در والا دیدۂ آنحضرت پیدا است یقین کہ آنچہ در بابِ مریدان و بندہا بر زبانِ حقائق ترجمان می گذرد، بیان واقع خواہد بود، و متضمن ہزاران نصیحت و ارشاد برا علیحضرت ظاہر است کہ ہر کرا فی الجملہ از خرد بہرہ است، در نفع و ضررِ خویش پے می برد این جانسپار کہ تربیت یافتۂ آنحضرت است، در تقدیم خدمتے کہ آں را باعثِ نیک نامی و منافعِ دو جہانی خود میداند، چون بتقصیر راضی خواہد شد بخاطرِ ملکوت ناظر خواہد بود، کہ ایں مرید وقتیکہ بقندھار رسید، چو صعوبتِ آں مرتبہ را بیاد داشت آنچہ موافق دریافتِ قاصرِ خویش معلوم نمود، بلا توقف معروض داشتہ التماس رفتنِ پیش کردہ بود چوں دولتخواہاں بمبالغۂ تمام باز نمودند، کہ پیش رفت صلاح نیست، چہ دریں صورت جمعیت و مصالحِ قلعہ گیری کہ وفور ندارد، منقسم میشود، و محاصرۂ قلعہ کہ اہم است بواقعی از قوت بفعل نخواہد آمد، و ثانی الحال کہ ایں معنی بعرضِ مقدس رسید، حکم صریح بر طبق کنکاش دولتخواہان نفاذ یافتہ کہ ازیں فدوی ہمانجا بودہ پیش تردد، بنابراں انصواب دید ایشاں کہ رعایت آں حسب الحکم الاعلیٰ لازم میدانست

بیروں نرفتہ، ناگزیر آں ارادہ موقوف داشت، و باتفاقِ دستور الوزرا بمحاصرہ پرداختہ و حتی الامکان درآں باب کوشیدہ امیدوار بود، کہ کام و ناکام در ماہِ شعبان قلعۂ کوہ را مسخر خواہد ساخت، اگر فرصت می یافت سعیِ خود را باتمام رسانیدہ از طعن و ملامت ایمن می بود، ہر گاہ بحسبِ تقدیر مقدماتِ مخلِ مطلب روے می دہد، و فرصتِ کار از دست رود، غیر از اعتراف بقصور چہ چارہ؟ بعد از انکہ دیگر مریدان باچنیں سرانجام شروع دریں مہم نمودہ کارسے از پیش بہ برند، تقصیرِ ایں مرید بوضوح خواہد پیوست، امید کہ برآزمایشِ ناآزمودہا اثرے مرتب گشتہ عنقریب مکنونِ خاطرِ مقدس جلوۂ ظہور دہد۔" (۵/۱۳۳)

ایک اور خط میں شاہجہان لکھتا ہے :-

"اگر میدانستیم کہ قلعۂ قندھار رامی تواند گرفت، لشکر را طلب نمی فرمودیم۔" (۲۴/۱۳۶)

اورنگ زیب اس کا جواب ان الفاظ میں دیتا ہے :-

"مرشد مرید نواز سلامت! ایں فدوی صورتِ ارادۂ خود را پیش ازیں معروض داشتہ بمسامعِ جاہ و جلال رسیدہ باشد، از آنجا کہ اوّلاً حکم صریح بقدغن ہرچہ تمام ترعز نفاذ یافتہ بود، کہ عساکرِ منصورہ بے تانی معاودت نمایند، و ایں خبر شہرت یافتہ قزلباشان برگشتہ بودند، و مردم دست از محاصرہ باز داشتہ برخے از پاے قلعہ برخاستہ، لہذا امتثالِ حکمِ فرمانِ ثانی را کہ دربابِ یک ماہہ توقف صادر گشتہ بود، متعذر یافتہ، ضرورۃً بصوابدیدِ دستورِ تمام دانش و سائرِ دولتخواہاں اتفاقِ مراجعت افتاد، بر تقدیرے کہ ذرنشور اوّل حکم بریلغِ ثانی می رسید، بتوفیقِ الٰہی انچہ بندہاے جانسپار دریں ماہ شعبان برسرِ قلعۂ کوہ می آوردند، بر عالمیان ظاہر می شد۔" (۲۴/۲۰۶)

اب شاہجہان کے پاس ان مسکت جوابات کے بعد محاصرہ پر تنقید کے لیے کوئی بات

باقی نہین رہی تھی، اس لیے اب اس نے دوسری صورت اختیار کی، اور لکھا کہ خیر محاصرہ کا تم نے جو حال کیا، تو وہ کیا ہی، :-

"اگر آں مرید ولایتِ دکن را ہم آباداں تواند کرد، بسیار خوب است"۔ (۵/۳۴)

اورنگ زیب اسکا جواب اس طرح دیتا ہے :-

قبلۂ وکعبۂ دوجہانی سلامت! بر ضمیرِ منیرِ اعلحضرت مکشوف خواہد بود کہ ایں عقیدت منش ہر چند کہ در آبادان کاری و پرداختِ صوبجاتِ عمدہ باسائرِ مریداں برابری ندارد، اما از ابتدائے کہ بعنایتِ جاگیر سرفراز شدہ، ہیچ گاہ در پرداختِ امورِ ملکی ونسقِ مہمات مقصر نبودہ، چنانچہ ہمیں صوبۂ دکن را کہ درنہایت ویرانی و برہم خوردگی بود، نوعے معمور ساختہ کہ برعالمیان ظاہر است، وشاید بعد تغیر حقیقتِ آں بمسامع علیہ رسیدہ باشد، درینولا نیز بکرم ایزد جل شانہ، امیدوار ست کہ اگر یک چندے ازروے استقلال صوبہ مذکور بحال بماند، وسر انجام مصالح درخور بشود، با نکہ بسببِ دست اندازی وغفلتِ صوبہ داران رعایا متفرق گردیدہ تمامی آں ولایت از انتظام و رونق افتادہ انشاء اللہ تعالیٰ در اندک فرصتے آثارِ سعی وکوششِ این مرید بظہور خواہد رسید" (۵/۳۷)

اس کے بعد سے ملاقات تک شاہجہان نے نہ تو پھر قندھار ہی کے متعلق ایک لفظ لکھا، اور نہ دکن ہی کے انتظام کے متعلق نصیحت کی، البتہ یہ حکم نافذ کر دیا، کہ اورنگ زیب اپنے سابق صوبہ مین جاکر اپنے بال بچون کو لا بھی نہین سکتا، بلکہ اس کو چاہیے کہ وہ ان کو لکھدے، کہ لاہور مین آکر اس سے مل جائین، اور نگزیب کو ملتان نہ جانے دینے مین دارا نے جو مصلحت رکھی تھی اس کو ہم یہان پر بیان نہین کرینگے، بلکہ بھائیون کے تعلقات کے سلسلہ مین پیش کرین گے اورنگزیب نے اس حکم کو بھی بلا چون وچرا قبول کرلیا، چنانچہ اپنی بہن کو لکھتا ہے:-

"حسب الحکم جہاں مطاع ہمت انداز یافتہ کہ "این خیر خواہ پس از دریافت ملازمت اشرف بصوب دکن رخصت خواہند فرمود، امروزم خود نبویسد کہ از ملتان بلاہور بیایند"

برضمیر عطوفت تاثیر پوشیدہ نخواہد بود، کہ ایں ہوا خواہ در جمیع اوقات اطاعت حکم اقدس راسرمایۂ سعادت جاودانی دانستہ مطلبے جز استرضاے خاطر مقدس اعلحضرت ندارد، وہرچہ ماموری گردد، صلاح کار خود انگاشتہ برخلاف اہل روزگار غرض خویش رابنظر درنمی آورد" (۱۴۴)

اورنگ زیب ٹھیک ایک مہینہ کے بعد ۱۲ رمضان (۷ راگست) کو بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا، اور رمضان (۷ راگست) کو دکن کی طرف روانہ کردیا گیا، برسات کا زمانہ تھا، پنجاب کے دریا بھرے ہوئے تھے، پل بنتے اور ٹوٹتے تھے، ایسی حالت مین سفر مین تعویق ناگزیر تھی، لیکن شاہجہان کو یہ بات بھی پسند نہ تھی، اور وہ اورنگ زیب کی اس تاخیر پر بلا وجہ ناخوشی کا اظہار کرتا ہی، اورنگ زیب اسی قسم کے ایک خط کے جواب مین لکھتا ہے:-

"پیر و مرشد حقیقی سلامت! ایں فدوی در سرعت طے منازل کوتاہی ندارد، اگر این مقامہا کہ آں روے اٹک و ایں طرف چناب واقع شدہ مانع قطع مسافت نمی گشت تاحال بنواحی دارالخلافت شاہجہان آباد می رسید، اکنوں نیز انشاء اللہ تعالیٰ بعد عبور ازیں دریا بقدر مقدور در سرعت تقصیر ننمودہ بوقت خود را بداں حدود رسانیدہ بتوفیق الٰہی قابو را از دست نخواہد داد" (۹/۱۴۴)

ایک دوسرے خط مین شاہجہان لکھتا ہی کہ

"آن مرید را در رفتن توقف بسیار روے دادہ، اکنوں از ہر راہے کہ زود تر تواند رسید خود را برساند" (۱۱/۱۴۴)

اورنگ زیب اس کے جواب مین لکھتا ہے:-

"پیر و دستگیر سلامت: از آنجا کہ ایں مرید ہمہ جا برابر لشکرِ ظفر اثر طے مسافت می نماید، سبب توقف برآئینۂ خاطرِ ملکوت ناظر روشن خواہد بود، راہے کہ بگھاٹی چاندہ میرود، اگرچہ چند منزل نزدیک تراست، و ایں فدوی اصلاً بتوقف راضی نبودہ، میخواہد کہ بسرعت تمام خود را بدکن برساند اما چوں متعلقان جمیع مردم از ملتان رسیدہ اند، و بہل و ارابہ بسیار ہمراہ است و بایں اجمال و اثقال زیادہ از چہار پنج کردہ منزل نمی تواں کرد و عقب گذاشتن مردم درچنیں راہ نامسلوک مناسب نیست، قرار دادہ کہ از سناہم ولودھانہ شدہ، نزدیک دارالخلافہ شاہجہان آباد، برآں راہ راست ملحق شود و از آنجا نوعے قطعِ منازل کند، کہ در عرض یک ماہہ بہ برہان پور تواند رسید، چہ در راہِ راست بادشاہی، اگر بعض مردم بنا بر بادتی اسباب عقب بمانند، اندیشہ نیست" (۱۱/۴۳)

ان جوابوں کے بعد بھی شاہجہان کو یہی نظر آتا ہے، کہ اورنگزیب نہایت ہی آہستہ آہستہ سفر کررہا ہے، چنانچہ وہ پھر لکھتا ہے کہ

"چہار ماہ است کہ آں مرید از خدمت مامرخص گشتہ و دو ماہ است کہ صوبہ دار ہر چہار صوبۂ دکن از آنجا روانۂ احمد آباد شدہ بگجرات رسیدہ، ہرچند آں مرید زود تر خود را بدولت آباد برساند بہتر است" (۱۴/۴۴)

اورنگ زیب اس کا جواب ان الفاظ میں دیتا ہے:-

"قبلۂ حاجات و کعبۂ مرادات من سلامت: بر پیشگاہِ خاطر ملکوت ناظر ہویدا خواہد بود، کہ ایں عقیدت کیش دریں مدت بہر خدمتے کہ سرفرازی یافتہ حتی الامکان بتقدیم آں پرداختہ در امتثالِ حکم لازم الاتباع اصلاً تعلل و تاخیر ننمودہ دریں مرتبہ کہ بمحض تفضل و عنایات بصوبجات دکن کہ قبل ازیں مدتے در آں مرزبوم بسر بردہ، دستوری یافتہ و خدمتِ بادشاہی کہ آں را

بمنزلِ طاعتِ الٰہی می داند، درآں صوبجات بسیار روے می دہد، اگرچہ بعض موانعِ راہ و سامانِ سپاہ کہ حقیقتِ آں برضمیرِ خورشید نظیر مسطور نیست، واقع می شد، ایں ہمہ توقف چہ امکان داشت این مرید شاگرد پیر و مرشد حقیقی، خود بآہستہ رفتن کمتر آشنا است، انشاء اللہ تعالیٰ اواسطِ شہرِ صفر ختم بالخیر والظفر بنواحی برہانپور رسیدہ، اگر درآنجا کارے نباشد، بے توقف عزیمتِ دولت آباد خواہد نمود۔ (۱۴/۴۶)

اورنگزیب ان جھڑکیوں کو سنتا ہوا، اور شجاع و مراد سے ملتا ہوا، ۱۵ ربیع الاوّل سنہ ۱۰۶۳ھ (۱۳ فروری سنہ ۱۶۵۳) کو برہانپور میں داخل ہوا، اور ان الفاظ میں اپنے داخلہ کی اطلاع بادشاہ کو دی[۱]:-

"این مرید ․ ․ ․ ․ ․ ․ پانزدہم ربیع الاوّل داخلِ بلدۂ برہانپور شد، مشغولِ پرداختِ مہماتِ اینجا است، ہر گاہ خاطر از بندوبستِ معاملۂ پایان گھات جمع نماید، انشاء اللہ تعالیٰ روانۂ دولت آباد خواہد شد" (۱/۴۹)

---

[۱] سفر کے مفصل حالات کے لئے دیکھو خطوط نمبر ۴۹ - ۳۳،

باب ۶

نظامتِ دکن نوبت دوم،

اورنگزیب کینے کو ۲۵ ربیع الاوّل ۱۰۶۳ھ (۳ فروری ۱۶۵۳ء) کو برہان پور مین داخل ہوا، لیکن شاہجہان سے رخصت ہوتے ہی وقت وہ دکن کا صوبہ دار بنا دیا گیا تھا، اور اس دور افتادہ نومفتوحہ علاقہ کے متعلق ہر قسم کی ذمہ داریان اس پر عاید ہو گئی تھین، اور اس نے بھی ایک فرض شناس نوجوان کی طرح اپنے فرائض کو ایمانداری کے ساتھ ادا کرنا شروع کر دیا تھا، اس سلسلہ مین اس کا سب سے پہلا کام یہ تھا، کہ وہ دکن کی موجودہ حالت سے واقفیت حاصل کرے کیونکہ اسے اس بات کا علم تھا، کہ اس کے دکن کو چھوڑنے کے بعد ان دس سالون مین وہان کی حالت بدتر ہو گئی ہے، ان دس برسون مین خان دوران، راجہ جے سنگھ، اسلام خان، شاہ نواز خان، مراد، اور شایستہ خان ملا کر چھ صوبیدار یکے بعد دیگرے اس صوبہ مین اپنی راے اور اپنے خیال کے مطابق حکومت کر چکے ہین، اور چونکہ "ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت" کے اصول پر زیادہ عمل درآمد ہوا ہے، اس لئے دکن نے ترقی کی جگہ تنزل کی طرف تیزی سے قدم بڑھایا ہے، خان دوران کی سخت گیری، اسلام خان کی حرص، مرزا راجہ کا تذبذب، مراد کی بے راہہ روی، اور شایستہ خان مین ذمہ داری کے احساس کا فقدان، وہ چیزین تھین، جنھون نے ایک طرف تو وہان کے افسرون کو بادشاہ کی خفگی سے مامون اور خود غرض کر دیا تھا، اور دوسری طرف رعایا تباہ، زراعت برباد،

اور ملکی انتظام تقریبًا مردہ ہوگیا تھا، اگرچہ ان دس برسون مین اس صوبہ کو جو اندرونی امن اور بیرونی سرحدی ریاستون کے حملون سے اطمینان حاصل ہوگیا تھا، اس کا مقتضا تو یہ تھا، کہ یہان کی ہر چیز مین ترقی ہوتی، لیکن صوبہ دارون کی غفلت نے اگرچہ رفتار مین کمی نہ آنے دی، لیکن اب آبادی کی جگہ ویرانی منزل مقصود تھی، اور وہی صوبہ جس کی آمدنی سرکاری مورخ نے ۳ کرور ۶۲ لاکھ بتائی تھی ۶۲ھ ۱۶۵۲ء مین وہ صرف ایک کرور دے سکا تھا، جاگیرون کا حال اس سے بدتر تھا، ابتداءً جاگیرداروں نے اپنی رقم پوری کرنے کے لیے رعایا پر جو تشدد کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کاشتکار اپنی زمین چھوڑکر بھاگ گئے، اور جون جون رقم کی تدریجی کمی کی وجہ سے ان جاگیردارون کی سختیان بڑھتی گئین، مزروعہ علاقے گھٹتے اور غیر مزروعہ بڑھتے گئے، اور جب اورنگزیب نے اس صوبہ کی عنانِ نظامت اپنے ہاتھ مین لی، یہ مرض پرانا اور تقریبًا ناقابلِ علاج ہوچکا تھا، لیکن اورنگزیب اس دماغی کیفیت کا آدمی نہ تھا، جو ناکامی سے فورًا مایوس ہوجاتے ہین، بلکہ وہ ان چند باہمت کامیاب لوگون مین تھا، جنکو ناکامیابی مین کامیابی مسکراتی نظر آتی ہے، اور جو مصیبت کی تاریکی مین راحت کی روشنی دیکھتے ہین، ان تمام حالات کی عام واقفیت کے باوجود بھی اورنگزیب یاس و ناامیدی کا ایک لفظ بھی زبان سے نہین نکالتا، بلکہ وہ جو کچھ کہتا ہے وہ یہ ہے کہ

"درین ولا نیز بکرمِ ایزد جل شانہ امیدوار ست کہ اگر یک چندے از روے استقلال صوبہ مذکور (دکن) بحال بماند، و سرانجام مصالح درخور باشد نشود، باآنکہ بسبب دست اندازی و غفلتِ صوبہ داران، رعایا متفرق گردیدہ تمامیٔ آں ولایت از انتظام و رونق افتادہ، انشاء اللہ تعالیٰ در اندک فرصتے آثارِ سعی و کوشش این مرید بظہور خواہد رسید" (۵/۴۴)

اس امید بلکہ یقین کے ساتھ جو شخص ایک کام کے لیے روانہ ہوگا، اس کی کامیابی یقینی ہے، اور ایسا ہی ہوا، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے، کہ دکن کا صوبہ چار صوبون پر

مشتمل تھا، اور اس کو انتظامی حیثیت سے دو حصّون مین منقسم کر دیا گیا تھا، (۱) پایان گھاٹ اسمین خاندیش اور نصف برار شامل تھا، اور (۲) بالا گھاٹ یہ باقی ۲½ صوبون پر مشتمل تھا، اور چونکہ شمالی ہند سے آنے والا آدمی پہلے پایان گھاٹ ہی مین پہنچتا ہے، اس لیے شاہجہان نے بھی اورنگ زیب کو یہ رائے دی تھی، کہ کچھ دنون وہان رہ کر اور وہان کی حالت درست کر کے وہ صوبہ کے دارالسلطنت مین جائے، اس لیے اورنگزیب نے بھی اسی کو اپنا لائحہ عمل بنایا تھا، اس کے ساتھ اورنگزیب اس بات سے بھی اچھی طرح واقف تھا، کہ یہ دور دراز کا خستہ و خراب صوبہ اس کو اس لیے دیا گیا ہے، کہ ایک طرف تو بادشاہ اور دارا سے بہت دور رہے، اور دوسری طرف اس کے دشمنون کو اسے بدنام اور شاہجہان کو بدگمان کرنے کے مواقع ہر وقت حاصل ہون، اور جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا، ایک بڑی حد تک وہ دونون مین کامیاب ہوئے، اس لیے اورنگزیب نے ابتدا ہی سے شاہجہان کو وہان کے حالات سے واقف کر دینا شروع کر دیا تھا، اور برہان پور پہنچنے کے پہلے ہی اس نے پایان گھاٹ کی حالت کے متعلق ان الفاظ مین اطلاع دیدی تھی:-

"پیر دستگیر صافی ضمیر سلامت! چون پرداخت مہمات پایان گھاٹ کہ بغایت از نسق
اوفتادہ ضرور است، انشاء اللہ تعالی بموجب حکم مقدس . . . . . . روزے
چند در آن بلدہ (برہانپور) اقامت گزیدہ و خاطر از بندوبست آنجا مطمئن ساختہ بدولت آباد
خواہد رفت، و بتوفیق الہی و یمن تربیت و ارشاد مرشد کامل مکمل خود، در معموری و انتظام
مہام صوبجات دکن کہ حقیقت ویرانی و بے رونقی آن پوشیدہ نیست بقدر مقدور اہتمام

لے یہان پر یہ بات بھی غور طلب ہی کہ دارا کو جو صوبے دیئے گئے ہین وہ حکومت کے بہترین صوبے، بل کا ملتان، پنجاب، اور الہ آباد ہین، شجاع، بنگال اور اوڑیسہ کا دائمی صوبہ دار ہے، مراد بھی مالوہ، کشمیر، یا گجرات ہی مین اکثر و بیشتر رہتا ہے،

لازم دانستہ بتقصیر از خویش راضی نخواہد گشت (۱۷۷)

برہان پور پہنچنے کے بعد جو پہلا خط شاہجہان کو لکھتا ہے، اس میں ذرہ تفصیل کے ساتھ دکن کی ویرانی کا حال لکھتا ہے:-

"قبلۂ حاجات وکعبۂ مرادات سلامت! پیش ازیں شنیدہ شد کہ بندوبست بگلانہ خوب شدہ دریں ولا کہ ایں مرید بہ برہان پور رسید اخلاف آنچہ مسموع بود بظہور پیوست، واقعہ نویس معزول بندر سورت کہ روانۂ درگاہ جہاں پناہ است، شاید بوسیلۂ ایستادہائے پایہ سریر خلافت مصیر حقیقت را بمسامع جاہ وجلال برساند، چون بہت ضبط بگلانہ کہ بعد سید عبدالوہاب خوب بعمل نیامدہ جمعے را از حضور خود جدا نمودہ باید فرستاد، وسوائے حاصل آں ولایت کہ از زبونی عمل نسبت بگذشتہ بسیار کم است، مبلغ کلی خرچ بایستے نمود، تا بندوبست خاطر خواہ شود، وپرداخت صوبجات دکن کہ از نسق افتادہ ضرور است، وبرائے سرانجام خدماتے کہ دریں صوبجات روی دہد، جمعے لائق در حضور ایں فدوی درکار، وکیفیت ویرانی وبے رونقی آں باوسعتے کہ دارد کہ بر اعلحضرت پیکر روشن، بنابراں نظر بمقتضائے وقت نمودہ اسد اللہ ولد میر فضل اللہ را . . . . بخدمت فوجداری بگلانہ تعین ساخت" (۱۷۹)

لیکن شاہجہان دکن کی اصلاح کے لیے بے صبر تھا، یہ بے صبری اسے یہ بھی سوچنے نہ دیتی تھی، کہ اتنے بڑے صوبہ کی اصلاح اس قدر جلد ناممکن ہے، اس کا خیال تھا، کہ اورنگزیب کو، الف لیلہ کے سمسم کی طرح جادو کے کچھ الفاظ یاد ہیں، جنکے کہنے کے ساتھ ہی تمام غیر مزروعہ ویران صوبہ ایک آباد وسر سبز وشاداب لہلہاتا ہوا کھیت بنجائے گا، اور نگزیب کو آئے ہوئے ابھی تین مہینے بھی نہ گذرے تھے، کہ اس نے لکھنا شروع کیا، کہ

"چون آں مرید تا حال از مہمات پایان گھاٹ فارغ شدہ باشد وبندوبست آں کماینبغی

نمودہ، باید کہ بمجرد وصولِ ایں مثال سعادت تمثال روانۂ دولت آباد شود، و ولایت بالاگھات و پایان گھات از خود دانستہ پرداختِ آں بواجبی نماید" (۱۵)

اورنگزیب کو ویرانی اور اسکی اصلاح کے لیے جس طویل مدت کی ضرورت ہوگی حقیقی علم تھا اور اس نے اس حکم کا اس طرح جواب دیا:۔

"بر پیشگاہِ خاطرِ ملکوت ناظر ہویدا خواہد بود، کہ ایں مرید بمقتضائے حسنِ عقیدت ہمہ وقت و تقدیمِ خدماتِ بادشاہی راعین سرانجامِ مقاصدِ دارینِ خود تصور نمودہ حتی الامکان در آں سعی مبذول میدارد، و بہ تن آسانی کمتر پرداختہ بقدرِ مقدور اوقات را صرفِ بند و بستِ مہامِ ملکی می سازد،

"از آنجا کہ برہم خوردگئ ولایتِ دکن کہ دریں مدت دہ سال پرداخت نشدہ از آں قبیل نیست کہ نسقِ آں بزودی دست بہم دہد، و سرانجامِ ولایت نوعے کہ در بودن خود می تواں کرد، غائبانہ میسر نہ، و مہذا می دانست کہ مطمح نظرِ اعلحضرت پرداختِ ولایت است و بالفعل در دولت آباد آں چناں کار ضروری نیست کہ نظم و نسقِ پایان گھات ناکردہ بسرعت تمام انجام باید رفت، بنابراں . . . . می خواست چندگاہ در برہان پور توقف نمودہ خاطر از خاندیس و برار و پایان گھات جمع سازد، الحال کہ یرلیغ اشرف بدینگونہ نفاذ یافت مستعدِ عزیمتِ دولت آباد است، لیکن اگر حکم شود کہ اوائلِ شہریور از ینجا روانۂ آں طرف گردد، شاید پرداختِ پایان گھات بہتر ازیں صورت بیابد، دیگر آنچہ بخاطرِ مقدس برسد محض حکمت است" (۱۵)

اورنگ زیب نے دکن میں پہنچنے کے ساتھ ہی اس صوبہ میں بھی عمل تعمیر کا اجرا شروع کر دیا تھا، اور اسی غرض سے اس نے مرشد قلیخان کو بالاگھاٹ کا دیوان مقرر کیا تھا، ملتفت خان پایان

پایان گھاٹ کا دیوان تھا، اورنگ زیب نے اس کو بھی اس عمل کے اجرا کے لیے کہا، اور بعد مین اس نے مرشد قلی خان ہی کو دونون حصون کی دیوانی پر مقرر کرا دیا، راجہ ٹوڈرمل اکبری کے اصلاحات دیوانی کے دکن مین رائج کرنے کا سہرا اورنگزیب اور مرشد قلی خان کے سر ہے، مرشد قلی خان نے اس سلسلہ مین جس تندہی، جس محنت، جس ایمانداری اور جس استقلال سے ویران دکن کو آباد کرنے کا کام شروع کیا تھا، اس کا مفصل حال مآثر الامرا مین مذکور ہے، اورنگ زیب بھی اس کے کامون سے خوش تھا اس کا بڑا مداح تھا، کوئی ایسا موقع نہ ہوتا جہان مرشد قلی کا ذکر ہوتا اور اورنگزیب اس کے کامون کی تعریف نہ کرتا، ایک خط مین شاہجہان کو لکھتا ہے:-

"پیر دستگیر سلامت! در پرداخت ہر چہار صوبۂ دکن و ازدیاد آبادی آن حتی الامکان سعی مصروف شدہ ومیشود، امید کہ بعمل تباہی این ولایت نسق شایستہ بیابد، انچہ از کاردانی وفہمیدگی مرشد قلی کہ برزبان کلک الہام بیان گذشتہ محض کرامات است، این مرید اورا این چنین بندہ دانستہ التماس خدمت دیوانی بالاگھاٹ برائے او نمودہ بود، اعانت او در ہمہ باب بعمل آمدہ وخواہد آمد" (۶/۵۴)

ایک دوسرے خط مین مرشد قلیخان کو پایان گھاٹ کا بھی دیوان مقرر کرنے کے لیے ان الفاظ مین درخواست کرتا ہے:-

"پیر و مرشد حقیقی سلامت! چون این فدوی را برائے خدمت دیوانی (پایان گھاٹ) آدم فہمیدہ کاردان درکار است و مرشد قلی خان باوجود خدمت مرجوعۂ خویش، این خدمت را نیز براہ می تواند نمود، اگر حکم مقدس شرف نفاذ یابد امور دیوانی را بہ او تفویض نمایند" (۷/۵)

ایک اور خط مین اس کی جاگیر کی کم حاصلی کے متعلق شکایت کرتے ہوئے ان الفاظ مین درخواست کرتا ہے:-

ل۵ جلد سوم ص ۵۰۰، ۵۴۳، ۵۴

"پیر و مرشد حقیقی! این مرید سلامت، مرشد قلیخان بندۂ کارآمدی درگاہ معلی است و خدمت مرجوعہ را از روے امانت و دیانت بہ تقدیم رسانیدہ در پرداخت مہمات ولایت بالاگھات و ابادانی کاری دقیقہ از دقایق سعی و اہتمام فرو نگذاشتہ، اگر دیوانیان پیشین نیز بہمین نمط توفیق جد و جہد می یافتند، کار این ولایت بدینجا نمی رسید" (ک/۹۴)

اور یہ واقعہ ہے کہ مرشد قلیخان نے دکن کو دکن بنا دیا، اس نے تمام زمین کی پیمایش کی، اس کے پیداوار کا مطالعہ کیا، پھر اسی کی روشنی مین تین قسم کی مالگذاری مقرر کی، اسی کے ساتھ غریب کاشتکارون مین تقاوی تقسیم کی، اور مالگذاری کی صحت کے لیے ایک خاص طریقہ مقرر کیا، اور آج تک اسی کی پیمایش اکثر و بیشتر دکن مین رائج ہے، اور اس کے دھارے کی مقبولیت کا بین ثبوت

اورنگ زیب اپنے دیوانون کی مدد سے اصلاح کی طرف متوجہ تھا، اور شاہجہان جلد از جلد دکن کو آباد دیکھنا چاہتا تھا، اس لیے وہ اورنگ زیب کو ایک مرتبہ پھر لکھتا ہے، کہ تھوڑے آدمیون سے دکن کا انتظام نہین ہو سکتا، اورنگزیب اس کی تشریح ان الفاظ مین پیش کرتا ہے:

"مرشد کامل من سلامت! بر ایستادہاے پایہ سریر خلافت ظاہر خواہد بود کہ چہ قدر جمعیت این مرید بہ بگلانہ رفت و تا چند در انجا بود، کہ ضبط شایستہ از انہا بفعل نیامد، اگر این فدوی یکچندے جمعیتے در خور کار انجامی داشت حقیقت عمل بعرض مقدس میرسید" (۳/۵۱)

بہرحال جب برہان پور مین تقریبًا ۹ مہینے رہ کر اورنگزیب ۱۶ رذی الحجہ ۱۰۶۳ھ (۲۸ اکتوبر ۱۶۵۲ء) برہان پور سے روانہ ہو کر ۱۴ محرم ۱۰۶۴ھ (۲۵ نومبر ۱۶۵۴ء) کو دولت آباد مین داخل ہوا ہے، تو وہ اس قابل تھا، کہ وہ شاہجہان کو اس بات کی اطلاع دے کہ

"امید کہ بہمین نیت حق طویت اعلحضرت پرداخت مہمات این ولایت نیز بدستور پایان گھات صورت گرفتہ اجراے عمل تنائی کہ حسب الحکم الاقدس قرار یافتہ سبب ازدیاد آبادی گردد" (۱/۷۵)

اگرچہ اورنگ زیب اپنے فرائض کی ادائگی مین مصروف تھا، اور ہر طرح دکن کی آبادی ورونق کے لیے کوشان، لیکن شاہجہان کا کوئی خط ایسا نہین ہے جس مین اس نے اورنگزیب پر سستی، بے توجہی اور مجرمانہ غفلت کا الزام نہ لگایا ہو، آخر اورنگ زیب بھی اپنی خاموشی کو جاری نہ رکھ سکا، اور اگرچہ اسے "خودستائی" پسند نہ تھی، پھر بھی اپنے کو الزام سے بری کرنے کے لیے اوسے اطلاع دینا پڑی کہ

"سعی و اہتمامے کہ درین فرصت اندک درباب بیش آمدن این ولایت ازین مرید بظہور رسیدہ چون عرض آن لاف وگزاف بود، واین فدوی بدین شیوہ کمتر آشنا است، بنابران ہرگز درین وادی نیامدہ راضی نہ شد، کہ دیوانیان اینجا، نیز این معنی را معروض دارند، ہرگاہ این مرید تقدیم خدمات پیر و مرشد دوجہانی را بمنزلۂ طاعات پروردگار حقیقی عز اسمہ تصوری نمودہ باشد، حتی الامکان در نظم ونسق معاملات این ملک چگونہ بتقصیر از خویش راضی خواہد گشت، ولایتے کہ از مدتے بجہات کثیرہ ویران وخراب شدہ، اگرچہ معموری آن درعرض دو سہ سال چنانچہ باید صورت نیابد، از غفلت و کوتاہی نیست، ومعہذا درین سال از توجہ باطن فیض مواطن اعلحضرت در اکثر محال بالاے گھات وپایان گھات قریب یک سواسے از جمع عمل ونیابت خان اضافہ آمدہ چنانچہ بتفصیل از عرائض دیوانیان بعرض والا خواہد رسید، انشاء اللہ تعالی بمرور وتدریج آثار آبادانی ظاہر خواہد شد" ($\frac{۳۳}{۵۹}$)

اورنگ زیب نے آمدنی مین ۲۵ فیصدی کا اضافہ کردیا ہے، ویرانی آبادی کی شکل اختیار کررہی ہے، لیکن وہ صرف خودستائی سے بچنے کے لیے اپنی کامیابی وشہرت پر بھی پردہ ڈال رہا ہے، اور اب بھی جبکہ ترقی کی راہین کھل چکی ہین، وہ سررشتۂ اعتدال کو ہاتھ سے نہین چھوڑتا، بلکہ اس کیلئے بھی "بمرور وتدریج" کی شرط لگاتا ہے، یہ دراصل اسکی اخلاقی عظمت کی دلیل ہے، لیکن اس کامیابی

کے بعد بھی شاہجہان کی پیشانی کی گرہین نہ کھلین، بلکہ ان مین زیادہ الجھن، باریکی اور سختی پیدا ہوگئی غصہ کے سیلاب نے عقل و فہم انصاف و عدل کے بند کو توڑ دیا تھا، اورنگ زیب اسکی پوری زد مین تھا، وہ ایک موج کی زد سے مشکل ہی سے بچنے پاتا تھا، کہ دوسری خوفناک موج اسے ہمیشہ کے لیے اپنے آغوش مین بٹھانے کے لیے بڑھتی تھی، کشیدگی و اضطراب، بدگمانی اور بے چینی بڑھی، اور اسنے باپ ابیٹے کے تعلقات کو منقطع کر دیا، اور یہ کشیدگی اس وقت تک باقی رہی، کہ برادرانہ جنگ کے دل بادل تمام ملک پر چھا گئے، اور اس مین سے عدم اعتماد کی بجلی چمکی اور تمام ملک مین خون کی بارش ہوئی، اس اجمال کی تفصیل آگے آئیگی،

| اختلافات کے اسباب |

اورنگ زیب اور شاہجہان کے باہمی اختلاف کی ایک بڑی وجہ اورنگ زیب کی وہ جاگیرین تھین، جو اسے دکن مین دیگئی تھین، اگرچہ ملتان و بھکر کی جاگیرین بھی اس رقم کے مقابلہ مین جنکے لیے وہ دیگئی تھین، بہت کم تھین، پھر بھی وہ دکن کی موجودہ جاگیرون سے لاکھ درجہ اچھی تھین، ان مین کچھ نہین تو نصف ضرور ملجاتا تھا، لیکن یہان تو شاید دسوان حصہ بھی ملنا مشکل ہی تھا، اورنگ زیب محاصرۂ قندھار کے بعد کابل کی طرف روانہ ہی ہوا تھا، کہ اُسے ملتان سے دکن کی تبدیلی اور اپنی جاگیر کے متعلق کاغذات ملے، اس نے اسی وقت شاہجہان کو لکھا، کہ اس وقت جو جاگیرین اسے ملی ہین، ان کے حساب[1] سے اس کی موعودہ رقم مین جو ان جاگیرون سے وصول کیجائیگی، سترہ لاکھ کی کمی ہوگی، اور اس دائمی کمی کی موجودگی مین وہ کسی صورت سے بھی دکن جیسے اہم صوبہ کی نظامت کے شایانِ شان خدمات انجام نہین دیسکتا، وہ لکھتا ہے :-

"قبلۂ حاجات و کعبۂ مرادات سلامت : برضمیرِ خورشید تاثیرِ اعلحضرت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہویدا خواہد بود، کہ این فدوی کہ پیشِ نہادِ ہمتش درہمہ وقت استرضاے خاطرِ مقدس ست"

---

[1] دیکھو خط ۱۲۳ بنام جہان آرا بیگم۔

دریں مدت بہر خدمتے کہ از پیشگاہِ خلافت سرفراز شدہ، سعادتِ خود در آن تصور نمودہ اطاعت حکم را سرمایۂ دولت جاودانی دانستہ، بے مداہنت والتماسے بقدرِ مقدور در پیش رفت آں کوشیدہ دریں ولا از ملاحظۂ تفاوت حال دو دل جاگیرِ دکن کہ حقیقتِ آں بر اعلحضرت نیکو روشن است، انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب بعد از ملازمت از تقریر دلپذیرِ وزیر بےنظیر بسامعِ جاہ وجلال خواہد رسید، بغایت متعجب گشتہ کہ آیا سببِ ایں ہمہ کمی کہ قریب ہفدہ لک روپیہ است و باعثِ تغیر جاگیرِ سیر حاصل ملتان وبھکر شدہ، چہ خواہد بود؟

اگر از روے ذرہ پروری ومرید نوازی بخاطرِ مبارک پرتو انداختہ باشد کہ ایں فدوی بخدمت صوبۂ عمدہ سربلند گردد، دریں صورت پرداختِ احوال نوعے قرار یابد کہ از عہدۂ ایں خدمت وضبطِ صوبجاتِ سرحد وسیع برہم خوردہ بواقعی بر و آمدہ میانِ اقران و دنیاداران دکن انفعال نہ کشد، و در حضورِ اقدس نیز مقصر نبودہ از عتاب وخطاب ایمن باشد؟ (۱/۱۳۴)

اس کمی کی شکایت اپنی بہن جہان آرا سے بھی کرتا ہے:-

"چون دریں ولا دول جاگیرِ دکن کہ از پیشگاہ والا بدستور الوزراء رسیدہ بود حسب الحکم الاعلیٰ مطالعہ نمود، از تفاوتِ یافت وخلافِ آمد طالع بغایت متعجب است کہ آیا سببِ ایں ہمہ کمی چہ خواہد بود، اگر مرضیٔ طبع مبارک آن است کہ ایں اخلاص منش در گوشۂ بسر برد، دریں صورت تنہا بکلانہ، کہ سابقاً بصیغۂ التمغا مقرر بودہ کافی است، واگر از سوے مرید نوازی وذرہ پروری بخدمت صوبۂ عمدہ سرفراز می شود، پرداختِ احوال نوعے فرمایند، کہ تا فی الحال میانِ اقران و دنیادارانِ دکن انفعال رونہد، و در پیشگاہِ خلافت مقصر نبودہ موردِ عتاب وخطاب نگردد۔" (۲/۱۳۴)

ان خطوط کا یہ اثر ہوا، کہ شاہجہان نے "بکلانہ را سواے این دول بانعام مرحمت فرمودند" (۳/۱۳۵)

دکن میں اورنگزیب کو دو حصہ جاگیر، ایک حصہ نقد کا حکم ہوا تھا، اس کی جاگیر کا حال بہت خراب تھا اور جس رقم کے لیے جاگیریں دی گئی تھیں، اُن کا چوتھا، پانچواں حصہ بھی مشکل سے وصول ہوتا تھا، اور نقد کے لیے بھی خود سرکاری زمینوں سے اتنا روپیہ وصول نہ ہوتا تھا کہ وہاں کے اخراجات کے لیے کافی ہو، اور اس کمی کو پورا کرنے کے لیے پہلے تو اُسے دکن کے خزانۂ محفوظ سے روپیہ لینا پڑا، اور جب اس میں ضرورت کے مطابق ہی رقم رہ گئی، تو یہ رقم مالوہ، و سورت کے خزانوں سے دلائی جانے لگی، اورنگزیب نے شاہجہان کو ان باتوں کی خبر اس طرح دی ہے:-

"کیفیتِ داخل و مخارجِ صوبجاتِ دکن آن است، کہ ہر سال قریب شش لک و سی و سہ ہزار روپیہ بخرجِ اہتمامِ توپخانہ و اہل وظائف و سائر اخراجاتِ لازمیٔ ہر چہار صوبہ مقرر است، و بست و پنج لک و چہل و سہ ہزار روپیہ در طلب نقدیٔ این مرید و روزیانۂ خانہ زادانِ درگاہ والا وغیرہ تنخواہ شدہ کہ ہمگی سی و یک لک و ہفتاد و شش ہزار روپیہ است و محصول پرگنہ بیر و دیگر محالِ خالصہ شریفہ با ہشت لک روپیہ پیشکشِ قطب الملک و یک لک روپیہ پیشکشِ زمیندار دیوگدہ از یازدہ لک و چہل ہزار افزون نیست، دریں صورت ہر سال بست لک و سی و شش ہزار روپیہ دیگر باید، کہ داخلِ اینجا با خرچ برابر شود، و از آنجا کہ ہشتاد لک و شصت ہزار روپیہ بہ تقریبات در خزانہ عامرۂ دکن فراہم آمدہ بود، و مدتے باین اخراجات وفا میکرد، این مرید در ایام کہ داخل این صوبہ گردید، با وجود ظہورِ حقیقت باظہار آں نپرداختہ عرضداشت ننمودہ، اکنون کہ مبلغے از موجوداتِ خزانۂ والا دریں چندگاہ صرفِ اخراجات مسطور شدہ و موازیٔ بست لک روپیہ ذخیرۂ دولت آباد و آسیر ہشت لک و پنجاہ ہزار روپیہ باقی ماندہ و اقلًا این مقدار خزانہ برائے احتیاط ضرور است، کہ دریں قسم صوبۂ عمدہ سرحد ہمہ وقت موجود باشد، واجب دید، کہ صورتِ حال را ببارگاہِ جلال معروض دارد۔" (۱۲/۴۸)

اورنگ زیب اس خط کے پہلے بھی متعدد عرضداشتون مین قلتِ محاصل کی شکایت کرچکا تھا اور اس پر بادشاہ نے اُسے حکم دیا تھا، کہ اس کے تیول مین جو کم حاصل زمینین ہین، ان کے عوض وہ سرکاری زمینون مین سے جو اچھی ہون، خواہ وہ جاگیردارون کے پاس ہون، یا سرکاری انتظام مین، چن لے، لیکن اورنگ زیب جانتا تھا، کہ اگر اس نے ایسا کیا، تو بہت سے سرکاری ملازم تباہ ہو جائین گے، اس لیے اس نے بادشاہ کے سامنے مندرجۂ ذیل تجویز پیش کی کہ

"اگر حکمِ اقدس زینتِ نفاذ یابد، از ابتدائے فصلِ خریف موافقِ حال حاصل بست لک و سی و شش ہزار روپیہ وصولی محالِ تیول داران را بخالصۂ شریفہ ضبط کند، تا در آیندہ، دخل با خرچ مساوی گردد، لیکن چون جمعِ دامی این صوبجات بعد وضعِ تخفیف کہ یک ارب و چہل و چہار کرور و نود لک دام است، و محصولِ آن با دوازدہ لک روپیہ و کمی کہ دیوانیانِ سابق بجہتِ قائم داشتنِ جمع بصیغۂ آفت نوشتہ اند یک کرور روپیہ است، کہ سراسری سہ ماہہ درست نمی شود، از انجملہ دوازدہ کرور دام در جاگیر و سہ کرور دام در وجہ انعام ایں مرید و خانہ زادِ درگاہ معلی تن گردیدہ و بر تقدیرے کہ محالِ بست لک و سی و شش ہزار روپیہ وصولی دیگر خالصہ کردہ شود، یقین کہ اکثر بندہا تعینِ دکن بے جاگیر خواہند ماند، ضرورۃً اینہا را رخصتِ بارگاہِ خلافت باید نمود، و نزدیک سہ لک از جمعیتِ اینجا کیفیتِ آن بر پیشگاہِ خاطرِ ملکوت ناظر ہویدا است، کم خواہد شد و دریں صوبہ کہ از جہاتِ کثیرہ با صوبہ بنگالہ و گجرات نسبتے ندارد و باید کہ جمعیتِ خوب ہمیشہ موجود باشد۔"

. . . . . . قبل ازیں نیز کہ ایں مرید بصوبہ داری دکن امتیاز داشت ہمیں مراتب را منظورِ نظر فیض اثر گردانیدہ از جملہ جاگیرِ ایں فدوی چند پرگنہ را در صوبجاتِ دیگر عنایت نمودہ بودند، و طلب نقدی از صوبہ مالوہ و بندر صورت (سورت ؟) مرحمت شد، و چندکس از بندہائے پیش منصب

کہ جاگیر در صوبہاے دیگر داشتند، دریں صوبہ بسر بردند، بنا براں امیدوار است، کہ دریں باب نوعے کہ راے ممالک آراے خورشید ضیاے اقتضا فرماید، باین مرید ارشاد شود، تا مطابقِ آں کام بند گردد۔" ($\frac{12}{98}$)

شاہجہان نے اپنی راے نہیں بدلی، جاگیرون کو، جنمین سترہ لاکھ کی کمی ہے، علی حالہ رہنے دیا، البتہ نقدی کے متعلق یہ حکم ہوا کہ

"ہر چند نظر بآنکہ دریں سال آں مرید پرداختِ صوبجاتِ دکن از قرار واقع نمودہ بایستے تمام تیولِ او در آں صوبجات تنخواہ باشد تا در افزدنی آباداں میکوشد، اما چوں از رہگذشتِ قلتِ حاصلِ جاگیرِ دکن نقصانے بآں مرید میرسید، دو سال دیگر نیز دہ کرور دام بقرار دہ ماہہ نقد از خزانۂ صوبہ مالوہ تن شدہ، دو کرور دام تتمۂ نقدی را از نصف بیع نوئت نیل یا پرگنۂ ندربار در صوبجاتِ دکن از محالِ جاگیرداراں انتخاب نمودہ بگیرد۔" ($\frac{3}{59}$)

اس کے جواب میں اورنگ زیب نے لکھا، کہ حتی الامکان "تکثیرِ زراعت و توفیرِ عمارت" میں سستی نہیں کیجاتی، چنانچہ دیانت خان نے جو جمع عمل مقرر کیا تھا، اس میں ۲۵ فیصدی کا اضافہ ہو گیا، رہا نقدی کا سوال اس کے متعلق عرض ہو کہ

این مرید با اخراجاتِ بے فائدہ کمتر پرداختہ، انچہ از تفضلاتِ مرشدِ حقیقی مییابد، صرفِ علوفۂ سپاہ مینماید، و دریں مدت انتظامِ جمعیت این مرید از وجہ نقدی بودہ، بر تقدیرے کہ فتورے دراں واقع شود، بقدرِ آں تفرقہ بحالِ جمعیت راہ خواہد یافت، چوں از پیشگاہِ خلافت بجد مت این صوبہ بعمدۂ سرحد سرفراز است، و بند و بستِ آں را موافقِ مرضیِ طبعِ مقدس بر ذمۂ عقیدتِ خویش لازم میداند، درصورتے کہ جاگیرِ تیولداران را انتخاب نمودہ در طلبِ نقدی بگیرد، اگر عوض تنخواہ نشود، آں جماعت را بواسطۂ بے جاگری بدرگاہِ جہاں پناہ رخصت

میا باید کرد، حال آنکہ بودنِ جمعیتِ خوب دریں صوبہ بنا بر مصلحت ملکی ضروری نماید، وگر عوض باینہا تن شود، ہر چند پائی باقی درین ولا نماندہ کہ بہ تنخواہ آں جماعت وفا کند، چوں محالِ زبون عوض پرگنات جید بآنہا باید داد، البتہ ایں معنی سبب برہم خوردگی و دل شکستی بندہا خواہد شد۔" (۳/۵۹)

اس کے ساتھ ہی چونکہ اورنگزیب کو اس بات کی اجازت دیگئی تھی، کہ وہ جن علاقون کو اپنے لیے برا سمجھتا ہے، ان کے عوض دوسرے علاقون کو منتخب کرلے، اس لیے اولاً جیسا کہ اوپر گذرا اس نے دوسرے جاگیر دارون کی حق تلفی کی طرف اشارہ کیا، لیکن بادشاہ کے حکم سے اس نے چند علاقے انتخاب کرکے منظوری کے لیے بھیجدیئے، اسی سلسلہ مین لکھتا ہے:۔

"اطاعۃ الحکم الاقدس برخے از محالِ خالصہ شریفہ تیول داراں را بموجب افراد جداگانہ انتخاب کردہ ارسال داشتہ امید وار است کہ ...... نظر بہ ماہہ نقد کہ این مرید می یافت، ونقصانِ خرچ وآفت کہ در جاگیرداری بہ مرید نمودہ، دو کرور دام را ازیں پرگنات کہ حاصلِ آں سراسری شش ماہہ نیست، بعد تخفیفے کہ از روئے تفضل حکم شود، از ابتدائے فصل خریف ...... این فدوی تنخواہ کنند" (۳/۵۹)

لیکن اورنگزیب کو جو علاقہ بھی دیا گیا، اس مین آمدنی کو پنجگونہ دکھایا گیا، اسی نذر بار کو اس کو دو کرور دام کے عوض دیا گیا، مگر اصل مین اس کی کیا حالت تھی، اس کو خود اورنگزیب کی زبانی سنیے:۔

"از آنجا کہ آن پرگنہ قبل ازین بمبلغ شصت لک دام بہ بھائی مراد بخش مرحمت شدہ بود، اگر ہماں جمع نقدی باین فدوی تنخواہ گردد، عین عنایت است" (۳/۵۹)

اسی طرح اورنگزیب کو شاہ بیگ خان کی جاگیر مین سے ایلچپور وانکوٹ کے محال دیئے جاتے ہین، لیکن جب اورنگزیب انکی آمدنی کی شکایت کرتا ہے، تو اسی کو موردِ الزام

بتایا جاتا ہے، چنانچہ ایک خط مین شاہجہان لکھتا ہے:-

"ہرگاہ آں مرید پرگنہ مسطور را بخواہش تمام گرفتہ و در جمع آں تخفیفے رفتہ دیگر گفتگو چیست" (۶/۶۲)

اورنگزیب اسی گفتگو کی تشریح ان الفاظ مین کرتا ہے، کہ

"پیش ازین مکرر در حضور پر نور حکم شدہ بود، کہ اگر آں مرید بعض محال تیول اراں را عوض طلب نقدی بگیرد، تنخواہ آں بجمع مناسب مقرر خواہد شد، بنابراں این فدوی از پرگنات جاگیر شاہ بیگ خان در باب پرگنہ ایلچپور التماس نمود، حقیقت حال حاصل آں را بمہر ملتفت خان دیوان بہ بارگاہ خلافت فرستادہ بود، کہ تخفیف نظر بآں قرار یابد، تا دریافت درماہہ نقد بلا آفت چنداں نقصان نہ شود، اگر مرضی طبع مبارک چنان است، کہ البتہ این مرید پرگنہ مذکور را بہمین جمع بگیرد، باوجود آنکہ قریب دو لک روپیہ کمی خواہد رسید چوں جان و مال مریدان فدائے رضائے اعلحضرت است، از فرمان برداری چہ چارہ" (۶/۶۲)

شاہجہان کو چاہیئے تھا کہ وہ اورنگزیب کی اس دو لاکھ کی کمی کو پورا کر دیتا، لیکن اسکی جگہ نہایت ہی طعن و تشنیع کے ساتھ لکھتا ہے، کہ

"عوض پرگنہ ایلچپور نقد بآں مرید تن می شدہ باشد، آباداں ساختن دکن کہ بعہدۂ ایں مرید است، از گذاشتن ایلچپور معلوم شد" (۷/۶۳)

اورنگزیب نے نہایت ہی ادب سے اس کے متعلق صرف اتنا لکھ دیا کہ

"اگرچہ این مرید ہرگز ادعاے کارے نکردہ، و در خور استقلال ہرچہ شدہ می شود، ہمہ از تربیت و ارشاد مرشد مرید نواز است، آں پرگنہ کہ در ہشت سال از جمع افتادہ باشد در یک فصل و دو فصل آبادی آں چگونہ صورت می یابد" (۷/۶۳)

شاہجہان کو اورنگزیب کے یہ جواب مطمئن نہ کرسکتے تھے، اس کے ساتھ اب اختلاف

کی ایک اور وجہ یہ پیدا ہو گئی، کہ اورنگزیب نے بادشاہ کے کہنے سے جن لوگون کی جاگیر دن کو دیا تھا، انھون نے اورنگزیب کی شکایت شروع کردی، کہ اورنگ زیب نے نہایت چالاکی سے تمام اچھی زمینون کو جاگیرداروں کے علاقون سے چن لیا ہے، اور خراب زمینین چھوڑ دی ہین، حالانکہ اورنگزیب نے ایسا نہین کیا تھا، اور اس نے اپنے اصولِ انتخاب کو ایک خط مین اس طرح لکھ بھی دیا تھا کہ :-

"در حینے کہ آں مرید از پیشگاہِ خلافت بہ منصوب دستوری یافت و دولِ جاگیرایں فدوی بعرضِ مقدس رسید، یرلیغ بہاں مطاع صادر شدہ بود، کہ اگر بعد وصول بدکن برآں مرید ظاہر گردد، کہ پرگنات بیرحاصل ترازیں محال در تصرف یتول داران آنجاہست، و خواہد کہ بعض آں را بطریقِ معاوضہ بگیرد مختار است"، وایں مرید باوجود چنیں حکم ناطق نظر باہتمام مہاتِ ملکی و رضامندی وخوشنودئی بندہاے پیش منصب کارآمدنی معاوضہ با یتولِ آنہا لائق ندیدہ، جاگیرہمہ را بحال داشتہ وخود بہماں محال کہ از بارگاہِ جلال تن شدہ بود، اکتفا نمودہ چوں بیقین می دانست کہ اگر برخے محال از تغیرِ بعض بندہا کہ شایستگی چناں جاگیر نداشتہ باشند، بہ یتولِ ایں مرید انتقال بیابد، بہ ہیچ وجہ متضمنِ نقصانِ سرکار گردوں مدار نخواہد بود، بنابراں یک کرور و بست و ہفت لک دام و کسرے محالِ در وبست کہ بغایت زبون و کم حاصل بود، دعوضِ آں بتقریبات بہم رسید از ابتداے مختلف معاوضہ نمودہ، افرادِ حقیقت را بدرگاہِ آسماں جاہ ارسال داشتہ بود، تا دیوانیانِ عظام بمسامع جاہ وجلال رسانیدہ باشند، تنخواہِ آں بفرستند، دریں ولا کہ سند رسید معلوم شد، کہ معاوضہ بعض محال منظور نگردیدہ، چندے از ہماں پرگناتِ کم حاصل بحال ماند، و در برخے از محال سابق ایں مرید بقدر تخفیفے قرار یافتہ"۔

"پیر و مرشد حقیقی سلامت باد، اگر سبب متغلوب نشدن محالات افزونی حاصل بوده باشد محصول کل جاگیر این فدوی درین صوبہ با محال عوض سرا سری ہشت ماہہ بیش نیست و این یک کرور بست و ہفت لک دام کہ معاوضہ شدہ، نہ ماہہ و کسری حاصل دارد چنانچہ کیفیت آن از اوراق جداگانہ کہ پیش وکیل دربار معلی فرستادہ، مذکور محفل معلی خواہد گشت اگر در حاصل شبہہ باشد حکم شود کہ از ابتدائے خریف یونت ئیل محالے کہ این فدوی معاوضہ کردہ و حالش نہ ماہہ و کسرے است بخالصہ شریفہ ضبط شود، و عوض آن نقد از قرار ہشت ماہہ باین مرید مرحمت گردد، تا برائے این قسم جزئیات مکرر در عرض و التماس جرات نتواند نمود" (رقعات)

اور اس کے ساتھ مذکورۂ بالا تجویز بھی پیش کر دی تھی، لیکن دربار مین تو دوسرا ہی رنگ جما ہوا تھا، اورنگ زیب سمجھ رہا تھا، کہ اب یہ ناگوار قضیہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیگا، لیکن اسے کیا معلوم تھا، کہ

من در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

معزول شدہ جاگیر دارون اور اورنگزیب کے دشمنون نے شاہجہان کے لیسے کان بھرے اور اورنگزیب کی بے ایمانی کا وہ نقشہ کھینچا، کہ اس خط مین جسے اورنگزیب تمام ناگواریون کا آخری سلسلہ سمجھے ہوے تھا، اسے شاہجہان کی طرف سے جو جواب ملا وہ یہ تھا، کہ

"از افراد متعلقہ پرگنہ اسیر کہ ملتفت خان بدرگاہ جہان پناہ ارسال داشتہ بوضوح پیوست کہ چہل لک دامے کہ آن مرید از ان پرگنہ بہ تیول خود گرفتہ شانزدہ ماہہ حاصل دارد، و چون در یک پرگنہ بجہت خود مواضع سیر حاصل گرفتن و بدیگران کم حاصل کہ یک و نیم ماہہ و دو ماہہ بیش نباشد تنخواہ کردن از مسلمانی و انصاف بعید است، بنا بران بست لک دام کم حاصل در پرگنہ مذکور عوض نقدی تن نمودہ شد، تا حاصل شصت لک دام جاگیر آن

مرید کہ دراں پرگنہ است دوازدہ ماہہ بودہ باشد" (۱۳۳)

اب اورنگزیب کے لیے طعن و تشنیع کے یہ تیر ناقابلِ برداشت ہو رہے تھے، اور اُسنے بھی سررشتۂ ادب کو چھوڑے بغیر پورے جوش سے اس کا ان الفاظ مین جواب دیا:۔

"پیر دستگیر سلامت! بر ضمیرِ منیرِ خورشید نظیر ہویدا است کہ ایں مرید دریں مدّت کہ بخدمت صوبہ داری سرفراز گشتہ، ہرگز بچنیں بے انصافی کہ از مسلمانیٔ مریدانِ مرشدِ کامل مکمل دور است رضا ندادہ حتی المقدور در تحصیلِ مرضاتِ الٰہی و خوشنودیٔ سایۂ او کوشیدہ و ایں چہل لک دام را کہ باعثِ ایں مقدار زجر و سرزنش شدہ و از جملہ آں سی و سہ لک دام بہا در پورہ است کہ حاصلِ سائر دارد، و ہمہ سہ چہار موضع قریب شہر کہ محصولِ آں شش ششماہہ نمی رسد، خود نگرفتہ بلکہ بموجبِ حکمِ اقدس پیش از رخصت شدنِ ایں مرید بایں صوب دیوانیانِ حضورِ پرنور از تغیرِ شایستہ خان بہاں جمع داخلِ دول نمودہ اند، عجب است از متکفلانِ مہماتِ دیوانی خصوصاً از دستورِ اعظم کہ با قوتِ حافظہ کہ دارند، در وقتِ عرضِ افراد چہ نقلِ دول جاگیرِ ایں مرید را کہ خود تن نمودہ اند، معروض نہ داشتہ اند، غالباً ایشاں را نیز یارائے آں نیست کہ ایں قسم مقدمات بصدق مقرون را بعرضِ والا توانند رسانید، والانسیان از ایشاں چہ گنجایش دارد، ہرگاہ برخلافِ رسم و عادت دریں ایام ازیں قبل چیزہا مذکورِ محفلِ اعلیٰ شدہ بدون تحقیق و استفسار بمجرد استماع موجبِ گرانیٔ خاطرِ مبارک گردد، و مسلمانی کہ سرمایۂ سعادت جاودانی است، بہ تقریبِ ایں امورِ جزئی فانی برزبانِ حق بیان بگذرد چہ چارہ؟"

اگر باوجود جاگیرہاے دکن کہ با چہل لک دامِ اسیر و باقی محالِ سیر حاصل کہ عوضِ دہ ماہہ نقد عنایت شدہ سراسری بہ ہشت ماہہ نمی رسد افزونی یافتِ ایں فدوی

خاطرِ نشانِ اعلحضرت گردیدہ باشد، و مرضیِ طبعِ مبارک چنان است، کہ بست لک دام از نقدی وضع شود، از آنجا کہ جان و مالِ مریدان، فدائے پیر و مرشدِ حقیقی است، عوض چہ در کار است۱؎" (۱۷/۱۴۳)

اورنگزیب کا یہ صاف جواب ہم کو واضح طور سے بتاتا ہے۔ کہ اس وقت دربار کا کیا حال تھا، کس طرح اورنگزیب کے دشمنوں نے شاہجہان پر قبضہ پا لیا تھا، اور کس طرح ان بدخواہوں کے خوف سے حقیقت سے واقف لوگ بھی اتنی جرأت نہ رکھتے کہ اصل حقیقت ہی کو کم از کم بادشاہ کے سامنے پیش کر دیتے، ایسی حالت میں اورنگزیب کے پاس اس کے سوا کیا چارۂ کار ہو سکتا تھا، کہ وہ معمولی سی معمولی بات کے لیے بھی شاہجہان سے منظوری حاصل کرے، چنانچہ جب ملتفت خان نے پایان گھاٹ میں زراعتی اصلاح کے لیے اورنگزیب سے پچاس ہزار روپیے مانگے تو اس نے خان مذکور سے کہا کہ وہ بادشاہ سے منظوری حاصل کرے، ملتفت خان نے شاہجہان کو اس کے متعلق لکھا، اب شاہجہان کو اس بات پر بھی غصہ آگیا، کہ ایسی معمولی بات کے لیے مجھ سے استصواب کرنے میں کیوں وقت برباد کیا گیا، اور اس نے اورنگزیب کو لکھا کہ

"خان مزبور عرضداشت کردہ کہ اگر قریب چہل پنجاہ ہزار روپیہ برائے بستنِ بندہا صوبۂ خاندیس و برار، پایان گھات بطریقِ تقاوی مرحمت شود، در عرض دو سال آں مبلغ بخزانۂ عامرہ آید خواہد گشت، و ہم آبادیِ موفور بظہور خواہد رسید و او چوں این معنی را باین مرید باز نمودہ، جواب شنیدہ کہ در بارۂ پرگنات جاگیرداران او بدرگاہِ جہاں پناہ عرضہ دارد، بہر چہ فرمان رود بعمل آید، از آں مرید توقع آں بود کہ بلا توقف این وجہ را از خزانۂ عامرہ بادشاہی تن میکرد، و تعہد می نمود کہ اگر در پیشگاہِ خلافت درجۂ پذیرائی نیابد، وجہ مرقوم را از

۱؎ اسیر کے متعلق مزید حالات کے لیے دیکھو خطوط ۲۶/۱۵۸ و ۲۶/۱۵۹،

سرکار خود بجا نصابہ شریفہ خواہد رسانید" (۱۷/ص ۶۴)

اس اعتراض کا اورنگ زیب نے وہی جواب دیا، جو اس حالت مین گھرا ہوا سنجیدہ انسان دے سکتا ہے، اس کے الفاظ یہ ہین :-

قبلہ و کعبہ مریدان سلامت! اگر این فدوی باچنین اعتماد و اعتبار جرأت بر امتثالِ این مقدمات نتواند کرد، جاے تعجب نیست، ہرگاہ از عہدۂ بازخواست اموری کہ خود نکردہ و قابلِ بازخواست نیست برآمدن دشوار باشد، برین گونہ تعہدات چسان اقدام توان کرد، و قبل ازین کہ درہمین صوبہ اختیارے و استقلالے داشت، اصلا راضی نبود، کہ این نوع مطالب بورودِ حکمِ اشرف موقوف گردد، و دیوانیان دران باب بہ بارگاہِ معلیٰ عرضداشت کنند، الحال غیر از پا باندازۂ گلیم دراز کردن و خود را در معرضِ بازپرس در نیاوردن گریز نیست، باوجود خرسندی بدین موضع نیز بچنین عتابہا معاتب میشود" (۱۴/ص ۶۴)

سفارشون کی نامنظوری | تیسری چیز جو اختلاف کا سبب بنی، یہ تھی کہ شاہجہان نے اورنگ زیب کی سفارشون کو رد کردینا شروع کیا، اور وہ جس شخص کی بحالی کے لیے شاہجہان کو لکھتا، شاہجہان جواب دیتا، کہ وہ شخص اس کام کے قابل نہین ہے، ایک گورنر صوبہ دار یا شاہزادہ کے لیے اس سے بڑھکر اور کیا ذلت ہوسکتی ہے، کہ اس کی سفارشین نامقبول ہون، چنانچہ جب اورنگ زیب نے ہوش دار پسرِ ملتفت خان کو اس بنا پر کہ وہ "خانہ زاد قابلِ تربیت و بندۂ فہمی بسیار خوبی است" داروغگی توپخانہ کے لیے مقرر کردیا[1]، تو شاہجہان نے اسے نامنظور کردیا، اور لکھا کہ

"چون صوبۂ دکن داروغگی توپخانہ خدمت کلانیست و ہوشدار لیاقتِ آن ندارد، اگر صفی خان قبولِ این خدمت نماید، وآن را با خدمت بخشی گری فراہم تواند آورد، آن مرید

[1] رقعاتِ عالمگیری خط (۵/ص ۵۴)

باد بغفر ما ید، والا میر احمد رضوی ہم بدنیست خدمات بادشاہی را فہمیدہ بر دم بادشاہی
می فرمودہ باشد۔" (بلفظہ)

اورنگ زیب کو اس بات کا بہت رنج ہوا، اور اس نے جواب میں شاہجہان کو لکھا کہ
"برضمیر صافی اعلیٰ حضرت ہویدا است کہ این مرید از سن سیزدہ سالگی بخدمت صوبداری
قیام مینماید، ہرگز خدمت بادشاہی را بیجا تجویز نکردہ، والا چگونہ درجۂ پذیرائی می یافت تا حال
ہیچ کس از تجویز کردہائے فدوی مصدر امرے کہ نباید نشدہ، چون فہمیدہ بود، کہ دارو غہ
توپخانہ را با وجود سربراہی و دیانت، وقوفے از تفنگ اندازی لوازم این خدمت باید
اوراکہ بہرہ ازین کار دارد، و تفنگچی اول است، خانہ زاد درگاہ دانستہ تجویز نمودہ بود، درین
ولا ہر چند از و چیزے کہ خلاف دیانت و امانت بودہ باشد، بظہور نرسیدہ، چون مرضی اقدس
نیست، حسب الحکم الارفع صفی خان را از نوید این عنایت و خانہ زاد نوازی آگاہ ساختہ
لیکن از آنجا کہ جمع میان این خدمت و بخشی گری صعوبتے دارد، و حقیقت جاگیرہائے
دکن پوشیدہ نیست، و بدون مصالح این نوع، خدمات عمدہ متمشی دلگرمی نمی شود،
امیدوار است کہ بتقریب این خدمت باضافہ سرفراز گشتہ از روے دلگرمی بمراسم ہر دو
خدمت بپردازد، میر احمد رضوی نیز چنانچہ بخاطر ملکوت ناظر پرتو انداختہ بد نیست" (بلفظہ)

اسی طرح اسیر کا قلعہ اورنگ زیب کو دیدیا جاتا ہے، اور جب وہ وہاں اپنا قلعہ دار مقرر کرکے
بھیجنا چاہتا ہے، تو حکم ہوتا ہے، کہ اس کو نہ بھیجو، اورنگ زیب کو اس سے بھی روحانی تکلیف ہوتی ہے،
اور وہ اپنی بہن جہان آرا کو لکھتا ہے:۔

"قلعۂ اسیر کہ قبل ازین باین مرید مرحمت شدہ بود، و بعد ازان بہمان دستور بہ بھائی
مراد بخش عنایت شد، و این مرتبہ نیز باین فدوی لطف فرمودہ، ثانی الحال کہ آن عنایت

نمایان بر ہمہ کس آشکار اگشت، حکم شدہ کہ قلعہ دار این مرید آنجا نرود" وسبب آن ہیچ ظاہر نشد۔ ۔

. . . ., اگر ازین فدوی امرے کہ خلافِ رضاجوئی ومنافیٔ اعتماد باشد، بخاطر اقدس راہ یافتہ، زہے خسارت وندامت وکم طالعیٔ این مرید کہ باوجود آنکہ مدتِ بست سال حضرت خدمت وبندگی نمودہ، درطریقِ عقیدت، بجان ومال مضائقہ نکردہ، ہنوز برابر برادرزادۂ بےہمال ہم شایانِ اعتماد نیست، وقبلہ وولی نعمت اورا چنین تصور میفرمایند واگر سبب آن تقصیرے دیگر است، ازراہِ ارشاد بران آگاہی یابد، تا متنبہ گشتہ عذر خواہ شود، ومن بعد ارتکاب آں نہ نماید" (ص $\frac{۲}{۱۵۹}$)

اورنگزیب کے صبر وتحمل، اطاعت وعقیدت کی داد دینا پڑتی ہے، کہ ایسے اشتعال انگیز حالات کے اندر بھی وہ جادۂ ادب سے قدم باہر نہین رکھتا، لیکن شاہجہان تو اس کو ذلیل وبے دست وپا کرنے پر تلا ہی ہوا تھا، اور اب اس نے ایک اور عجیب وغریب کارروائی کی طرف قدم بڑھایا،

ملازمینِ اورنگزیب شاہی ملازمت مین اورنگزیب نے جتنے آدمی اپنے نوکر رکھے تھے، ان مین سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنے آقا کا وفادار اور صحیح معنون مین بہی خواہ نہ ہو، اس کے عہدِ شاہزادگی کی تاریخ مین ہم کو اس قسم کا ایک واقعہ بھی نظر نہین آتا، کہ اورنگزیب کے ایک نوکر نے بھی اس کو کسی قسم کا دھوکہ دیا ہو، اورنگزیب کے دشمن اس سے اچھی طرح واقف تھے، اور وہ چاہتے تھے کہ جس صورت سے بھی ہو، اس کے ملازمون مین غداری کا بیج بو یا جاے، یا ان کو بدنام کر کے، ان کو اورنگزیب کی ملازمت ہی سے علیحدہ کرا دیا جاے، چنانچہ ہم کو صوبہ داریٔ ملتان ہی کے زمانہ مین نظر آتا ہے، کہ یہ کارروائی شروع کر دی گئی تھی، شاہجہان اپنے ایک خط مین اورنگزیب کو لکھتا ہے، کہ اسے معلوم ہوا کہ اس کا ملازم ملک حسین رعایا پر بہت ظلم کرتا ہے، اورنگزیب اس کے جواب مین بادشاہ کو یقین دلاتا ہے کہ

"آنچہ از تعدیٔ ملک حسین بعرضِ اقدس رسیدہ محض افترا است درین یکسال صوبہ مسطور

تعلق بایں مرید داشت، موسی الیہ غیر از ہمرداں و دزداں متعرض حال احدے از رعایا نگشتہ، و دریں مدت ہرگز چیزے ازیں مقولہ برایں مرید ظاہر نشدہ والا مطابق آنچہ از پیر و مرشد حقیقی ارشاد یافتہ، او را تادیب نمودہ، نمی گذاشت کہ مرتکب جور و تعدی گردد، غالباً اہل غرض حقیقت را بتفاوت معروض داشتہ اند" (۳۰)

جب یہ چال کارگر ثابت نہ ہوئی تو ایک نئی صورت اختیار کیگئی، وہ یہ کہ اورنگزیب کے پرانے ملازموں کو دکن سے بلاکر اعلیٰ منصب پر سرکاری ملازمتوں مین داخل کیا جانے لگا، اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ اورنگزیب اپنے بہترین افسروں کی خدمات سے محروم ہو جاتا، اور جب شاہجہان نے اسی ملک حسین کو دکن سے بلاکر اس کے منصب مین اضافہ کرکے سرکاری ملازمت مین داخل کر لیا، اور اورنگزیب کو یہ خطرہ صاف نظر آنے لگا، تو اس نے اپنی بہن جہان آرا کو جو شاہجہان کی نفس ناطقہ تھی، اس کی شکایت لکھی اور بتایا کہ اس کارروائی سے اس کو کیا کیا نقصان پہنچ سکتا ہے، اس کے الفاظ یہ ہین:۔

"ازیں ہمہ تازہ تر طلبی ملک حسین است، بدرگاہ جہاں پناہ و عنایت منصب با دو جہے دیگر کہ باسم نوکری ایں مرید، با درفیق شدہ اند"

ہر چند او خانہ زاد اعلیحضرت است، و ایں مرید او را برائے کار حضرت تربیت کردہ و جمعیتے کہ دارد بجہت تقدیم خدمات پادشاہی است لیکن ہرگاہ ایں راہ واشود و تابینان ایں فدوی از نوکری جدا شدہ بہ بندگی درگاہ معلی سرفراز گردند، و مناسب زیادہ از حالت خود بیابند، معلوم است، کہ کسے پیش ایں مرید نخواہد ماند، و بعد ازاں ایں جماعت کہ در مدت بست سال فراہم آمدہ اند، بایں طریق متفرق شوند، از عہدۂ خدمات چگونہ تواں بر آمد

اگر مصلحتے درین است حکم اعلیٰ صادر گردد، تا جمع نوکران کارآمدنی را بطیب خاطر روانۂ حضور پر نور ساختہ آمادۂ حصولِ مطلبِ عزیزان باشد۔

واگر اعلیٰ حضرت بمقتضاے عطوفت ہنوز ایں مرید را از درجۂ اعتبار نینداختہ اند، و حقوقِ فرماں برداری وخدمت گاری چند سالۂ او را منظور داشتہ در مسلکِ غلاماں منظور فرمایند، تجویزِ ایں امور چرا است؟

دلِ شکستۂ مجروحِ این مرید را بمرہمِ عنایت نوعے مداوا کنند کہ از قرار واقع بخدماتِ مرجوعہ پرداختہ از باز خواست وانفعال ایمن تواند بود، وہرگاہ در حضرتِ الٰہی طاعت وبندگی بندہا ضائع نباشد، در درگاہِ حضرتِ ظلِ الٰہی کہ متخلص باخلاقِ مالکِ علی الاطلاق اند، چگونہ ضائع خواہد بود، وانچہ آفریدگارِ جہان بر عبادِ خود روا ندارد، ایشاں بر سرِ مریداں وبندہا چہ ساں خواہند پسندید" ($\frac{۲۷}{۱۵۹}$)

اورنگزیب کے یہ دل سے نکلے ہوئے مؤثر الفاظ ایسے ہیں، جو پتھر کے دل کو بھی پانی کردیں، وہ کونسی چیز ہے، جو اس میں نہیں ہے، صحیح شکایت، محرومیٔ قسمت کا گلہ، دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کی طرف لطیف اشارہ، اپنی تباہی وبربادی کا مرثیہ اور خدا کا واسطہ، اس خط کے ایک ایک لفظ سے صداقت کی بو آتی ہے، اور صاف معلوم ہوتا ہے، کہ شاطرانِ بساطِ سیاست کس طرح اُسے ہر طرف سے گھیر کر بند کردینا چاہتے ہیں، اور کس طرح شاہجہان نے معاملات کی حقیقی شکل وصورت کی طرف سے منھ پھیر لیا ہے، لیکن کیا یہ آخری چال تھی؟ کیا یہ آخری اوچھا ہاتھ تھا؟ نہیں، حکومت کے یہ واقعات خاندانی تعلقات کی پیشانی پر بھی گرہ بنا دیتے ہیں، اور یہ صوبہ داری کے ناگوار واقعات، خاندانی معاملات پر بھی اپنا منحوس اثر کیے بغیر نہیں رہتے،

شہزادہ محمد سلطان کی نسبت جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، قندھار سے دکن جاتے ہی وقت اورنگزیب

اور شجاع نے رشتۂ اخوت کو مستحکم تر کرنے کے لیے یہ طے کیا تھا، کہ اورنگ زیب، شجاع کے بیٹے زین الدین کی شادی اپنی لڑکی سے اور اپنے لڑکے محمد سلطان کی شادی شجاع کی لڑکی سے کرلے، اور اگرچہ یہ نسبتین انتہائی رازدارانہ طریقہ سے طے پائی تھین لیکن ایسا معلوم ہوتا ہی، کہ شاہجہان وغیرہ کو اس کی اطلاع ہوگئی، اور انھون نے نخلِ محبت کی جڑ کاٹنے کے لیے یہ ترکیب نکالی، کہ محمد سلطان کی شادی کسی دوسری جگہ کردیجائے، شاہجہان نے اورنگزیب کو اس کے متعلق لکھا، اورنگزیب نے شاہجہان کو جواب دیا، کہ چونکہ محمد سلطان کی نسبت شجاع کی لڑکی سے ٹھیک ہو چکی ہے، اور اس کو مسترد کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی، اس لیے مین تو اس معاملہ مین معذور ہون، البتہ اگر شاہجہان خود چاہے، تو ایسا کرسکتا ہی، اور ضرورت ہو تو محمد سلطان کو بادشاہ کے پاس بھیجدیا جاے، شاہجہان کو یہ صاف گوئی بھی ناگوار ہوئی، اور اس نے طنز یہ طریقہ مین اورنگزیب کو لکھا کہ

"اختیارِ فرزندانِ آن مرید با اوست، ہر طور مناسب داند بعمل آورد، اگر میخواستہ باشد محمد سلطان را بخدمتِ با سعادت بفرستد، کہ چند روزے او را نگاہ داشتہ باز رخصت خواہیم فرمود کہ پیشِ آن مرید برود" (۱۳/۶۹)

اورنگزیب نے جواب مین لکھا کہ

"این فدوی بواسطۂ تعلقے کہ پدران را با بعض فرزندان میباشد از روے عجز عرضِ احوالِ خود نمود، لازم نمی آید، کہ اختیارِ خانہ زادِ حضرت باین مرید بودہ باشد، ہرگاہ عنانِ اختیارِ این مرید در جمیع امور بدستِ حق پرستِ آنحضرت است، بفرزندان چہ رسد۔۔۔۔۔"

"سعادت دارین دانستہ حسب الحکم الاعلیٰ او (محمد سلطان) را با ہزار سوار تیر انداز و برق انداز ۔۔۔۔ رخصت خواہد نمود، کہ براہِ مندسور روانۂ ملازمت والا گردد" (۱۳/۶۹)

لیکن شاہجہان اپنی بات پر اڑا اور برابر اصرار کرتا رہا، کہ محمد سلطان کی شادی جہان شاہجہان

۱؎ ظفرنامہ عالمگیری ص ۵۔

چاہتا ہے، وہین کر دیجائے، اور اس سلسلہ مین اس نے اورنگزیب کو لکھا کہ

"از روے عاقبت اندیشی، در ہر چہ بہبود آن مرید و فرزندان او می دانیم حکم میفرمائیم ہنوز ہم چیزے نرفتہ با نچہ فرمودیم راضی باشند" (۳/۴)

اورنگزیب نے اس کے جواب مین پھر لکھا کہ محمد سلطان کی نسبت تو ہو چکی ہے، اس لیے مجبوری ہے، لیکن اگر بادشاہ کی یہی خواہش ہے، کہ منسوبہ کے خاندان سے اس قسم کے تعلقات قائم ہون تو دوسرے لڑکے موجود ہین، اس کے الفاظ یہ ہین :-

"پیر دستگیر حقیقی سلامت، بر ضمیر منیر .... بوجہ احسن ہویدا است، کہ قادر بر کمال ایزد متعال است، جل شانہٗ، و ہیچ چیز از مکروہ و مرغوب، عزت و ذلت بیرون مشیت او نیست، و ہر چہ در حق عباد خواستہ و تقدیر کردہ منع و عطاے آن بہ سعی بشر مقدور نہ، رفعت الاقلام و جفت الصحف؛

و بحمد اللہ تعالےٰ کہ این مرید را از دولت قبلہ و ولی نعمت خود آرزوے در خاطر نماندہ، و دوام بقایاے سایۂ بلند پایہ را از درگاہ الہی مسئلت نمودہ، امیدوار است، کہ این چند روز حیات مستعار نیز در ظل ظلیل اعلیٰ حضرت نوعے کہ گذشتہ بآخر رسد ....."

"اما از آنجا کہ پیوستہ وجہ قصد این مرید در ہمگی امور استرضاے خاطر اشرف است، و بہ یقین می داند، کہ در ہر باب آنچہ ارشاد میشود، متضمن صلاح حال و مال این مرید است، بنا بران رضامندی و خوشنودی پیر و مرشد حقیقی را سعادت دو جہانی تصور نمودہ، عنان اختیار خود را با خانہ زادان بدست حق پرست سپردہ، لیکن چون این قسم رابطہا تا از طرفین بظہور نیاید سبب استحکام مبانی محبت و اخلاص نمی شود، و اعلیٰحضرت باوجود اطلاع بر مراتبے کہ بمیان آمدہ نسبت، خانہ زاد کلان را چگونہ تجویز خواہند فرمود، اگر مرضی خاطر مقدس چنان است

کہ ایں صورت البتہ واقع شود، دربارہ خانہ زادان دیگر بطریقے کہ مقرر فرمایند از الطاف گریزے نخواہد بود" (۳۵/۱۴۸)

اگر شاہجہان کا مقصد نیک ہوتا، تو وہ اورنگزیب کی تجویز کو خوشی سے قبول کر لیتا، لیکن یہاں تو اس خلیج کو وسیع تر بنانے کی کوشش جاری تھی، اور شاہجہان کو اورنگ زیب کے خلاف بھڑکانے کا ایک اور موقع ملا، لوگوں نے اُس کی اس تجویز کو عدول حکمی قرار دیا، اور اسکا نتیجہ یہ ہوا، کہ قلعۂ اسیر جسے شاہجہان اورنگزیب کو دے چکا تھا، اور جس کے لیے اورنگزیب نے اپنا قلعدار بھی مقرر کر دیا تھا، اس سے واپس لے لیا گیا، اور حکم دیا گیا، کہ اورنگزیب کا کوئی ملازم وہاں نہ جائے، اورنگزیب کی اس علانیہ ذلت سے جو سبکی اور اس کے ساتھ جو روحانی صدمہ ہوا ہوگا، اس کا اندازہ اس کے خط سے ہو سکتا ہے، یہ خط جہاں آرا کے نام ہے، اور یہ وہی خط ہے، جس میں اورنگ زیب نے آج سے دس سال پہلے عملی سیاست سے علٰحدگی کے متعلق اظہار خیال کیا تھا، مگر اس صدمہ کے باوجود بھی اورنگزیب اپنی اطاعت اور اپنے باپ کی خوشنودی کی خواہش کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتا، چنانچہ وہ اس خط میں لکھتا ہے، کہ قلعۂ اسیر کی واپسی کا کوئی سبب ظاہر نہیں ہوا، اور

"اگر بواسطۂ قبول نہ کردن نسبت است، خود چہ گنجایش دارد، زیرا کہ در حضور اعلٰحضرت ہرگاہ ایں مقدمہ بمیاں می آمد، می فرمودند، کہ اگر آں مرید خواہد و راضی باشد، بکند، و چوں از رہگذر بعض چیزہا خواہش ایں معنی نبودہ و نیست، حقیقت واقع معروض می شد، اگر پیر و مرشد حقیقی حکم جزم می کردند، ہر چند بمقتضائے معدلت دریں قسم امور براد ئی بندہ جبر نفرمودہ اند، ایں مرید چارہ نداشت[1]" (۲۷/۱۵۹)

لیکن اورنگزیب کی ان گذارشوں کا کوئی اثر نہ ہوا، وہ علی حالہ اس معاملہ میں معتوب رہا،

[1] نسبت کے متعلق شاہجہان کی کوششیں اندرونی طریقہ سے برابر جاری رہیں، اس کے لیے دیکھو خطوط ۱۱/۱۸۱ ۱۱/۱۸۲

خط و کتابت شاہجہان کی یہ رنجش تو بہرحال ایک معنی بھی رکھتی تھی، خواہ وہ غلط ہی کیون نہ ہو، لیکن اب اس نے ایسی نکتہ چینیان شروع کر دی تھین، جنکے تخیل سے بھی ہنسی آتی ہے، مثلاً جیسا کہ مکاتیب اورنگزیب کے سلسلہ مین بتایا جا چکا ہے، اورنگزیب اپنے ہاتھ سے خط لکھا کرتا تھا، ایک مرتبہ اتفاق سے اس کے انگوٹھے مین زخم ہو گیا، اور اس کی وجہ سے اس کے خط کی شان مین تھوڑا سا تغیر ہو گیا، بس پھر کیا تھا، فوراً غریب اورنگزیب معتوب ہو گیا، اسی طرح دو مرتبہ اور اسی معاملہ کے متعلق اس سے بالکل غلط بازپرس ہوئی، اور ہر مرتبہ اورنگزیب نے بادشاہ کو یقین دلایا کہ وہ خط اپنے ہی ہاتھ سے لکھتا ہے، چونکہ ہم ان عبارتون کو پہلے نقل کر آئے ہین، اس لیے ان کی تکرار فضول سمجھتے ہین، ہم نے یہان پر اس کا تذکرہ صرف اس لیے کیا ہے، کہ یہ معلوم ہو جاے، کہ شاہجہان نے انتہائی غصہ و رنج مین کس طرح مناسب و غیر مناسب کی تمیز اٹھادی تھی[1]، اسی طرح دوسرے چھوٹے چھوٹے اختلافات بھی تھے،

آمون کا جھگڑا ان مین ایک آمون کے متعلق عجیب و غریب جھگڑا تھا، برہان پور کے شاہی باغ مین "بادشاہ پسند" نام ایک مشہور آم تھا، جب اورنگزیب دکن گیا تھا، اسی وقت بادشاہ نے اس سے کہا تھا، کہ شاہی باغ کے آم اس کے پاس بھیجے جائین، اور اورنگزیب نے وعدہ بھی کیا تھا، شاہجہان کے یہ الفاظ ہین:-

"ہرگاہ فصل انبہ برسد انبہاے خوب مجا فرستادہ باشد" ($\frac{16}{4}$)

اور اورنگزیب نے ان الفاظ مین تعمیل ارشاد کا وعدہ بھی کر لیا تھا کہ

"این مرید پیش از صدور حکم اشرف براے محافظت انبہاے ارسالی جمعے را تعین نمودہ بود کہ موسم برسد، سعادت خود دانستہ بدستور سابق انبہاے انتخابی خوب متواتر بدرگاہ

---

[1] دیکھو خطوط $\frac{1}{97}$ $\frac{2}{125}$ اور $\frac{7}{177}$،

جہاں پناہ ارسال خواہد داشت" (۱۶/۱۴۴)

جب فصل آئی تو اورنگ زیب نے ان آموں کو بادشاہ کے پاس روانہ کرنے کے لیے لکھدیا، آم بادشاہ کے پاس پہنچے، تو کم تھے، اور ان میں بعض خراب ہو گئے تھے، شاہجہان نے سمجھا کہ اورنگزیب یا تو غفلت برتتا ہے، یا پھر خود ان آموں سے لذت اندوز ہوتا ہے، اس خیال کے آتے ہی اس نے اورنگزیب کو اس کے متعلق لکھا، اورنگزیب نے اس کا یہ جواب دیا:۔

"اگرچہ ایں عقیدت آئین، بموجب نوشتۂ وکیل در بار معلی کہ از پیشگاہ خلافت مکرر باو تاکید شدہ، قبل از انکہ انبۂ خستہ بہ بندد، ہمہ جا مردم برائے محافظت تعین نمودہ، قدغن کردہ، اما چوں امسال در دکن انبہا خوب بیار نہ نمودہ، خصوصاً انبۂ بادشاہ پسند کہ اصلا بار نیاوردہ چنانچہ ایں معنی از وقائع صوبہ بمسامع جاہ و جلال رسیدہ باشند حتی المقدور فرستادہ آں کوتاہی نخواہد رفت بمیر عمارہ دار آب خویش ملتفت خاں کہ در برہان پور اندو بآنہا نیز دریں باب حکم شدہ تاکیدات بلیغہ نمودہ کہ انبۂ قابل ارسال حضور سراسر نور کہ بہ برہان پور فرستادہ خواہد شد، باحتیاط تمام مصحوب ڈاکچوکی بادشاہی متواتر فرستادہ باشند، امید کہ خوب برسد" (۲/۵۸)

اورنگزیب لکھ چکا ہے، کہ بادشاہ پسند آم تقریباً نہیں ہوا ہے، لیکن شاہجہان کی بدگمانی دور نہیں ہوتی، اور وہ سمجھتا ہے، کہ اس میں بھی اورنگزیب کی شرارت ہے، اور اسیلیے لکھتا ہی کہ

"انبۂ بادشاہ پسند" بیش از چہار پنج مرتبہ نرسیدہ، سال آیندہ از درگاہ معلی شخصے تعین کردہ خواہد شد، کہ باہتمام خود انبہ ارسال می داشتہ باشند" (۲/۶۰)

کیا ایک شریف آدمی کے لیے اس سے زیادہ بے عزتی ہو سکتی ہے، کیا واقعی اورنگزیب معمولی آموں کے متعلق بھی بد دیانت تھا، کیا ایک معمولی آدمی بھی اس قسم کے الزام کو سنکر خاموش رہ سکتا تھا، لیکن یہ اورنگزیب کا کلیجہ تھا، جو ان تیروں کو سہتا، اور اف بھی نہ کرتا تھا، اس نے اس

الزام کے متعلق جواب لکھا ہے، شاید بہت کم لوگ ملین گے جو اس نرمی سے لکھ سکین، اس کے الفاظ یہ ہین :-

"تعین فرمودنِ یکے از بندہاے حضور پرنور براے این کار بسیار خوب بخاطرِ مبارک رسیدہ، دریں موسم ہمگی سہ انبہ از درخت "بادشاہ پسند" نزد این مرید آوردہ بودند، تا معلوم شود کہ قابلِ ارسال شدہ یا نہ، باقی ہرچہ بود، از ہمانجا بحضورِ فائض النورِ اقدس مرسل گردیدہ، وجہ کمی انبہ "بادشاہ پسند" نوعے کہ پیش ازیں مکرر بعرضِ مقدس رسیدہ آنست کہ ازاں درخت یک شاخ ماندہ کہ بار می آید، دیگر شاخہاش از تند باد شکستہ، این فدوی چگونہ راضی تواند شد کہ انبِ لائقِ صرفِ خاص، دریں جا صرف شود" (۱۰۹)

اب جبکہ اورنگزیب نے ان الزامون کا جواب دیدیا تو شاہجہان نے دوسرے قسم کے عیب نکالنے شروع کئے، کہ آم کچے توڑ لیے جاتے ہین، برہانپور وغیرہ سے توڑ کر پہلے اورنگزیب کے پاس بھیجے جاتے ہین، اور وہان سے بادشاہ تک آتے آتے خراب ہو جاتے ہین، لانے والے بھی ان کی احتیاط نہین کرتے، چنانچہ جہان آرا نے شاہجہان کے اشارہ سے اورنگزیب کو لکھا کہ

"پیر و مرشد حقیقی میفرمایند کہ "انبہ از انجا خوب نمیرسد، ظاہراً بے وقت و خام می چیدہ باشند، یا ڈاک چوکی دیر می آرد، یا در راہ والی را بزمین می زنند، یا از ہمانجا انبہ ارسالی بدولت آباد می برند، و از انجا روانہ حضور اشرف میگردد" (۱۵۴)

اور نگزیب ان تمام الزامون کا جواب اس طرح دیتا ہے :-

"چون تا حال انبہ خوب نرسیدہ بود، شاید والی کہ پیش ازین محمد طاہر از برہانپور فرستادہ انبہاش بوقت نہ چیدہ باشند، حالانکہ رسیدہ است، خام چرا خواہند چید، ڈاک چوکیہارا تاکید

رفتہ کہ در ہفت روز یا نہ روز دالی میرسانیدہ باشند، بوکیل دربارہ الایاد بگیر حکم شود، کہ ساعت روانہ شدن دالی چھٹی جداگانہ نوشتہ شود، وتاریخ رسیدن را ملاحظہ نمودہ، اگر تفاوتے ظاہر شود، ایشاں را تنبیہ کند، دریں راہ چند جا درسر فرنج واکبر آباد مردم راگماشتہ کہ اہتمام تمام نمودہ نگذارند، کہ دالی برزمیں افتد،

"انچہ در دکن از دو جا بدرگاہ مرسل میشود، برہانپور و دولت آباد، انچہ در برہانپور و مضافات آں قابلِ ارسال است، محمد طاہر باحتیاط می فرستد، وانبِ دولت آباد وحوالی آں از پیش ایں مخلص بدرگاہ میرود، وانبِ برہانپور را بدولت آباد آوردن و از آنجا روانۂ حضور ساختن چہ گنجایش دارد، بعد ازیں حسب الحکم مقرر نمودہ خواہد شد کہ بران پارچہ کاغذ کہ ہمیشہ با دالی می فرستند، نوشتہ باشند کہ انب کجا است،

مہربان من! در اہتمام واحتیاط کوتاہی نرفتہ ونخواہد رفت، چیزے کہ بصرفِ خاصۂ قبلہ وکعبۂ حقیقی خواہد رسید، مساہلت وغفلت در ارسالِ آں چہ امکان خواہد داشت" (۳۰/۱۵۴)

جہاز کی مرمت اسی طرح اورنگزیب کے متعلق شاہجہان نے یہ بھی الزام لگایا تھا، کہ وہ سورت میں ایک نیا جہاز بنوا رہا ہے، اور اس کے لیے جو لکڑی استعمال کیجا رہی ہے وہ سرکاری مال ہے، اورنگزیب کا بڑا لڑکا محمد سلطان اس وقت شاہجہان کے پاس تھا، اورنگزیب نے اس کو لکھا کہ وہ ان الفاظ میں اس واقعہ کی حقیقت کو گوش گذار کردے:-

"ایشاں جہاز نوی در سورت بندر فرمایش نکردہ اند، جہازے کہ در عمل مغل خاں در تہیۂ تباہی ماندہ بدستِ زمیندار پرگنہ گرالہ افتادہ بود و بخالصہ شریفہ تعلق گرفتہ ان فی الحال بصاحب وقبلۂ دوجہانی (اورنگزیب) مرحمت شدہ، چوں پیش ازیں چندگاہ آں را با جہاز سلامت از بندر تتہ بسورت آوردہ اند، ومرمت طلب بود، بموجب امر والا متصدی آنجا میخواست

بتعمیر ضروری آں بپردازد، اگر ایں معنی مرضیٔ طبع مقدس نباشد، مرمت جماعت مذکور کہ پیش از چند چوب صرف نخواہد داشت موقوف گردد" (۶/۱۴۲)

مذہبیت کا استہزار

لیکن اورنگ زیب کے لیے ان تمام چیزوں سے زیادہ تکلیف دہ چیز یہ تھی کہ اس کی مذہب پرستی کا دربار میں مضحکہ اڑایا جاتا تھا، اور خطوط میں اسکی اس گرویدگی پر طعن و تشنیع کی جاتی، اس قسم کے ایک خط کو ہم گذشتہ موقع پر نقل کر آئے ہیں، اب ایک دوسرے واقعہ سے اسکو زیادہ واضح کر دینا چاہتے ہیں، جب شاہجہان نے نسبت کے سلسلہ میں محمد سلطان کو اپنے پاس بلایا اور وہ دادا کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اس وقت سرخ بافتہ کے تھان کی پگڑی باندھے تھا، اس کو دیکھکر بادشاہ، اس کے درباریوں اور درباری علما نے خوب خوب جملے چست کئے، چنانچہ یہ تمام واقعہ اورنگزیب کے ایک خط میں نہایت تفصیل سے درج ہے، اورنگزیب کے پاس مذہب کے اس استہزار کا اس کے سوا کیا جواب ہو سکتا تھا، کہ وہ کسی عالم سے کہے کہ وہ یہ ثابت کر دے کہ اس قسم کا کپڑا ممنوع نہیں ہے، اور اس نے یہی کیا، مگر ایک شخص کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگانا اگر کوئی جرم ہے، تو ہم کو تسلیم کرنا پڑے گا، کہ شاہجہان اور اس کے درباری اس جرم کے مرتکب تھے، محمد سلطان نے اس واقعہ کو سرسری طور سے لکھدیا تھا، اس پر اورنگزیب نے اس کو جو خط لکھا وہ یہ ہے:-

"لائق چناں بود، کہ ایں مقدمہ را مشروح داخل عرضہ داشت می نمودند، کہ اعلیٰحضرت بعلمای حضور دریں باب چہ فرمودند، کہ آہستہ خطاب بآں گرامی نسب کردہ، چہ چیز بر زبان مبارک آوردہ اند، اظہار اینکہ یکسال است، تا ایں قسم دستار در برہان پور مشروع شدہ است و ایں روایت پیش ازیں بیک سال در آں بلدہ بہم رسیدہ، و شاید بعد ازیں نا مشروع شود بنا بر دماغی و آزردگی است . . . ."

عجب است کہ آں والا تبار بپایں معنی نبردہ ایں نوع مقدمہ را سرسری دانستہ اند

درحینے کہ از علمائے حضور استفسار میرفت باینستے آں رفیع مقدار بجد عرض می کردند کہ مشروع است، و مسئلہ را ما بشما خواہیم نمود، و از شیخ نظام کہ رفاقت او در گرامی خدمت بہیں مصلحت است، صورت آں را تحقیق نمودہ، نوشتہ می بردند، و می نمودند اکنوں نیز اگر فرصت از دست نرفتہ باشد، بہ شیخ مومی الیہ بفرمانید کہ مسئلہ را چنانچہ در حضور عالی معروض داشتہ، از کتب فتاوی برآوردہ خاطر نشان سازد، ما را ایں گمان نبود کہ ایشاں در امثالِ ایں مقدمات فروگذاشت خواہند نمود" (۷۷/۱۶۷)

یہ اورنگ زیب کے مذہبی جذبات کے ساتھ تمسخر کی ایک مثال تھی، آگے چل کر برادرانہ جنگ کے سلسلہ مین ہم اس کی متعدد مثالین دیکھین گے، اور ہم کو نظر آئے گا، کہ اورنگزیب کو کس طرح ہر صورت سے ذلیل و رسوا، پریشان اور مضطرب کرنے کی کوشش کیجاتی تھی،

برہان پور کا کارخانہ مغلون کے زمانہ مین بادشاہ، شہزادون اور امیرون کا دستور تھا، کہ وہ اپنے کپڑون کے لیے اپنے ہی خاص کارخانے قائم کرتے تھے، اور اس طرح ہندوستان کی یہ مردہ صنعت دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی رہتی تھی، برہان پور مین بھی شاہجہان، جہان آرا، اورنگزیب وغیرہ کے کارخانے تھے، لیکن جب شاہجہان اورنگزیب سے خفا ہوگیا تو:۔

"از پیشگاہِ خلافت مکرر قدغن شدہ کہ در برہان پور غیر کارخانۂ بادشاہی و یکدو کارخانۂ دیگر نباشد" (۲۶/۱۵۸)

"یکدو کارخانۂ دیگر" سے اورنگزیب کی مراد یہ تھی، کہ اس مین ایک کارخانہ جہان آرا کا ہے، اور دوسرا خود اس کا، لیکن اس کارخانہ کو بھی اچھی حالت مین رکھنا شاہجہان کو گوارا نہ تھا، اور اس نے تمام اچھے کاریگرون کو اپنے اور جہان آرا کے کارخانون مین مقرر کر دیا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اورنگزیب کے کارخانہ مین کام بدیر اور خراب ہوتا تھا، اور جب شاہجہان نے اس سے فرمائش کی کہ

"پارچہائے کہ ایں مرید در برہان پور تیار نمودہ باشد بزودی بفرستد" (۵۳ب)

تو اس نے ان الفاظ میں اپنی معذرت پیش کرتے ہوئے جتنا کپڑا تیار ہوا تھا، اسکو شاہجہان کے پاس بھیجدیا کہ

"تقصیرے کہ در تحصیلِ این شرف بوقوع آمدہ از رہگذر کمیابی کاریگران است، چہ پیشتر بافندہائے خوب در برہان پور در کارخانۂ بادشاہی و نواب بیگم صاحب جیو می باشند و جمعے کہ در کارخانۂ ایں فدوی بودند، کارِ آنہا شایستگی پسندِ طبع اقدس نداشت، پارۂ اسباب کہ نارسیدنِ نصیر اصورتِ اتمام یافتہ بود، سیاہ دوارین جہت دانستہ ارسال نمود" (۵۳/۴۲)

اس پر شاہجہان نے اپنے یہاں سے ایک نہایت ہی بد باطن شخص کو سرکاری کارخانہ کا مہتمم بنا کر بھیجا، اور اس کے ساتھ ہی اس کو برہان پور کا واقعہ نویس بھی بنا دیا، اس کی خباثت نفس کا یہ حال تھا، کہ اورنگ زیب اس کی وجہ سے جہان آرا تک کی فرمائش کی تعمیل کرتے ہوئے ڈرتا تھا، اور جب جہان آرا نے ایک نئے کارخانے کے کھولنے کے سلسلہ میں ایک شخص کو اس کے لیے مقرر کر کے اورنگزیب سے مدد طلب کی، تو اس نے اس کے جواب میں لکھا کہ

"اگر مقصود از فرستادنِ مومی الیہ آن است، کہ او بامداد و مفسدیانِ ایں جانب در برہان پور کارخانہ برپا کند، ہر چند ایں خیراندیش را دریں باب مضائقہ نیست، اما دست بہم نخواہد داد . . . . "

وچوں داروغۂ کارخانۂ سرکار والا کہ خدمت واقعہ نویسیٔ برہان پور نیز با او است مردِ سبکی است، درصورت کہ بجہت سرانجام اسبابِ فرمایشِ ایشاں از کارخانۂ خود جمعے کارگران جدا نمودہ شود . . . . . یقین کہ او ایں معنی را داخلِ واقعہ خواہد نمود،

وشاید طبعِ مقدس را خوش نیاید،

واگر مطلب آں باشد کہ موافقِ پوشاکِ خاصۂ آں صاحب ہر سال سرانجام یابد، دریں صورت تفصیلِ ایں ملبوسِ یکسالہ کارِ برہانپور نوشتہ ارسال دارند، تا در کارخانۂ ایں جا روبراہ شدہ باشد، اگر بہ پیشکش قبول افتد زہے منت والّا بہر طریق کہ خواہند حساب کنند" (۲۶/۱۵۸)

کیا ان حالات میں اورنگزیب اس سے بہتر کوئی تجویز پیش کر سکتا تھا؟ لیکن اس احتیاط کے باوجود بدباطن نصیر نے اورنگزیب کی نہیں تو اس کے ملازمین کی شکایت شاہجہان کو لکھنا شروع کردی، شاہجہان نے اورنگزیب سے اسکی بازپرس کی، اور جب اورنگزیب کو ان غلط الزامات کی اطلاع ملی، تو اُسکو بیجا طور پر اس دروغ باف داروغہ پر غصہ آیا، اور اس نے یہ خط علامی سعد اللہ وزیرِ شاہجہان کو لکھا:-

"عریضۃ الاخلاص کہ بموجب حکمِ اشرف . . . . . ارسال داشتہ بود، مشتمل بود برآنکہ "میر نصیر داروغۂ کارخانۂ برہان پور بدرگاہِ جہاں پناہ معروض داشتہ، کہ متصدیان سرکارِ اعلیٰ (اورنگزیب) در سرانجامِ ضروریاتِ کارخانۂ مزبور از ریسمان وغیرہ، مداہنت وتغافل در تقدیم روا داشتہ اند، بر تقدیرِ صدقِ معروضِ او، وقوعِ ایں معنی بسیار نازیبا وبدنما است، تدارک وتلافی نمودہ چناں مقرر باید ساخت کہ دیگر دریں باب تساہل نرود" رسیدہ عزِ مطالعۂ قدسی دریافت،

بر آں دستورِ وافی خبرت پوشیدہ نماند، کہ تصدیقِ مقدماتِ معروضۂ مومی الیہ وتصویرِ وقوعِ مداہنت وتغافل در تقدیمِ خدماتِ مرجوعۂ بادشاہی از متصدیانِ سرکارِ نامدار بغایت مستبعد نمود، ہرگاہ از پیشگاہِ خلافت چنیں قرار یافتہ باشد، کہ ہرکس ہرچہ نویسد

وبگویدا درحقِ ملازمانِ ما باور شود وبدیں عنوان باز خواست آں می رفتہ باشد، ازیں جانب گفتن
ونوشتن دریں وادی لطفے ندارد،

بہمہ حال چون سوت اولی درقصبۂ ہرگانو بہم میرسد، وتاآں قصبہ درتیول وکلاے مااست
این گفتگو آخر شدنی نیست و داروغہ کارخانہ کہ درحضور پرنور مفتریات خود را رائج دانستہ ازیں
ماجرا درنگذشتہ بہمہ وقت مقدمۂ ریسمان راآب وتاب دادہ وبداں تقریب مزخرفات
دیگر نیز بہم بافتہ طبع مبارک پیرو مرشد حقیقی را مکدر خواہد ساخت، بنابراں آں دستور
کافی درایت بعرض مقدس برسانند، کہ اگر حکم شود، قصبۂ مذکورہ را داخل خالصۂ شریفہ نمودہ
بدیوان پایان گھات بسپاریم وعوض آں جاے دیگر بگیریم تا سرانجام ضروریات کارخانہ
موافق خواہش داروغہ بفعل آمدہ، راہ کذب وافتراے او مسدود گردد، لیکن اگر مرضی
خاطر ملکوت ناظر بودہ باشد، کارخانۂ سرکار خود را نیز کہ محض براے آں برپا است کہ شاید چیزے
قابل پذیرائی نظر اقدس درآنجا تمام شود، موقوف سازیم، یقین کہ آں رفیع مکان ایں معنی را
بسامع جلال خواہند رسانید" (آداب نمبر ۲۲۸)

اورنگزیب کی شکایت | شاہجہان نے اورنگ زیب کو صرف خطوط ہی مین برا بھلا نہین کہا تھا صرف
دربار ہی مین اس پر مضحکہ نہین اڑایا جاتا تھا، بلکہ اُس نے اورنگزیب کی شکایت، اس کے بھائیون
کو بھی لکھنا شروع کر دیا تھا، شجاع کو ایک خط مین لکھتا ہے کہ

"اورنگزیب بہادر انتظام صوبۂ دکن را موافق مرضی خاطر مقدس نکردہ، بآں غلام
بندگی سرشت (شجاع) امر مکینم کہ اگر ہر چہار صوبۂ دکن رامی خواستہ باشد، وتواند آباداں
ساخت، باو مرحمت فرمائیم" (ص ۲۱۹)

ان تمام حالات کو ایک گونہ تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا مقصد اس حقیقت کو واضح طور

سے دلنشین کرادینا ہے، کہ کس طرح اورنگزیب کو شاہجہان نے ذلیل، رسوا، شرمسار، اور بے دست و
پا کرنے کی کوشش کی ہے، اور کس طرح یہ کشمکش، یہ رنجش اور یہ بے اعتمادی آیندہ کے افسوسناک واقعات
اور دارا کی تباہ کن سازشون کے ساتھ مل کر اس بات کا سبب بنی، کہ جونہی شاہجہان کی موت
کی غلط خبر ہندوستان مین پھیلی، تمام ملک برادرانہ جنگ کے لیے ایک میدانِ کارزار بنگیا، امن و
امان کا شیرازہ منتشر ہوگیا، دفترِ انتظام کے اوراق پریشان ہوگئے، محبت و اخوت کی بیاض خون
آلود ہوگئی، اور وہ ملک جو عرصۂ دراز سے سکون و اطمینان کے سایہ مین آرام کر رہا تھا، یکایک
خانہ جنگی، خونریزی، غارتگری، اور موت و ہلاکت کے طوفان مین مبتلا ہوگیا، لیکن اس خونی داستان
کی تفصیل کا یہ وقت نہین ہے، اس کو ہم آیندہ چل کر لکھین گے، یہان پر ہم کو جو کچھ بتانا ہے، وہ
یہ ہے کہ ان حالات مین اورنگزیب نے جو کچھ کیا، وہ اس کی بلند ہمتی، اس کی سلامت روی، اسکی
نیک نفسی، اس کے خلوص، اس کے جذبۂ وفاداری، اور اس کے شوقِ عمل کے بین ثبوت ہین،
اگر اورنگزیب کی جگہ کوئی دوسرا کم ہمت تیز مزاج شخص ہوتا، توکب کا اس نظامتِ دکن کی تکلیف دہ
عزت سے نجات حاصل کر چکیتا، لیکن اورنگزیب کا اصول یہ تھا، کہ اُسے جس کام کے لیے مقرر
کیا جاے، اُسے حتی المقدور ایمانداری، اور دیانت سے کیا جاے، اور اس نے ان مشکلات
کے باوجود، ملک کی آبادی، ملازمون کی بدترین حالت کی درستی، ملک کی وسعت اور جنگوران
کے کامیاب خاتمہ کے لیے جو کچھ کیا، وہ ہمیشہ اس کے لیے طرۂ امتیاز و طغراے افتخار رہیگا، ہم
ملک کی آبادی کے متعلق بتا چکے ہین، کہ کس طرح اس نے مشکلات مین رہنے کے باوجود ۲۵
فیصدی کا اضافہ کیا ہے، اب ہم یہ دکھائین گے کہ اس نے دوسرے فرائض کو بھی اسی قدر
اختلافات، بلکہ اس سے زیادہ سخت رنجشون کے باوجود کس کامیاب طریقہ سے انجام دیا ہے،

سرکاری ملازمین کی سفارش | اورنگزیب کو یہ اصول اچھی طرح معلوم تھا، کہ "مزدور خوشدل کند کار بیش

اور اس نے ہمیشہ اس پر عمل کیا، حتی کہ اپنی آخری عمر مین جب وہ شہزادون کے متعلق سنتا، کہ وہ ملازمین کیساتھ اچھا سلوک نہین کرتے تو ان کو نہایت ہی مؤثر طریقہ سے سمجھاتا، اور بتاتا، کہ ایسا نہ کرنے مین کسقدر نقصان ہے، ایک خط مین شہزادہ معظم کو لکھتا ہے:۔

"با وجود سلامت نفس فتح اللہ خاں را چرا ناخوش کردید، ما در ایام پادشاہزادگی با مرا ہمچو سلوک میکردیم کہ ہمہ راضی بودند، و در حضور و غیبت بخوشدلی تعریف و توصیف ما میکروند، بل با وصف اقتدار برادر نامہربان بعضیہا ترک رفاقت او کردہ ملازمت ما اختیار کردہ، و جمعے کہ باشارہ برادر نامہرباں حرکات نا ملائم کردہ حرفہائے بے ادبانہ بر زباں آوردند، تا زیانہ اغماض و تحمل متنبہ شدہ، از سر انصاف اقرار بصاحب حوصلگی ما کردند، تا نقش سرداری و بہادری ما بر لوح خاطر اشرف اقدس اعلحضرت مرتسم گشت، و کارہائے دست بستہ بزور بازوے این مور ضعیف صورت گرفت،

شما مثل فتح اللہ خانے را رنجیدہ خاطر گردید، ہمچو سپاہئی جگر دار ہمہ کارہ را کہ بکار عمدۂ شما می آمد شکستہ دل نمودید، **فرد**

گر صد ہزار لعل و گہر می دہی چہ سود دل را شکستۂ نہ کہ گوہر شکستہ

مضی ما مضیٰ حالا ہم اگر دلجوئی کنید بہتر و برائے صلاح کار مفید تر است[1]"

اپنے دوسرے بیٹے اعظم کو لکھتا ہے:۔

"آنچہ معلوم میشود مصطفیٰ قلی بیگ دیوان خاص آں فرزند کار رہا بجز رسی سر انجام می دہد غنیمت است، اضافہ منصب و خطاب خانی اگر بنویسند، دادہ آید آدم خوب مثل طلائے بیغش است، **بیت**

---

[1] رقعات عالمگیری مطبوعہ نمبر ۵،

انچہ بر جستیم کم دیدیم و بسیارست و نیست   نیست جز انساں دریں عالم کہ بسیار نیست

روزے سعد اللہ خاں مرحوم بعد فراغ از اوراد و وظائف تا دیرے دست بدعا برداشتہ بود، یکے از ندمائے گستاخ پرسید، کدام آرزو باقیست، گفت آدم خوب، الحق حرف خوبی گفتہ، ہر چند جوہر دیانت و امانت در خلقت انسانی جبلیست بہر کہ حق تعالی کرامت کردہ باشد، اما ہمت و انصاف آقا را نیز دخلے ہست کہ نوکر را مرفہ الحال و از وجہ معاش مقدار احوال فارغ البال دارد تا ضروریات عالم تعلق خلل انداز اعتقاد او نشود، ع

کہ مزدور خوشدل کند کار بیش[1]"

ایک اور خط میں شہزادہ کو لکھتا ہے:-

"فوجداری سورت از فتح جنگ خاں بالی تغیر کردن و ببرادر دار و غہ دیوانخانۂ خود دادن شیشۂ درست را بدست خود شکستن است[2]"

اورنگزیب اسی اصول پر ابتدا سے عمل پیرا تھا، اس میں ہندو، مسلم کا کوئی سوال نہ تھا، وہ جس شخص کو جس لائق سمجھتا، اس کے متعلق بادشاہ سے ضرور سفارش کرتا، چنانچہ تقریباً ہر خط میں کسی نہ کسی ملازم، جاگیردار، قلعدار یا راجہ کی سفارش ضرور ہوتی تھی، یہ سفارشیں دو قسم کی ہوتی تھیں، یا تو ان کی تنخواہ و منصب کے اضافہ کے لیے یا خطاب اور دوسرے امتیازات کی مرحمت کے لیے پہلے ہم موخر الذکر قسم کی سفارشوں کو لیتے ہیں:-

(۱) مومی الیہ (مرشد قلیخان) از فیوضات بے دریغ اعلحضرت امیدوار خطاب است تا موجب از دیاد امتیاز او گردد،

ہمتفت خان نیز اگر علم عنایت شود، باعث افتخار اوست" (۴۵)

---

[1] ایضاً نمبر ۱۵، [2] رر نمبر ۱۹، اور مطبوعہ رقعات عالمگیری ہی میں اس قسم کے بکثرت خطوط موجود ہیں۔

(۲) "محمد صفی کہ بخدمتِ بخشیگری دکن سربلند است، چوں خانہ زادِ کارآمدنی است، و در وقت کہ بعض بندہا . . . . . بہرگونہ نوازشِ بادشاہانہ کامیاب شدہ، بہ تفضلاتِ بے دریغِ اعلیٰحضرت امیدوار ترگشتہ اگر او نیز بعطیہ خطابے سرفراز شود، از بندہ پروری و خانہ زاد نوازی بعید نخواہد بود" (۷/۵۵)

(۳) "از آنجا کہ اسداللہ خانہ زادِ کارآمدنی قابلِ تربیت است، و بخدمتِ کلانی سرفراز شد اگر بمقتضائے ذرہ پروری بعنایتِ خطاب سرفرازی یابد، موجبِ امتیاز و سربلندیِ او خواہد بود" (۹/۶۵)

(۴) "چوں ہادی داد خاں بمنصبِ دو ہزاری و پانصدی ذات و سوار سرفراز است و بخدمتِ صوبہ داریِ تلنگانہ قیام مینماید، و جمعیتِ خوب باوست، اگر بعنایتِ علم و نقارہ سربلند گردد گنجایش دارد" (۱/۱۸)

اب دوسری قسم کی سفارشوں کو دیکھو، صفی خان کو داروغگی توپخانہ کی خدمت پر مقرر کیے جانے کا حکم ہوتا ہے، اس پر اورنگزیب لکھتا ہے :-

(۱) "لیکن از آنجا کہ جمع میان ایں خدمت (داروغگی توپ خانہ) و بخشی گری، صعوبتے دارد، و حقیقتِ جاگیرہائے دکن پوشیدہ نیست، و بدونِ مصالح ایں نوع خدماتِ عمدہ متمشی دیگری نمی شود، امیدوار ست کہ بتقریبِ ایں خدمت باضافہ سرفراز گشتہ از روے دلگرمی بمراسم ہر دو خدمت بپردازد" (۲/۵۸)

(۲) "محمد غیاث ولد اسلام خان در ہندوستانِ فیض نشاں جاگیرِ ہشت ماہہ داشت و در دکن حاصل جاگیرِ او پنج ماہہ بیش نیست، از آنجا کہ خانہ زادِ قابلِ تربیت است . . . . . . بنا براں ایں فدوی خدمتِ فوجداریِ سرکارِ مذکور (دھکر) باو مقرر

داشتہ بکصدی ذات ویک صد سوار بشرط خدمت اضافہ تجویز نمود . . . .
وطلب اضافہ را موافق حاصل سہ ماہہ در پرگنہ دھکر ہا تنخواہ کرد، اگر بدرجۂ قبول برسد از خانہ زاد
پروری بعید نخواہد بود" (۲۱/۲۲)

(۳) "از آنجا کہ سزاوار خاں بندۂ قدیم و خانہ زاد باخلاص اعلیٰحضرت است و نقدِ جوانی را صرف
خدمتِ این آستانِ خواقین پاسپاں نمودہ وہمیشہ باجمعیت موافق ضابطہ
بخدماتِ مرجوعہ پرداختہ، امید کہ بمقتضائے ذرّہ پروری فراخورِ حسن عقیدت وسبقِ بندگی،
مشمولِ تفضلاتِ بے دریغ قبلۂ جہانیان گردیدہ بظہورِ عنایاتِ پیر و مرشدِ حقیقی کہ بہار آمال
دامان و اقاصی و ادانی است، جوانی از سر گیرد" (۱۴۸/۹)

اورنگزیب صرف اسی قسم کی سفارشوں ہی تک اپنی کوشش محدود نہیں رکھتا، بلکہ اگر کوئی امیر اپنے بچوں کی شادی کرنا چاہتا ہے، یا کوئی طالب علم وظیفہ کا خواستگار ہے، یا کوئی مذہبی پیشوا یومیہ کا خواہاں ہے، یا پھر کوئی غیر ملکی شخص ہندوستان میں آکر کسی دوسرے دربار میں جانا چاہتا ہے، تو وہ ان تمام موقعوں پر اپنی سفارشوں اور کوششوں کے دروازہ کو کھول دیتا ہے۔ ہم طوالت کے خوف سے صرف ایک ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں:-

(۱) سرکاری ملازموں کے بچوں کی شادی کے اخراجات کے لیے کس بلیغ طریقہ سے سفارش کرتا ہے:-

"مرزا خاں را صبیہ ایست بسنِ تمیز رسیدہ واراوۂ او چناں است کہ اگر پیر و مرشدِ حقیقی از روے
خانہ زاد پروری تجویز فرمایند این وصلت با اسمٰعیل پسرِ دوم نجابت خاں کہ تاحال کتخدا نشدہ بوقوع
آید، اما از آنجا کہ خانِ مذکور از مسر بے سرانجامی برائے انعقادِ این نسبت متعلقان خود را
بدرگاہِ جہاں پناہ نمی تواند فرستاد، امید وار است کہ دریں باب بموجب حکمِ اشرف صا

گردد، عمل نماید" ($\frac{14}{102}$)

(۲) یومیہ وملازمت کی سفارش، یہ خط وزیر شاہجہان علامی سعد اللہ کے نام ہے:-

"معلوم نماید کہ حافظ امین از منسوبانِ ایں درگاہ است، وآں دستور الوزرا نیز احوال موی الیہ را بواجبی می دانند، ظاہراً قبل ازیں مبلغ یک روپیہ از خزانۂ عامرۂ کشمیرِ بے نظیر در وجہ یومیۂ او مقرر بود و ثانی الحال کہ رایاتِ عالیاتِ خلافت سایۂ ہمت وکرامت بر ساحتِ آں خطۂ دلکشا انداخت، از روزیانۂ حافظ مذکور نصف بجائے ماند، از آنجا نیم روپیہ بضروریاتِ امرِ معیشتِ او و توابع کثیرہ وافی نیست، اگر آں خان والامکان کہ توفیقِ خیرات یافتہ اند، سعی نمایند، کہ یومیۂ مشار الیہ بدستور سابق مقرر شود، و حافظ علی محمد برادرِ حافظ مذکور کہ با او ہمراہ است، و کسبِ بعضِ مراتبِ اعلیٰ نمودہ موافقِ حالتِ خود، در سلکِ بندہائے درگاہ خلائق پناہ شرفِ انسلاک حاصل شود، بموقع خواہد بود،" (آداب خط نمبر ۲۳۶)

۳- مدینہ منورہ سے ایک سید صاحب تشریف لاتے ہیں، ان کے متعلق اسی مخیر وزیر کو لکھتا ہے:-

"چوں دریں ولا سیادت مآب سید محمد از ساداتِ مدینۂ طیبہ علیٰ ساکنہا الصلوٰۃ والتحیہ . . . . بقصدِ آستانبوسِ مقدس روانۂ درگاہِ جہاں پناہ شدہ، ارادہ دارد کہ بوساطتِ ایشاں از نظرِ انور گذشتہ از فیوضاتِ بے دریغ بارگاہِ خلافت بہرہ مند گردد، یقین کہ آں خانِ والامکان کہ توفیقِ مراعاتِ ایں طائفہ علیہ بوجہ اتم یافتہ اند، در امداد و اعانتِ او سعی جمیل مبذول خواہند داشت[1]،" (آداب ۲۲۰)

---

[1] مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، کربلائے معلّٰی، مشہد مقدس، بغداد شریف وغیرہ کے لوگوں کا یہ ایک قدیم دستور تھا جیسا کہ آجکل بھی ہے کہ وہ ہندوستان میں آکر یہاں کے لوگوں سے خیرات وغیرہ وصول کر کے کثیرِ رقم کے ساتھ اپنے وطن کو لوٹ جاتے، ابتدائً اورنگزیب بھی ان کی بڑی قدر کرتا تھا، لیکن جب اسے

(۴) غیر ملکی معزز اشخاص ہندوستان آکر کسی دوسری ریاست میں جانا چاہتے ہیں، لیکن اورنگزیب ان کو بادشاہ کے یہاں جانے پر راضی کر کے ان کی سفارش کرتا ہے، کہ اس کے خیال میں ہندوستان میں آکر کسی دوسری حکومت کے دربار میں ان لوگون کا جانا، ایک تو خود مغل حکومت کی ذلت ہے، دوسرے اس سے خارجی ممالک کی سیاست پر بھی برا اثر پڑ سکتا تھا، اس کی مثال یہ ہے:-

"میر صالح ولد میر قوام الدین مازندرانی پسرِ خالِ شاہ عباس کہ درین ایام از راہِ بندر سورت آمدہ، باورنگ آباد رفتہ بود، واز آنجا قصدِ گولکنڈہ داشت، این مرید او را به برہان پور طلبیدہ، روانۂ درگاہِ خلائق پناہ نمود، یقین کہ بعد ادراکِ شرفِ زمین بوس بعلی و رغورِ شائستگی وقابلیت مشمولِ نوازشاتِ بادشاہانہ خواہد شد" (ب ۵)

یہ جو کچھ سفارشیں تھیں، اُن کا تعلق صرف اشخاص تک ہے، لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اورنگزیب عام سپاہیوں وغیرہ کی حالت سے غافل یا ان کے متعلق خاموش تھا، ہم کو ان خطوط میں جابجا جاگیر کی کم حاصلی اور اس کی وجہ سے تعیناتیانِ دکن کی تکالیف کا بیان نظر آتا ہے، چنانچہ جب شاہجہان نے اورنگزیب کو یہ حکم دیا کہ دکن میں بھی ضابطہ داغ کو جسے علامی سعد اللہ خان نے روشناس کیا تھا، رائج کیا جائے تو اس نے دکن کے سپاہیوں کی حالت بتا کر ان کی تنخواہوں میں اضافہ کی سفارش کی، اس کے الفاظ یہ ہیں:-

"حقیقتِ صعوبت و دشوارئ ضابطۂ داغ کہ بتازگی در پیشگاہِ خلافت قرار یافتہ . . . . .

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۶) اس بات کا علم ہوا، کہ ان لوگون نے اپنی سیادت اور مقامات مقدسہ کی سکونت کو اپنا پیشہ بنا لیا ہے، تو اس نے ایسے لوگون کی امداد سے لوگون کو منع کر دیا، سعد اللہ خان کے نام بھی جتنے خطوط ہیں، ان میں بھی ان تمام سفارشون کا جو وہ لوگون کے متعلق بادشاہ سے کرتا تھا ذکر کر کے اس سے امداد کی درخواست کی گئی ہے،

مکرر داخل واقعه گشته شاید بمسامع جاه و جلال رسیده باشد. . . . . "

پیر دستگیر سلامت! کیفیت لشکرے که بالفعل درین صوبجات است و از عهدهٔ ضبط محال تیول خود بآسانی برنمی تواند آمد و کثرت جمعیت بنیادداران دکن بر ضمیر منیر هویدا است و بحسب ضابطهٔ تازه اگرچه کمیّت لشکری افزاید، اما کیفیت که مطلوب است، اصلاح نمی‌یابد، چه موافق این ضابطه علوفه تابنیان از بست روپیه تا هفده و پنج و پانزده مقرر شده، و سوا از سابق قریب نه هزار افزوده، جاگیر بیشتر منصبداران از سه ماهه کمتر است، و پیدا است که این نوع مردم که بدین قلیل نوکر باشند، حال اسپان ایشان چه خواهد بود، و از آنها چه کار خواهد کشود، باوجود آنکه پیش ازین حصهٔ ذات را سه ماهی سوائے ده لک که خرچ پرگنات و سواری بحساب سی و دو روپیه در ماهه تنخواه می یافتند، اکثرے از ینها تا حال تمام بداغ نه رسانیده اند، و تصحیح نداده و بدین سبب مبلغهاے کلی مطالبهٔ تفاوت داغ و تصحیح بنام هر کدام در دفاتر این صوبه ثبت گشته، و اکنون که حصهٔ ذات یک ماهه و دو ماهه خواهند یافت، ظاهر است که بذات آنها چه خواهد رسید، خاصه درین هنگام که عمل تباهی بمیان آمده، و اخراجات پرگنات بتقریب محافظت غلات دوچندان شده، و درباب تحصیل مطالبات از روے قدغن بنفاذ پیوسته، که از حاصل جاگیر بعضے چهارم حصه و زبعضے پنجم و ششم حصه بازیافت می نموده باشند، معلوم است که بعد وضع مطالبه بدین طریق چه خواهد ماند، و از عهدهٔ سرانجام جمعیت چگونه می توانند برآمد، چون همه وقت امنیت نمی باشد و محتمل که گاهے بجمعیت خوب احتیاج افتد، اگر اعلحضرت بنفس نفیس متوجه شده، بناظمان مهمات حضور پرنور حکم فرمایند، تا مآل کار نظر انداخته درین باب غور نمایند، از صلاح دولت ابدمدت دور نخواهد بود، دیگر هر چه راے مملکت پیراے . . . . . . فرماید عین صواب است." (۹/۹۵)

اسی کے ساتھ اس نے خود سعد اللہ خان کو بھی ایک خط اسی مضمون کا لکھا، اور اس مین بتایا
کہ دکن کی فوج کی موجودہ حالت مین اس ضابطہ کا رواج کسقدر ناممکن اور خطرات سے پر ہے،
اس خط کا ضروری اقتباس یہ ہے،

"این ضابطۂ تازہ موجب ازدیاد تفرقہ سپاہ و سبب افزونی مطالبات متعذر التحصیل است
چہ موافق ضابطۂ حال علوفہ تابینان بست روپیہ و ہفدہ و نیم و پانزدہ تنخواہ شدہ و سوار
از سابق قریب نہ ہزار افزودہ مدت مدید باید کہ این مقدار اسپ بداغ رسد، و معہذا جمعے
کہ این علوفۂ قلیل بیابند، اسپ خوبی کہ میتوانند خرید، و حال آں کہ جاگیر اکثر منصبداران
از سہ ماہہ کمتر است، و باوجود آنکہ پیش ازین حصۂ ذات را سہ ماہہ بودہ، دہ لک خرچ
پرگنات مجری یافتہ تتمہ را سوارے بحساب سی و دو روپیہ درماہہ می یافتہ اند، اکثرے
از آں تا حال بداغ رسانیدہ اند، و تصحیحہ ندادہ اند، و مبلغہاے کلی مطالبہ تفاوت داغ و
تصحیحہ باسم ہرکدام در دفاتر ثبت شدہ، اکنوں کہ حصۂ ذات دو ماہہ و یک ماہہ خواہند یافت
معلوم کہ بذات آنہا چہ خواہد رسید، خاصہ امسال کہ حکم عمل تبائی بنفاذ پیوستہ و اخراجات پرگنات
برائے محافظت غلہ مضاعف گشتہ، درباب تحصیل مطالبات فرمان عالیشان شرف
صدور گرفتہ کہ از حاصل جاگیر بعضے چہارم حصہ و از جمعے پنجم و از برخے ششم حصہ می گرفتہ باشند
و چوں دراں منشور والاقید گرفتن مطالبہ از حصہ تابینان نیز در مطالبہ باید داد و جمعیت را
موافق ضابطہ بداغ توانند رسانید . . . . . بنابراں . . . . تکرار اظہار ایں مقدمات
ناگزیر بود، اگر آں حیین دستور ایں مراتب را بخاطر آوردہ، کیفیت آں را بعرض اقدس
اعلیٰ برسانند، ہر آئینہ مصلحت ملکی اقرب و انسب خواہد بود" (آداب نمبر ۲۲۲)

اورنگزیب نے سپاہیون کی حالت کو اس قدر واضح اور صاف طور سے بیان کیا تھا، کہ

شاہجہان کو منظوری کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، اور اس نے ایک حد تک اورنگزیب کی سفارشون کو قبول کر لیا، لیکن پھر بھی اورنگزیب مطمئن نہ تھا، وہ اس منظوری کے متعلق لکھتا ہے کہ

"آنچہ قبل ازین درجواب عرضداشت این مرید کہ بتقریب ضابطۂ داغ بدرگاہ والاجاہ ارسال داشتہ بود، حکم شد کہ چون حاصل جاگیر اکثر بندہا ے تعین صوبۂ دکن چار ماہہ و کمتر ازان است، بنابران در سہ ماہہ کہ ہر اسپے ہفدہ روپیہ و در دو ماہہ کہ ہر اسپے پانزدہ روپیہ مقرر شدہ، از ابتداے غرۂ ماہ مہر . . . . . بدستور چہار ماہہ ہر اسپے بست روپیہ ماہیانہ مقرر فرمودیم محض کرامات است، چہ سوارے کہ علوفہ اش کمتر از بست روپیہ باشد، بہیچ مصلحت بکار نمی آید لیکن از آنجا کہ موافق این ضابطہ بجمیع نفعے و بطائفہ نقصان خواہد رسید، فکر اداے مطالبات سرکار گردون مدار نیز باید نمود" (۱۷/۴)

ہندؤون کے ساتھ برتاؤ

اس وقت تک جتنے لوگون کی سفارشین کیگئی ہین، ان مین ایک ہندو بھی نظر نہ آیا ہوگا، اور اس سے جیسا کہ مشہور ہے، یہ سمجھا گیا ہوگا، کہ اورنگزیب کو ہندؤون سے حقیقۃً کوئی عداوت، دشمنی، یا کم از کم نفرت تھی، اور اسی لیے اس نے کسی ہندو کی سفارش نہین کی ہے، لیکن واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے، اور اسی لیے ہم ایک مستقل ماتحت سرخی کے نیچے اس پر کچھ لکھنا چاہتے ہین،

اگر ہم اورنگزیب اور اس کے بھائیون کے حالات کا مطالعہ کرین گے، تو ہم کو صاف نظر آئے گا، کہ انھون نے اپنے اثر و اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے کسی نہ کسی جماعت کو اپنا ہم خیال و موید بنانے کے لیے انتہائی کوشش کی ہے، دارا شکوہ نے راجپوتون پر سب سے زیادہ بھروسہ کیا، اور اس کے اعتقادات کا تزلزل دراصل ان راجپوتون کو ہی رام کرنے کے لیے تھا اور اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ وہ ویدانت کے فلسفۂ توحید اور محی الدین ابن عربی کے

اصول "ہمہ اوست" کو جس صورت سے بھی ہو چھوڑ دیے، اس موضوع پر چونکہ ہم دارا کے عقائد کے سلسلہ مین بحث کرین گے، اس لیے یہان صرف اشارہ پر اکتفا کرتے ہین شجاع نے دربار کے شیعہ امرا کو اپنا حامی بنانے کے لیے اپنے کو ایک بڑی حد تک مذہب امامیہ کا پابند کر رکھا تھا، ناتجربہ کار لیکن بہادر مراد کو چونکہ اپنی تلوار پر بھروسا تھا اس لیے اس نے اس قسم کی کوئی عام کوشش تو نہین کی البستہ مختلف امرا کو توڑنے کی سازش مین لگا رہا، مگر اورنگزیب نے اس قسم کی کوئی حرکت نہین کی، نہ اس نے راجپوتون کو خوش کرنے کے لیے ویدی توحید کی بیجا تعریف کی، نہ شیعی امرا کو خوش رکھنے کے لیے امامی عقاید کی تائید اور نہ امرا سے کوئی خفیہ معاہدہ کیا، بلکہ اس کے ساتھ جو لوگ تھے ان کے ساتھ مساویانہ طریقہ سے پیش آتا، اور ہر امیر اور سرکاری ملازم کو اپنا بہی خواہ اور سچا دوست سمجھتا، اس کی کثرتِ مراسلت، اس کے وسعتِ تعلقات کی دلیل ہے، وہ شیعہ امرا سے بھی اسی طرح خط و کتابت کرتا ہے جیسی کہ سنّی امرا سے، وہ ہندوؤن سے بھی اسی طرح مخاطب ہوتا ہے جس طرح مسلمانون سے، بلکہ اس کے خطوط کا مطالعہ ہم کو اس نتیجہ تک پہنچنے پر مجبور کرتا ہے، کہ اس نے مسلمانون سے زیادہ اہم سفارشین ہندوؤن کے لیے کی ہین، مگر یہ اس کی بدقسمتی اور اس کے بڑے بھائی کی عنایاتِ خاص کا نتیجہ تھا کہ اُسے راجپوتون کا دشمن مشہور کر دیا گیا، اس چال سے دارا کا جو مقصد تھا وہ بالکل عیان اور واضح ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اورنگزیب کے پاس نہ راجپوت فوج رکھی گئی، اور نہ راجپوت افسر ہی دو چار سے زیادہ رہے، اور یہی سبب ہے کہ اس کے خطوط مین ہندوؤن کا ذکر بہت کم آتا ہے، پھر بھی اورنگزیب اپنے فرض سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہین رہا، اور جب کبھی بھی اسے موقع ملا، اس نے ہندوؤن کی سفارش کی، چنانچہ جب دکن کے انتظامات کے سلسلہ مین ایلچپور کی دیوانی کے لیے ایک لائق افسر کی ضرورت ہوئی، تو اورنگزیب نے راؤ کرن نام ایک راجپوت افسر کی سفارش کی، لیکن شاہجہان نے اسے نامنظور کر دیا، اور لکھا کہ

"تفویضِ خدمتِ ایلچپور بہتثل راؤ کرن راجپوتے مناسبت نداشت۔ ۔ ۔ ۔ کارہا یکسے باید فرمود که از عہدہ تواند برآمد" (۴۸/ب)

اورنگزیب نے اس کے جواب مین لکھا که

"آنچه بخاطرِ ملکوت ناظر میرسید محض صواب است، و ایں مرید باایں همه قصور فہم آں را کجا تواند دریافت لیکن چوں خدمتِ ایلچپور دریں ایام غیر از جاگیرداری و آباداں ساختنِ آں کارے نیست و ایں فدوی در پیشگاہِ خلافت متہم بہ بےسلوکی براجپوتیه بنا براں حقیقتِ کمئ منصب و آبادانکاریِ راؤ کرن نوعیکه می دیده و شنیده معروض داشته بود" (۴۸/۴۴)

لیکن اورنگ زیب اس نامنظوری سے مایوس نہین ہوا، بلکه وقتاً فوقتاً راؤ کرن کی سفارش کرتا رہا، تاآنکه اسکو جوار کے علاقه کی فتح پر مامور کرکے اور اس کے منصب مین اضافه کرکے ایک بلند درجه تک پہنچا دیا، چونکه اس کا بیان جوار کی فتح کے سلسله مین آئیگا، اس لیے یہان پر نظرانداز کر دیا جاتا ہے، اس کا ایک دوسرا ہندو افسر نرسنگھ داس تھا، اس کے متعلق لکھتا ہے:-

"چوں نرسنگھ داس قلعه دارِ اسیر خانه زاد کار آمدنیِ درگاهِ جہاں پناه است، و بموا با جمعیتِ موافقِ ضابطه بخدماتِ پادشاہی پردازد، و جاگیرہائے که در وطن داشت تغیر شد و کیفیتِ حاصلِ جاگیرہائے دکن پوشیده نیست، و وکیلِ او در دربارِ عالمیان از تلاش میکند که پرگنه روات که در وطنِ موروثیٔ اوست عوض محالِ ہندوستاں۔ ۔ ۔ ۔ که تغیر شد و محالے که در دکن به تیولِ او مقرر است، در وبست تنخواه گردد، از پریشانی برآمده بجمعیت خدمت می کرده باشد، یقین که آں دستورالوزرا نیز در پیش رفتِ مطلبِ او اگر ممکن باشد سعی و امداد دریغ نخواہند داشت۔" (آداب نمبر ۲۲۲)

ایک دوسرے خط مین جعفر خان کو جو علامی سعداللہ کے بعد وزیر کے فرائض انجام

دیتا تھا، ایک دوسرے افسر کی سفارش ان الفاظ مین کرتا ہے:-

"آنچہ دریں ولا بموجبِ حکمِ اقدس اعلیٰ درباب مہیش داس راٹھور معروض داشتہ بودند، پیرایہ وضوح گرفت حسب الحکم جہاں مطاع مومی الیہ را دستوری دادہ شد، کہ با جمعیت خویش بدرگاہ جہاں پناہ شتافتہ، از استلام سدۂ سینۂ خلافت، سربلندی حاصل کند، بندۂ خوب کار آمدنی است، در تقدیم خدمت بادشاہی کوتاہی ننمودہ، یقین کہ تیول خوب خواہد یافت؛ این معنی را بمسامع جاہ و جلال رسانیدہ، بہیں و تیرہ، ہرگاہ تقریبے دست دہد، بنگارش عریضہ پرداختہ باشند" (آداب نمبر ۲۳۲)

دکن مین اورنگزیب کا ایک ہندو افسر مر جاتا ہے، اسکی جائداد کی وراثت کے متعلق وہ دوسرے ہندو افسرون سے مشورہ کرتا ہے، اوران کی جو رائے ہوتی ہے، اسی کی اس طرح سفارش کرتا ہے:-

"راجہ سنگرام زمیندار جمو کہ خدمت فوجداری جامورو مانجرو داشت، تصدق فرق مبارک شدہ، سارنگدھر نبیرۂ او کہ خانہ زاد و کار آمد نیست، چوں پسر فرزند کلان است کہ پیش از سنگرام گذشتہ، پسران راجہ متوفی کہ اعمام اویند، و راؤ کرن و دیگر راجپوتان اینجا اتفاق نمودہ اند، کہ جانشین پدر کلاں او باشد، اگر از پیش گاہ خلافت تکیۂ راجہ مسطور بسارنگدھر عنایت شود و منصب او، دا عمامش بموجبے کہ از واقعہ بعرض ارفع اعلیٰ خواہد رسید، مقرر گردد، از عہدۂ خدمتے کہ بسنگرام مفوض بود، می تواند برآمد، وجمعیت آنہا نیز متفرق نمی شود" (۱۱/۲۷)

اسی طرح جب راٹھور کی زمینداری کے متعلق جھگڑا ہوتا ہے، اس کے اصلی حقدار جیات سنگھ کو دوسرے ورثہ محروم کرنا چاہتے ہین، اور وہ آکر اورنگزیب سے سفارش چاہتا ہے تو اورنگزیب اس کی حمایت مین لکھتا ہے کہ

"از عرضداشتِ وکیلِ دربارِ جہاں مدار معلوم شد، کہ اجمیری سینہہ عموی سبیئی زبدۃ الاقران موصی الیہ (حیات سینہہ) بدرگاہِ معلی آمدہ خود را زمیندارِ قدیم آنجا وانمودہ، پتہ کامل وغیرہ از مضافاتِ راٹھور کہ عملی نیست وہمیشہ زمیندارِ آں حیات سینہہ بودہ در وجہ اضافۂ او مرحمت گشتہ بنابراں نگاشتہ میشود، کہ چوں زمینداری آنجا موروثی حیات سینہہ مزبور راست، و تقصیرے ازو سر نہ زدہ، اگر او را باضافہ سرفراز فرمودہ اند، آں پتہ جاتِ غیر عمل را بہ تنخواہِ او مقرر سازند، موجب انتظامِ احوال مشار الیہ و توابعِ او خواہد شد" (آداب نمبر ۲۲۹)

اس کے بعد جب اسی حیات سنگھ کو سرکاری ملازم بلا وجہ اس کی جاگیر سے ہٹا دیتے ہیں، اور وہ اورنگزیب کے پاس آکر اس کی شکایت کرتا ہے، تو اورنگزیب ایک مرتبہ پھر وزیر اعظم کو اس نا انصافی کے متعلق لکھتا ہے کہ:

"نسبتِ بندگی حیات سینہہ زمیندار راٹھور کہ بخدمتِ والا مرتبت سلطانی دارد، بر آں دستور وافی خبرت پوشیدہ نخواہد بود، تا وقتیکہ پرگنہ مسطور بفرزندانِ سعادتمند کامگار نامدار تعین داشت موصی الیہ از روے استقلال بلوازمِ امرِ زمینداری آنجا قیام مینمود، واکنوں کہ آں پرگنہ تنخواہ صوبہ دار مقرر شدہ، مشار الیہ از رہگذرِ بدسلوکی گماشتہاے متول دار ترکِ وطن کردہ بحضور عالی (اورنگزیب) آمدہ وخویشان و متعلقانش در ہمانجا بسر می برند، چوں اعلحضرت او را ازیں خدمت عزل نہ فرمودہ اند، اگر آں رفیع مکان ایں مقدمہ بعرضِ اقدسِ اعلیٰ رسانیدہ در باب بحال بودنِ خدمتِ زمینداری بدستور سابق با و و برادرانِ او حسب الحکم الاقدس بصاحبِ صوبہ آنجا بنویسند، و دریں مادہ سعی مبذول دارند بسیار بموقع خواہد بود" (آداب نمبر ۲۴۲)

اورنگزیب اس سفارش کی منظوری میں کامیاب ہوتا ہے، اور جب حیات سنگھ کچھ دنوں اورنگزیب کے پاس رہ کر وطن واپس جانا چاہتا ہے، تو اورنگزیب، علی مردان خان

کو جبکو اب وہ علاقہ ملا تھا، یہ سفارشی خط لکھتا ہے:۔

"نسبت بندگی وخانہ داری کہ زبدۃ الاشباہ والاعیان حیات سینہہ زمیندار راجور کہ بخدمت عالی دارد، برآں رکن السلطنۃ الکبریٰ پوشیدہ نیست، دراں ایام کہ پرگنہ مذکور بتیول وکلائے سرکار نامدار مقرر بود، مومی الیہ مرفہ الحال درآنجا بسر می برد، وپیش ازیں بچند گاہ از آسیب عنادِ حساد و بدسلوکی عمال، ترکِ وطن اختیار نمودہ بحضور موفور السرور آمدہ، بازعنانِ معاودت بداں صواب منعطف ساختہ بمقتضائے جمعیت رحمیت؟ کہ شغلِ زمینداریٔ موروثی را از دست ندادہ بگرد آوریٔ توابع ولواحق خود بپردازد"

چوں آں عمدۃ الخوانین دوراں را از مخلصانِ صافی طویت تصور می دانیم کہ در رعیت جانب منتسبانِ ایں درگاہ خود را معاف نخواہد داشت، ہر آئینہ مومی الیہ ونظمِ اسباب جمعیت ورفاہیتِ او نگاشتن تحصیل است، پیدا است کہ ہر باب آنچہ نوشتہ اند، سعی مبذول خواہد شد، وبعملۂ آں پرگنہ تاکید بلیغ خواہد رفت کہ سر رشتہ حسنِ سلوک را با مشار الیہ از دست ندادہ در جمیع امور حسابی مدد ومعاون او باشند" (آداب نمبر ۳۲۷)

یہ اس اورنگزیب کے خطوط ہیں، جو ہندوون سے بدسلوکی کے لیے بدنام کیا گیا ہے، اسکے علاوہ اس نے ہندو راجاؤن کے متعلق جو سفارشین کی ہین، اور جس طرح وہ بادشاہ سے انکے لئے لڑا ہے، اس کا ذکر آئندہ آئیگا،[1]

---

[1] اورنگزیب کے عہدِ سلطنت مین جو ہندو مختلف مناصب جلیلہ پر بحال تھے، ان کی فہرست اور مفصل حالات کے لیے دیکھو امرائے ہنود مضامین عالمگیری، وقائع عالمگیری (اردو) مآثر الامراء وتذکرۃ الامراء (فارسی)

لیکن ابھی ایک اس سے زیادہ اہم اور عجیب چیز کا انکشاف باقی ہے، اور یہان پر ہم اس کو ذرا اختصار کے ساتھ بیان کر دینا چاہتے ہین،

اشاعتِ اسلام

اورنگ زیب کے مخالفین کا اس پر ایک بہت بڑا اتہام یہ بھی ہے کہ وہ ہندوون کو زبردستی مسلمان بنایا کرتا تھا، اور اس سلسلہ مین برادرانِ وطن کے عام تو [illegible] یافتہ طبقہ مین بھی وہ لایعنی باتین مشہور ہی نہین بلکہ ان کو سچ سمجھا جاتا ہے، کہ [illegible] ہالانکہ اس کا اس معاملہ مین جو رویہ تھا، وہ شاید ہی کسی مسلمان بادشاہ کا [illegible] ندگی کے حالات کے بعد یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے، کہ آخر لوگون [illegible] ہندر کیون بدنام کر رکھا ہے، حالانکہ ایسے زمانہ مین جب کہ سیاست [illegible] مین زیادہ چولی دامن کا ساتھ ہی نہ تھا، بلکہ اس وقت سیاست مذہب [illegible] نے صحیح اسلامی تعلیمات کی بنا پر دور اندیشی و عاقبت بینی سے [illegible] عملی کو اختیار کیا جس کو شاید آج کی نیشنل کانگریس بھی غلط نہین بتا سکتی [illegible] لی اپنے اصول کی پابندی یہین پر آکر ختم نہین ہو جاتی، بلکہ وہ اس کے لیے بادشاہ سے لڑتا، اور اس کی ناخوشی مول لیتا ہے،

اشاعتِ اسلام کے متعلق اورنگ زیب کا یہ اصول تھا کہ کسی شخص کو اس بات کا اختیار نہین ہے کہ وہ کسی شخص کی مجبوری و معذوری سے فائدہ اٹھا کر یا اپنے درجہ یا مرتبہ کے اثر کا غلط استعمال کر کے کسی شخص کو تبدیلِ مذہب پر مجبور کرے، اور نہ وہ اس کو پسند کرتا تھا، کہ کوئی مجرم صرف سزا سے بچنے کے لیے، اسلام کو قبول کرے، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اس کو بھی اپنا فرض سمجھتا تھا، کہ اگر کوئی شخص برضا و رغبت مسلمان ہونا چاہے

ؔ دیباچہ وقایع عالمگیری صفحہ

تو وہ اس کی پوری مدد اور اس کی تالیفِ قلب کے تمام ذرائع اختیار کرے، ایک اور بات جو اورنگزیب
کے تدبر پر دال ہے، وہ یہ ہے کہ وہ اس بات کو بھی پسند نہین کرتا تھا کہ کوئی شخص کسی مذہب
کے پیشوا کو برا کہے، کہ فرقہ وارانہ منافرت کی یہی جڑ ہے، اور ایسے لوگون کو جو سزا دیجاتی تھی اسکی
وہ پرزور تائید کرکے اس برائی کا ابتدا ہی مین گلا گھونٹ کر خاتمہ کر دیتا تھا، اب ہم اپنے ان دعوون
کی دلیل مین اس کے خطوط سے ثبوت پیش کرنا، اور اس کے ساتھ یہ بھی بتا دینا چاہتے ہین کہ
یہ جو کچھ حالات ہین اس کے عہدِ شہزادگی کے ہین، اور اپنے پنجاہ سالہ عہدِ حکومت مین وہ ان
اصولون پر آزادانہ طریقے سے پوری مضبوطی سے قائم رہا ہے،

دھندیرا کے راجہ اندرمن کو شاہجہان نے اس کی عدول حکمی کی وجہ سے گرفتار کرکے قلعہ
اسیر مین قید کر دیا تھا، جب اورنگزیب دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا، اور راجہ نے اسے حصولِ آزادی
کے لیے سفارش کرنے کی درخواست کی تو اس نے شاہجہان کو لکھا کہ

"اندرمن زمیندارِ دھندھیرہ کہ حسب الحکم الاقدس از دیر باز در قلعۂ اسیر محبوس است
دریں ولا کسِ خود را نزد ایں مرید فرستادہ اظہار نمودہ کہ اگر بتصدقِ فرقِ مبارک
مقدسِ اعلیٰ از زندانِ مکافات رہائی یابد پنجاہ ہزار روپیہ برسم پیشکشِ درگاہِ آسمان جاہ بخزانۂ
عامرہ رسانیدہ تا یکسال بے منصب وجاگیر با پنجاہ سوار و یک صد پیادہ در صوبۂ دکن
خدمت کردہ، بعد ازاں موافقِ منصبے کہ از پیشگاہِ والا بداں سربلند گردد، جمعیت نگاہداشتہ
وہمہ وقت حاضر بودہ اصلا ارادۂ بازگشت بوطنِ قدیم خویش نخواہد نمود، ونرسنگھ داس
قلعہ دارِ اسیر ضامنِ افعال وتعہدِ ادائے وجہ پیشکش میشود، چوں از مدتے گرفتارِ جزائے
کردارِ خود است، وحال خرابی دارد، اگر بمقتضائے جرم بخشی وعذر پذیری کہ در ذات
اقدس ودیعت نہادۂ دستِ قدرت است، رقمِ عفو بر جریدۂ تقصیرات او کشیدہ آید

از ذرہ پروری اعلیٰ حضرت دور نمی نماید، دیگر ہر چہ رائے خورشید ضیا اقتضا فرماید عین صواب است" (۲۱)

لیکن معلوم ہے کہ اورنگ زیب کی اس سفارش کا شاہجہان نے جو اورنگزیب کو راجپوتوں کے ساتھ بدسلوکی کا الزام دیتا تھا، کیا جواب دیا، اس نے لکھا کہ اندرمن نے جو شرائط پیش کی ہیں، ان کے منظور ہونے کی صرف ایک صورت ہے، اور وہ یہ ہے کہ اندرمن اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر اسلام قبول کرے، جب "ہندو کش مسلم گر" اورنگ زیب کو شاہجہان کی اس شرط کا علم ہوا، تو اس نے صاف صاف لکھدیا کہ یہ شرط ناقابل عمل اور مصلحت و دور اندیشی سے دور ہے، اندرمن کو اگر آزادی دینا ہے، تو اسی کی پیش کردہ شرائط ہی پر دیجائے، چنانچہ اس سلسلہ میں اس نے وزیر اعظم سعد اللہ خان کو جو خط بھیجا ہے، اس میں لکھتا ہے:-

"سوصنداشتے کہ حسب الحکم الاعلیٰ درباب اندرمن زمیندار دھندھیرا ارسال داشتہ بودند بعز مطالعہ رسیدہ مضمون آں بوضوح انجامید"

برآں دستور روانی خبرت پوشیدہ نماند کہ انچہ دربارۂ زمیندار مذکور بخاطر ملکوت ناظر پیر و مرشد حقیقی پرتو انداختہ ہرچند صلاح و صواب است، لیکن چوں او از مدت بست سال محبوس زندان مکافات بودہ بقوت لا یموت محتاج است، و مبلغ پنجاہ ہزار روپیہ پیشکش باعتماد برہماں وہما جناں قبول نمودہ درصورتے کہ سعادت اسلام دریافتہ از کیش خود برگردد وجہ پیشکش راچگونہ سرانجام تواند کرد،

و معہذا ہر گاہ یکے از بندہاے معتمد بادشاہی راضامن دادہ تعہد نمودہ باشد، کہ وطن مالوف خود کہ از مدتے دراز از دست او برآوردہ بجاگیر بندہاے عمدۂ درگاہ جہاں پناہ در آمدہ، بطریق وطن عنایت شدہ رجوع نکند، و داخل تعینایتان صوبہ دکن

گردیدہ ہمیشہ حاضر باشد، بازگشت او بوطنِ خویش چہ احتمال دارد، وچہ قسم صورت تواند جست؛ اگر رہائی او مشروط بقبول اسلام نباشد، خاطر از ضامن وسرانجام از پیش کشتے جمع میتواں کرد، والا بقیہ عمر را در حبس بسر خواہد برد، آں دستور الوزرا ایں مراتب را بطریق شایستہ بعرضِ مقدسِ معلی رسانیدہ نوعیکہ حکم ارفع واشرف صدور یابد، بزنگارند، تا مطابقِ آں بعمل آید، والسلام، (آداب نمبر ۲۳۱)

اس سلسلہ میں یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا، کہ شاہجہان اپنی بات پر اڑا، اور غریب اندرمن قلعہ اسیر میں سڑتا رہا، تا آنکہ جب اورنگ زیب برادرانہ جنگ کے لیے روانہ ہوا، تو اس نے اسے رہا کر کے اعلیٰ منصب پر بحال کیا،[1]

اب دوسری قسم کی مثال لیجئے، کرناٹک کے راجہ سری نگررائل کے علاقہ پر بیجاپور اور گولکنڈہ کے حاکم حملہ آور ہو کر اس کے بڑے حصہ پر قابض ہوجاتے ہیں، وہ مایوسی کی حالت میں شاہجہان اور اورنگ زیب دونوں سے نہ صرف امداد کی درخواست کرتا ہے، نہ صرف ایک گران بہا پیشکش اور سالانہ خراج کا وعدہ کرتا ہے، بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی لکھتا ہے کہ

"اگر بسبب عارِ کفر بر تو اعانت از حالِ او دریغ شود، بعد از انکہ فرمانِ عالیشان متضمن بذلِ ملتمسِ او بصدور پیوندد، از ہدایتِ مرشدِ جہانیاں با توابع و الواحق خود در زمرۂ اہلِ اسلام در آمدہ، از دولتِ بندگی درگاہِ اعلیٰ حضرت ظل اللہ کامیابِ دین و دنیا خواہد شد،" (لطائف)

اورنگ زیب نے ایک طرف، تو اپنا ایک ملازم راجہ کی تسکین وتسلی اور حالات کی تحقیقات کے لیے کرناٹک روانہ کیا، اور دوسری طرف شاہجہان کو تمام حالات مفصل طور سے لکھے، اور درخواست کی کہ دکن کے حاکموں کے نام تنبیہی فرامین صادر ہوں، کہ وہ کرناٹک کے علاقہ میں

---

[1] عالمگیر نامہ،

مداخلت نہ کریں لیکن یہ معلوم کرکے تعجب ہوتا ہے کہ وہی شاہجہان جو ایک بست سالہ قیدی کو مسلمان ہونے کی شرط پر رہا کرنے پر مصر تھا، اورنگ زیب کو لکھتا ہے:-

"در کس پیش راجہ کرناٹک فرستادن مناسب نبود، بایستے ہر دو دنیا دارانِ دکن را ترسانیدہ پیشکش خوبی ہم بجہت سرکارِ گردوں مدار و ہم برائے خود از انہا می گرفت" (۳/۸۴)

اورنگ زیب نے اس خط کا یہ جواب دیا:-

"از آنجا کہ راجہ مذکور بوسیلۂ قبولِ عزِ اسلام التجا بدرگاہِ سلاطین پناہ آوردہ و تعہد پیشکش گراں نمودہ، ایں معنی راکمر ربمبالغہ معروض داشتہ بود، وایں دو دنیا داراں نیز کہ اکثر ولایتِ کرناٹک را باخزائن و دفائن متصرف گشتہ اند از جملۂ آں غنائم موفورہ پیشکشے شایستہ بپارگاہِ معلی ارسال نداشتہ اصلاً از فکرِ ایں مقدمہ غافل بودند، لہٰذا ایں عقیدت آئین حقیقت رابحضورِ پرنور عرضہ داشت کردہ" (۳/۸۴)

"درضمنِ تمہیدِ ایں مقدمات بجز پاسِ حمیتِ اسلام و صلاحِ دولتِ ابد انجام امری منظور نظر نبود"۔ (۳/۸۴)

مگر شاہجہان اس مرتبہ بھی اپنی ضد پر قائم رہا، اور اسکا نتیجہ جو ہوا، اس پر ہم کرناٹک کے حالات کے سلسلہ میں بحث کریں گے،

موجودہ متمدن حکومت کی طرح گذشتہ اسلامی دور میں حکومت کا یہ فرض رہا ہے، کہ وہ ہر مذہب کے پیروؤں کو ہر طرح کی مذہبی آزادی دے، اور اگر کوئی شخص کسی مذہب یا مذہبی پیشوا کے متعلق دل آزار کلمات استعمال کرے تو وہ اس مجرم کو عبرت انگیز سزا دے کر دوسروں کو اس قسم کی حرکات سے باز رکھے۔ شاہجہان کے عہدِ حکومت میں بھی بہار کے ایک ہندو قانون گو نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مقدس میں گستاخی کی تھی، اس زمانہ کے قاعدہ کے

مطابق اس پر عدالت میں مقدمہ چلایا گیا، جرم ثابت ہوا، اور وہ قتل کر دیا گیا، اس پر اس کے اعزہ اور دوسرے ہندوؤں نے نہ صرف ایک ہنگامہ مچا دیا، بلکہ انھوں نے وہاں کے حکام کے خلاف یہ الزام قائم کیا، کہ اس قسم کی گستاخی کوئی جرم نہیں ہے اس لیے یہ سزائے قتل غلط ہے، اور جن لوگوں نے یہ حکم دیا ہے، وہ خود قتل کے مجرم ہیں، بہار کی یہ جماعت ایک وفد کی صورت میں بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوئی، اورنگ زیب کو بھی اپنے استاد ملا موہن کے ذریعہ اس کی اطلاع ملی، ہر مسلمان کی طرح اس کا بھی یہ فرض تھا، کہ وہ اپنے محبوب پیغمبر روحی فداہ کی حرمت اور عزت پر آنچ نہ آنے دے اور اسلام کو اس قسم کے تمام ناجائز حملوں سے بچائے کہ اگر اس کی طرف سے غفلت برتی گئی، تو یہ خرابی ناقابلِ اصلاح ہو جائے گی اسی خیال سے اس نے وزیر سعد اللہ خان کو یہ خط لکھا،[1]

"چھبیلا نام زنار دار قانون گوے سائر بلدۂ بہار از شقاوتِ ابدی بجنابِ نبوت مآب سرکارِ کائنات و مفخرِ موجودات علیہ وعلیٰ آلہ اکمل الصلوٰۃ والتسلیمات کلمات ناسزا بر زبان آوردہ بود، وبعد تحقیق و ثبوتِ ایں معنی حسب الحکم اقدس ذوالفقار خاں و دیگر متصدیانِ آنجا اور اتیغِ سیاست کہ مقتضائے عدالت است، بدار البوار فرستادہ عرصۂ آں دیار را از لوثِ وجودِ ناپاکِ او پاک ساختہ، یقین کہ بتفصیل معلوم آں دستورِ بلند مکان خواہد بود،

چوں دریں ولا فضائل و کمالات دستگاہ استادی ملا موہن کہ رابطہ جلیلۂ ایشاں بخدمتِ عالی براں خان وافی خبرت پوشیدہ نیست معروضہ داشتہ کہ جمعے از برادران آں بدکیش مردود از وے تعصبے کہ شیمۂ دوارِ اشرار است بر شیخ محمد معالی میر عدل

[1] یہ واقعہ راجپال کی رسوائے عالم تصنیف اور اس کے متعلق ہنگاموں سے بہت کچھ مشابہ ہے،

برادر زادۂ مشار الیہ و شیخ عبد المعنی مفتی صوبہ بدرگاہ معدلت بارگاہ دادخواہ شدہ اند بنا براں مجدداً آں رفیع مکاں را آگاہ ساختم"

از آنجا کہ سعی در اعلانِ مراسمِ دینِ مبینِ افضل المرسلین علیہ الصلوات والسلام بر جمیع مسلمین بر قدرِ مقدور واجب است، و حمایتِ علماے اسلام در تنفیذِ احکام شرعیہ بر سلاطین و امرا لازم بیداست کہ دریں باب بیشتر از ہمگناں اہتمام نمودہ راہے استغاثۂ آں گروہ ضلال را مسدود خواہند ساخت، و ہمگی قصد بر حفظ عرض متکفلانِ نوامیس دینیہ خواہند گماشت" (آداب نمبر ۱۴۲)

یہ تھی اورنگزیب کی اشاعتِ اسلام کی کوشش اور مذہبی فسادات کے روکنے کی سعی!

ماتحت و سرحدی ریاستوں سے جنگ

اس وقت تک ہم نے جو کچھ لکھا وہ صوبہ کے اندرونی انتظامات، جاگیرون کی عام حالت، باپ بیٹے کے اختلافات، اور اورنگزیب کی مذہبی داد کے متعلق تھا، لیکن ایک ایسے صوبہ مین جو ہر طرف آزاد ریاستون سے گھرا ہوا ہو، ایک صوبہ دار کا فرض صرف اپنے محدود علاقہ ہی کی ترقی و اصلاح مین مصروف رہنا نہین ہے، بلکہ اس کا یہ بھی فرض ہے، کہ وہ باجگذار ریاستون کے حالات سے واقفیت رکھے، وہ ماتحت ریاستون کو اس بات پر مجبور کرے، کہ وہ معاہدون کی شرائط پر سختی سے کاربند ہون؛ وہ ان سے باج اور دوسری مقررہ رقمین وصول کرے، اور اگر ہو سکے اور موقع ملے تو اپنے صوبہ کو وسیع تر بنائے، آج بھی صوبون کے گورنر، ملکون کے وائسرائے اور ہائی کمشنر تو دور رہے، غیر ملکی سفرا اس قسم کی کوششون ہی کو اپنی خدمات کی معراج سمجھتے ہین، اور پر فریب پالیسی (ڈپلومیسی) کو اس وقت ہر چیز پر فوقیت حاصل ہے، لیکن اورنگزیب نے موجودہ عہد کی کسی قسم کی فریب کاری سے کام نہین لیا، بلکہ اس نے جو کچھ کیا، وہ معقول وجوہ و اسباب کی

بنا پر کیا، اور یہ وجوہ واسباب ناقابلِ تردید اور صحیح ہیں، اسی عہدِ صوبہ داری ہیں اسے ایک مرتبہ پھر بیجاپور و گولکنڈہ کے خلاف بھی فوجکشی کرنی پڑی، لیکن چونکہ دو دوسری چھوٹی ریاستوں سے بھی اسے لڑنا پڑا ہے، اس لیے ان دو بڑی ریاستوں کی جنگ کو بیان کرنے سے پہلے ہم ان دو چھوٹی ریاستوں کے حالات لکھتے ہیں، ان دو ریاستوں سے ہماری مراد دیوگڈھ اور بہاجور کی ریاستیں ہیں،

دیوگڈھ جس وقت مغل فوج جھجھار سنگھ کی لڑائی کے سلسلہ میں گونڈوں کے علاقہ میں داخل ہوئی تھی، اسی وقت خان دوران نے دیوگڈھ کے راجہ سے گران بہا پیش کش وصول کر کے اسے اس بات پر مجبور کیا تھا، کہ وہ "درسہ سال چار لک روپیہ" خراج دیا کرے، اور شاہجہاں کی اطاعت قبول کرے، لیکن اس کا موجودہ حکمران کیسری سنگھ ایک فضول خرچ اور معاملاتِ ریاست سے بیخبر شخص تھا، اور اس نے اپنی بے توجہی سے ریاست کی حالت اتنی خراب کر دی تھی اور اس کی آمدنی اس قدر گھٹ گئی تھی، کہ وہ اس قابل بھی نہ رہا تھا، کہ خراج کی رقم ہی کو ہر سال ادا کر سکے، اسی وجہ سے اس کے ذمہ کئی سال کا خراج باقی تھا، اب اس کے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا، کہ وہ بادشاہ سے یہ درخواست کرے کہ جس طرح اس نے چاندہ کے راجہ کا خراج معاف کر دیا ہے، اسی طرح اس کے ذمہ جو رقم باقی ہے، وہ بھی معاف کر دیجائے، اس خیال سے وہ اورنگ زیب کے پاس آیا، اور اس نے اپنی صحیح صحیح حالت شاہزادہ سے بیان کر دی، اورنگزیب نے اس کے بیان کی تصدیق کے لیے آدمی بھیجا، اور جب اس کی صحت کی طرف سے اطمینان ہو گیا، تو اس "ہندوکش" شہزادہ نے شاہجہان کو لکھا کہ

"کیفیتِ بقایائے پیش کشِ سنواتِ گذشتہ کہ بر ذمۂ زمیندارِ دیوگدہ ماندہ، صورتِ

---

[1] عبد الحمید جلد دوم صفحہ ۲۳۲،

وصول آں از افرادِ جداگانہ بعرضِ مقدس خواہد رسید، چوں زمیندارِ مذکور بندۂ دولت خواہ بر جادۂ عبودیت مستقیم است، و ہر سال مبلغ یک لک روپیہ از وجہ پیشکش اورا بسرکارِ گردوں وقار واصل باید ساخت، و بوقوع حاصلِ محالِ زمینداری او نسبت بہ سابق او کمی آوردہ از عہدۂ ادائے بقایا بر نمی تواند آمد، و از عنایاتِ بادشاہانہ پیشکش زمیندار چاندہ در کل معاف گشتہ، او نیز امیدوار است، کہ بقایائے سابق او معاف شود تا فی الجملہ سبکسار گردیدہ، وجہ پیشکشِ مقرری ہر سال بخزانۂ عامرہ می رسانیدہ باشد۔" (۱۴)

لیکن "ہندو نواز" شاہجہان نے بجائے اس کے کہ اورنگزیب کی سفارش قبول کرتا یہ جواب دیا کہ

"معاف فرمودنِ بقایائے پیشکشِ زمیندارِ دیوگدہ از رہگذرِ ناداری او معنی ندارد، دریں ہماں زمیندار است کہ خان دوران بہادر مرحوم بر سر او رفتہ صد و ہفتاد فیل و مبلغے نقد از و گرفتہ بود، امروز نیز آنچہ بعرض ارفع رسیدہ، زیادہ از دویست فیل کہ در آں میاں جنا شنکرہم نام نرہ ایست در تصرف اوست"

"چوں تعیناتیانِ دکن بیاسے ندارند آں مرید پس از انقضائے ایام بارش اگر میخواستہ باشد جانہ زاد درگاہ محمد سلطان را یا یکے از معتمدانِ خدمت گذار را با جمعیت خوبی از بندہائے بادشاہی و مردم خود بر سر او بفرستد، تا آں فیلِ نامی را با فیلانِ دیگر از و بگیرد، و بقایائے پیش کش را تحصیل نماید" (۱۵)

اورنگزیب نے جو حقیقتِ حال سے واقف تھا، معاملہ کو اسی جگہ پر ختم نہیں کر دیا، بلکہ اس نے ایک مرتبہ پھر زیادہ وضاحت سے تمام حالات شاہجہان کے پاس لکھکر بھیجدیئے اور راجہ کے متعلق ان الفاظ میں سفارش کی :-

"این مرید که شاگرد و تربیت کردهٔ مرشد حقیقی است، بقدر مقدور اطلاع بر کیفیت و اوضاعِ اطراف و جوانب این مملکت حاصل نموده، مترصد آن باشد، که اگر چنان کارے در خدمت رو دهد سپاه معطل نداشته بتقدیم آن برگمارد، چگونه راضی خواهد بود، که زمیندار مذکور باوجود دسترس و سامان، در اداے پیشکش سرکارِ عالی از راهِ تمرد و سرکشی تهاون ورزد، از آنجا که از وقتِ تعین شدنِ فوجے به برهان پور آمده این مرید را دیده بود، و متعهدِ وصولِ وجهِ پیشکش مقرری گردیده و بعد از آن این فدوی یکے از ملازمانِ خود را بجهت تحقیقِ فیلانِ موعود الیه فرستاده و او دران سرزمین مدتِ سه ماه اقامت نموده و بر جمیع مراتب واقف گشته ظاهر ساخت که زمیندار مزبور بیش از چهار ده فیل ندارد، و مع هذا خان مرحوم بر سرِ پدرِ او که آن زمان قصورے بسامانش راه نیافته بود، رفته، فیلان که او بسالهاے دراز فراهم آورده بود، ازو گرفته و این زمیندار بغایت مسرف و تلف کار و ضائع روزگار است، و از بے رشدیٔ خویش بمهماتِ ولایت نپرداخته پریشان میگذراند و بر تقدیرے که باز خواستِ بقایاے پیشکش ازو و تعیینِ فوجے گرد آید بجز برهم زدگیِ ولایتِ او اثرے بران مترتب نخواهد گشت، بنابران این مرید بوصولِ پیشکشِ مقرریِ هر ساله نموده حقیقت را ببارگاهِ خلافت معروض داشته بود، اکنون که یرلیغِ اعلیٰ بدین موجب صدور گرفته امتثالِ آن را سعادتِ خود دانسته بمقتضاے آن کاربند خواهد گردید،

اگر مرضیِ طبعِ مبارک چنان است که ولایتِ او داخلِ ممالکِ محروسه شود، حکمِ صریح شرفِ ورود یابد تا این مرید خانه زادِ اعلیحضرت را که جوان شده، و از روے کارطلبی می خواهد بچنین مهمات بپردازد، با جمعیتے لائق دستوری دهد، که بعنایتِ ایزدی و قدریه و اقبالِ لایزالِ پیر دستگیر در اندک فرصتے دمار از روزگار او برآورده محالِ

زمینداری اور امتخلص سازد، و دراں مرزبوم اثرے ازآں مدبر نگذارد،

وگر مقصود ایستادہاے پایہ سریر سلیمانی تحصیل باقی پیشکش مقرری وگرفتن فیلان است، و دریں صورت از بندہاے معتمد بادشاہی ہر کہ حکم شود، با مردم تعینات ایں صوبہ بر سر ولایت او بفرستند، تا ہر قدر فیل کہ پیش او موجود باشد، کام و ناکام بگیرد، و پیش کش را رو براہ سازد،

قبلہ و کعبۂ دو جہانی ایں مرید سلامت! اگرچہ ایں فدوی باوجود سبق تحقیق، دریں ولا نیز مردم تفحص فیلان زمیندار مذکور گماشتہ، دریں باب غایت سعی بجا خواہد آورد، لیکن چوں فیل جتاشنکر نام را دریں جا کسے نشان نمی دہد، و می گویند کہ در سر زمین او قلعہ ایست بر کوہ، بدیں اسم مشہور، و بودن ایں مقدار فیل نزد او مستبعد مینماید، چہ اگر می داشت، عمدۃ الملک شاہ نواز خاں در حینے کہ حسب الحکم والا با تمامی لشکر ایں صوبہ بر سر او رفتہ بود، یقین کہ فیلاں را در عوض پیشکش از و میگرفت، و دراں وقت بسبب بے استطاعت او، از پیش گاہ خلافت مبلغ از وجہ مقرری ہر سالہ معاف نمی شد و شش ماہ بجہت وصول پیشکش در برہان پور نمی بود، (۱/۴۸)

اتنا ہی نہیں بلکہ اورنگ زیب نے جو دیوگڈھ کے ہاتھیوں کے متعلق صحیح خبر رکھتا تھا، لکھا کہ

"اگر بموجب حکم اقدس شخصے کہ اطلاع بر کمیت فیلان او دارد، و تعریف جتاشنکر بعرض ارفع اطہر رسانیدہ پیش ایں فدوی بیاید، و لشکر ظفر اثر را المقامے کہ افیال در آنجا بودہ باشد، دلالت کند بہتر خواہد بود (۱/۴۸)

مگر شاہجہان اورنگزیب کی بات کب ماننے والا تھا، اس نے اورنگزیب کو لکھا کہ اگر تم

دیوگڈھ کے خلاف حملہ کرنے سے گریز کرنا چاہتے ہو تو ہمارے سرکاری افسروں اور فوج کو اس کام پر مقرر کر دو، اس کے الفاظ یہ ہیں:-

"اگر آں مرید ولایتِ دیوگڈہ را تواند گرفت و نگاہ داشت خانہ زادِ والا درگاہ محمد سلطان را بآنجا بفرستد، والا ہادی داد خاں را تعین نماید، و لشکرِ خوبی با او ہمراہ سازد" (۳/۹ ح)

اس پر بھی اورنگزیب نے ایک مرتبہ پھر لکھا، کہ اگرچہ اس ملک پر قبضہ کر لینا بہت آسان ہے، لیکن اس پر قبضہ رکھنے کے اخراجات اس کی آمدنی سے زیادہ ہونگے، مگر چونکہ بادشاہ کا حکم ہو چکا ہے، اس لیے وہ دو سرکاری افسر ہادی داد خان اور مرزا خان کو اپنی فوج اور ایک افسر کے ساتھ روانہ کرے گا، اور بہتر یہ ہے کہ چاندہ کے راجہ کو جس نے ہاتھیوں کی اطلاع دی ہے دکن بھیجدیا جائے، کہ وہ سرکاری افسروں کی ان تک رہنمائی کرے، اورنگزیب کے اس خط کا ضروری حصہ یہ ہے :-

"پیر و دستگیر سلامت! اگرچہ بعنایتِ بے غایتِ الٰہی و یمنِ اقبالِ لایزالِ اعلٰحضرت خلافت پناہی گرفتن و برکشودنِ آں ولایت در کمال آسان است و باندک سعی دست بہم می تواند داد، لیکن نگاہداشتن و بضبط در آوردنِ آں خالی از دشواری نیست، و چیزے کہ سوائے محصولِ آنجا ہر سال مبلغے کلی صرف لوازمِ بندوبستِ آں سرزمیں نمودہ شود اثرے بر تسخیرِ آں مترتب نہ، و ایں جا است کہ تا حال اولیائے دولت قاہرہ ہمت بانتزاعِ آں مرز و بوم مصروف نداشتہ اند، و داخلِ ممالکِ محروسہ نگردیدہ، ایں فدوی نیز نظر بہمیں مراتب از پیشِ خود شروع در آں کار مناسب ندیدہ معروض نداشتہ بود، کہ اگر دریں باب حکم جازم زینتِ صدور یابد خانہ زادِ بارگاہِ معلّی را کہ مستعدِ خدمت است بتقدیم آں مہم برگمارد، اکنوں بمقتضائے رائے صواب نمائے مملکت پیرا افواجِ ظفر قرین

بادشاہی را بر سر او تعین خواہد نمود کہ وجہ پیشکش راز بقایا و حال صورت دادہ فیلانے کہ نزد او موجود باشد، و زمیندار چاندا نشان دہد، با فیل جتاشنکر کام و ناکام از و بگیرند، بعد ازاں کہ بندہا ے درگاہ آسماں جاہ کہ جا بجا تعین اند، و قبل ازیں براے احضار آنہا نوشت جات بقدغن رفتہ فراہم آیند، بآئینے کہ حکم شدہ آنہا را روانہ آنطرف خواہد ساخت"

قبلۂ دو جہانی سلامت! ہادی داد خان ہر چند بندۂ کار آمدنی جمعیت دار است، اما چوں دریں مدت چنیں خدمتے نپرداختہ و شاید کہ ازیں رہگذر بعض بندہا ے بارگاہ خلافت، دل بنہادِ ہمراہی او نکروند، و نفاق و ناسازی کہ باعث برہمزدگی کار است، میانِ آنہا بہم برسد، و با وجود آں بحسب تدبیر نیز چناں نیکو مینماید کہ عساکرِ منصورہ از دو راہ بآں ولایت در آیند، بنا براں بخاطرِ قاصر ایں مرید رسیدہ کہ نصف جمعیت ایں صوبہ با خانِ مومی الیہ و نصف دیگر با مرزا خان کہ بسبب انتساب مشار الیہ با امرا ے عظام ہیچ کس از رفاقت او سر باز نخواہد زد، مقرر گردد، و تابینانِ ایں فدوی نیز بسر کردگی محمد طاہر با دیگرے، از معتمدان با مرزا خان رفیق باشند" (۲/۷۹)

بادشاہ کے حکم سے اورنگزیب نے بادل ناخواستہ یہ مہم روانہ کی، اس مہم کے دو حصے کیے گئے ایک حصہ ہادی داد خان کے ماتحت تھا، اور دوسرا مرزا خان کے، اور بادشاہ کی ہدایت کے مطابق

"در باب وصول تمامی پیشکش و گرفتن جمیع فیلان زمیندار دیوگدہ با فیل جتاشنکر مرزا خان و ہادی داد خان قدغن بلیغ رفتہ" ([illegible])

یہ مہم ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۶۵ھ (۲۲ اکتوبر ۱۶۵۵ء) کو روانہ ہوئی، مرزا خان دوسرے افسروں کے ساتھ ایلچپور کی طرف سے اور ہادی داد خان، دوسرے سرکاری افسروں اور اورنگزیب کے ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ ناگپور کی جانب سے حملہ آور ہوے، شاہجہان نے دیوگڈھ کے

موروثی دشمن اور اس فتنہ کے بانی چاندہ کے راجہ کو بھی شرکت کا حکم دیدیا تھا، اور وہ بھی شریک مہم تھا، دیوگڈہ کا غریب راجہ بھلا اس حملہ کی کیا تاب لاسکتا تھا، اس نے اپنے کو چکی کے دو پاٹ کے بیچ مین پستا دیکھ کر، مرزا خان کے پاس آکر اس کی تمام شرطون کو قبول کرلیا، اور اپنے تمام ہاتھی بھی اس کے حوالہ کر دیئے، اورنگزیب اس مہم کی شاہجہان کو ان الفاظ مین اطلاع دیتا ہے

"چون این مرید افواجِ قاہرہ را از دو طرف بولایت جاتیہ فرستادہ بود، و زمیندارِ آنجا طوفانِ حوادث را از جمیع جوانب بخود محیط یافتہ از درِ عجز و الحاح درآمدہ یقین نمودہ کہ با تمامیٔ افیالے کہ در تصرفِ اوست نزدِ این مرید بیاید و بقایائے پیشکش سرکارِ گردوں مدار را صورت دہد، چنانچہ عنقریب باتفاق مرزا خان بحضورِ این فدوی خواہد آمد" (۱۲/۹۹)

اور جب اورنگ زیب کے پاس پہنچا ہے، تو نہ اس کے پاس کثیر دولت تھی، اور نہ دو سو ہاتھی تھے بلکہ کل بیس ہاتھی مشکل سے اس کے پاس تھے، اس موقع پر اگر اورنگزیب چاہتا، تو اپنے ابتدائی بیان کی صحت پر فخر کرسکتا تھا، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، بلکہ صرف اصل واقعہ کی اس طرح اطلاع دیدی کہ

" زمیندارِ جاتیہ با مرزا خاں آمدہ این فدوی را دید و بست زنجیر فیل نزو مادہ کہ در تصرف داشت با خود آوردہ قسم یاد میکند، کہ سوائے آں فیل دیگر نزدِ او نیست، وگر ظاہر شود، یا کسے نشان دہد مجرم باشد،

و زمیندارِ چاندا و دو انا یک وکیلِ او کہ بدرگاہِ جہاں پناہ رسیدہ بود، باتفاق پیش ہادی داد خان ظاہر ساختند، کہ آنہارا از کیفیتِ فیل جتا شنکر وغیرہ افیالِ جاتیہ اطلاعے نیست و خلاف بعرض مقدس رسیدہ، چنانچہ این معنی از عرضداشتِ خان مذکور کہ در باب بایں مرید نمودہ بود، بعینہ از نظرِ انور خواہد گذشت، ہویدا است" (۱۳/۹۹)

اورنگزیب نے اسی پر اکتفا نہین کیا، بلکہ اس قسم کے ناگوار واقعات کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے کے لیے اس نے یہ بھی طے کیا، کہ راجہ اپنی ریاست کا ایک علاقہ سرکاری سرحدی تھانہ دار کے حوالہ کر دے، کہ اس کی آمدنی سے ہر سال خراج وصول کر لیا جایا کرے، اورنگزیب نے اس کی اطلاع بھی شاہجہان کو دیدی:-

"درحقیقتِ وصولِ پیشکش بادشاہی کہ از بقایا و حالِ زمیندار جاتیہ است این صورت وارد، کہ موصی الیہ دریں سال پنج لک روپیہ از نقد و جنس داخلِ خزانۂ عامرہ خواہد ساخت و تعہد نمود کہ تتمۂ بقایائے عمل صوبہ دارانِ سابق را با پیشکش مقرری ہر سالہ بتمامہ سالِ آیندہ جواب گفتہ، بعد ازاں سال بسال وجہِ پیشکش را بے تعلل و اہمال خواہد رسانید و پرگنہ چند از محالِ متعلقۂ خود جدا کردہ بکار طلب خان تھانہ دارِ گھیرلہ سپردہ کہ محصولِ آں در زرِ پیشکش ضبط می نمودہ باشد و تھانہ دار مذکور نیز مستقبل است، کہ اگر وجہ پیشکش بایں طریق سرانجام نیابد او از عہدۂ جواب برآید[۱] (۱۳/۹۹)

دیوگڈھ کے معاملہ مین ہم دیکھ چکے ہین، کہ اورنگ زیب نے ایک مستحقِ امداد راجہ کا کہاں تک ساتھ دیا، اور اس نے کس طرح آخر وقت تک اس کو بچانے کی کوشش کی، لیکن اب ہم جس ریاست کا حال لکھ رہے ہین اس کے حالات ہم کو بتائین گے کہ اس نرمی کے باوجود اورنگ زیب ایک لمحہ کے لیے بھی کسی ریاست کو اس بات کی اجازت و آزادی نہین دے سکتا تھا، کہ وہ سرکاری احکام کی پابندی سے گریز کر کے غیر وفادارانہ کارروائی کی طرف قدم بڑھائے، یہ تو خیر ایک چھوٹی ریاست کا معاملہ تھا، اورنگزیب نے گولکنڈہ کے خلاف جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا۔ صرف اسی بنا پر اعلانِ جنگ کیا تھا،

---

[۱] دیوگڈھ کے واقعات کے سرکاری بیان کے لیے دیکھو وارث ص ۳، ۱۱۱ اور خطوط ۱/۷۸ و ۲/۷۹ و ۳۴/۸۰ و ۷/۹۳

ریاستِ جوار کا الحاق جوار کی ریاست بمبئی کے قریب ایک مرتفع ساحلی علاقہ مین واقع تھی شاہجہان کا سرکاری مورخ اس کی جغرافی حالت ان الفاظ مین بیان کرتا ہے :-

"جوار شمالی سمتِ آن سرحدِ ملک بگلانہ وجنوبی ولایتِ کوکن ...... برکنار دریاے شور واقع شدہ، وبندرِ چیول نام از اعاظم بنادر است وغربی نیز بعضے دہات متعلقہ کوکن وشرقی ناسک است[۱]"

اورنگزیب کے خطوط اور وارث کے بیان سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہان کے راجہ نے بھی بادشاہ کی اطاعت قبول کرلی تھی، اور اگرچہ اس سے عادل خان کی طرح کوئی خراج نہین لیا جاتا تھا لیکن دوسرے کچھ فرائض اس کے ذمہ تھے، مگر اس نے شاہی احکام کی خلاف ورزی شروع کردی، جب اورنگزیب کو اس کی اطلاع ملی، تو اس نے بادشاہ کو لکھا کہ ایسی خودسر ریاست کو بے تنبیہ چھوڑ دینا مناسب نہین ہے، اور اگر اجازت ہو تو اس کے خلاف مہم بھیجی جائے اس مہم کے لیے اورنگزیب نے کسی مسلمان کو منتخب نہین کیا، بلکہ اسی شخص کو نامزد کیا، جسے شاہجہان ایک مرتبہ بیکار بتا کر چھانٹ چکا تھا، اورنگ زیب نے جس خط مین یہ حالات لکھے، اس کے الفاظ یہ ہین :-

"ازآنجا کہ زمیندارِ جوار دریں ولا قدم از جادۂ صواب بیروں کشیدہ مرتکبِ اعمالِ نکوہیدہ می گردد، و بآنکہ پیشکشے بجہتِ سرکارِ معلی برو مقرر نیست، در تقدیمِ خدماتِ مرجوعہ بادشاہی نیز تہاون وتعلل رو امی دارد، وتنبیہ ایں چنیں کوتہ اندیشاں برائے عبرتِ دیگراں لازم است،

وراؤ کرن کہ خانہ زادِ کارطلبِ درگاہ والاست، تعہد نماید کہ اگر ولایتِ جوار بانعام

---

[۱] وارث ص ۱۰۷، اور دوسرے حالات کے لیے دیکھو امپیریل گزیٹیر ج ۹ ص ۸۸ و ۸۷ ۔

یا در تنخواہ اضافہ او از پیشگاہِ اعلیٰ عنایت شود، پنجاہ ہزار روپیہ برسم پیشکش بخزانۂ عامرہ رسانیدہ وبجمعیتِ خویش بندوبستِ آں سرزمین بواقعی کردہ آں ولایت را داخلِ ممالکِ محروسہ خواہد ساخت، بنابراں ایں مرید امیدوار است، کہ ہرچہ دریں باب بخاطرِ ملکوت ناظر پرتوِ صواب اندازد، بارشادِ آں سرفرازی یابد" (۱/۸۱)

اورنگزیب کے اس خط کا کوئی جواب نہیں آیا، اس پر اس نے اسی مضمون کا ایک دوسرا خط (۲/۸۲) بادشاہ کو لکھا، اس پر بادشاہ نے اس کی درخواست منظور کرلی، شاہی مورخ کا بیان ہے:

"چوں از عرضداشتِ بادشاہ زادۂ محمد اورنگ زیب بہادر بمسامعِ جاہ و جلال رسیدہ کہ سری پت زمیندارِ جوار پا از جادۂ صواب بیروں گذاشتہ مرتکبِ اعمالِ نکوہیدہ می گردد، و در تقدیمِ خدماتِ بادشاہی تہاون می ورزد، ورائو کرن تعہد مینماید، کہ اگر جوار از پیشگاہِ خلافت در تیولِ او مرحمت شود، از قرارِ واقع بضبط و ربطِ آں بپردازد۔ . . . . . . جوار را مرحمت نمودند"[۱]

جب اورنگزیب کو شاہجہان کی یہ اجازت مل گئی، تو اس نے رائو کرن کو جوار پر حملہ کرنے کا حکم دیدیا، رائو کرن ۱۲ رذی الحجہ ۱۰۶۵ھ (۱۳ اکتوبر ۱۶۵۵ء) کو دولت آباد سے روانہ ہوا، اور مشکل گذار اور "عسیر العبور" راستوں کو طے کرتے ہوئے اوائل ربیع الاول ۱۰۶۶ھ (دسمبر ۱۶۵۶ء) میں جوار کے علاقہ میں داخل ہوا، سری پت میں مقابلہ کی تاب نہ تھی، لڑنا بیکار سمجھکر ۱۷ ربیع الاول ۱۰۶۶ھ (۳ جنوری ۱۰۵۶ء) کو وہ خود رائو کرن کے پاس آیا اور

"مبلغے بطریقِ پیشکش رسانیدہ وخراجِ محالِ متعلقۂ زمینداری خود پذیرفتہ پسرِ خود را برسمِ نوا نزد او گذاشت، و او نظم و نسقِ آنجا بخاطر وا پرداختہ معاودت نمود، و پسر او را ہمراہ آوردہ"

رائو کرن ۳ ربیع الثانی (۲۰ جنوری) کو اورنگزیب سے آکر مل گیا، اور اس طرح اس چھوٹی سی مہم کا بھی خاتمہ ہوا۔

[۱] وارث ایضاً ص ۴۷ ا،

باب

گولکنڈہ اور بیجاپور کی جنگ

اورنگزیب کی پہلی نظامت دکن کے سلسلہ مین ہم یہ دیکھ چکے ہین، کہ گولکنڈہ اور بیجاپور کیساتھ خود شاہجہان نے آگرہ سے دکن آکرکن شرائط پر صلح کی تھی، اور کس طرح ان دونون بڑی دکنی ریاستون کے حکمرانون کے حتمی وعدون پر اعتبار کرکے، اور ان کے ساتھ بہت کچھ مراعات کرنے کے بعد، اورنگزیب کو وہان کا صوبہ دار بناکر اوسنے آگرہ کی طرف معاودت کی تھی، لیکن گذشتہ دہ سالہ غیر مستقل حکومت نے صوبہ کی عام حالت کی طرح ان ریاستون کو بھی جادۂ استقامت سے ہٹادیا تھا، ان ریاستون نے ایک طرف تو کرناٹک کے ہندو راجہ کے علاقہ پر قبضہ کرنا شروع کردیا، اور دوسری طرف شاہی احکام کی تعمیل سے گریز کرنے لگے ان ریاستون کا یہی حال تھا، کہ ایک مرتبہ پھر اورنگزیب دکن کا ناظم مقرر کیا گیا، محاصرۂ قندھار کے واقعات نے اُسے بتادیا تھا، کہ اس کی حالت کس قدر نازک ہے، اور اسے کس طرح ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا چاہیئے، اسی لیے اسی وقت جبکہ وہ دکن کی طرف آرہا تھا، اس نے بادشاہ کو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ

"این مرید عقیدت سرشت بطریقے کہ ارشاد یابد با او (عادل خان) و قطب الملک سلوک کند" (۱/۴۲)

اس کے ساتھ ہی اورنگزیب کو اس بات کا بھی علم تھا، کہ ان دکنی حکمرانون نے گذشتہ صوبہ دارون کی کچھ پرواہ کئے بغیر اپنے تعلقات براہ راست غلط طور پر شاہی دربار سے قائم کر لیے ہین، اور دربار مین چونکہ دارا اور اس کی جماعت برسر عروج تھی، اسلیے اسکو اس بات کا بھی صحیح خطرہ تھا کہ وہ جماعت ہر وقت اس کے ہر حکم کی مخالفت کی کوشش کرے گی، اور اس طرح ان دکھنی ریاستون سے اس کے تعلقات نہ صرف کشیدہ رہین گے، بلکہ جیسا کہ آخر مین ہوا، اسے سخت ذلیل و بدنام ہو جانا پڑے گا، اس لیے جب وہ برہان پور پہنچا، اور اس نے اپنے سفیر گولکنڈہ و بیجاپور روانہ کئے، تو بادشاہ سے صاف صاف درخواست کر دی، کہ وہ بھی ان حکمرانون کو لکھدے کہ ان کا تعلق براہ راست دربار سے نہین بلکہ دکن کے صوبہ دار شہزادہ اورنگ زیب سے ہے، اس کے الفاظ یہ ہین :-

"این عقیدت اندیش نیز عنقریب جعفر را بہ بیجاپور و عبداللطیف را ...... حسب الحکم الارفع تعین نمودہ و بعضے مرصع آلات و پارچۂ گجرات مصحوب آنہا خواہد فرستاد، لیکن اگر آنہا باز گشت خود را بصوبہ دار دکن متعلق شناسند، شاید برائے مصلحت ملکی و تنفیذ احکام مطاعہ بادشاہی بہتر باشد" (۲/ب)

لیکن معلوم ہوتا ہے، کہ شاہجہان نے اس کی طرف توجہ نہ کی، بلکہ اس کو صرف اس قسم کی ہدایتین لکھ کر بھیجدی گئین، جن کے مطابق اس کو عمل پیرا ہونا چاہیئے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دکنی حکمران، بادشاہ کو جو لکھتے تھے، یا اس کا جو جواب دربار سے آتا تھا، اس کی اورنگزیب کو کوئی اطلاع نہین ہوتی تھی، اس پر اس نے بادشاہ کو ایک مرتبہ پھر لکھا کہ

"در باب سلوک با دنیا داران دکن نوعیکہ حکم شدہ بعمل خواہد آمد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ؟ (۶/۵۴)

از آنجا کہ حکم گیتی مطاع زینت صدور یافتہ کہ آں مرید از رعایت قطب الملک دست باز نہ داشتہ اورا از خود راضی دارد" اگرایں مرید بر احکام مطاعہ کہ در ہر باب از پیشگاہ خلافت بادصادر میگردد، آگہی یافتہ باز خواست جواب بیہودہ باشد، اورا از خود راضی تواند داشت" (۶/۵۴)

ان تمام احتیاطوں کے باوجود بھی بیجاپور و گولکنڈہ کے وکیل علی حالہ دارا و جہان آرا کی حمایت کے زور پر براہ راست بہت کچھ کام انجام دیتے رہے، اور اگرچہ اورنگزیب نے ایک بڑی حد تک اپنے حق کو قائم کر لیا تھا، لیکن پھر بھی یہ کشمکش جاری رہی اور اس کا نتیجہ اورنگزیب کے لیے بہت مایوس کن ثابت ہوا،

گولکنڈہ بیجاپور کے مقابلہ مین اورنگزیب کو گولکنڈہ سے اختلاف کے زیادہ اسباب پیدا ہو گئے، اور ان کا آخری نتیجہ وہ حملہ تھا جو اورنگزیب نے شاہجہان کے حکم سے گولکنڈہ پر کیا، ان مختلف اسباب مین اہم ترین یہ ہین:۔

خراج کی عدم ادائگی جیسا کہ ہم دوسرے باب مین دیکھ چکے ہین، شاہجہان نے گولکنڈہ سے جن شرائط پر صلح کی تھی، ان مین سب صحابہ کبار رض کے اتفاع، ایران کے بادشاہ کے نام کی جگہ خطبہ مین شاہجہان کا نام پڑھے جانے کے علاوہ ۲ لاکھ ہون، سالانہ خراج دینے کی بھی دفعہ تھی، لیکن قطب الملک نے اس کے باوجود کہ اس کا علاقہ بہت زیادہ آباد تھا، اسکا دارالسلطنت جواہرات کی منڈی تھی، اسکی ریاست بیش قیمت پتھروں کی کانوں سے بھری ہوئی تھی، اور اس نے کرناٹک کے جواہر ریز علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا، اس خراج کی ادائگی مین ہمیشہ تساہل برتا، اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا، کہ ایک بڑی رقم قطب الملک کے ذمہ واجب الادا رہگئی، اورنگزیب نے قطب الملک کے علاقہ کی آبادی کے متعلق جو خط شاہجہان کو لکھا ہے، اس کے ضروری الفاظ یہ ہین:۔

"ایں مرید از خوبیہاے ایں سرزمین و وفور آب و آبادانی و کیفیت ہواے نشاط افزا و کثرت مزروعات . . . . چہ عرض کند . . . . در ہر منزلے چندیں تالاب کلاں و چشمہاے خوش گوار و آبہاے رواں و مواضع و قریات معمورہ کہ بسیاے از مزرعہاے آباد . . . . . یکے قطعہ زمین بے مزروع نیست" (۱۸/۱۰۴)

اورنگزیب نے برہان پور پہنچنے کے ساتھ ہی قطب الملک کو اپنے ناظم مقرر ہونے کی اطلاع اپنے سفیر میر عبد اللطیف کے ذریعہ بھیجی اور اسی خط کے ساتھ،

"از روے مزید تلطف طرۂ مرصع با چند تقوز اقمشہ . . . . . . بآں قطب سماے امارت مرسل گشت" (آداب نمبر ۱۲۳)

اورنگ زیب نے تقریباً سال بھر تک انتظار کیا لیکن جب خراج کی بقایا رقم کی ادائگی میں تاخیر شروع ہوئی، تو اس نے پھر قطب الملک کو لکھا کہ

"دریں ولا از عرائض . . . میر عبد اللطیف بمسامع . . . . رسید کہ ظاہراً وکلاے آں مرکز دائرۂ نیک اختری تا حال بقایاے پیشکش خاصہ شریفہ . . . . . صورت نداده در سرانجام آں مساہلہ کنند، و وفاے وعدہ را پاس نداشتہ بدفع الوقت روز می گذرانند، وقوع ایں معنی نہایت مستبعد نمود، چہ از آں قطب سماے شوکت و ابہت عجیب است کہ . . . . . بایں معنی راضی شدہ . . . . مقتضاے صدق اخلاص و عبودیت چناں بود کہ وجہ پیشکش درگاہ جہاں پناہ از میعاد بجز اینکہ نامرو رسیدہ احتیاج باظہار طلب نمی شد . . . . . بیقین کہ از راہ دوربینی . . . . . بمآل کار منعطف شدہ . . . . نوعے قرار خواہند داد کہ تتمہ پیشکش و سابق بزودی روبراہ گشتہ . . . . بحضور پر نور برسد و وصول وجہ پیشکش حال از میعاد درنگذشتہ اہماسے درآں

نر ودہ" (ایضاً نمبر ۱۲۵)

اسی کے ساتھ شاہجہان کے حکم کے مطابق اس کو اس بات کی بھی اطلاع دیدی کہ

"من بعد از جملہ ہشت لک روپیہ . . . . . . عوضِ نصف زر، فیل نر و مادہ ارسال

دارند" (آداب ایضاً)

اگرچہ اس حکم کی وجہ سے دکن کے خزانہ کو ۴ لاکھ کا نقصان ہوتا تھا، لیکن شاہی حکم سمجھ کر اس نے اس کی تعمیل کر دی، لیکن پھر بھی شاہجہان کو اس کی اطلاع دیتا ہوا لکھتا ہے کہ

"اگرچہ حقیقتِ دخل و خرچ خزانۂ عامرۂ اینجا قبل ازیں بمسامعِ جاہ وجلال رسیدہ لیکن برائے اطاعتِ یرلیغِ واجب الاتباع بمومی الیہ نوشت کہ چہار لک روپیہ نقد و چہار لک روپیہ را فیل نر و مادہ می فرستادہ باشد" ([illegible])

لیکن ان تہدیدی خطوط کا قطب الملک پر کوئی اثر نہین ہوتا تھا، اس سلسلہ مین اورنگ زیب نے اوس کو جو متعدد خطوط لکھے ہین، وہ یہ بتانے کے لیے کافی ہین، کہ یہ جھگڑا کتنا طول کھینچتا جاتا تھا، اور وہ کس طرح دفع الوقتی پر اتر آیا تھا،

کرناٹک پر قبضہ

مغل حکومت سے دوسری اختلاف کی وجہ یہ تھی، کہ قطب الملک نے اپنے وعدہ کے خلاف بیجاپور کی تقلید مین کرناٹک کے علاقہ کو ہضم کرنا شروع کر دیا تھا، تاآنکہ وہان کا راجہ ان دونون ریاستون کے ظلم و استبداد سے تنگ آکر اتنا مجبور ہوگیا تھا، کہ اس نے اورنگ زیب کے پاس اپنے معتمد سری نواس کو بھیجکر، یہ درخواست پیش کی تھی کہ اگر

"قبلۂ حاجاتِ جہانیان او را دستگیری نمودہ و از خاکِ مذلت بر گرفتہ و لایتِ متعلقہ او را داخلِ ممالکِ محروسہ فرمایند، و حکمِ اقدسِ اعلیٰحضرت بہ نیا داران دکن شرفِ صدور یابد کہ عہد وپیمانِ پدرانِ خود را پاس داشتہ، از حدود قدیم تجاوز نورزند، و دیگر

دست از ملک موروثی او باز دارند" (۱/۴۸)

تو وہ :-

"بشکرانۂ ایں بندہ نوازی و ذرہ پروری (۱) پنجاہ لک ہون (۲) و دو لیست زنجیر فیل (۳) و جواہر گراں بہا کہ افادہ نمودہ پیشکش درگاہ معلّٰی ساختہ (۴) ہر سال اضعاف انچہ اینہا پیشکش مینمایند (۵) با تحف و نوادرے کہ اندوختہ سالہا است، ارسال خواہد داشت (۶) و اگر بہ سبب عارِ کفر پرتو اعانت از حالِ او دریغ شود، بعد از آنکہ فرمانِ عالیشان متضمن بذلِ ملتمسِ او بصدور پیوندد، او از ہدایتِ مرشدِ جہانیاں با توابع و لواحقِ خود بزمرۂ اہلِ اسلام در آمدہ از دولتِ بندگیِ درگاہِ اعلیٰ حضرت ظل اللہ کامیابِ دین و دنیا خواہد شد[۱۴۱]"

کرناٹک کے راجہ سری رنگ رائل کا خط جب اورنگزیب کو ملا، تو اُس نے شاہجہان سے اس کی امداد کی پرزور سفارش کی، اور بتایا کہ اس کی حمایت کرنے مین کسی ریاست سے کسی معاہدہ کے متعلق بھی کسی خلاف ورزی کا خطرہ نہین ہے، اس کے الفاظ یہ ہین :-

"چوں رائل مذکور از کمالِ امیدواری روے نیاز بدرگاہِ خلائق پناہ آوردہ تعہدِ دولت خواہی و بندگی مینماید و قبولِ اسلام را وسیلۂ نجاتِ خویش ساختہ . . . . . .
و مع ہذا نقض عہدے کہ با دنی بندۂ ایں درگاہ نسبت نتواں کرد، نیز بمیاں نمی آید، اگر صورتِ ملتمسِ او درجۂ پذیرائی یافتہ پرتوِ عنایتِ والاجاہِ او مبذول شود، ہر آئینہ ایں معنی متضمنِ منافعِ دینی و دنیاوی خواہد بود، دیگر ہر چہ بخاطرِ ملکوت ناظر . . .
. . . . برسد عین صواب است و بر مریداں اطاعتِ آں واجب" (۱/۴۸)

شاہجہان نے اس کے جواب مین لکھا کہ راجہ کا ایک آدمی عرصہ ہوا میرے پاس بھی آیا تھا، اور میرے سامنے بھی اس نے درخواست پیش کی تھی، اس لیے یہ معلوم کرنے کے لیے

کہ اس کے بیان مین کہانتک صداقت ہے، اورنگزیب کو چاہیئے کہ

"معتمدے فہیمے . . . . . . را بانشانِ خود در جوابِ عرضداشتِ او تعین نمائد

پس ازانکہ فرستادۂ آں مرید از کرناٹک عرضداشت خواہد نمود، کہ آں شخص کس سری رنگ است و ہرچہ باز نمودہ بموجب تعہدِ اوست، مناشیرے کہ بنامِ دنیا دارانِ دکن شرف ترقیم پذیرفتہ کرامت ارسال خواہد یافت" (ـ)

اس حکم کے ملنے کے بعد اورنگ زیب نے محمد مومن کو راجہ کی طرف روانہ کیا، لیکن اس کے ساتھ ہی چونکہ اس بات کا علم تھا، کہ جب دکھنی حکمرانون کو اس بات کا علم ہو جائے گا، کہ راجہ مغل حکومت کی حمایت حاصل کر رہا ہے، تو وہ جلد از جلد اسکی ساری ریاست پر قبضہ کرنے کی کوشش کرین گے، اور چونکہ جو شخص تحقیقات کے لیے گیا ہے، اس کے خط آنے، اس کے بادشاہ کے پاس بھیجے جانے اور پھر وہان سے فرمان صادر ہونے مین نہ معلوم کتنی دیر ہو گی، اس لیے اورنگزیب نے شاہجہان کو ایک مرتبہ پھر لکھا کہ

"اما از آنجا کہ دنیا دارانِ دکن از استماعِ اینکہ زمیندارِ کرناٹک بوسیلۂ انسلاک در زمرۂ اہلِ اسلام بدرگاہِ سلاطین پناہ ملتجی گشتہ، سرانِ سپاہِ خود را . . . . . . تاکید کردہ اند کہ بعد ہرچہ تمامتر در انتزاعِ اندک جائے کہ بتصرفِ او ماندہ کوشیدہ پیش از ورودِ حکمِ گیتی مطاع کارِ او را یکرو سازند، و تا وقتیکہ کسے ایں مرید برود حقیقت را عرضداشت کند و ایں معنی بمسامعِ جاہ و جلال رسیدہ حکم بارسالِ فرامینِ مسطورہ صادر شود شاید کہ اندیشۂ دنیا داران بوقوع آمدہ تدارکِ آں بحیزِ تعویق افتد، اگر برائے مملکت آرائے خورشید ضیا اقتضا فرماید، کہ تا رسیدنِ فرستادۂ ایں مرید بداں جا دستِ نہب و غارتِ آنہا از مملکتِ او کوتاہ گردد، بصلاحِ کار نزدیک خواہد بود، دیگر ہرچہ بخاطرِ

مقدس بر سد علیٰ صواب است" (۲/۸۵)

لیکن اسی اثنا میں گولکنڈہ اور بیجاپور کے حکمرانوں نے شاہجہان کو اوپر ہی اوپر اس بات پر راضی کر لیا تھا، کہ وہ ان کو کرناٹک پر قبضہ کر لینے دے اور وہ اس کے صلہ میں شاہجہان کو بڑی بڑی نذریں پیش کریں گے، اور اب اسی شاہجہان نے جس نے اورنگ زیب کو اس بات کا حکم دیا تھا، کہ ایک شخص تحقیق حال کے لیے کرناٹک جائے، آنکھیں بدلکر اورنگزیب پر یہ الزام رکھا، کہ تم نے اپنا آدمی کرناٹک کیوں بھیجا، اور اپنی اس صریحی غلط بیانی کو چھپانے کے لیے اس نے اورنگزیب کو بھی شریک جرم کرنے کی سازش کرتے ہوئے لکھا کہ وہ اس طرح گولکنڈہ اور بیجاپور دونوں سے خوب خوب نذریں اپنے اور بادشاہ دونوں کے لیے وصول کرے، شاہجہان کے الفاظ یہ ہیں :-

"کس پیش راجہ کرناٹک فرستادن مناسب نبود، بایستے ہر دو دنیاداران دکن را ترسانیدہ پیشکش خوبی ہم بجہت سرکار گردوں مدار و ہم برائے خود از آنہا میگرفت"[1] (۳/۸۶)

اورنگزیب نے اس کا جو جواب ہونا چاہیے تھا وہی دیا، کہ

آز آنجا کہ راجہ مذکور بوسیلۂ قبول عز اسلام التجا بدرگاہ سلاطین پناہ آوردہ و تعہد پیشکش گراں نمودہ، ایں معنی را مکرر بمبالغہ معروض داشتہ بود، و ایں دو دنیاداران دکن نیز کہ اکثر ولایت کرناٹک را با خزائن و دفائن متصرف گشتہ اند، از جملہ آں غنائم موفورہ پیشکشے شایستہ بپارگاہ معلی ارسال نداشتہ، اصلا از فکر ایں مقدمہ غافل بودند، لہذا ایں عقیدت آئیں حقیقت را بحضور پر نور عرضداشت کردہ، ثانی الحال چوں حکم اقدس زینت نفاذ گرفت، کہ یکے از ملازمان سرکار را بجہت تحقیق وا نمودہ زمینداد

[1] اس ایک اقتباس سے سرکار نے معلوم ہوگا کہ عام نظام حکومت کے متعلق جو رائے ظاہر کی ہے وہ کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔

کرناٹک تعین گردد" ایں مرید بیقین میداند کہ دنیاداران دکن خصوصاً عادل خان کہ تا
خبر رجوع زمیندار مذکور بآستانِ خلافت و فرستادنِ وکیل نزد ایں مرید شنیده از اندیشه
آں کہ مبادا دریں وقت کار او را رونقے پدید آید، بیشتر از بیشتر در برہم زدن و بر انداختن
او سعی نموده، قلعه ویلور را کہ عمده ترین قلاعِ ولایتِ کرناٹک است، درہمیں چند روز از تصرف
او برآورده، اہتمام تمام دارد کہ فیلانِ نامی را کہ او برائے پیشکشِ درگاهِ والا نگاه داشته
از و بگیرد، و او را استیصال مطلق سازد، باعتمادِ عنایات و تفضلاتِ اعلیٰ حضرت کہ افزوں از
حوصلهٔ طاقت، شاملِ حالِ آنہا است، ازیں گفتگو ہا جائے نخواہد گرفت، و بدون آنکہ فرامین
مطاعه بنامِ آنہا صادر شود، چنانچه ایں فدوی قبل ازیں دریں باب التماس نموده بود، کہ یکے از بندہا
بصوبِ کرناٹک دستوری یابد تا بدانند کہ از پیشگاهِ خلافت پرتوِ التفات بر امداد و اعانتِ زمیندار
آنجا افتاده، از خوابِ پندار بیدار گشته تن بسر انجامِ پیشکش نخواہند داد، حسب الحکم الارفع محمد
مومن ملازمِ سرکار اعلیٰ را بداں جانب رخصت داده باو گفته بود کہ در قطعِ منازل تانی بکار
برد، تا شاید ایں معنی موجبِ انتباهِ آنہا گردد، و توفیقِ فرستادنِ پیشکشِ شایسته بدرگاهِ
آسماں جاه بیابند، و صدقِ تعہداتِ مرزبانِ کرناٹک نیز ظہور پذیر شود،

در ضمنِ تمہیدِ ایں مقدمات بجز پاسِ حمیتِ اسلام و صلاحِ دولتِ ابد انجام امرے
منظورِ نظر نبود اکنوں ہر چه رائے ممالک پیرا اقتضا فرموده امتثالِ آں را بر سائر مصالح مقدم
داشته، مومی الیه را کہ ہنوز از حدودِ متعلقهٔ قطب الملک نه گذشته، انتظار وصولِ امر مجدد
داشته از رفتن نزد زمیندار مسطور منع نمود" (۳۴/۸۴)

اب اورنگ زیب مجبور تھا، کہ وہ اس حکم کی تعمیل کرے، اور شاہجہان کو بھی اورنگزیب
کی اس تحریر کو پاکر بجز اس کے کہ اورنگزیب کے سامنے بھی اپنے مجرمانہ لوٹ کا ایک حقیر ٹکڑا

پیش کرے، کچھ بن نہ آیا چنانچہ یہ اطلاع دیتے ہوئے کہ

"فیل نادر بے عیبے کہ عادل خاں بے طلب بدرگاہِ سلاطین پناہ فرستادہ بود

از نظرِ انور گذشتہ بسبب مجرئی او شد"

اورنگزیب کو راضی کرنے کے لیے یہ لکھا کہ

"عادل خاں ازاں مرید ملاحظہ نمودہ راضی است کہ پیشکشِ خوبی برائے آں مرشد

بفرستد مشروط بآنکہ راہِ امدادِ زمیندارِ کرناٹک مسدود شود" (۱۳/۶۹)

اورنگ زیب اس ثبوت کے معنی خوب سمجھتا تھا، لیکن وہ مجبور تھا، پھر بھی انتہائی ضبط کے بعد اس کے قلم سے یہ الفاظ نکل گئے،

"زہے سعادتِ او کہ توفیقِ ارسالِ چیزے کہ پسندِ طبعِ دشوار پسند آمدہ، موجبِ

مجرئی او شدہ، یافتہ۔ . . . اگر . . . . بمقتضائے نیک اختری و سعادتمندی

از جملہ فیلانِ نامی کہ از کرناٹک بدست آوردہ یک فیلِ خوب پیشکش نمودہ باشد

گنجایش دارد" (ایضاً)۔

اور اس کے ساتھ اس نے لکھا کہ اس نے بادشاہ کے حکم کے مطابق بیجاپور کے سرکاری حاجب کو لکھدیا ہے، کہ وہ عادل شاہ کو اس بات سے آگاہ کردے، کہ

"چوں طریقِ اعانتِ مرزبانِ کرناٹک کہ باوجود قبولِ اسلام تعہد پیشکشے گراں

نمودہ، بموجبِ حکم ارفع مفتوح گشتہ، دریں صورت اگر بدالت مرتبت پیشکشے لائق

از جواہر نفیسہ و فیلانِ نامی . . . . . . بوساطتِ ایں فدوی ببارگاہِ خلافت

ارسال دارد، و در بابِ بذلِ ایں مامول بدرگاہِ جہاں پناہ عرضداشت کند۔ . .

. . . . . محتمل کہ ملتمسِ او درجۂ پذیرائی یابد" (ایضاً)

یہان پر یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے، کہ پہلے تو اورنگزیب نے ان دونون حکمرانون کو لکھا کہ وہ کرناٹک کے راجہ کے علاقہ پر دست درازی سے باز آئین، پھر شاہجہان کے یک بیک بدل جانے سے اسے اپنے اگلے خطوط کے بالکل خلاف لکھنے پر مجبور ہونا پڑا، اور اس طرح نہ صرف یہ کہ اورنگ زیب ذلیل اور بے اعتبار ٹھہرا، بلکہ دکن کے حکمرانوں نے بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا، کہ اورنگ زیب کا وجود ایک بے حقیقت سی چیز ہے اور شاہجہان سے کام لینے والی قوت، وہ ہے جو دربار مین شہزادہ بلند اقبال کے نام سے موسوم اور تختِ طاؤس کے پاس ایک سونے کی چھوٹی سی سیتل پاٹی پر جلوہ افروز ہوئی ہے، اسلئے اگر اس کو راضی کر لیا جاے تو پھر ان کا کوئی کچھ نہین بگاڑ سکتا، ہمارا یہ بیان سراسر حقیقت پر مبنی ہے، اور آگے چل کر ہم اس کے متعدد ثبوت پیش کرین گے، ہم اورنگزیب کے وہ دو خط جو اس نے قطب الملک کو لکھے تھے نقل کر دیتے ہین، تاکہ اس سے ہم کو اورنگزیب کی مظلومی و بے بسی کے ساتھ کمالِ بلاغت وتدبر کا بھی اندازہ ہو جاے، کہ وہ کس خوبصورتی سے ایک بگڑی ہوئی بات کو بناتا ہے، اور کس طرح باپ کے اس علانیہ غیر منصفانہ فعل کی تمام ذمہ داری اپنے اوپر لیتا ہے،

پہلے خط کا ضروری حصہ یہ ہے:-

"چون سری رنگ رائل کرناٹک بوسیلۂ انسلاک در زمرۂ سعادت فرجام اسلام التجا بدرگاہِ سلاطین پناہ . . . . . آوردہ . . . . . . حکم جہان مطاع . . . . پیرایۂ نفاذ یافتہ کہ یکے از بندہاے بادشاہی . . . . . . برائے تحقیقِ حال بدان صوب رخصت شود . . . . بنابران . . . . . . محمد مومن از حضور پر نور بولایت کرناٹک دستوری یافتہ . . . . . . مقتضاے خیر اندیشی و دولتخواہی آن است، کہ آں مرکزِ دائرۂ نیک اختری . . . .

. . . ملازمانِ سرکاررا . . . . . باہمراہان ازحدودِ متعلقۂ مملکتِ خویش بسلامت گذرانیدہ، فوجداران خود راکہ دراں سرحد متعین اند، قدغنِ بلیغ نمایند، کہ مشارالیہ را از حسنِ سلوک راضی داشتہ درحینِ ایاب وذہاب شرائطِ امداد و اعانت حسابی بتقدیم رسانند" (آداب نمبر ۲۲۵)

اب دوسرا خط دیکھو:-

"براں خلاصۂ مخلصانِ بے ریا پوشیدہ نماند کہ چوں آں سلالۂ اکارم عظام برسخے از ولایت وقلاعِ کرناٹک را بتصرفِ خویش درآوردہ ودراں باب مانندِ عدالت پناہ ازپیشگاہِ خلافت اجازتے حاصل نکردہ، بنابراں ازروے فرطِ عاطفت ورافت بخاطر عاطرچناں پرتوِ صواب انداختہ کہ اگر رفتنِ محمد مومن مذکور بکرناٹک . . . . موقوف گردد ونظر بمآل کارِ ایشاں انسب واولی است، رائے آں قطب فلک ایالت نیز اگر بریں قرار گیرد می تواں از درگاہِ معلّیٰ التماس صدورِ حکم مراجعتِ او نمود، در صورت اگر باز اسے ایں مقدمہ عمدہ پیشکشے نمایاں بوسیلۂ ما ببارگاہِ والا ارسال دارند بحصولِ مقصد اقرب وباعثِ ازدیادِ توجہاتِ بادشاہی نسبت بایشاں خواہد بود" (آداب نمبر ۲۲۶)

ان دونون متضاد خطوط کا نتیجہ یہ ہوا، کہ دکن کے دونون حکمران سمجھ گئے، کہ اورنگزیب کا حقیقی پوزیشن کیا ہے، اوراس کا یہ بین اثر ہے، کہ عادل شاہ نے تو ایک ہاتھی بھی بھیجا، لیکن قطب الملک نے اتنا بھی نہ کیا، اوراس معاملہ مین یہ وعدہ خلافی جنگ کا ایک سبب بنی

قطب الملک کی عہدشکنی اورنگ زیب کی اصلی حالت، اوراس کی بے بسی کو دیکھکر قطب الملک نے عہدشکنی شروع کردی، شاہجہان سے جو معاہدہ ہوا تھا اس مین ابتدائی دو شرطین یہ تھین

کہ قطب الملک سب صحابِ کبار رضی کو اپنے یہان بند کر دیگا، اور خطبہ مین ایران کے بادشاہ کی جگہ شاہجہان کا نام پڑھا جائے گا، مگر اب اس نے اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ان دونون چیزون کو از سر نو پھر جاری کر دیا تھا، اور ایک مرتبہ پھر ایرانی حکومت سے سلسلۂ مراسلت قائم ہو گیا تھا، اس کے ساتھ ہی اس نے رعایا پر بھی ظلم و ستم کا دروازہ کھول دیا تھا، اورنگ زیب کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے شاہجہان کو اس کی اطلاع دی، اس کے الفاظ یہ ہین،

"از آنجا کہ قطب الملک . . . . . . درین چندگاہ اوضاعے کہ نالائق مرزبانی و ملک داری است، پیش گرفتہ جور و عدوان را از حد گذرانیدہ دستِ تعدی و تطاول بعرض و مالِ مردم دراز ساختہ . . . . "

وازوفورِ جہل و نادانی ترکِ سنت و اظہارِ بدعت راشعارِ خود ساختہ رفض و سبِ اصحابِ کبار را . . . . در قلمرو خویش بمرتبۂ شائع گردانیدہ . . . . . . "

و معہذا آں بدکیش نکوہیدہ اطوار باوجود آنکہ اباً عن جدٍ پروردۂ نعمتِ ایں خاندانِ عظیم الشان و سراپا غرقِ مراحم و الطافِ قبلۂ جہانیان است، خود را بر فتراک والیٔ ایران بستہ ہمہ وقت پیشکش ہائے گران، باو میفرستد، و ہر سال چندین جہاز و کشتی پر از اسبابِ جدال و قتال بآں حدود ارسال داشتہ خواہانِ دولت سریع الزوال آں خسران مآل است" (ص ۱۴۹)

ایران کی سازش | یہان پر یہ بتا دینا شاید بے محل نہ ہوگا، کہ دکن کی ان دو ریاستون کا ہمیشہ سے ایران سے تعلق رہا ہے، اور مذہبی یگانگت کی وجہ سے ایران بھی ہمیشہ نہایت دلچسپی سے ان دونون کے حالات کا مطالعہ کرتا رہا ہے، اس کی وجہ ہماری رائے مین یہ تھی، کہ اس وقت سنی ترکون اور شیعہ ایرانیون مین جنگ کا طویل سلسلہ جاری تھا، مغل سلاطین خلیفۂ روم کے

عقیدتمند تھے، اور ایران کو ہمیشہ یہ خطرہ لگا رہتا تھا، کہ اگر مغلوں نے خلیفہ کے حکم وحمایت کی بنا پر ہندوستان کی طرف سے حملہ کر دیا، تو ایران چکی کے دو پاٹوں میں پس جائے گا، اس لیے ایران نہ صرف یہ کوشش کرتا رہتا تھا، کہ یہ دنیا داران دکن مغلوں سے ہمیشہ برسرِ پیکار رہکر ان کو اس طرف متوجہ ہونے کی فرصت ہی نہ دیں، بلکہ اس کی طرف سے یہ کوشش بھی جاری رہتی تھی، کہ کسی صورت سے ہندوستان کی مغل حکومت کو تباہ کر کے بنگال سے بغداد تک ایک وسیع شیعہ حکومت قائم کر لی جائے، اور اس کے لیے جب کبھی اور جیسا موقع ملا، والیٔ ایران نے ویسی ترکیب اختیار کی، منشآت طاہر وحید اس کے ثبوت سے بھری پڑی ہے، گولکنڈہ و بیجاپور کی جنگوں کے بعد ہی جب ملک میں برادرانہ جنگ کی وجہ سے عام اختلال وانتشار پیدا ہو جاتا ہے، تو وہ ایک طرف تو بیجاپور اور گولکنڈہ دونوں کو لکھتا ہے، کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے آباواجداد کی کھوئی ہوئی عظمت ومملکت حاصل کر لیں، چنانچہ قطب الملک کے نام کے ایک خط کے الفاظ یہ ہیں:-

"دریں ایام کہ اقوام سریرِ سلطنت وفرمانفرمائی ہندوستان متزلزل ولباس دارائی آں دیار متغیر و متبدل است شاہنشاہ غیرت اندیش ناموسِ حمیت سلطنت کیش آں است کہ بہ نیروے اعتقاد راسخ درست دست در حبل المتین الطافِ عاجلِ آسمان وزمین . . . . واعجازِ ولاے عقدہ کشاے حضرات سدرۂ مرتبات ائمہ معصومین زدہ بتیغِ مکافات دمار از روزگارِ آں گروہِ غدار کہ شیعان آل اطہار را نصب العینِ خاطرِ عداوت ذخائر ساختہ اند، برآورند . . . . . . وضمیرِ مودت تخمیر را بہمہ ابواب ایں معنی مطمئن وآسودہ دارند، کہ بعونِ عنایتِ الٰہی از منتسبانِ دولتِ ابد پیوند فیروزی شعار در تدبیر و تنگ نساری اعادیٔ خدلعیت شعار آنچہ لازمۂ امداد واعانت باشد

بعمل آمده، تهاون وتساہل واقع نخواہد شد[1]"

اور عادل خان کے نام کے خط کا ضروری حصہ یہ ہے :-

"دریں وقت کہ اورنگ سلطنت دارائی ہندوستان مانندِ کشتی طوفان رسیده وبجائے ملکداریش از اقطارِ امطار تعاقب گل نمدیده است، فرصت راکہ گوہرے گراں بہا . . . . است مغتنم شمرده، چنانچہ آبائے کرام آں والا مقام در تحصیل کام وجنس عزیز شہرت تام، با فرمان روایانِ دکن . . . . . . رفیق جنگ بودند . . . . . . ہمت را از دین واجب الادائے تلافی وتدارک سبکسار سازند[2]"

اور دوسری طرف ایران نے یہ کوشش شروع کی، کہ ان بھائیوں کو آپس میں لڑا کر مغل سلطنت کو کمزور و تباہ کر دے، اور اسی خیال سے شاہ ایران نے ایک طرف تو دارا کو خط لکھا، کہ دارا کے بھائیوں نے اُسے بالکل غلط طور سے حکومت کے جائز حق سے محروم کر دیا ہے، اس لیے وہ ہمایون کی طرح ایران چلا آئے اور یہاں سے ایرانی فوج لیکر ہندوستان کو دوبارہ فتح کرے، اور دوسری طرف مراد کو یہ یقین دلایا، کہ تم حکومت حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف رہو، مین نے اپنی سرحدی قندھاری فوج کو تمھاری مدد کے لیے ہدایت کر دی ہے، اور تیسری طرف اورنگزیب کو وہ بادشاہ تسلیم کرکے اور دوسرون کو باغی بتا کے ان کی سرکوبی کا مشورہ دیتا ہے، یہ خطوط متعدد بار کتابی صورت مین شایع ہو چکے ہین، اور ہر اس شخص نے جس نے فارسی کی قدیم درسی کتابین پڑھی ہونگی ان کا مطالعہ کیا ہوگا، لیکن ایسے بہت کم لوگ ہونگے، جنھون نے ان خطوط کو تاریخ کی روشنی مین دیکھا ہوگا، اس لیے ہم نے طوالت کے خوف سے ان کو نظر انداز کر دیا ہے، البتہ رقعات کے دوسرے حصے مین یہ تمام خط وکتابت موجود ہوگی[3]،

[1] منشآت طاہر وحید ص ۱۳ [2] ایضاً [3] حاشیہ صفحہ ۲۷۶ پر دیکھو،

ہمارا خیال ہے، کہ اس توضیح کے بعد یہ بات صاف سمجھ مین آگئی ہوگی، کہ اورنگ زیب کو "شیعہ کش" کیون کہا جاتا ہے، اور یہ آواز کس ساز سے پیدا ہوئی ہے، اس کے ہمعصر و مابعد کے شیعہ مورخین نے واقعات کو ایک خاص رنگ آمیزی کے ساتھ کیون پیش کیا ہے، اور اورنگزیب کو کس طرح مجبور ہوکر ان دونون حکومتون کی اندرونی و بیرونی، داخلی و خارجی سازشون سے تنگ آکر ان کے مہلک اثرات سے ہندوستان کو بچانے کے لیے ان کا استیصال کرنا پڑا ہے،

میر جملہ | قطب الملک اور مغل حکومت مین یہ اختلافات موجود ہی تھے، کہ ایک غیر متوقع چیز نے مغلون کو اعلان جنگ پر مجبور کر دیا، اور وہ محمد سعید میر جملہ وزیر گولکنڈہ کے لڑکے محمد امین اور اس کے دوسرے لواحقین کی گرفتاری تھی،

میر محمد سعید میر جملہ اردستان (اصفہان، ایران) کا تاجر ابن تاجر تھا، وہ ۱۰۴۰ھ ۱۶۳۰ء مین دوسرے ایرانی تاجرون کی طرح گولکنڈہ کی شیعی حکومت مین آیا، جواہرات سے اس کو خاص لگاؤ تھا، اسی وسیلہ سے دربار تک رسائی حاصل کی، اور رفتہ رفتہ اپنا ایسا رنگ جمایا کہ عبداللہ قطب شاہ نے اسے اپنا وزیر اعظم بنا دیا، اس کے بعد جب قطب الملک نے کرناٹک کا علاقہ فتح کرنا چاہا، تو اسی کو وہان کا سردار و سپہ سالار بھی بنا دیا، اور یہ ایرانی تاجر کرناٹک کے جواہر ریز علاقہ مین پہنچکر زرد زمین کے کامیاب حصول مین لگ گیا، اس کے ساتھ ہی اس کے اخلاق نے اس کی ماتحت فوج کو بھی اس کا گرویدہ بنا دیا، اس کی تجارتی دولت، اس کی حاصل کردہ کانون کی وسیع مالیت اور اس کی ہر دلعزیزی نے اسے گولکنڈہ کے سیاہ و سفید کا بھی مالک بنا دیا، اور اس کا

سلہ (حاشیہ صفحہ ۲۷۷) یہان پر یہ معلوم کرنا دلچسپ ہوگا، کہ جب والی ایران کی تمام تحریبی کوششین بیکار ثابت ہوئین تو اس نے جلکر اورنگزیب کو ایک خط مین لکھا کہ "پدر گیری را نام نہادہ" یہ طنزیہ فقرہ ایران کے حکمران کے اندرونی جذبات کا آئینہ ہے،

لازمی نتیجہ یہ ہوا، کہ حاسدوں نے قطب الملک کے کان بھرنا شروع کردیے، اور وہ یہ سمجھنے لگا کہ اس کا وزیر اتنا باثر ہوگیا ہے، کہ اس کے مقابلہ میں قطب الملک کی بھی خود کوئی اہمیت نہیں رہی ہے، اس خیال کے آنے کے ساتھ ہی قطب الملک نے میر جملہ کو دبانے، اوسکی قوت کو کمزور اور اگر ممکن ہو تو اسے گرفتار کرنے کی کوشش شروع کردی، اب میر جملہ کے پاس، اسکے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا، کہ یا وہ کامل اطاعت قبول کرکے اپنے کو تباہ کردے، یا پھر علانیہ علم بغاوت بلند کرکے قطب الملک سے لڑائی مول لے، لیکن یہ دونوں صورتیں، اس کے لیے مہلک تھیں، پہلی میں تو وہ گویا عمداً اپنے کو موت کے منہ میں ڈالتا، اور دوسری میں وہ خوب جانتا تھا، کہ قطب الملک کے مقابلہ میں اس کے پاس ذرائع نہیں ہیں، اس لیے اس کے دوربیں مدبر دماغ نے ایک تیسری صورت پیدا کی، اور وہ یہ کہ اگر وہ شاہ ایران، بیجاپور، اور مغل حکومت میں سے کسی ایک کی حمایت حاصل کرلے، تو شاید قطب الملک اس کو کوشش کے باوجود بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا، چنانچہ اس نے شاہِ ایران، والئ بیجاپور، اور مغل سفیر متعینہ گولکنڈہ کو اس کے متعلق خطوط لکھے، شاہ ایران نے اس کی درخواست منظور کرلی، عادل شاہ نے بھی اس کی پیروی کی، لیکن اورنگ زیب خود سر تھا، دوسرے اس کو دربار کا حال معلوم تھا، اس لیے اس نے اس درخواست کی شاہجہان کو ان الفاظ میں اطلاع دی کہ

"اگرچہ قبل ازیں متواتر از نوشتۂ ہرکارہائے گلکنڈہ وعرائض حاجب آنجا معلوم شدہ بود، کہ قطب الملک از محمد سعید سرخیل خود کہ بمیر جملہ ملقب است، متوہم گشتہ قصد گرفتن او دارد، مومی الیہ نیز ایں معنی را دریافتہ بہ لطائف الحیل خود را از آسیب او محافظت می کند، چنانچہ ایں مقدمہ از نقل نوشتہ جات ہرکارہا کہ داخلِ واقعہ می کردند، مذکورِ محفلِ معلی شدہ باشد، لیکن چوں دریں ولا از عرضداشت عبداللطیف حاجب گلکنڈہ کہ بعینہ از نظرِ انور خواہد گذشت، بوضوح

انجامیدہ کہ میر جملہ با قطب الملک یکرو شدہ اصلا راضی نیست، کہ نزد او بیاید و قطب الملک پردہ از روے کار برداشتہ برائے دستگیر ساختن و برانداختن او اہتمام و اتمام دارد، لہذا ایں مرید بحاجب مزبور نوشت کہ چوں شنیدہ میشود، کہ محمد سعید میر جملہ ہموارہ اظہار عقیدت و ارادت نسبت بدرگاہ سلاطین پناہ مینماید، دریں وقت اورا بانواع نوازشات بادشاہی مستمال ساختہ، بہ بندگی درگاہ والاجاہ رہنموں گرداند، اگر توفیق ایں سعادت بیابد زہے وقت طالع او" ($\frac{11}{47}$)

شاہجہان کی منظوری کے بعد اورنگ زیب نے اپنے اس آدمی کو جو کرناٹک جا رہا تھا اس بات پر مقرر کیا، کہ وہ میر جملہ سے ملکر اس کو مغل حمایت و امداد کا یقین دلائے، دوسری طرف بیجاپور نے اور تیسری طرف خود قطب الملک نے اس خیال سے کہ اگر اس کا وزیر مغلوں سے مل گیا، تو اس کے سب راز فاش ہوجائیں گے، میر جملہ کی تسلّی شروع کر دی، اورنگ زیب نے اس کی اطلاع بھی شاہجہان کو کر دی:۔

"درو ادی دلاساے میر جملہ قطب الملک با وجود آنکہ عادل خاں اہتمام تمام دارد، کہ او را نوکر خود کند و قطب الملک نیز در مقام استمالت اوست، حتی المقدور بیشتر از پیشتر سعی خواہد نمود چوں دریں ولا از عرضداشت عبد اللطیف، حاجب گلکنڈہ، کہ بعینہ از نظر خجستہ اثر خواہد گذشت واضح شدہ بود، کہ قطب الملک از استماع تعین گشتن محمد مومن بصوب کرناٹک متوہم شدہ میخواہد، کہ تیز ویرا و را از گرفتن بمقصد مانع آید ایں مرید نشانے کہ نقل آں بحضور اقدس فرستادہ بحاجب مذکور نوشت، تا قطب الملک را بر مضمون آں آگاہ ساختہ از قبح ارادہاے دور از کار کہ یاراے امثال او نیست، واقف گرداند" ($\frac{13}{49}$)

لیکن میر جملہ خوب سمجھتا تھا، کہ اگر وہ دفعۃً مغلوں سے جا کر مل گیا، تو یہ اس کے لیے مفید

نہ ہوگا بلکہ حقیقت یہ ہے، کہ وہ اس طرح اپنی حفاظت کا سامان کرکے، درپردہ اس کوشش مین لگا ہوا تھا، کہ جب تک موقع ملے، وہ آزادانہ طریقہ سے قطب الملک ہی کے یہان رہے، چنانچہ جب قطب الملک نے اس کو اطمینان دلادیا کہ اس کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچے گا، تو وہ کچھ دنون کے لیے گولکنڈہ چلا آیا، لیکن دربار کی سازشون کا حال دیکھ کر اور اپنے کو غیر محفوظ پاکر وہ پھر کرناٹک کی طرف روانہ ہوگیا، شاہجہان کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ اپنے خیال کے مطابق یہ سمجھا کہ اورنگ زیب نے میر جملہ کو پوری طور سے اطمینان نہین دلایا، اسی سے وہ مغل دکن مین آنے کے بجائے کرناٹک چلا گیا، اور اسی شبہ کے ماتحت اس نے اورنگزیب کو لکھا کہ

"میر جملہ قطب الملک بکرناٹک رفت، چوں ایں طرف نتوانست آمد، لاعلاج شدہ بداں طرف شتافت" (۱۵/۲۱)

اورنگ زیب نے اس کے جواب مین لکھا کہ

"صورتِ ایں مقدمہ آن است، کہ قطب الملک پیش ازیں بچند سال بتقلید عادل خان نظر برزبونی مرزبانِ کرناٹک نمودہ میر جملہ را با اکثر لشکر خود بداں صوب فرستادہ کہ برخے ازولایت کرناٹک را انتزاع کند موی الیہ بآں سرزمین رسیدہ بعض قلاع و محال را باخزائن و دفائن و دیگر غنائم بدست آورد، وچوں اورا بداں جا قوتے واستقلالے پیدا شدہ، وسرانِ سپاہِ قطب الملک را کہ باو تعین بودند، بحسن سلوک ورعایت از خود ساختہ وسوائے آں جمعیت خوبی فراہم آورد، وقطب الملک بدگمان شدہ اورا طلبیدہ بود، و بعد از آمدنِ او قصدِ آں داشت، کہ اورا نابینا کند واد، دراں وقت بلطائف الحیل خود را از چنگِ او خلاصی نمودہ، باز بجانبِ کرناٹک رفت و قرار داد، کہ دیگر نزد قطب الملک نیاید

تا آنکہ دریں ولا، قطب الملک بر مافی الضمیر او وقوف یافتہ او را طلب نمود، ہر چند دریں واوی

مبالغہ کرد، سود مند نیفتادہ موجبِ افزونی توہم میر جملہ گشت، وعذرہاے موجہ پیش آوردہ

بآمدن تن درنداد، ورفتہ رفتہ پرداز روے کار برافتاد، واکنوں ہمان ولایت وقلاع را

کہ گرفتہ بود، دارد، ولشکرِ قطب الملک بدستور با او ہمراہ است، وبا مرزبانِ کرناٹک طرح

اخلاص انداختہ عادل خان را نیز از خود راضی دارد، غالباً ایں مقدمہ از قرار واقع مذکور

محفلِ جلال نشدہ" (۱۵/۱۲)

شاہجہان کی اس بدگمانی اور غصہ کے باوجود بھی اورنگزیب امیر جملہ کو راضی کرنے کی کوشش میں مصروف رہا، لیکن وہ تو وقت ٹالنا چاہتا تھا، اس لیے پہلے اس نے اورنگزیب کو یہ لکھا، کہ اس نے قطب الملک سے یہ وعدہ کیا ہے کہ

"بعد انقضاے مدتِ دو سال یا بدیدنِ قطب الملک بیاید، یا ترکِ نوکری کردہ عزیمتِ حرمین

شریفین نماید" (۳/۸۹)

لیکن اس کے بیٹے نے سفیر کو یقین دلایا کہ

"چوں میر مومی الیہ از قطب الملک مطمئن نیست وایں قرار بنا بر مصلحتِ وقت بمیاں آوردہ

اگر بمراحم بے دریغِ بادشاہانہ واثق گردیدہ، بیقین بداند، کہ موافقِ خواہش وآرزوے خویش

سرفرازی خواہد یافت، بدرگاہِ خواقین پناہ رجوع خواہد یافت" (ایضاً)

اس لیے اورنگزیب نے اپنی کوشش کو دو سال تک روک دینے کی جگہ برابر جاری رکھا اور اس کے ساتھ ہی شاہجہان سے دریافت کیا کہ

"دریں صورت اگر ازیں مرید درباب منصب ودیگر مطالب قول نماید نظر بآنکہ بریں تقدیر

البتہ عادل خاں وقطب الملک یکے شدہ کمر بکینِ او خواہند بست، التماسِ امداد وکومک کنند

ایں فدوی او را چہ پایہ امیدوارِ نوازشِ بادشاہی سازد، وبندہائے درگاہِ معلی را تا کجا باوزن او تعین کند، وہمیں جمعیت کہ درینجا است اکتفا نماید، یا از حضور مقدس نیز التماس کند، دریں وادی بعنوانے کہ ارشاد شود عمل خواہد نمود" (ایضاً)

لیکن شاہجہان اورنگزیب کو برابر لکھتا رہا کہ ایک معتبر آدمی مقرر کر کے میر جملہ کے پاس بھیجو کہ وہ جا کر اسے لے آئے، مگر میر جملہ دفع الوقتی چاہتا تھا، اور اس نے اورنگزیب کو جو کچھ لکھا اس کے متعلق وہ شاہجہان کو اس طرح اطلاع دیتا ہے:-

"در بابِ تعین فرمودنِ معتمدے از پیشگاہِ خلافت باوردنِ میر مومی الیہ با فرمانِ عنایت عنوان وارسالِ یرلیغ گیتی مطاع لازم الاذعان مصحوبِ او بقطب الملک مشتمل بر عدم منع میر مزبور و پسرش از ادراکِ سعادتِ بندگیٔ درگاہ جہاں پناہ، آنچہ بخاطرِ ملکوت ناظر پرتو انداختہ عین صوابست، لیکن چوں دریں ولا از عرضداشتِ میر مومن ملازم سرکار گردوں مدار کہ از پیشِ میر جملہ مراجعت نمودہ، بگلکنڈہ رسیدہ، چناں بوضوح انجامیدہ کہ میر مشار الیہ باوجود صدقِ اعتقادے کہ نسبت بآستانِ سلاطین پاسباں وارد، بواسطۂ انصرامِ بعض کارہائے ضروری از فراہم آوردنِ اموال وامتعہ کہ بہ بنادر وغیرہ فرستادہ وبنا بر وفائے وعدہ کہ باولی نعمتِ قدیم خود نمودہ تا یکسال درجائے خویش بسر بردہ بعد از اں بر تقدیرے کہ تا آں زمان راز او بر ملا نیفتد، واز آسیب دنیا دارانِ بیجاپور و گلکنڈہ مصئون گردد، قصدِ استلامِ عتبۂ خلافت خواہد نمود، لہذا ایں مرید با لفعل التماسِ اصدارِ مناشیر والا وتعینِ ملازمِ درگاہِ معلی نمی تواند کرد" (ایضاً)

میر جملہ کا نفاق — مگر جب میر مومن اورنگزیب کے پاس واپس آگیا، اور اس نے میر جملہ کی اصلی چال کو واضح کر دیا، اس وقت اورنگزیب کو اس کی ہوشیاری وخفاشی کا حال معلوم ہوا، اور اس نے

فوراً شاہجہان کو اس کے متعلق لکھا کہ

"حقیقتِ میر جملہ نوعیکہ محمد مومن مذکور تقریر نمود این است کہ او بحسب ظاہر چنان وامی نماید کہ بجز آستانِ خواقین پناہ پاسبان ملجاے و پناہے ندارد، بعد از فراہم آوردنِ اموالے کہ در بنادر و جاہا پراگندہ ساختہ روانۂ استلامِ عتبۂ خلافت خواہد گشت، لیکن از اوضاع و اطوارش پیدا است کہ این ارادہ از صمیم قلب نیست، چون ولایتے آباد مشتمل بر قلاع و بنادر و معاون بدست آوردہ با صاحبِ قدیم برہم زدہ و عادل خان را نیز بواسطۂ عدم قبول نوکری او، از خود آزردہ کردہ، بجہت مصلحت اظہارِ بندگی و ارادت بجنابِ خلافت مینماید، و تا وقتیکہ حتی المقدور بلطائف الحیل خود را از شرِ این دنیا داران نگاہ می تواند داشت، اصلاً ترکِ آن ولایت نخواہد کرد، و رجوع بجاے نخواہد آورد، جمعیتِ او نہ ہزار سوار پنجہزار نوکر و چہار ہزار ملازمانِ قطب الملک کہ از و شدہ اند، و بست ہزار پیادہ خواہد بود، و سامانش از زر و نقد و جواہر نفیسہ و توپخانہ و فیلانِ خوب و اسپانِ عراقی و عربی و سائر اسباب تجمل و حشم بمرتبۂ کمال است، خوش ظاہر میانہ بالا خیلے با سلوک و از فہمیدگی و رسائی انچہ نوکرانِ عمدۂ ملوک را باید بہرۂ وافی اختصاص یافتہ و زمینداران کرناتک را بمدارا و احسان از خود کردہ و با اخلاص حبشی سر لشکرِ عادل خان کہ در ولایتِ کرناتک حاکم و صاحب اختیار است، طرحِ محبت و اخلاص انداختہ بسیار ہوشیار و خبردار بسر می برد"۔ (ﷺ)

میر جملہ خطرہ میں

اس کے بعد اورنگ زیب نے اپنی کوشش بھی ختم کر دی، اور واقعات کا انتظار کرنے لگا، لیکن اس حالت کو زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا، کہ قطب الملک اور عادل شاہ دونوں کو میر جملہ کی چالوں اور کارروائیوں کا حال معلوم ہو گیا، اور ان دونوں نے مل کر یہ کوشش شروع کر دی، کہ جس صورت سے بھی ہو، میر جملہ کے اثر و اقتدار کا خاتمہ کر دیا جائے، اب میر جملہ کو اپنی

حفاظت کی ایک ہی صورت نظر آتی تھی، اور وہ یہ کہ جس صورت سے بھی ہو سکے وہ مغل حمایت و ملازمت حاصل کرے، چنانچہ اس نے اورنگزیب کو اس کے متعلق خطوط لکھنا شروع کئے، اورنگزیب کو جب یقین ہو گیا، کہ اس مرتبہ میر جملہ واقعی سچ لکھتا ہے، تو اس نے شاہجہان کو اس کے متعلق تمام حالات لکھ کر اس کو اور اس کے بیٹے کو شاہی ملازمت مین داخل کرنے کی درخواست کی، اس کے الفاظ یہ ہین:۔

"چون از مطاوی عرضداشت میر جملہ سعید . . . . . . بوضوح پیوست کہ دنیا داران دکن برصورت ارادۂ مومی الیہ اطلاع یافتہ قصد آں دارند، کہ اتفاق نمودہ جمعیت برسر او بفرستند داد از شنیدن این مقدمہ متوہم گردیدہ، و از آنجا کہ خود را از زمرۂ دولتخواہان جہان پناہ تصور می کند، و بحبل المتین حمایت و اعانت اولیاے دولت قاہرۂ اعلحضرت توسل جستہ بدون حکم اقدس بتدبیر کار خویش نمی تواند پرداخت و امیدوار است کہ بتوجہ و عنایت پیر و مرشد حقیقی از آسیب دنیا داران دکن محفوظ باشد، بنا براں . . . . نوعے کہ رائے خورشید ضیاے ممالک آرائے اعلحضرت دریں باب اقتضا فرماید، باین فدوی حکم شود، و مطابق آں بعمل آید" (رقعہ)

شاہجہان نے اورنگزیب کے خط کے جواب مین لکھا کہ میر جملہ، اور اس کے لڑکے محمد امین کو شاہی ملازمت مین داخل کر لیا جائے، اورنگزیب کو جس وقت شاہجہان کی منظوری کی اطلاع ملی، اس نے میر جملہ اور اس کے لڑکے کو اس سے مطلع کر دیا، اور اس کے ساتھ ہی شاہجہان کو لکھا کہ چونکہ میر جملہ بہت گھبرایا ہوا ہے، اس لیے جلد از جلد دربار سے ایک شخص بھیجا جائے جو میر جملہ کو آکرے جائے،

"درباب میر جملہ قطب الملک آنچہ رائے خورشید ضیا عالم آرائے اعلحضرت . . . . . .

"اقتضا فرمودہ محض صواب است، از آنجا کہ دریں وقت میر مذکور از شنیدن بعض اخبار متوہم و مضطرب شدہ . . . . . بنابراں اگر در اصدار فرامین مطاعہ مصوب معتدے از ایستادہائے پیشگاہ خلافت نوعے کہ بخاطر ملکوت ناظر الہام مآثر پیر دستگیر صافی ضمیر پرتو انداختہ تاخیر نہ رود، گنجایش دارد، ایں مرید مجدداً او را بنوید توجہات و تلطفات پادشاہی مستبشر ساختہ نشانے مشتمل بریں مژدۂ دولت و اقبال یاد نوشت" (۹۲/۶)

چنانچہ ۱۴ ر صفر ۱۰۶۶؁ھ (۳ر دسمبر ۱۶۵۵؁ء) کو قاضی محمد عارف کشمیری و دم بخشی کی معرفت "خلعت فاخرہ یا منشور نوازش متضمن عنایت منصب پنجہزاری پنجہزار سوار با و دو دوہزاری دوہزار سوار بجہد امین پسرش و یرلیغ قضا نفاذ با خلعت خاصہ بقطب الملک در باب عدم ممانعت او و متعلقانش . . . . فرستادہ شد"[1]

محمد امین کی گرفتاری | مگر ابھی قاضی عارف دکن تک پہنچا بھی نہ تھا، کہ گولکنڈہ میں حالات نے عجیب صورت اختیار کرلی، میر جملہ کا لڑکا جو قطب الملک کے دربار میں اپنے باپ کی نیابت کرتا تھا، اپنے ارکان خاندان کے ساتھ گرفتار کرلیا گیا، گرفتاری کا سبب یہ تھا، کہ اس میں تہذیب اخلاق، اور سنجیدگی کا فقدان تھا، باپ کی دولت اور مغل حمایت کے خیال نے اسے بدتمیز بنا دیا تھا، ایک دن نشہ سے چور دربار میں آیا اور اس قالین پر جس پر قطب الملک بیٹھا کرتا تھا نہ صرف سوگیا، بلکہ قے بھی کردی، قطب الملک کے لیے یہ ناقابل برداشت تھا، وہ پہلے ہی سے جلا ہوا موقع کی تلاش میں تھا، اس نے ۲ر صفر ۱۰۶۶؁ھ (۲۱ر نومبر ۱۶۵۵؁ء) کو قید کرنے کا حکم دیدیا، اور اگرچہ گرفتاری کے وقت اس نے قطب الملک کو اورنگزیب کا وہ خط جو اس نے اس کی مغل ملازمت کے متعلق لکھا تھا، دکھایا، لیکن اسکا بھی کوئی اثر نہیں ہوا، اور نگزیب کو

[1] وارث ص ۱۶۹،

جب اس کی خبر ہوئی، تو اس نے مغل وقار کو قائم رکھنے کے لیے ضروری سمجھا کہ وہ قطب الملک سے محمد امین کو چھڑا لے، اس کی صورت یہ تھی، کہ شاہجہان قطب الملک کو اس قسم کا ایک فرمان بھیجے، اور اگر وہ اس فرمان کی اطاعت سے انکار کرے، تو مغل حکومت حربی قوت کے ذریعہ اپنے حکم کو منوالے، اورنگزیب نے شاہجہان کو اس کے متعلق لکھا کہ

"قطب الملک دوم شہر حال محمد امین پسر میر جملہ را . . . . گرفتہ در قلعۂ گلکندہ محبوس ساختہ از آنجا کہ استماع ایں خبر سبب مزید اضطراب و توہم میر مشار الیہ خواہد شد، واز کوتہ اندیشی قطب الملک دور نیست، کہ آسیبے بہ پسر او برساند، اگر ایں مرید بزودی بافواج شاہی تدبیر ایں کار سرفرازی یابد بصلاح اقرب است" (۹/۹۵)

شاہجہان نے اس خط کا یہ جواب دیا،

"آں مرید لشکرے را کہ بر سر جاتیہ تعین نمودہ، دستوری دہد، کہ بحوالی قلعۂ قندھار رفتہ در آنجا توقف نماید، وگر مناسب داند خود والا پسر کلان خود را بقندھار بفرستد، و نشانے بقطب الملک بنویسد کہ میر محمد سعید و پسر او را اعلیٰحضرت داخل بندہائے درگاہ جہاں پناہ نمودہ اند، باید کہ پسرش را روانۂ ایں جانب نماید، والا لشکر ظفر اثر را بگلکندہ رسیدہ داند" ([illegible])

یہاں پر ہم اس عام بیان کی صاف و صریح تردید کر دینا چاہتے ہیں، کہ اورنگزیب خود گلکندہ پر حملہ کرنا چاہتا تھا، حالانکہ مذکورۂ بالا خط سے صاف ظاہر ہے، کہ اورنگزیب نے شاہجہان سے صرف استصواب کیا تھا، اور یہ شاہجہان تھا جس نے اوسے فوج جمع کرنے اور عدم تعمیل حکم کے وقت حملہ کرنے کا حکم دیا تھا، چنانچہ اورنگزیب نے شاہجہان کے خط کا یہ جواب دیا:۔

"ایں مرید . . . . بہ ہادی داد خاں نوشتہ بود، کہ با ہمراہانِ خویش و جمعے

از جملہ فوجِ مرزا خاں کہ باو خواہند پیوست، بسرحد ولایتِ گلکندہ بردو، اکنوں مطابقِ فرمودۂ اقدس بعمل آوردہ، نشانے مشتمل برامید وبیم بدستِ یکے از ملازمانِ معتمدِ خود بہ قطب الملک ارسال خواہد داشت، و بہ ہادی داد خاں نوشت کہ بقلعۂ قندھار رسیدہ درآنجا عنان باز کشد و متعاقب . . . . . . خانہ زادِ اعلیٰ حضرت را بابقیہ عساکر . . . . . دستور خواہد داد، کہ بداں صوب شتابد و گر قطب الملک توفیقِ اطاعت نیافتہ بموجب حکمِ اقدس عمل نہ نماید، وتنبیہِ او ضرور شود، یا عادل خاں درصددِ امدادِ او درآید، ایں مرید خود نیز عازمِ آں حدود خواہد گشت" (ایضاً)

اس کے ساتھ اورنگزیب نے قطب الملک کو یہ خط لکھا:-

"اعلیٰحضرت . . . . . . میر محمد سعید را در سلکِ بندہاے درگاہ سلاطین پناہ عزِ انسلاک بخشیدہ . . . . . . حکم . . . . . . شرفِ نفاذ یافتہ کہ قاضی عارف . . . . . . اورا باپسر وابنائش بحضور پرنور اقدس بیاورد، ودریں ولا از عرائض . . . . میر عبد اللطیف بمسامع علیہ رسید کہ آں قطبِ سماے شوکت و ابہت باوجود اطلاع بر قدسی مضامینِ نشانِ عالی شان کہ بمیر محمد امین . . . . صادر شدہ بود، وموصی الیہ آں حرز بازوے دولت را روزے کہ بقید درآمد، باینشاں نمودہ، . . . . . اورا بامتعلقاں بقلعۂ گولکندہ فرستادہ بضبطِ اموالِ آنہا پرداختہ اند . . . . . . اکنوں باید کہ بمجرد آگہی بر مضمونِ ایں دیباچۂ صحیفۂ عزت وکرامت کہ فی الحقیقت منطوق بر لیغ معلی است، پسر محمد سعید را بامتعلقانِ او وتمامی اموالِ آنہا از نقود وجواہر وافیال کہ دریں ایام بضبط آوردہ اند، مصحوبِ ملازم سرکار نامدار کہ حاملِ ایں نشان خجستہ عنوان است بپارگاہِ اقبال بفرستد . . . . ؟

اگر آں مرکزِ دائرۂ نیک اختری . . . . در وادیٔ نقضِ عہد بادی شدہ . . . . .

. . . . مطابق فرمودہ عمل نمائید، بموجبِ حکمِ گیتی مطاع لازم الاتباع فرزندِ سعادت مندِ خود

را . . . . تعین خواہیم فرمود . . . . "

یقین کہ آں زبدۂ اماجدِ کرام . . . . . در تہیۂ اسباب دشمن کامی و بدانجامیٔ

خود سعی نخواہند نمود" (آداب نمبر ۱۳)

مگر اورنگزیب کو اس بات کا بھی علم تھا، کہ اس کی درخواست کے باوجود شاہجہان نے دکنی حکمرانوں کو اس بات کی تاکید نہین کی ہے، کہ وہ اورنگزیب سے بلاواسطہ تعلق رکھین، بلکہ اس کے برخلاف قطب الملک اور عادل شاہ کے سفیر دربار مین موجود تھے، اور وہ دارا وغیرہ سے مل کر اوران کی سازشون مین شریک ہوکر، ہروقت اس بات کی کوشش مین لگے رہتے تھے کہ جس صورت سے بھی ہو دکن کے صوبہ دار کو ذلیل کیا جاے کہ اسکی کمزوری و بے اعتباری ہی مین ان کی کامیابی، بزرگی، اور زندگی پنہاں تھی، اس لئے اورنگزیب کو خطرہ پیدا ہوا (اور جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا، کہ خطرہ صحیح تھا) کہ اگر قطب الملک کے وکیل دربار نے وہان دارا وغیرہ سے ملکر شاہجہان کے حکم کو بدلوادیا، تو کرناٹک کے معاملہ کی طرح اس مین بھی اس کو ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑیگا، اس لیے فوج کو پیشقدمی کا حکم دینے سے پہلے ہی اس نے شاہجہان کو لکھا:-

"بر تقدیرے کہ راہِ عرض والتماسِ مہم سازیٔ دنیا داران کہ عرائض بدرگاہِ والا جاہ بفرستادہ تمہید پیش کشہاے گرامیہ خواہند نمود، مسدود گردد، و دیگرے از طرفے دریں مہم دخیل نشود، بتوفیقِ ایزدی و توجہ پیر و مرشدِ حقیقی باسہل وجہے آں مملکت با نچہ میر جملہ از ولایت کرناٹک گرفتہ و کمتر از ملکِ گولکنڈہ نیست با نفائس و نوادرِ موفور . . . . . . بحوزۂ تصرف

. . . . . . درآمدہ فتحِ نمایاں . . . . . . نصیبِ اولیاے دولت ابد پیوند خواہد گشت" (۱۲/۹۸)

ایک دوسرے خط میں اورنگزیب نے اس سے بھی واضح طور پر لکھا کہ

" قطب الملک قبل ازیں ملا عبد الصمد وکیلِ خود را بعتبۂ خلافت فرستادہ بوساطتِ او بعض ملتمسات معروض داشتہ بود، و دریں وقت کہ کار بر و تنگ گردیدہ و زوالِ ملک و دولتِ خود را برأی العین می بیند، وسائل انگیختہ واز درِ عجز و الحاج در آمدہ در بابِ نجاتِ خویش عرائض بوالا درگاہ ارسال خواہد داشت و تعہدات نمودہ التماسِ صدورِ فرمانِ عنایتِ ملکے وسیع مشتمل بر چندیں قلاع و خزائن و دفائن کہ میر جملہ بتقبلہ اواں سعی و اہتمام از زمیندارانِ کرناتک مستخلص ساختہ خواہد کرد، و پذیرائی ملتمساتِ او در تمشیتِ ایں مہم عمدہ و آمدنِ میر مذکور مخل است، ایں مرید امید چناں دارد کہ تا رسیدنِ پسرِ موسی الیہ و ظہورِ بعض مراتبِ دولتخواہی و حصولِ ملتمساتِ او تعویق افتد، و عرض و التماسِ اہلِ غرض در بارۂ او مسموع نشود، تا ایں مطلب سترگ کہ از اتفاقاتِ حسنہ است موافقِ خواہشِ خاطرِ ملکوت ناظرِ مرشدِ کامل آگاہ دل کہ بدانشِ خدا داد و خردِ صواب اندیش از آغازِ ہر کار انجامِ آں را در می یابند صورت پذیرفتہ، اضعافِ آنچہ بتوسطِ وکلاے قطب الملک بعرضِ مقدس برسد بوجہے کہ اعلیحضرت بہ پسندند، و سببِ مجرائی نیکو خدمتی ایں فدوی گردد، بحصول پیوندد" (۱۶/۱۰۲)

مگر شاہجہان نے اس کے متعلق ایک حرف بھی نہیں لکھا، اور نہ اس نے ان سفرا و وکلا کی کوششوں کو روکنے کی کوشش کی، اسکا جو نتیجہ ہوا وہ اورنگزیب کے خطرہ کو صحیح ثابت کرتا ہے،

آغازِ جنگ — شاہجہان کا حکم پاکر اورنگزیب نے اپنے بیٹے محمد سلطان کو ۸ ربیع الاول سنہ ۱۰۶۶ھ (۲۶ دسمبر سنہ ۱۶۵۵ء) کو حیدرآباد کی سرحد کی طرف روانہ کیا، اور اس کے ساتھ اسے یہ ہدایت

کر دی کہ

"اگر قطب الملک پسرِ میر جملہ و متعلقانِ او را خلاص نسازد، بے توقف بحیدر آباد در آمدہ بموجب حکمِ اقدس کام و ناکام محبوساں را از قید بر آورد۔" (۲/۹۸)[1]

چنانچہ وہ ۲۰ ربیع الاول (۷ جنوری ۱۶۵۶ء) کو ناندیر پہنچ گیا، لیکن قطب الملک نے نہ تو اورنگزیب کے خط کی پروا کی نہ شہزادہ کے ناندیر پہنچنے کی اطلاع سے متأثر ہوا، ہمارا خیال ہے کہ قطب الملک کے اس رویہ کی اس کے سوا کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی، کہ اس کو اس بات کا یقین تھا، کہ وہ اورنگزیب کا حکم مانے بغیر دارا وغیرہ کی سفارش ہی سے اپنا کام نکال لیگا، مگر اورنگزیب اصول کا پابند اور اپنے فرض سے اچھی طرح واقف تھا، اسلیے جب اُس نے دیکھا کہ ایکطرف تو قطب الملک میر جملہ کے لڑکے کو علی حالہ قید رکھکر نہ صرف اورنگزیب بلکہ خود شاہجہان کے صاف و صریح حکم کی خلاف ورزی کر رہا ہے، اور دوسری طرف بیجاپور سے فوجی اتحاد کی کوشش میں لگا ہوا ہے، تو ایک طرف تو اس نے شہزادہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیدیا، اور دوسری طرف بادشاہ کو بھی اس کی اطلاع دیدی کہ

"قطب الملک باوجود اطلاع بر کیفیتِ حکمِ گیتی مطاع و استماعِ خبرِ رسیدن خانہ زاد بناندیر از نخوت و پندارِ خود و استظہار و اعتقاد کہ بر امدادِ عادل خاں وارد تا حال پسرِ میر جملہ را از قید بر نیاوردہ، دست از وے باز نداشتہ۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔" (۱۴/۱۰۰)

اس کے بعد ۱۳ ربیع الثانی (۲۰ جنوری) تک بھی اورنگزیب کو قطب الملک کی کسی

[1] سلطان محمد نے بھی قطب الملک کو اس مضمون کا خط لکھا تھا کہ اگر وہ میر جملہ کے لڑکے کو رہا نہ کر دیگا تو وہ شاہجہان کے حکم کے مطابق حیدر آباد پر حملہ کر دیگا۔

کاروائی کی اطلاع نہیں ملتی، اور چونکہ نوجوان شہزادہ کا تنہا گلکنڈہ کے علاقہ مین داخل ہونا مصلحت سے دور معلوم ہوتا تھا، اس لیے اورنگزیب خود بھی اس تاریخ کو اورنگ آباد سے روانہ ہوا اور اس نے شاہجہان کو اس کی اطلاع دیدی کہ

"این فدوی۔۔۔ سیوم شہر حال۔۔۔۔ از اورنگ آباد برآمدہ فردائے آں مقام نمودہ کوچ درکوچ روانۂ مقصد شد۔۔۔۔ قطب الملک با وجود اطلاع بر مضمون نشانِ این مرید کہ قبل ازیں بموجب حکمِ مطاع با وارسال داشتہ بود، تا حال پسرِ میر جملہ را رہا نہ کردہ" (۱۵/۱۰۱)

اورنگ زیب نہایت تیزی سے سفر کر رہا تھا، کہ اسے راستہ مین شہزادہ محمد سلطان کا خط ملا کہ:-

"بعد از رسیدنِ او بدو منزلِ حیدرآباد، قطب الملک، پسر میر جملہ را با متعلقان بہماں کہ مقید بودند، برآوردہ، بعبداللطیف حاجب حقیقی وابوالقاسم وسید علی فرستادہائے این مرید سپرد" (۱۶/۱۰۲)

اس لیے اورنگزیب نے اس کو لکھا کہ:-

"چوں قطب الملک پسرِ میر جملہ را رہا کردہ، او در نواحیٔ حیدرآباد جائے مناسب سپاہیانہ اختیار نمودہ بموجب حکم اقدس تا رسیدنِ میر جملہ دراں مکان توقف نماید" (ایضاً)

اورنگزیب نے قطب الملک کو جو خط لکھا تھا، اس مین صرف ان قیدیون کی رہائی ہی کا مطالبہ نہ تھا، بلکہ اس مین یہ حکم بھی تھا، کہ وہ میر جملہ کا تمام ضبط شدہ مال بھی واپس کردے لیکن قطب الملک نے موخر الذکر کی تعمیل نہین کی تھی، تاہم اورنگزیب سمجھ رہا تھا، کہ جب اس نے ایک حکم مان لیا ہے، تو دوسرے کی بھی تعمیل ضرور کرے گا، اس لیے وہ اپنے اس خط کے

جو اس نے ۲۲ ربیع الاول (۹ جنوری) کو بادشاہ کو مزید ہدایات کے متعلق لکھا تھا جواب کے آنے تک راستہ ہی میں ٹھہرنا چاہتا تھا، کہ اسے شہزادہ کے خط سے معلوم ہوا، کہ

"قطب الملک پیش از وصولِ خانہ زاد بنواحیٔ حیدرآباد متوہم و ہراسان گردیدہ شب چہار شنبہ پنجم ربیع الثانی (۲۲ جنوری) گریختہ در قلعہ گلکندہ متحصن گشت، و فردائے کہ خانہ زادِ اعلیٰ حضرت میخواست کہ بر تالاب حسین ساغر کہ از شہر یک و نیم کروہ است فرود آمدہ، نوعے کہ مامور است تا آمدنِ میر جملہ در آنجا بسر بردہ، قریب شش ہزار سوار و دہ دوازدہ ہزار پیادہ تفنگچی و باندار وغیرہ از ملازمانِ قطب الملک در برابر لشکرِ فیروزی اثر آمدہ آغاز شوخی و اظہارِ جرأت و جسارت مینمایند، و بے باکی را از حد بردہ، پیش می آیند و باستعمالِ آلاتِ کارزار می پردازند" (الخ)

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہزادہ کو بھی مجبوراً اپنی مدافعت میں ہتھیار اٹھانا پڑا اور:-

بشعلۂ بان و بندوق و ضربِ شمشیر آبدار دمار از روزگارِ آنہا بر می آورند و چہار پنجہزار بان و بارود وغیرہ اسبابِ آتشبازی بدست آوردہ و آں بے عاقبتان را منہزم گردانیدہ تا دیوارِ پشت شہر راندہ، جمعے را مقتول و مجروح می سازند، و ہنگامۂ قتال و جدال امتداد یافتہ اخرالامر اولیاے دولت قرینِ فیروزی و نصرت معاودت کردہ بر تالاب مسطور منزل مینمایند" (الخ)

اس لیے اورنگزیب فوراً حیدرآباد کی طرف روانہ ہوگیا،

قطب الملک کا عجیب رویہ قطب الملک نے اس وقت ایک عجیب و غریب اور نامفہوم حکمت عملی اختیار کر رکھی تھی، ایک طرف تو اس نے میر جملہ کا مال واپس کر دیا تھا، اور شہزادہ محمد سلطان کے پاس روزانہ اپنے سفرا بھیجکر صلح کی گفتگو اور رحم کی درخواست کرتا، اور دوسری طرف اسکی

فوج جب موقع پاتی شہزادہ کی قیام گاہ پر حملہ آور ہو جاتی ، اس دورنگی مین کسی فیصلہ تک پہنچنا سخت مشکل تھا، اس کے ساتھ ہی قطب الملک، عادل شاہ کی فوجی امداد پر بھروسہ کیے ہوے وقت گذار رہا تھا، اور تیسری طرف حیدر آباد کا شہر بلا کسی حاکم و فوج کے ہر شریر النفس کو لوٹ مار کی دعوت دے رہا تھا، اور اس کو اسی حالت مین چھوڑ دینا دراصل قتل اور غارتگری کا اذن عام دینا تھا، مزید بران اگر شہزادہ اپنی فوج کو حسین ساغر ہی پر رہنے دیتا، تو اس کے معنی یہ تھے کہ اس کی فوج ہر وقت بے پناہ رہتی، اور قطب الملک کے سپاہی جس وقت اور جس طرف سے چاہتے، اس پر آگ کی بارش کر سکتے تھے، اس لیے شہزادہ ۷ ربیع الثانی (۲۴ جنوری) کو حیدر آباد مین داخل ہو کر شاہی محل مین ٹھہرا، اور تمام شہر مین جو زیادہ تر لکڑی کی عمارتون کا بنا ہوا تھا باشندون کی جان و مال کی حفاظت کے لیے اپنے سپاہی مقرر کر دیئے، اورنگزیب شایستہ خان کو ایک خط مین اس کے متعلق اس طرح لکھتا ہے :-

"فرزند سعادت مند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ از تالاب حسین ساغر کوچ نمودہ بشہر درآمدہ و در محافظت سکنۂ آن بلدہ از نہب و غارت عساکر قاہرہ مساعئ جمیلہ بظہور آوردہ، آن چنان شہرے وسیع معمور را بواقعی ضبط نمود" (آداب نمبر ۲۶۵)

قطب الملک نے اس عرصہ مین جو کوششین شہزادہ کو رام کرنے کی کین، ان کے متعلق خود اورنگزیب کے الفاظ یہ ہین :-

"قطب الملک پیشواے خود را با پیشکشے بخدمت آن والا تبار فرستادہ معروض داشتہ کہ چہل لک روپیہ پیشکش بدہد، و صبیۂ خود را داخل خدمۂ حرم سراے آن بلند اقبال ساختہ ہر سال موازی پیش کش مقرری بادشاہی بلا زمان برساند"[1] (ایضاً)

[1] دیکھو ص ۲۹۵ ،

لیکن شہزادہ اپنے باپ کی عدم موجودگی میں کچھ نہ کرسکتا تھا، اس لیے اس نے صاف جواب دیدیا کہ اورنگزیب کے آنے تک کسی قسم کی کوئی گفتگو نہین کیجا سکتی، اس جواب کو پاکر قطب الملک نے ایک طرف تو عادل شاہ کو ایک مرتبہ پھر امداد کے لیے لکھا، اور دوسری طرف گلکنڈہ کے ناقابل تسخیر قلعہ کو محاصرہ کے لیے تیار کرنا شروع کردیا، اور اس طرح اس کی فوج نے پہلے تالاب حسین ساغر پر اور پھر گلکنڈہ کی فصیل سے گولہ باری کی ابتدا کرکے اورنگزیب کو فوجی طاقت استعمال کرنے کا موقع دیا،

اورنگزیب ۲۰ ربیع الثانی (۶ فروری) کو حیدرآباد پہنچا اور قبل اس کے کہ وہ تھوڑی دیر آرام بھی کرے، اس نے اسی حالت مین :-

"از فرط حماست بدائرہ نیامدہ فیل سوار بجہت تعین ملچار و دیدن دور قلعہ کہ قریب کردہ است رفتند . . . . دریں ہنگام قریب پنج شش ہزار سوار . . .

ا؎ (شبہ حاشیہ صفحہ ۲۹۴) بعض مورخین نے غلطی سے ان دو دنون کی لوٹ کو جو شہزادہ محمد سلطان کے قیام تالاب حسین ساغر اور داخلہ حیدرآباد کے درمیان مین ہوئی، مغلون کی طرف منسوب کردیا ہے اور انکے بعد کے مورخین نے شہزادہ کی جگہ اورنگزیب کا نام لکھدیا، حالانکہ وہ غریب اسوقت ناندیر مین تھا، لیکن اسکے ساتھ اس بات سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا، کہ شہزادہ محمد سلطان نے محل کی چیزون پر قبضہ نہین کرلیا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس نے محل کی تمام چیزون کو ضبط کرلیا تھا، اور اس ضبطی کی یادگار ایک کتاب خدا بخش خان مرحوم کے کتب خانہ مین موجود ہے، یہ تزک جہانگیری کا قدیم ترین نسخہ ہے، اس پر خود شہزادہ کے ہاتھ کی یہ عبارت درج ہے :-

"این کتاب جہانگیر نامہ را کہ حضرت جنت مکانی خود تصنیف نمودہ اند، در دار الفتح حیدرآباد از کتب خانۂ قطب الملک گرفتہ شد، حررہ محمد سلطان" (فہرست جلد، صفحہ ۵۸)

خود اورنگزیب نے بھی اسکو ایک خط مین تسلیم کیا ہے، دیکھو خط نمبر ۱۳۳/۱ عاقل خان اور ٹورنیز نے بھی اسکا ذکر کیا ہے،

ودہ دوازدہ ہزار پیادہ در برابرِ عسکرِ فیروزی آمدہ، باندا ختن بان وتفنگ، آتش پیکار برافروختند وقلعہ نشیناں نیز از بالاے حصار فراواں توپ وبان سرداد ند[۱]

گولکنڈہ کا محاصرہ اورنگزیب کو مجبوراً اپنی ۱۵ روزہ سفر کی تکان سے چور فوج کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑا، اور دکنی فوج حسب معلوم کچھ دیر لڑ کر کچھ جنگل کی طرف، اور کچھ قلعہ کے اندر بھاگ گئی، اس کامیاب جنگ کے بعد اورنگزیب اپنے خیمہ مین واپس آیا، اور دوسرے ہی دن، اس نے محاصرہ شروع کر دیا، محاصرہ صرف تین جانب سے کیا گیا تھا، کیونکہ نہ تو اس کے پاس اتنی فوج تھی، کہ وہ اُسے قلعہ کے چارون طرف پھیلا سکتا تھا، نہ کل شاہی امرا اس وقت اپنی جماعتون کے ساتھ پہنچے تھے، اور نہ قلعہ شکن توپین اور محاصرہ کے دوسرے سامان ہی اس کے پاس تھے، پھر بھی ان مشکلات کی موجودگی مین بھی اس کا اس جنگ کا کامیاب طریقہ سے ختم کرنا، اس کے تدبر، اس کے حسنِ انتظام، اور اس کی فوجی قابلیت کی بین دلیل ہے، اس کے ساتھ یہی چیزین اس الزام کا بھی جواب ہین کہ اورنگ زیب کا مقصد قطب الملک کو قتل اور اس کے علاقہ کو فتح کرنا نہ تھا، اگر یہ اس کا ارادہ ہوتا تو وہ ابتدا ہی سے اس کا بندوبست کرکے چلتا، دوسرے یہ کہ یہ اورنگزیب کا مشورہ نہ تھا، بلکہ خود شاہجہان کا حکم تھا، کہ اگر قطب الملک تعمیل حکم نہ کرے، تو اس کے ساتھ فوجی کارروائی کیجاے اور یہی وجہ تھی کہ ۳ر دسمبر ہی کے خط کے ساتھ اس نے شائستہ خان وغیرہ کو بھی حکم دیدیا تھا، کہ وہ فوراً اپنے فوجی دستون کے ساتھ دکن پہنچ جائین[۲] اگر شاہجہان کی یہ خواہش نہ ہوتی، تو وہ نہ تو دوسرے صوبون کے صوبہ دارون کو اس کی شرکت کا حکم دیتا، اور نہ اورنگزیب ہی کو فوجی کارروائی کی اجازت ملتی،

بہرحال محاصرہ شروع کر دیا گیا، اور یہ محاصرہ ۱۲ر ربیع الثانی سے ۱۴ر جمادی الثانی

---

[۱] وارث صفحہ ۱۸۱ - [۲] ایضاً

(۷ فروری تا ۳۰ مارچ) تقریباً دو مہینہ رہا، اس عرصہ میں ایک طرف تو قطب الملک اپنے امراء اپنے داماد وغیرہ کو شہزادہ محمد سلطان کے پاس اظہارِ عجز اور سفارش کے لیے بھیجتا رہا، اور دوسری طرف اس کی فوجیں جب موقع پاتیں، تو مغلوں کی فوج پر حملہ کرتی رہتیں، اسی کے ساتھ قطب الملک نے دربار میں دارا وغیرہ کو بیش قیمت تحائف دے کر، ان کی وساطت سے یہ کوشش شروع کردی، کہ شاہجہان اس کے قصور معاف کردے، چنانچہ شاہجہان نے ایک خط اورنگزیب کی معرفت قطب الملک کو "مشتمل بر ذرہ پروری و کرم گستری" بھیجا، یہ خط اورنگزیب کو ۹ جمادی الاول (۲۴ فروری) کو ملا، لیکن اس وقت تک اورنگزیب نے محاصرہ میں ایک بڑی حد تک کامیابی حاصل کر لی تھی، اس لیے اس نے بہتر سمجھا کہ جب تک اپنی شرائط کو نہ منوا لے، اس خط کو قطب الملک کے پاس نہ بھیجے، چنانچہ اس نے اس خط کو روک لیا اور اس کارروائی کی اطلاع بادشاہ کو دیدی، شاہجہان نے بھی اورنگزیب کی اس دوراندیشی کو پسند کیا، درباری مورخ کا بیان ہے :-

"بادشاہ زادہ عالی تبار فرمانے را کہ بقطب الملک صادر شدہ بود، پیشِ خود نگاہ داشتہ عرضداشت نمودند کہ چوں بالفعل رسیدنِ فرمانِ قطب الملک باعثِ خیرگیِ او می گردد تا یکسو شدنِ معاملہ در فرستادنِ آں توقف نمودہ، بعد از انجام کار فرستادہ خواہد شد"

پرلیغ قضا نفاذ صدور یافت کہ منشور مقدس پس از مقرر نمودنِ پیش کش و گرفتنِ صبیۂ او با خلعتے کہ سابق فرستادہ شد، بفرستند"[1]

صلح کی گفتگو اس اثنا میں قطب الملک نے آدمیوں کو اورنگزیب کے پاس تحائف لیکر روانہ کیا، لیکن اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اس کے بعد کوشش یہ شروع کی گئی، کہ شہزادہ

---

[1] وارث صفحہ ۱۴۳،

محمد سلطان کے ذریعہ سفارش کرائی جائے۔ اس لیے قطب الملک نے میر فصیح و میر احمد کو شہزادے کے پاس روانہ کیا، اور درخواست کی، کہ کم ازکم اس کی معمر و ضعیف ماں کو آنے اور اورنگزیب سے ملاقات کرنے کی اجازت دیجائے، بہرحال اورنگزیب نے یہ درخواست قبول کرلی، اور شہزادہ نے قطب الملک کو لکھا کہ اگرچہ تمہارے قصور اس قابل نہیں ہیں، کہ تمہاری کوئی درخواست قبول کیجائے، پھر بھی میری کوششوں سے اورنگزیب اس بات پر راضی ہوگیا ہے کہ وہ اس ضعیف و معمر خاتون سے ملاقات کرے، چنانچہ

"میر احمد . . . . . و ابو الفضل معموری شب یکشنبہ بست و دوم (۸ مارچ) حسب الامر پیش رفتہ (والدۂ محترمہ قطب الملک) را بدائرۂ شایستہ خان آوردند، خان مشار الیہ باحترام تلقی نمودہ، در روز دیگر . . . . . بوساطت خان مشار الیہ سلطان را دیدہ . . . . . وچوں سلطان التماس نمودہ کہ او خواہش دارد کہ خود آمدہ مدعات و مطالب را معروض دارد، بنا براں او را بحضور طلبیدند"[۵۱]

قطب الملک کی ماں جب اورنگزیب کی خدمت میں باریاب ہوئی، تو اس نے

"بذریعہ عجز و انکسار و وسیلہ ندامت و ضراعت التماس عفو جرائم و خطاہاے قطب الملک و تعین کمیت پیشکش بادشاہی و قبول ازدواج صبیۂ او بسلطان نمود"[۵۲]

اس پر اورنگزیب نے

"ملتمس او را پذیرفتہ فرمودند کہ یک کرور روپیہ از جواہر ثمینہ و نقد و افیال و جزآں و اصل سازد"[۵۳]

اور اس طرح وقتی صلح حاصل کرکے قطب الملک کی ماں واپس ہوئی، مگر اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل غور ہے، کہ اگرچہ اورنگزیب نے اپنے آدمیوں کو حکم دے دیا تھا، کہ وہ کسی قسم کی کارروائی

---

۵۱ و ۵۲ و ۵۳ وارث صفحہ ۱۸۳ -

نہ کرین، اور وہ اطمینان سے اپنے مورچون مین بیٹھے تھے کہ کئی باران کو قطب الملک کی فوج کے حملون سے دوچار ہونا پڑا،[1] لیکن اورنگزیب نے مدافعت کے سوا کوئی جارحانہ کارروائی نہین کی، حالانکہ اس وقت تک اس کے پاس قلعۂ اودسہ کی بڑی توپین اور دوسرے صوبون کی فوجین امداد کے لیے پہنچ چکی تھین، اور ۲۴ جمادی الثانی (۲۰ مارچ) کو میر جملہ بھی اپنے توپخانہ اور فوجی دستہ کے ساتھ باریاب ہو گیا تھا، ان حملون کے مقابلہ مین اورنگزیب قطب الملک کیساتھ غصہ کی جگہ مہربانی ہی کا اظہار کرتا رہا، چنانچہ اس نے صرف اس وجہ سے کہ قطب الملک کی والدہ ماجدہ نے "برائے تخفیف پیشکش التماس نمودند" یہ کیا کہ

"ازجملہ پنج لک ہون کہ ادائے آں بوعدہ سہ سالہ مقرر شدہ یک لک ہون حسب الالتماس آں عفیفہ مکرمہ دیک لک ہون باستدعائے عروس محترمہ خود معاف فرمودیم" (آداب نمبر ۳۲)

شاہجہان کا حکم | یہ شرائط طے ہی ہو رہے تھے، اور سلسلۂ مراسلت جاری ہی تھا کہ اورنگزیب کو ایک دن شاہجہان کا ایک خط ملا، کہ وہ محاصرہ کو ختم، اور قطب الملک کا پورا ملک اس کو واپس کر کے فوراً اپنے صوبہ کو لوٹ جاے، اس خط کا شان نزول یہ ہے، کہ اس عرصہ مین قطب الملک کے سفیر عبد الصمد نے دارا اور اس کی جماعت کو اپنا موافق بنا کر شاہجہان کو یہ یقین دلا دیا، کہ قطب الملک نے ہر شرط منظور کر لی ہے، البتہ اورنگ زیب اس کو تنگ اور اس سے مزید رقم وصول کرنے کے لیے وہان موجود ہے، اور حملہ کے وقت سے اس نے اس وقت تک لاتعداد جواہرات اور دوسری قیمتی چیزین تحفے کے طور پر قبول کر لی ہین، اور ان کی بادشاہ کو اطلاع بھی نہین دی ہے بس پھر کیا تھا، شاہجہان نے بلا تحقیق فوراً ہی مذکورہ بالا حکم نافذ ہی نہین کر دیا بلکہ اس کے ساتھ نامہ برون کو بھی ہدایت کر دی گئی کہ وہ اس کے مضمون کی تشہیر کرین، اوسکا

[1] چنانچہ غریب میر اسد اللہ ولد میر فضل اللہ بخاری اسی اطمینان کے نذر ہوا،

نتیجہ یہ ہوا، کہ ابھی اورنگزیب، شاہجہان کے حکم کے مطابق شہزادہ سلطان کی رسم نکاح کو ادا بھی نہ کر سکا تھا، کہ ۱۴ جمادی الثانی (۳۰ مارچ) کو تمام فوج کو دفعۃً روانگی کا حکم دینا پڑا، اور یہ نکاح اس روانگی کے ۵ دن بعد ۱۹ جمادی الثانی (۵ مارچ) کو معمولی طور سے انجام پایا[۱]،

اسی واقعہ کی وجہ سے اورنگزیب کی عزت و خودداری کو جو صدمہ پہنچا، وہ اس مزید رنجش اور کشمکش کے مقابلہ مین جو اسی سلسلہ مین باپ بیٹے مین پیدا ہوئی، بالکل معمولی معلوم ہوتی ہی، اس کشمکش کے حالات سے پتہ چلتا ہے، کہ شاہجہان، اورنگزیب کو کس طرح بے اعتبار سمجھتا تھا، اور کس طرح اس کے خلاف ہر شکایت کو سچ تسلیم کر کے اس کے خلاف ذلیل سے ذلیل کارروائی کرنے پر تیار ہو جاتا تھا، ہم شاہجہان کی ان غیر پدری و غیر منصفانہ کارروائیون مین سے بعض کو اجمالاً بتا دینا چاہتے ہین، تاکہ معلوم ہو جاے کہ جنگ برادران کے لیے خود شاہجہان کس طرح راستہ صاف کر رہا تھا،

باپ بیٹے کا اختلاف شاہجہان نے اورنگزیب سے جس وقت گولکنڈہ کے خلاف فوجی کارروائی کرنے کو کہا تھا، اس وقت اس سے یہ بھی وعدہ کیا تھا، کہ اس جنگ مین جو "جواہر و افیال" ملین گے، وہ سرکاری ملکیت ہون گے، اور جو نقد وصول ہوگا، وہ اورنگزیب کا حق ہوگا، چنانچہ

[۱] اورنگزیب اور قطب الملک سے جو آخری صلح ہوئی ہی اسمین یہ تھا کہ وہ ایک کروڑ ۲۵ لاکھ تاوان دے، اسمین سے اورنگزیب نے پہلے ۲۵ لاکھ اور پھر دس لاکھ گھٹا دیے اور پھر ۲۰ لاکھ شاہجہان نے معاف کر دیے، اس طرح اسے تقریباً ۷۰ لاکھ ہی دینا پڑا، دوسری چیز یہ تھی کہ رامگیر کا علاقہ بطور ضمانت مغلون کے حوالہ کر دیا جائے، تیسری چیز سلطان محمد کی قطب الملک کی دوسری لڑکی سے شادی اور چوتھی چیز جیسا کہ بعض مورخین کا بیان ہی، یہ تھی کہ چونکہ قطب الملک کے کوئی اولاد نرینہ نہین ہی، اسلئے اسکی موت کے بعد سلطان محمد ہی قطب الملک کا جانشین ہو، یہ ایک خفیہ معاہدہ تھا، لیکن میر جملہ کے ذریعہ شاہجہان کو بھی شاید اس کا علم ہو گیا تھا،

اورنگزیب نے اسی وعدہ پر بھروسہ کرکے دوسرون سے روپیہ قرض لیکر جنگ کے اخراجات برداشت کیے، لیکن جب لڑائی ختم ہوگئی، تو شاہجہان نے اس خیال کے زیراثر کہ اورنگزیب نے لامعلوم بیش قیمت تحائف قطب الملک سے لیے ہین، اوران کی اطلاع تک نہین دی ہے، لکھا کہ "نقد و جنس جو کچھ ملا ہے، سب کا سب سرکاری خزانہ مین داخل کردیا جائے" اوراس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اورنگزیب تقریبًا ۲۰ لاکھ کا مقروض ہوگیا، چنانچہ اس کے متعلق اورنگزیب ایک خط مین میرجملہ کو، جو معظم خان وزیر شاہجہان ہوچکا ہے، لکھتا ہے:۔

"چون درآغاز این مہم فرامین مقدسہ بصدور پیوستہ کہ ازجملہ پیشکش قطب الملک جواہر و افیال تعلق بسرکار بادشاہی دارد و نقد ہرچہ بدست آید بسرکار عالی متعلق است، و برائے سرانجام ضروریات مہم و سامان سپاہ مبلغے درکار بود، بنابران تکیہ براحکام والانمودہ در حین رجوع خدمت، التماس مساعدہ مناسب ندانستہ مبلغ معتدبہ ازخانہ زاد اعلحضرت بطریق دست گرداں گرفتہ صرف تہیۂ سفر و انجام مردم خود ساختیم و مطمح نظر آں بود کہ از جملہ آنچہ بجا عائد گیردہ عوض دادہ خواہد شد"

دریں ولا کہ تمامی مبلغ پیشکش بسرکار عالی تعلق یافتہ ہرچہ تاحال بہمہ جہت واصل شدہ بود، داخل خزانۂ عامرۂ دولت آباد گردیدہ، فکر اداے قرض و طلب سپاہ وغیرہ کہ قریب بست لک روپیہ است بغایت دشوار مینماید تزدیک شش ماہہ طلب مردم شدہ وازیں رہگذر تفرقہ بحال آنہاراہ یافتہ" (آداب نمبر ۱۸۷)

لیکن شاہجہان نے اتنا ہی نہین کیا، بلکہ اورنگزیب نے اس سلسلہ مین جو خدمات انجام دی تھین ان کے صلہ مین اس کو یہ خط ملا کہ تمھارے پاس تحفہ کے طور پر جو کچھ ہے اس کو تم فورًا دربار مین بھیجدو، اس کے جواب مین اورنگزیب نے ان تمام چیزون کو جو اسے اور

اس کے بیٹے کو ملی بھیں بادشاہ کے پاس بھیجدیں، اس کے ساتھ اس نے اس کے متعلق جو مفصل خط معظم خان کو لکھا ہے، وہ یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے، کہ اورنگزیب پر اخفائے تحائف کا جو الزام لگایا گیا تھا کس قدر غلط تھا، شاہجہان کا طریقۂ کار کس قدر اشتعال انگیز تھا، اورنگ زیب کو اس سے کس قدر روحانی صدمہ پہنچا، اور اس کے باوجود اس نے کتنے ضبط، کتنے صبر اور کتنی اطاعت گذاری سے کام لیا۔[1]

"اگرچہ باوجود مشاہدہ بعض امور خلاف رسم و عادت کہ بتقریب چنیں خدمت و فرمانبرداری

---

[1] اورنگزیب کا ایک اور خط جو میر جملہ کے نام ہے، اس معاملہ پر مزید روشنی ڈالتا ہے، اس کا ضروری خلاصہ یہ ہے:-

"کیفیت و کمیت انچہ از جواہر و اسپ و فیل قطب الملک بسرکار عالی فرستادہ و بفرزند سعادتمند کامگار داده و از جملہ یک کرور و پانزدہ لک روپیہ پیشکش بادشاہی محسوب نشدہ برآں عمدہ دولتخواہان درگاہ معلی پوشیدہ نیست تمامی آں اشیا منحصر بود در چند زنجیر فیل و چند سر اسپ و پارۂ مرصع آلات کہ ایشاں و عمدۃ الملک خان جہاں نیز آنرا دیدہ اند، چوں دراں میاں چیزے کہ تحفگی داشتہ باشد نبود و الماس طرۂ آوردۂ والدہ قطب الملک چنانچہ بنظر ایشاں در آمدہ خال سیاہے داشت و قیمت یاقوت فرستادۂ او بچہار ہزار روپیہ نمی رسید، مکرر واپس دادہ بودیم، ثانی الحال نظر بآنکہ قیمت ایں اشیا در مبلغ پیشکش بادشاہی محسوب نیست بالتماس خان مشار الیہ گرفتیم و ازانجا کہ ایں چیزہا شایستۂ آں نبود کہ کیفیت آں را داخل عرضداشت تواں کرد معروض نداشتیم خدانخواستہ اگر اخفا غرض می بود چرا ابعد ہا می نمودیم، الحال نیز اگر مرضی طبع اقدس باشد آں لماس کہ کارگراں خال سیاہ از وی تراشند با یاقوت مذکور از نظر انور می تواں گذرانید، ہرگاہ جوہر جان و نقد رواں در راہ مریدی و بندگی درمیان باشد خذف ریزۂ چند چہ خواہد بود کہ دریغ داشتہ شود۔" (آداب ص ۱۸۷)

بمنصۂ ظہور آمدہ موجبِ حسرتِ ما و شماتتِ اعدا گردیدہ می خواستیم کہ باظہار برخے از مقدمات بپردازیم و از آنجا کہ جمیع اوقات تحصیلِ خوشنودیٔ اعلیحضرت را فوقِ متمنیاتِ خویش داشتہ نسبتے ہیچ دولت را بآں برابر نمی داریم، بے عنایتی را محض عنایت و ارشاد انگاشتہ راضی نبودیم کہ شمہ از انچہ دریں وقت بر ما گذشتہ از دل بزبان آوریم چہ نتیجۂ حسنِ خدمت وابستہ بمساعدت بخت و طالع است و مریدان و بندہا را نظر برآں نبودہ و نیست، لیکن چوں دریں ولا از عرضہ داشتِ وکیلِ دربارِ معلی سمت وضوح گرفت کہ اعلیحضرت ازیں کہ حقیقت انچہ قطب الملک دریں سفر ندامت ثمر بما و فرزند سعادتمند برخوردار فرستادہ معروضِ محفل مقدس نگردیدہ ظلیش بسیارے می فرمایند، و توجہ بتحقیقِ آں مبذول است، بنابراں لازم نمود کہ سطرے ازیں ماجرا بآں خان رفیع مکان کہ واقف حال اند، و چیزے برایشاں پوشیدہ نیست بنویسیم تا در ہنگام مناسب بعرض اقدس رسانند،

مستور نماند کہ چوں قطب الملک بآں ہمہ تشدد و تاکید کہ در بابِ جواہر باو می نمودیم، از شنیدنِ خبرِ تعرضاتِ دربارِ گردو نمدار کہ در لشکر اشتہار یافتہ بود، و اطلاع بر مضامینِ فرامین مطاعہ کہ از روے عتاب بما و عمدۃ الملک خانخان بصدور می پیوست، خیرہ شدہ جواہرِ خوب ظاہر نساخت، و اصلا چیزے کہ شایستگیٔ پیشکش داشتہ باشد نفرستادہ، قرار دادہ بودیم کہ ہر چند او توفیقِ ایں معنی نیافتہ از شرمندگیٔ خود و انفعالِ دیگرے باک ندارد، بانکہ جان و مال را نثار و فداے راہ و رضاے پیر و مرشد حقیقی میدانیم بعد از رسیدن بدولت آباد پیشکش را بآئینے لائق کہ در نظرہا بنماید، و سبب آفریں و تحسین گردد سرانجام دادہ وسواے جوہر و مرصع آلات و افیالے کہ قطب الملک چہ در پیشکش بادشاہی و چہ بما دادہ و جواہر خوب دیگر از زرِ پیشکش ابتیاع نمودہ و ہر چہ از جملہ جواہر کہ دریں مدت بدفعات

او و عادل خاں براے ما فرستادہ اند قابل بودہ باشد براں افزودہ یا زیادہ از صد فیل توزک تمام بدرگاہ آسماں جاہ ارسال خواہیم داشت چنانچہ مکرراً ما فی الضمیر خود با ایشاں و عمدۃ الملک خان جہاں بیان آوردہ در پئے ابتیاع فیلاں بودیم لیکن از آنجا کہ بمقتضاے آنچہ گفتہ اند،

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

پیش از ظہور مکنون خاطر ملک ناظر و قبل مراجعت از صوب گلکندہ مناشیر والا مشتمل بر احکامے کہ مطلقاً بہ مراد ما آشنا نبود، و اصدار آں بخاطر گناہگاران مناسب می نمودہ متواتر صادر شدن گرفت، و قدغن بر قدغن فرمودہ اند کہ جواہر و مرصع آلات و افیال پیشکش قطب الملک را با طلا آلات و نقرہ آلات پیش از برسات بجناب خلافت بفرستیم و باقی خود را بخزانۂ عامرہ بسپاریم و دریں باب مبالغہ بحدے رسید کہ گویا ما تمامی پیشکش را از خود دانستہ بدرگاہ نخواہیم فرستاد یا چیزے ازاں میاں غائب خواہد شد، و خبر بے توجہی و تعرضات اعلی حضرت و عزل واقعہ نویس و غضبے کہ برو رفتہ از نوشتجات ہرکارہاے دربار معلی بعادل خاں و قطب الملک رسیدہ باعث شماتت گردیدہ شورش افزاے خاطر شدہ بود، چنانچہ آنہا بحاجبان ما اظہار ایں معنی می نمودند و مع ہذا فرصت آں نیافتیم کہ پیش نہاد قصد خود را کہ در سرانجام پیشکش داشتیم بعرض مقدس برسانیم تا بصورت یافتن آں چہ رسد، بنا براں از روے اضطرار مطابق فرمودہ بعمل آوردہ ہر چہ در وجہ پیشکش بادشاہی گرفتہ بودیم ارسال نمودیم، و آنچہ بجہت ما آوردہ بودند، و دراں بہتر از یک الماس و از یک انگشتر یاقوت کہ ایشاں و خان جہاں بکرات آنہا را دیدہ اند، چیزے نیست، و چوں شایستگی و تحفگی با آں نبود، و الماس نوعے کہ آں دستور الوزرا دیدہ اند خالی نیاے

داشت و وزن و قیمتِ یاقوت را ہم می دانند و فرستادنِ آں را درچنیں وقت کہ اعتماد بر قول
و فعلِ ما ندارند و نزد ہر خاص و عام جرم و خیانتِ ما آشکارا شده، موجبِ مزید تعرض و
طیش تصور کرده، دراں باب کوتاہی نمودیم، اکنوں کہ ہمگی توجہ والا مصروفِ تحقیقِ مخفیات
ما است، آں الماس را کہ خال از وی تراشیده اند، نیمکاره با انگشترِ یاقوت و جمیع جواہرے
کہ در سیاقِ خیر مساق بدست آمده بود، با جواہرے کہ برائے فرزند سعادتمند بدفعات فرستاده
و صندوقہائے کہ بعرضِ اشرف رسیده ہماں است با تمام مصحوبِ ملازمانِ سرکار بدرگاه
ارسال داشتیم، کہ از نظرِ انور گذشته بر تقدیرے کہ مقبول نیفتد، آنچه بنامِ ما بوده بملا عبد الصمد
عنایت فرمایند، کہ بقطب الملک برساند، و تفصیلِ فیلان و اسپاں فرستاده نیز بموجب
افراد جداگانه با ایں نشان مرسل گشت، خدا نخواسته اگر برا خفا کہ ننگ و عارِ کمترین غلامان
ایں درگاه است، مطلوب می بود، چرا ابعد ہائے پادشاہی می نمودیم، و جواہرے کہ خان
جہاں چرا آنرا قیمت می کرد، چوں ایں چند سنگریزه کہ اعتبار و مقدارِ آں معلوم است
و مکرر او اپس داده بودیم و بمبالغهٔ بسیار گرفته شده از جملہ یک کرور و پانزده لک زرِ
پیشکش مقررے محسوب نبود، حقیقتِ آں را داخلِ عرضداشت ننموده بودیم، پنہاں
داشتن چه گنجایش دارد، اگر ما را با وجود نسبتِ مریدی و بندگی ما معتمد فرا نگرفته نظرے
بصدق و اخلاص و ارادتِ ما می فرمودند، و در برابر ایں قسم خدمتے کہ بمحض کرمِ الٰہی و
اقبالِ پادشاہی بتقدیم رسیده سببِ بہجتِ اولیائے دولتِ قاہره گردیده، اختیار
سر انجام پیشکشے کہ با ہتمامِ دیگرے گرفته نشده بود، بما وا نگذاشتند"
پیشکشے لائق از نظرِ انور می گذشت و ہویدا باشد کہ ادنی مریداں چنیں پیشکشہائے
نمایاں می توانند گرفت، و گذرانید و معنیٔ خلوصِ ارادت و اطاعتِ مرشد و ولی نعمت چیست

چہ تواں کرد کہ سعیٔ من و دل باطل بود" (آداب نمبر ۱۸۸)

ان خطوط کو پڑھنے کے بعد کون انصاف پسند ہوگا، جو اورنگزیب کی مظلومیت پر اظہارِ افسوس اور اس کے ساتھ ہمدردی نہ کریگا، لیکن اگر یہ خرابی یہین پر آکر ختم ہوجاتی، تو بھی کوئی ہرج نہ تھا، جیسا کہ ہونا چاہیے تھا، اس کا اثر خود اورنگزیب کی ذات سے گذر کر، اس کے انتظامِ مملکت پر پڑنے لگا، بیجاپور اور گولکنڈہ کے حکمرانون اور دوسرے لوگون نے جب دیکھا، کہ اورنگزیب کا نہ تو دربار مین کوئی اثر ہے، اور نہ اس کی کسی بات ہی کی شنوائی ہوتی ہے، تو انھون نے بھی اس کے احکام کی تعمیل مین غفلت برتنا شروع کردی، اور اورنگزیب کے لیے یہ انتہائی آزمایش کا وقت تھا، وہ اپنی اس حالت کو اس طرح لکھتا ہے۔

"از انجا کہ این دنیاداران دکن از استماعِ خبرِ عدمِ استقلال و اعتبارِ ما و اطلاع بر بے توجہی اعلیحضرت و تعرضاتے کہ از پیشگاہِ خلافت میرسد، و مردم یکے را ہزار ساختہ بآنہا می رسانند، از نوشتہ و گفتۂ ما حساب نگرفتہ خود را از رجوع باین جانب مستغنی دانند، تاکیدِ ما در او اثر نہ کرد، و بمقتضائے آنچہ نوشتہ بودیم بعمل نیاورد، و بعد ازین نیز ممکن نیست کہ نوشتجاتِ ما بپذیرد"

(آداب نمبر ۱۹۱)

ایسی حالت مین اگر شاہجہان کا کوئی دوسرا لڑکا ہوتا، تو شاید اس سے یہ ذلت و رسوائی برداشت نہ ہوسکتی، مگر یہ اورنگزیب کا کلیجہ تھا، کہ اُس نے ایک مطیع و فرمانبردار لڑکے اور ایک اطاعت گذار سعادتمند بھائی کی طرح باپ اور بھائی کی ہر قسم کی چالون کو دیکھا، ان کے مظالم سہے، ان کی سازشون کا شکار رہا، لیکن پھر بھی اس نے کوئی مخالف کاروائی نہین کی، اپنے فرض سے غافل نہین رہا، اور نہ اس نے کوئی سخت خط ہی لکھا، جب وہ بہت گھبرا جاتا ہے، تو اپنے ایک دوست و غمخوار کو صرف اس قدر لکھتا ہے، کہ

"شاید شب ماہم سحرے داشتہ باشد"

اورنگزیب کو یقین تھا، کہ جب میر جملہ دربار میں پہنچ جاے گا، اور دکن کے اصل واقعات کو بے کم و کاست بیان کر دے گا، تو اس کا پوزیشن ایک بڑی حد تک صاف ہو جائیگا، اور ایک مرتبہ وہ پھر منظورِ نظر ہو جاے گا: کہ میر جملہ کی آزادی، اور اس کے درجۂ وزارت تک پہنچانے میں سب سے زیادہ جس شخص کا ہاتھ کارگر تھا، وہ اورنگزیب کا تھا، میر جملہ نے بھی اپنے ذاتی اغراض کی کامل حفاظت کے بعد جہانتک ہو سکا اورنگزیب کی صفائی پیش کی ہے، اور اسی وجہ سے جب اس کے وزیر ہونے کے بعد ۶ محرم ۱۰۶۷ھ (۴ نومبر ۱۶۵۶ء) کو عادل خان کا انتقال ہو گیا، تو شاہجہان کو اس وقت تک اورنگزیب کی طرف سے اتنا اطمینان ہو گیا تھا، کہ اس نے بیجاپور کے علاقہ پر حملہ کرنے کے لیے جو حکم دیا تھا، اس میں اُسی کو سپہ سالار بنا دیا، اور اورنگزیب اپنے اس جدید فرض کی انجام دہی میں مصروف ہی تھا، کہ دارا کی سازشوں کے دفعۃً رونما ہونے نے اورنگزیب کو برادرانہ جنگ کی تیاری کی طرف مجبور کر دیا،

جنگِ بیجاپور یوں تو اواخر ۱۰۴۵ھ (اوائل ۱۶۳۶ء) میں خود شاہجہان نے عادل خان سے بہت اچھے شرائط پر صلح کر لی تھی، لیکن پھر بھی گذشتہ بیس سال میں ان کے تعلقات مسلسل طریقہ سے خوشگوار نہیں رہے، اور ایک مرتبہ جبکہ عادل خان نے اپنے وزیر اعظم کو مغلوں کی طرح "خانخانان" کا خطاب دیدیا تھا، اور دوسری مرتبہ جبکہ اس نے رسم و رواج کے خلاف ہاتھیوں کی لڑائی میدان میں کرائی تھی، تو شاہجہان نے ان چیزوں کو شاہی اختیارات کے استعمال کا جرم قرار دیکر عادل خان سے باز پرس کی تھی، اور عادل خان معافی نہ مانگ لیتا، تو اس جنگ کے شعلے جو ۱۶۵۷ء میں بلند ہوے، اس سے برسوں قبل دکن کو روشن کر چکے تھے، اس کے ساتھ عادل خان کی اس اطاعت سے اس کو جو فائدے ہوے، وہ بھی کم اہم نہیں ہیں، ایک طرف

تو شاہجہان نے اس کو "خان" کی جگہ "شاہ" کا خطاب دے کر اُسے اپنے ہمعصروں اور ہم چشموں میں بہت بلند کر دیا، اور دوسری طرف مغل حملوں سے مامون رہ کر اس نے دکن میں بحرِ عرب سے لیکر خلیجِ بنگال تک اپنی حکومت قائم کر لی، اور اس طرح دکن کی سلطنتوں میں وہ سب سے زیادہ وسیع الحدود و باثر حکمران ہو گیا[1]، مگر اس کے ساتھ اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا، کہ اس کو اس بات کا بھی برابر احساس تھا، کہ مغل حکومت اُس سے جن احکام کی تعمیل کرانا چاہتی ہے، یا جس اطاعت کی طالب ہے، وہ اس کی خودداری اور اس کے خلافِ شان ہے، اور یہی وجہ سے جب کوئی فرمان مغل دربار سے اس کے پاس آتا، اور اصولاً دستے "فرمان بازی" تک اس کا استقبال کرنا ہوتا، تو وہ جس صورت سے بھی ہو، اپنی اس علانیہ کم رتبگی سے بچنے کی کوشش کرتا، کبھی وہ قاصدوں کو گران بہا رقم دے کر اس رسم سے نجات حاصل کرتا، اور کبھی بیمار بنجاتا، چنانچہ جب اورنگزیب، دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا، اور اسے عادل خان کا یہ حال اور اس کی یہ چال معلوم ہوئی، تو اس نے شاہجہان کو اس کی اطلاع دی، اور شاہجہان نے اورنگزیب کے اس بیان کی تصدیق کے لیے عادل خان کے پاس جن قاصدوں کی معرفت فرمان بھیجا، ان کو یہ تاکید کر دی، کہ وہ عادل خان کو اس کی پیشوائی پر مجبور کریں، اس سلسلہ میں جو واقعات پیش آئے، ان کو اورنگزیب نے ان الفاظ میں شاہجہان کو لکھا ہے:-

"عادل خان که درین چندگاه بیماری را بهانه ساخته از دست کوته اندیشی مراسم استقبالِ مناشیرِ مطاعه نمی پرداخت، با آنکه درین باب از پیشگاهِ خلافت حکمِ با مضا در شده بعض تمارض و انحراف مردم در تقدیم وظائفِ عبودیت و اطاعت تهاون می ورزد، و درین مرتبه نیز اراده نموده بود، که مثل گذشته از دریافت این سعادت محروم شود و فرستادهای بارگاه

---

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو بساتین السلاطین ص ۲۹۵ - ۳۱۲

معلی را برخلاف قانون قدیم بدستور رجعے کہ دریں ایام پیش ازینہا رفتہ بودند بخانہائے کلان
خود فرود آوردہ آنہا را بفریب و فسون از راہ ببرد، چنانچہ بمجرد استماع ورود فرمان لازم الاذعان
خود را مریض و رنجور قرار دادہ، مبتجواست کہ بمکر و تزویر ہم از استقبال نپردازد، و بوسیلہ
تطمیع از کسب ایں شرف و عزت متقاعد گردد، ولیکن چون اعلیحضرت از روے کرامت
حکم فرمودہ بودند کہ نام بردہا باتفاق حاجب ایں مرید او را بایصال عطایائے پیشگاہ خلافت
سربلند سازند، ہر چند دست و پا زد، اندیشہ از قوت بفعل نیامد، و بعد از تعلل بسیار و گفتگوے
بیشمار تا باغ افضل کہ از جاے بودن او دو کروہ رسمی است در ہمراہی تالاب شاہپور واقع
شدہ، باستقبال فرامین شتافتہ بوصول منشور لامع النور و عطیہ پادشاہی سرفرازی اندوخت،
و ملازمان درگاہ را بست و دو بلطائف الحیل نگاہ داشتہ رخصت نمود، اگر بعد ازیں نیز حیلہ بہانہ
دیگرہ مقرر گردد، تا موضع ارکرہ کہ از قدیم براے استقبال فرامین تعین است بے توقف
و تاخیر نخواہد شتافت،

محمد بیگ و ابوطالب زیادہ انچہ حکم شدہ بود، توقفے نکردہ مبلغ معتد بہ کہ عادل خان بتقریب
عدم تکلیف استقبال براے آنہا فرستادہ بود نگرفتند، دو بیگ کہ در وقت رخصت با آنہا
می داد، بجہت پاس حکم اقدس واپس دادند، اگر دیگران نیز کہ پیش ازیں بران کار رفتہ بودند
پاس خانہ زادی و بندگی درگاہ آسمان جاہ داشتہ توفیق امانت و دیانت می یافتند
او را بچہ قدرت و کدام یارا کہ ایں قسم سلوک ناشایستہ کہ چنیں امتثال او نیست توانستے
نمود، و در تقدیم وظائف عقیدت و بندگی کہ شرف روزگار نامورانِ آفاق است
قصور نیارد آوردہ" (ص۱۰۵)

اس کے علاوہ ہم کو یہ ناقابل تردید حقیقت بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مغلوں کی "اکبر کے" عہد

ہی سے یہ حکمت عملی رہی ہے، کہ جس صورت سے بھی ہو سارے دکن کا بھی الحاق کر لیا جائے نظام شاہی حکومت کا حشر اور بیجاپور و گولکنڈہ کے خلاف فوج کشی کے مسلسل واقعات ہمارے پیش نظر ہیں، خود ان دکنی ریاستوں کو بھی اسکا علم تھا، اور وہ مغلوں کی موجودگی مین ایک طرف تو مغل حکومت سے اطاعت و فرمان برداری کا اظہار کرتے تھے، اور دوسری طرف آپس مین ایک دوسرے کی امداد کی سازشوں مین لگے رہتے تھے، اور ہمارا خیال ہے، کہ ان کے خاتمہ کی بڑی وجہ اُن کی یہ دورنگی چال تھی، کیونکہ جب کبھی مغل حکومت کو ان کی اس قسم کی خفیہ سازش کا پتہ چلتا، تو وہ اس کو اپنی منفعت و مصلحت کی بنا پر وہین کچل ڈالنے کی کوشش کرتے، مگر اس وقت ہم کو چونکہ صرف اورنگ زیب کے عہد نظامت سے تعلق ہے، اس لیے ہم یہاں پر اُسی سلسلہ کے واقعات کا تذکرہ کرین گے، جو اس کی صوبہ داری سے متعلق ہین،

اورنگزیب جب صوبہ کا گورنر ہوا، تو اس کو بیجاپور سے متعلق جو پہلی اطلاع ملی، وہ خوشگوار نہ تھی، بلکہ اُسی وقت شاہجہان اور بیجاپور کے تعلقات بہت کشیدہ تھے، چنانچہ جب شاہجہان نے ان ناخوشگوار حالات کی اطلاع نئے صوبہ دار کو دی، تو اس نے جواب مین لکھا کہ:-

"نقل واقعۂ بیجاپور کہ حسب الحکم الارفع سید علی فرستادہ بود، رسید بر مضمون آں اطلاع حاصل گشت، عجب کہ آں حق ناشناس قدر عنایات و تلطفات بے اندازۂ اعلحضرت را کہ زیادہ بر حوصلۂ او بظہور رسیدہ نداند و کفران نعمت نماید، انشاءاللہ تعالے عنقریب جزاے آں خواہد یافت" (۲۲ لہ)

بہر حال جب اورنگزیب برہان پور پہنچا اور اُس نے عادل شاہ کو اپنے صوبہ دار ہونے کی اطلاع دی، تو اُس نے رسماً بعض چیزین اورنگزیب کے پاس تحفۃً بھیجدین، اور نگزیب نے بھی اس کے بعد اپنا ایک سفیر مقرر کر کے بیجاپور روانہ کیا، اور اس کے ساتھ بھی کچھ چیزین عادل شاہ

کو بھیجین، اس کے ساتھ اس نے شاہجہان کو بھی اپنی اس کاروائی کی اطلاع دی:-

"عادل خان طرہ وزہ گیر مرصع و فیلے با تلایہ ارسال داشتہ قبل ازیں ہرگز چیزے بایں زبونی بایں مرید نفرستادہ، بہمہ حال بنا بر امتثال حکم مقدس انچہ فرستادہ بود نگاہداشت .... این عقیدت اندیش نیز عنقریب جعفر را بہ بیجاپور ..... تعین نمودہ، بعضے مرصع آلات و پارچہ گجرات ...... خواہد فرستادہ" (رقعات)

اگرچہ یہ تعلقات قائم ہو گئے تھے، لیکن اورنگزیب کو ان دونون ریاستون سے عدم وفاداری کی برابر شکایت رہی، چنانچہ جب شاہجہان نے اورنگزیب سے بہترین توپ انداز مانگے، تو اس نے شاہی دکن مین جتنے توپ انداز تھے، ان مین سے بہترین کو روانہ کر دیا، لیکن اس کیساتھ یہ بھی لکھدیا کہ

"در بیجاپور و گلکندہ توپ اندازان خوب نشان می دہند، دو دنیا داران دکن آنجا با وجود لاف عقیدت و بندگی و شمول عنایات و تفقدات بے اندازۂ بادشاہانہ کہ زیاد از حوصلۂ آنہا شدہ و میشود، دریں یساق ظفر مساق کہ بخیریت نوبت چہارم بوقوع خواہد آمد، ہیچ گونہ خدمت بتقدیم نرسانیدہ، اگر حکم اقدس دریں باب بآنہا صادر گردد سعادت خود دانستہ امتثال خواہند نمود" (رقعات)

اس خط سے یہ بھی صاف پتہ چلتا ہے، کہ اورنگزیب ایک کام بھی شاہجہان کے حکم کے بغیر نہین کرتا تھا، پھر اس پر ان دکنی حکومتون کے خلاف سازش کا الزام کہانتک صحیح ہو سکتا ہے،

قطب الملک سے سازش بیجاپور سے اختلاف کی وجہ یہ بھی تھی، کہ وہ شاہجہان کے پاس پیشکش روانہ کرنے مین بہت تساہل کرتا تھا، اور کئی کئی سال گذر جاتے ہین اور ہم کو بیجاپور کی طرف

سے کوئی نذر بھی دربار شاہی مین گذرتی نظر نہین آتی، اس کے علاوہ کرناٹک کے سلسلہ مین اس نے جو رویہ اختیار کر رکھا تھا، وہ بہت کچھ تعلقات کی کشیدگی مین معاون ہوا، اور اگرچہ اُس نے ابتدا مین ایک "بے عیب فیل" بھیجکر شاہجہان کو راضی کر لیا تھا، لیکن پھر بھی مغل حکومت اس سے مطمئن نہ تھی، ان سے بڑھکر جس چیز نے تعلقات کو بہت زیادہ کشیدہ کر دیا تھا، وہ عادل شاہ کا وہ معاندانہ رویہ تھا، جو اس نے قطب الملک سے جنگ کے وقت مغل حکومت کے خلاف اختیار کر لیا تھا، چنانچہ اورنگزیب نے اپنے متعدد خطوط مین بیجاپور کی اس دو رنگی کی شکایت کی ہے، ایک خط مین وہ لکھتا ہے:-

"چون درین ولا از نوشتۂ حاجب بیجاپور ہویدا گردیدہ کہ عادل خان باوجود اطلاع بر حکم لازم الاتباع از خبث طینت قصد آن دارد، کہ در مقام امداد قطب الملک درآمدہ، جمع را بکومک او بفرستد، بنابران این مرید نشانے بحاجب بیجاپور مذکور ارسال داشت تا اورا از وخامت عاقبت نافرمان برداری تخویف نمودہ ازان اندیشہ باز دارد، اگر مومی الیہ . . . . . . ترک این ارادہ نکند انشاء اللہ تعالیٰ . . . . اورا نیز . . . . نوعے کہ باید تنبیہ خواہد نمود" (۱۲/۹۸)

دوسرے خط مین لکھتا ہے کہ

"عادل خان سپاہ خود را از اطراف طلب نمودہ درپئے جمع اسباب ادبار خویش است و بتحریک اغوائے جمعے کوتہ اندیش لشکر باعانت کمک قطب الملک خواہد فرستاد" (۱۳/۹۹)

اورنگ زیب نے عادل شاہ کو جو خط لکھا تھا، اس کا ظاہری نتیجہ اتنا ضرور ہوا، کہ اس نے اورنگ زیب سے اپنی برأت کا اظہار کیا، لیکن درپردہ وہ اپنی سازش مین لگا رہا،

اور جب اورنگزیب کو اس کی اس دورنگی چال کا حال معلوم ہوا تو اس نے شاہجہان کو بھی اس کی اطلاع دیدی کہ

"عادل خان اگرچہ بحسب ظاہر خیال وامی نماید کہ اورا با امداد و اعانت قطب الملک کارے نیست لیکن پنہاں در مقام تہیۂ اسباب کمک درآمدہ، مردم خود را بسر حدہا تعین ساختہ و جمعیت را از جا طلبیدہ در استحکام برج و بارۂ قلعہ بیجاپور و سائر قلعۂ متعلقۂ خود و سرانجام توپخانہ بجد است آنچہ بر زبان او می گذرد، دلش را از اں خبرے نیست" ($\frac{15}{101}$)

چنانچہ عادل شاہ نے بیس ہزار فوج افضل خان کی معرفت حیدرآباد کی مدد کے لیے چپکے سے روانہ بھی کردی،

"عادل خاں ناعاقبت اندیش...... افضل نام بھتیارہ را........ با پانزدہ بست ہزار سوار بکمک قطب الملک فرستادہ، واو باہمراہاں بر بست کردہی حیدرآباد رسیدہ" ($\frac{16}{102}$)

یہ اطلاع پاکر اورنگ زیب خود حیدرآباد کی طرف روانہ ہوا، اور شاید اسی خطرہ کو محسوس کرکے عادل شاہ نے اپنی فوج نہایت خاموشی کے ساتھ واپس بلالی، اورنگزیب نے بھی یہ دیکھکر کہ اس نے کوئی عملی نقصان نہیں پہنچایا ہے، اس سے اس وقت کوئی تعارض نہیں کیا، مگر عادل شاہ اس کے ساتھ ایک اور چال چلا، اس نے اپنے ملازم ساہوجی بھوسلہ کے لڑکے شیواجی کو اس بات پر آمادہ کردیا کہ وہ مغلون کے سرحدی مقامات پر حملہ کرکے ان کی توجہ کو تقسیم کردے، اورنگزیب نے اس کی اطلاع بھی شاہجہان کو دیدی کہ

"شیواجی پسر ساہو بھوسلہ کہ در محال متعلقۂ خود کہ در سرحد جنیر است، می باشد دراں حدود شورش انداختہ" ($\frac{13}{99}$)

مغل کرناٹک پر حملہ | دوسری طرف اس نے شیواجی کے باپ ساہو بھوسلہ کو اس بات پر آمادہ کر دیا، کہ جس طرح قطب الملک نے کرناٹک کے اس علاقہ میں جو میر جملہ کو ملا تھا ۰۰ میل تک قبضہ کر لیا تھا، وہ اس علاقہ پر قبضہ کر لے[1]، اورنگزیب کو بھی اس بات کی اطلاع مل گئی، اور اس نے اپنے افسر کو جو اس علاقہ میں تھا، لکھا کہ وہ کرناٹک جاکر میر جملہ کے ملازم محمد ہاشم کو مدد دے، چنانچہ یہ افسر کرناٹک گیا، اور اس نے ساہو کو شکست دی، اس فتح کی اطلاع اورنگزیب اس طرح دیتا ہے کہ

"بسامع علیہ رسید کہ ساہوے بے عاقبت فتنہ سرشت از بندہاے بادشاہی وجمعیت عمدۂ خوانین زماں ۰۰۰۰ بشکست خوردہ آوارۂ دشت ہزیمت گردیدہ، وجوہر حبشی قلعہ دار کہنوں (؟) ازیں ارادۂ خویش پشیمان شدہ، قدم ادبار باز پس کشید" (آداب نمبر ۴۹۶)

نئے قلعہ کی تعمیر | اس کے علاوہ عادل شاہ نے مغل سرحد پر نیا قلعہ بنوانا شروع کر دیا تھا، اور اس سے اورنگزیب کو اپنے سرحدی علاقہ کے متعلق خطرات پیدا ہو گئے تھے، اس نے شاہجہان کو اسکی اطلاع دی اور اس کے حکم کے بموجب اس قلعہ کو منہدم کرا دیا، انہدام کے متعلق اورنگزیب نے جو خط لکھا ہے اس کا ضروری حصہ یہ ہے:-

[1] شاہجہاں سے صلح ہو جانے کے بعد ساہو عادل شاہ کے یہاں ملازم ہو گیا تھا، اور اس نے اسے رندولہ خاں کیساتھ کرناٹک فتح کرنے پر مقرر کیا تھا، کرناٹک کا علاقہ فتح کرنے کے بعد اسکو اسی علاقہ میں نئی جاگیر بھی دیگئی کہ اسکی پرانی جاگیر شیواجی کے قبضہ میں تھی، اسکے بعد جب وہ شیواجی کی بدعنوانیوں کی وجہ سے گرفتار ہوا اور چار سال تک قید رہکر آزاد کیا گیا تو اسے پھر کرناٹک ہی میں مامور کیا گیا، اس وقت تک رندولہ کا انتقال ہو چکا تھا، اس لیے اب وہ بیجاپوری کرناٹک کا تنہا مالک تھا اور اس طرح باپ اور بیٹے دونوں الگ الگ اپنے علاقوں کو بڑھا رہے تھے، ساہو جی برادرانہ جنگ کے بعد کرناٹک ہی میں رہا،

(مفصل حالات کے لیے دیکھو ڈف باب ۳ و ۴)

"چوں دریں ولا بسامع اقبال رسید کہ گماشتہاے عدالت نصفت مرتبت کہ متکفل مہمات ولایت کوکن اند، در سرحد جنیر قلعۂ جدید احداث نمودہ اند، بنابراں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فوجدار جنیر ۔ ۔ ۔ وسائر بندہاے بادشاہی کہ دراں حدود جاگیر دارند مامور گردیدہ اند کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قلعہ مذکور را منہدم و مسمار ساختہ اثرے بآں نگذارند" (آداب نمبر ۴۸)

یہان پر یہ بات بھی قابل توجہ ہے، کہ جنیر ہی کا وہ علاقہ ہے، جہان سے شیواجی اپنی غارتگری شروع کرتا ہوا[1]، احمدنگر کے مضافات تک پہنچ جاتا ہے، اور ہمارا خیال ہے کہ گولکنڈ کی جنگ مین اگرچہ عادل شاہ نے خود علانیہ مدد نہین کی تھی، لیکن شیواجی اور ساہوجی کے ذریعہ یقیناً اس نے مغلون کی توجہ کو تقسیم کرنے کی سازش کر رکھی تھی، اورنگ زیب کے ان خطوط سے جو اس نے معظم خان وغیرہ کو لکھے ہین، صاف پتہ چلتا ہے کہ اورنگزیب کو بیجاپور کی طرف سے کھٹکا لگا رہتا تھا، اور وہ اس بات کو بھی سمجھتا کہ قطب الملک نے صلح کرنے کے بعد جو معاندانہ روش اختیار کر رکھی ہے، اس مین بیجاپور کا بھی ہاتھ ہے، خود شاہجہان کو بھی ان تمام باتون کا علم تھا، اور یہی وجہ ہے، کہ جونہی اورنگزیب نے شاہجہان کو اس بات کی اطلاع دی، کہ عادل شاہ کا انتقال ہوگیا ہے، تو اس نے فوراً نہ صرف اورنگزیب کو اس کے علاقہ پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا، بلکہ اپنے وزیر اعظم اور دوسرے سرحدی صوبہ دارون کو بھی اس کی مدد کے لیے روانہ کر دیا،

عادل شاہ کی وفات | عادل شاہ نے ۲۶ محرم ۱۰۶۷؁ھ (۴؍نومبر ۱۶۵۶؁ء) کو انتقال کیا، اورنگزیب نے ایک صوبہ دار کی حیثیت سے ایک طرف تو عادل شاہ کی بیوہ کے نام تعزیت کا خط لکھا،

[1] اس کی وجہ عام طور سے یہ بتائی جاتی ہے کہ اس ضلع کا دیش مکھیہ اسی خاندان کا آدمی ہوا کرتا تھا، اور شیواجی کی پیدائش بھی یہین ہوئی تھی، ڈف باب ۳ صفحہ ۱۰۳

اور دوسری طرف شاہجہان کو اس کے انتقال کی خبر دی، یہان پر ہمارے بعض مورخین اورنگزیب پر یہ الزام لگاتے ہین، کہ وہ بیجاپور پر حملہ کرنے کے لیے موقع کی تلاش مین تھا، حالانکہ اورنگزیب کے ہزارون خطوط مین کہین بھی اس کا شائبہ تک نہین ہے، ایک لائق بڑے مؤرخ نے بھی ان خطوط سے جو کرناٹک کے متعلق میر جملہ کو لکھے گئے ہین، اسی نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے، وہ ایک وقتی چال تھی، جس کا اسی وقت استیصال کر دیا گیا تھا، لیکن اس کے ساتھ اس حقیقت سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا، کہ مغل حکومت ہر ممکن موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی حکومت کو وسیع کرنا چاہتی تھی، اور آج بھی یہ شہنشاہیت اور وسعت حکومت کا بھوت ہر حکومت پر سوار ہے،

اس کا جانشین عادل شاہ کی وفات کے بعد پہلا سوال اس کے جانشین کا تھا، اور اس معاملہ مین ضرور تھا کہ بیجاپوری حکومت مغل حکومت کا استمزاج حاصل کرتی، کیونکہ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہین، بیجاپوری حکومت اگرچہ سالانہ کوئی پیشکش نہین دیتی تھی، پھر بھی اس بات پر مجبور تھی کہ وہ ہر معاملہ مین مغل حکومت کے احکام کی پوری پابندی کرے، اور کوئی کام حتیٰ کہ افسرون کو خطاب دینا یا نیا قلعہ بنوانا تک اس کی اجازت کے بغیر نہ کرے، پھر جانشینی کا معاملہ کس طرح اس کی پسندیدگی کے بغیر طے ہو سکتا تھا، اس کے علاوہ اس معاملہ نے اس لیے اور بھی پیچیدہ صورت اختیار کر لی تھی کہ جس شخص کو اس کا جانشین بنایا جا رہا تھا، اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ عادل شاہ کا لڑکا نہین ہے، بلکہ وہ "پسر خواندہ مجہول النسب" ہے، اور ایسے شخص کا بلا اعلیٰ حکومت کی اجازت کے تخت پر بیٹھ جانا یقیناً سیاسی حیثیت سے خود سری کا مترادف تھا، مگر بیجاپوری امرا نے اس کا کوئی خیال نہین کیا، اور عادل شاہ کی وفات کے بعد ہی اس پسر خواندہ کو علی عادل شاہ ثانی کے نام سے

تخت پر بٹھادیا[1]، شاہجہان کو جب اس کی اطلاع ہوئی، تو اس نے اس کارروائی کو اپنے اختیارات مین مداخلت سمجھکر اورنگ زیب کو نہایت سختی سے لکھا کہ وہ بیجاپور پر حملہ کرئے، شاہجہان نے اس حملہ کا جو مقصد رکھا تھا اور جس سے اس کے دلی حالات کا پتہ چلتا ہے، اسے خود ہم کو اسی کی زبان سے سننا چاہیے، اورنگزیب میر جملہ کے ایک خط مین شاہجہان کے الفاظ نقل کرتا ہے:-

"اعلحضرت . . . . . . درمنشورے کہ بعد ظہور صحت خبر وفات عادل خان . . .

. . . . . بخط اشرف اعلیٰ بنام نامی ما صادر شدہ صریح حکم فرمودہ اند کہ . . . . .

بصوب سرحد بیجاپور توجہ نمودہ اگر تسخیر تمامی آں مملکت دست بہم دہد، فھو المراد والا ہر قدر

قلاع ومحال کہ از ولایت نظام الملک بہ عادل خان متوفی تعلق داشت، بحوزۂ تصرف

[1] سر سرکار نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے، کہ شاہجہان کو عادل شاہ کے اندرونی معاملات مین دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہ تھا، لیکن جو حالات ہم نے عادل شاہ و شاہجہان کے تعلقات کے سلسلہ مین لکھے ہین وہ مظہر ہین، کہ شاہجہان کو اسکا حق حاصل تھا، اور آج بھی ریاستون مین گدی کے متعلق تمام معاملے ریزیڈنٹ یا گورنر جنرل ہی کے ایما سے طے ہوتے ہین، اس کے علاوہ سرکار کا خیال ہے کہ علی عادل شاہ اگرچہ عادل شاہ کے محل خاص سے نہ تھا، لیکن اسی کی کسی دوسری منکوحہ کی اولاد ضرور تھا جس کو اس کی محل خاص نے متبنیٰ کر لیا تھا، لیکن یہ خیال بھی صحیح نہین ہے، اور نہ اس کے ثبوت مین کوئی تاریخی شہادت پیش کیجا سکتی ہے اگر وہ کسی منکوحہ کا لڑکا ہوتا، تو کہین اس کی اصل مان کا ذکر آتا، پھر خود مغلون کے یہان بادشاہ کی مختلف حرمون کی جو اولاد ہوتی تھی، وہ اپنے کو مساوی سمجھتی تھی، ایسی حالت مین اس کے متبنیٰ کرنے کی کیا ضرورت تھی، تیسرے اورنگزیب نے اپنے تمام خطوط مین اس کو "پسر خوانده اور مجہول النسب" کے نام سے یاد کیا ہے اور کوئی شخص دیدہ و دانستہ ایسے اہم معاملہ کے متعلق اس قدر مسلسل غلط بیانی نہین کر سکتا،

درآوردہ بازاے عنایت مملکت قدیمہ ابراہیم خاں یک کرور روپیہ نقود و جواہر وفیال بجہت سرکار بادشاہی پنجاہ لک روپیہ نقد برائے سرکار عالی بطور پیشکش گرفتہ بدستور ولایت گولکنڈہ را بآنجا نیز خطبہ و سکہ را مقرر سازیم و بعد ازاں ہمت بہ تسخیر گولکنڈہ کہ بہ نسبت بہ بیجاپور آسان تراست، مصروف داشتہ شود۔" (آداب نمبر ۲۰۲)

یہان پر اتنی بات تو صاف ہو جاتی ہے، کہ شاہجہان، بیجاپور کی اصل حکومت پر دست درازی نہین کرنا چاہتا تھا، بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس نے ۲۰ سال پہلے بعض حالات کی بنا پر نظام شاہی حکومت کا جو حصہ عادل شاہ کو دیا تھا، اُسے حاصل کرلے، اور اسے گولکنڈہ کے برابر کردے تاکہ ان دونون کی باہمی چشمک کا بھی خاتمہ ہو جائے، گولکنڈہ پر حملہ کرنے کا حکم اس وجہ سے دیا گیا تھا، کہ قطب الملک نے وعدہ کے خلاف مغلون کے کرناٹکی علاقہ پر پیشقدمی شروع کردی تھی[1] یہ تمام حالات خطوط مین مفصل طور سے موجود ہین ہم طوالت کے خیال سے ان کو نظر انداز کرتے ہین، البتہ یہان پر اورنگزیب کے متعدد خطوط سے بعض کا وہ حصہ نقل کر دیتے ہین جس سے نئے حکمران کے ابتدائی حالات پر روشنی پڑتی ہے، اور جس سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ وہ عادل شاہ کا لڑکا نہ تھا، چنانچہ اورنگزیب، خود قطب الملک کو جو عادل شاہ کا سالا

---

[1] اورنگزیب نے ایک خط مین گولکنڈہ کی اس کاروائی کا ان الفاظ مین ذکر کیا ہے:۔

"قطب الملک کوتہ اندیش را ہرچند بموعظت و نصیحت از خواب غفلت بیدار ساختیم و قبح و رکاکت ناشائستہ اوراکہ درین ایام کہ مرتکب آں گردیدہ بود، بادو وانمودیم، اصلاح پذیر نگشتہ ...... جمعیت خودرا بصوب کرناٹک فرستادہ و باغوائے زمیندار آنجا پرداختہ کار بجائے رسانید کہ دراں سرزمین غبار شور برخاستہ ایں اخبار بمسامع جاہ و جلال رسید حکم اقدس بتخریب بنیان مملکت اوصادر شد۔" (آداب نمبر ۲۷۲)

مگر اورنگزیب نے کچھ تو اس خیال سے کہ قطب الملک کو سر کرلینا آسان ہے اور کچھ اس لحاظ سے کہ حال ہی مین اس سے رشتہ داری قائم ہوئی تھی اور اس نے حتمی وعدہ کرلیا تھا کہ وہ ہمیشہ اورنگزیب کے احکام کی تعمیل کریگا، اس کے خلاف کوئی کاروائی نہین کی۔

تھا، اس کے متعلق لکھتا ہے:۔

"چوں قبل ازیں بعرضِ اقدس اعلیٰ رسیدہ کہ از صلب عدالت ونصفت دستگاہ فرزندے نیست کہ جانشینِ آں مرحوم مغفور تواند شد، وانچہ دریں ولا بسعیٔ خان محمد وگروہے دیگر در بیجاپور بظہور آمدہ منافیٔ آن است۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ استفسار نمائیم کہ ایں نقشِ بے ثبات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بدونِ حکمِ جہانمطاع عالم مطیع چگونہ صورت خواہد بست"

(آداب نمبر ۱۳۹)

بنام میر جملہ:۔

"عرضداشتِ محمد زمان حاجبِ بیجاپور رسیدہ وچوں مشتمل بود برخبرِ وفات عادل خان وجانشین شدنِ "پسر خواندۂ مجہول النسب" بسعی واہتمام خان محمد آں را بعینہ بدرگاہ جہاں پناہ فرستادہ" (آداب نمبر ۱۹)

بنام خان جہان (شائستہ خان):۔

"پوشیدہ نماند کہ عادل خاں بست وششم محرم الحرام از جہاں رفتہ وہمشیرۂ قطب الملک باتفاقِ خان محمد وجمعے دیگر از کوتاہ بیناں "پسر خواندہ مجہول النسب" را جانشینِ او قرار دادہ" (آداب نمبر ۲۷۷)

جب اورنگزیب کو بادشاہ کا حکم ملا، تو اس کے ساتھ ہی اسے یہ ہدایت بھی ملی، کہ جبتک میر جملہ وہاں پہنچ نہ جائے، وہ اپنے دار السلطنت سے روانہ نہ ہو، اس حکمِ خاص کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے، کہ شاہجہان یہ چاہتا تھا، کہ پہلے حملہ کا انتظام مکمل اور پوری فوج کا حال معلوم ہو جائے، تو پیشقدمی کیجائے، لیکن قطب الملک سے جنگ کے سلسلہ میں اورنگزیب پر جو غلط الزام لگائے گئے تھے، اور جس کی وجہ سے ایک عرصہ تک باپ بیٹے کی خط وکتابت بھی

بند رہی تھی، اُسے دیکھکر یہ باور کرنے کے بھی کافی وجوہ ہین، کہ شاہجہان اس مرتبہ اس بات پر راضی نہ تھا، کہ وہ اورنگزیب کو آزادانہ طریقہ سے ہر کاروائی کے لیے چھوڑ دے، بلکہ میر جملہ کو اس کے ساتھ رکھکر اپنے خیال مین اورنگزیب کی ایک ایک حرکت کی نگہبانی کرنا چاہتا تھا مگر اورنگزیب کا دل پہلے سے ٹوٹ چکا تھا، دربار مین دارا کی مسلسل سازشون، بادشاہ کے بلا وجہ عتابون، اور دکن کے حکمرانون کی عدول حکمیون نے اسے انتہائی درجہ تک مایوس کردیا تھا، اس کی تمام قوتِ عمل اس کا سارا ولولہ، اس کا تمامتر جوش ختم ہوچکا تھا، لیکن اس مایوسی، اس ناامیدی، اس ناکامی، اس نامرادی، اور اس تاریکی مین بھی اس نے امید کا دامن نہ چھوڑا، صراط مستقیم سے باہر قدم نہین رکھا، فرض شناسی سے غافل نہین رہا، اور اپنے باپ اور اپنے بادشاہ کے حکم کی تعمیل مین کبھی ایک لمحہ کی تاخیر، یا کوتاہی نہین کی، جب اس کو شاہجہان کا یہ حکم ملا، کہ وہ عادل شاہی سرحد پر حملہ آور ہوا، تو اس کا جی نہین چاہتا تھا، پھر بھی اس خیال سے کہ شاید اس کے ذریعہ وہ بادشاہ کو خوش کرسکے، اس مہم کی تیاری کے لیے آمادہ ہوگیا، وہ میر جملہ کو لکھتا ہے:-

"اگرچہ ما اعتماد و اعتبارِ خود را کہ تمشیتِ خدمات بغیر بودنِ آں میسر نیست کرۂ بعد آخری آزمودہ ایم، و بتازگی نیز ہر چہ رو دادہ از آغاز تا انجام برایشاں ہویدا است، لیکن برائے پاس نسبت مریدی و بندگی . . . . . . بقدر مقدور آنچہ بایستے درہر باب بعمل آوردہ"

(آداب نمبر ۱۹۷)

اس خط سے زیادہ صاف الفاظ اس خط کے ہین، جو اورنگزیب نے شایستہ خان کو لکھا ہے:-

"اگرچہ دل و دماغ تقدیم ایں قسم خدمات نماندہ و ظہور نتائج خدماتے کہ قبل ازیں بمحض فضلِ ایزدی تمشیت یافتہ خاطر را آنچناں مکدر ساختہ کہ دیگر ہوسِ کارے

تواں کرد، لیکن از آنجا کہ دریں وقت چنین منصوبہ روے دادہ، از فطرت خویش بتہاون و تغافل راضی نشدہ، آنچہ بایستے عرضداشت نمودہ، اگر تہیہ اسباب از قرار واقع بشود امید بکرم الٰہی واثق است، کہ ایں مہم عمدہ نیز بوجہ شایستہ بانصرام رسیدہ سبب مزید حسرت بداندیشاں گردد" (آداب نمبر ۲۷۸)

اورنگزیب کا یہی استقلال، اس کی یہی اطاعت گذاری اور اس کی یہی فرض شناسی ہے جو اُسے ہمیشہ کامیابی تک پہنچاتی اور خود اس کے اشد ترین دشمنوں سے بھی خراجِ تحسین وآفرین وصول کرتی ہے،

شاہجہان کو عادل خان کی موت کی اطلاع ۱۸ صفر (۲۶ نومبر) کو ملی، اور اس نے بلاپس وپیش اورنگزیب کو یہ حکم دیدیا کہ وہ اس مہم کو "بنہجے کہ مناسب داند بانجام رساند" لیکن اسکے ساتھ یہ بھی لکھا کہ جبتک میر جملہ اورنگزیب سے آکر مل نہ جاے، وہ حملہ کے لیے روانہ نہو، میر جملہ کے علاوہ شایستہ خان کو یہ حکم ملا کہ وہ اپنے صوبہ سے جاکر اورنگزیب کی عدم موجودگی مین دار السلطنت دکن مین قیام کرے، اس کے علاوہ مہابت خان، نجابت خان، راجہ رائے سنگھ نصیری خان، مرزا سلطان وغیرہ بہت سے امرا کے نام بھی فرمان صادر ہوے، کہ وہ اپنے اپنے دستون کے ساتھ دکن کی طرف روانہ ہوجائین[1]، اس عرصہ مین بیجاپوری دربار کے امرا مین خود اختلاف شروع ہوگیا، ایک طرف خان محمد وزیر کی جماعت تھی، جو صلح وآشتی کے اصول کو پسند کرکے شاہجہان کو ہر قیمت پر راضی کرکے جنگ سے بچنا چاہتی تھی، اور دوسری طرف وہ جماعت تھی، جو اپنی فوج کے بھروسہ پر مغلون کے مقابلہ پر آمادہ تھی، اور اول الذکر جماعت کو خائن ونمکحرام کہتی تھی، ان دونون جماعتون کے اختلاف نے بیجاپور کی مدافعتی تدابیر کو بہت کچھ

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو وارث، ص ۳-۱۹۲،

نقصان پہنچایا، اور اورنگزیب نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا،

میر جملہ ۲۳ صفر (۱۰ دسمبر) کو دہلی سے روانہ ہوا، اور ۱۰ ربیع الثانی (۱۹ جنوری ۱۶۵۷ء) کو اورنگ آباد پہنچا، اس عرصہ میں اورنگزیب بیکار بیٹھا نہیں رہا، بلکہ ایک طرف تو اس نے سرحدی علاقہ کو مستحکم کرنا شروع کیا، دوسری طرف توپخانہ، رسد، وغیرہ کا وسیع پیمانہ پر انتظام ہوا، اور تیسری طرف اس نے اپنے افسروں کو جو بیجاپور کے سرحدی علاقہ پر مقیم تھے، یہ لکھا کہ اگر بیجاپور کے افسر اور سپاہی وہاں کے حالات سے برگشتہ خاطر ہو کر یا مغلوں کی فتحیابی پر یقین رکھکر مغلوں کی ملازمت میں داخل ہونا چاہیں، تو ان کو فوراً لے لیا جائے، اور ہر اس شخص کو جو سو سپاہیوں کا افسر ہو دو ہزار روپیے پیشگی دئے جائیں، کہ ان سے وہ سامانِ جنگ وغیرہ کی تیاری کرے، اس سلسلہ میں اورنگزیب نے ملتفت خان کو لکھا، کہ

"از اں جماعت ہر کس کہ نزدِ او آمدہ باشد، یا بعد ازیں بیاید، ملاحظۂ جمعیت او کردہ برصد سوار مبلغ دو ہزار روپیہ از خزانۂ قلعہ احمد نگر گرفتہ در وجہ مساعدہ باو برساند" (آداب نمبر ۱۴۴)

اس سے اورنگزیب کا مقصد یہ تھا، کہ اگر اس نے بیجاپوری فوج کو ملا لیا، تو اسکا مقصد بلاکشت و خون حاصل ہو جائیگا، چنانچہ وہ اپنے اس مقصد کی اطلاع میر جملہ کو ان الفاظ میں دیتا ہے:

"بر آں عمدۂ دولتخواہاں پوشیدہ نماند کہ از استمالۂ سپاہِ بیجاپور، مطلوب رجوعِ آں مردم و تفرقۂ جمعیت غنیم است، ہمگی سعیٔ آں داشتہ ایم، کہ بہر طریق سپاہِ آنجا، باین طرف بیاید، چہ دریں صورت سرانِ نامور مملکت نیز بماند کہ ولا سابلکہ خود بخود دخواہند گردید (آداب نمبر ۱۴۲)

اسی اثنا میں شیواجی نے بیجاپور کی جنگ کے پہلے ہی سے مغل سرحد پر لوٹ مار مچا رکھی تھی، اورنگزیب کے پاس ایک آدمی بھیجا، کہ اگر وہ اس کو کوکن کا وہ علاقہ جو عادل شاہ کے قبضہ میں ہے، دیدے، تو وہ اورنگزیب کے ساتھ اشتراکِ عمل پر تیار ہے لیکن شیواجی کی

یہ پہلی درخواست نہ تھی، بلکہ گولکنڈہ کی جنگ کے خاتمہ کے بعد بھی یہ دیکھکر کہ اورنگزیب کی اطاعت کا اگر اظہار نہ کیا گیا، تو مغل فوج اسے کچل دیگی، اپنا ایک سفیر اورنگزیب کے پاس بھیجکر، نہایت ہوشیاری سے اس بات مین کامیاب ہوگیا تھا، کہ وقتی طور پر مغلون کے حملہ کے خوف کو دفع کردے، اس سے پہلے بھی، اس وقت جبکہ مراد دکن کا گورنر تھا، اس نے اپنے اور اپنے باپ کی طرف سے اس قسم کی درخواست بھیجی تھی[1] لیکن مرہٹہ اصول کے موافق جب خطرہ دور ہوگیا، تو پھر علی حالہ اس نے بے راہ روی اختیار کرلی، اورنگزیب نے جواب مین چند شرطین لکھکر بھیجین، لیکن وہ برابر ان شرائط کے قبول کرنے سے انکار کرتا رہا، تاآنکہ عادل شاہ کی وفات اور مغل حملہ کی اس کو اطلاع ملی، اب اُسے اس بات کا یقین تھا، کہ دونون قوتین اس کو اپنی طرف ملانے کی کوشش کرینگی، اور وہ یہ بھی جانتا تھا، کہ بیجاپوری اس کو زائد از زائد اس کے باپ کے علاقہ کا حقدار تسلیم کرلین گے، لیکن دکن کا علاقہ ہرگز نہ دین گے، اس لیے اس نے اورنگزیب کے پاس اپنا سفیر روانہ کیا، اورنگزیب اسکی مرہٹہ چال کو خوب سمجھتا تھا، اس نے بھی اس کے جواب مین اپنی قدیم شرائط کا اعادہ کیا، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف تو شیواجی

---

[1] مرہٹہ تاریخ سے واقف اصحاب خوب جانتے ہین کہ شیواجی نے کس طرح غداری، مکاری، فریب، اور بے ایمانی سے بیجاپوری علاقے کے قلعون پر قبضہ کیا، کسطرح بیجاپوری خزانہ کو لوٹا، کس طرح قلعہ داردن کو قتل کیا، اور کس طرح اس حکومت کی جسکا نمک اسکا خاندان عرصہ سے کھاتا آرہا تھا اور اس وقت بھی کھا رہا تھا، جڑ کھوکھلی کردی، اور کس طرح جب جب اسے خطرہ محسوس ہوا اس نے مغل دامن مین پناہ چاہی اور مراد کے وقت مین اس نے جو سفیر آگرہ بھیجا تھا اور مراد کے ذریعہ اس نے خود اپنے اور اپنے باپ کے لیے جو ملازمت حاصل کی تھی وہ اسوقت ملی تھی جبکہ ساہوجی کو عادل شاہ نے بیٹے کی بدعنوانیون کی سازش مین شرکت کی وجہ سے قید کر رکھا تھا، لیکن جب ساہوجی آزاد ہوگیا تو پھر نہ ملازمت تھی نہ اطاعت، بلکہ وہی لوٹ مار اور وہی غارتگری، سیواجی کے ان حالات کے لیے دیکھو ڈف باب ۳ و ۴،

کے باپ نے کرناٹک مین خلفشار مچایا اور دوسری طرف شیواجی نے جنیر اور احمد نگر کے مضافات تک تاخت و تاراج شروع کر دی، ہماری سمجھ مین نہین آتا، کہ ہم شیواجی کی اس افسوسناک حرکت کو کس چیز سے تشبیہ دین، اور اس کو ایمانداری کی کونسی قسم کہین، اورنگزیب نے اس کی مدافعت مین جو کچھ کیا، اور اس کو شکست فاش دیکر جس مرحمت خسروانہ، وسعت نظر، رحمدلی اور عفو و حلم کا ثبوت دیا، اس کو ہم آیندہ لکھین گے،

بیدر اور کلیانی کی فتح

میر جملہ ۱۰ ربیع الثانی (۱۲ جنوری) کو اورنگ آباد پہنچا، اور ۱۲ ربیع الثانی (۱۸ جنوری[1]) ہی کو اورنگزیب اس کے ساتھ بیجاپور کی طرف روانہ ہوگیا، اورنگزیب ۲۴ جمادی الاول (۲۸ فروری) کو بیدر[2] پہنچا، اور اس کے دوسرے ہی دن اس نے اس کا محاصرہ شروع کر دیا، اس قلعہ کا محافظ سیدی مرجان تھا، یہ تیس سال سے اس کا نگہبان تھا، اس نے بھی مدافعت کے لیے مکمل بندوبست کر لیا، اس لیے کچھ تو اس کی قوت مدافعت اور کچھ قلعہ کے استحکام کی وجہ سے اسکے فتح کرنے مین دیر لگی، لیکن آخری حملہ کے دن (۲۳ جمادی الثانی مطابق ۲۹ مارچ) قلعہ کے بارودخانہ مین آگ لگجانے کیوجہ سے ایک طرف تو سیدی مرجان بری طرح زخمی ہوا، اور دوسری طرف مغلون کو شہر مین داخل ہونے کا موقع مل گیا، سیدی مرجان نے اپنے کو قریب المرگ اور مقابلہ کو ناممکن سمجھکر قلعہ کی کنجیان اپنے ساتون لڑکون کی معرفت اورنگزیب کے پاس بھیجدین، یہان اورنگزیب کو ۲۳۰ توپین، ۱۲ لاکھ روپیہ اور بہت سا سامان حرب ہاتھ لگا،

اس قلعہ کو فتح کر لینے کے بعد اورنگزیب کا دوسرا کام یہ تھا، کہ وہ آگے بڑھے، کیونکہ گلبرگہ

---

[1] صاحب عمل صالح کا بیان ہے، کہ میر جملہ ۱۲ ربیع الثانی کو اورنگزیب کے پاس پہنچا، اور اورنگزیب اسی دن اس کے ساتھ بیجاپور کی طرف روانہ ہوگیا، اس جنگ کے مفصل حالات کے لیے دیکھو عمل صالح ص ۶-۲۰،

[2] بیدر کی تاریخ کے لیے دیکھو عمل صالح، گزیٹر ممالک محروسہ، اور خود اورنگزیب کے متعدد خطوط،

یا بیجاپور پہنچنے کے پہلے ضروری تھا، کہ راستہ مین کلیانی کا جو مضبوط قلعہ پڑتا ہے، اس کو فتح کیا جائے، مگر اس کے فتح کے لیے پہلی چیز یہ تھی، کہ کلیانی تک راستہ اور اس کے مضافات کا علاقہ بیجاپوری فوج سے صاف ہو جائے، اس لیے اورنگزیب نے مہابت خان وغیرہ کے ماتحت ایک فوج اس کام کے لیے روانہ کی، اور خود بیدر مین ٹھہر کر حملہ کی تیاری، سامانِ محاصرہ کی فراہمی، اور مسخر شدہ قلعہ کی درستی مین لگ گیا، ۰، رجب (۲۱ اپریل) کو مہابت خان کی فوج کو راستہ مین بیجاپوری فوجون سے دوچار ہونا پڑا، لیکن انھون نے تمام دن مردانہ وار لڑکر ان کو شکست دی، اور جب اورنگ زیب کو اس کی اطلاع ملی کہ اب کلیانی تک راستہ صاف ہے، تو وہ ۲۳ رجب (۲۷ اپریل)، کو بیدر سے کلیانی کی طرف روانہ ہوا، اور ۲۹ رجب (۳ مئی) کو "بسرزمینِ کلیانی پیوستہ در ہمان تاریخ برج و بارۂ آن را منظر در آورد و محاصرہ پر داختند" اسی اثنا مین بیجاپوریون کی ایک بڑی فوج کلیانی کے پاس آکر جمع ہو گئی تھی، اور جب کبھی موقع دیکھتی تو مغلون پر حملہ آور ہوتی، رسد تک کا پہنچنا تقریبًا ناممکن ہو گیا تھا، مگر اورنگزیب نے اس فوج کی کوئی پروا نہ کی، اور اگرچہ ایک مرتبہ مہابت خان اور راجپوت سردارون سے جو رسد لا رہے تھے، ایک سخت جنگ ہوئی بھی، لیکن چونکہ اس نے بیجاپوریون کو شکست دیدی تھی، اس لیے اورنگزیب نے اپنا کام علی حالہ جاری رکھا، اس چیز نے بیجاپوریون کے دل مین یہ خیال پیدا کر دیا، کہ شاید مغلون کے پاس فوج کم ہے، اس لیے انھون نے مغلون کی فوج پر جو قلعہ کے چارون طرف پھیلی ہوئی تھی، بان اور بندوق سے حملہ کرنا شروع کیا، اور اورنگزیب نے جب دیکھا کہ شوخی حد سے بڑھ گئی ہے، تو اس نے طے کر لیا، کہ محاصرہ کے خاتمہ سے پہلے ان سے نپٹ لیا جائے، اسی خیال سے

"از راہِ مصلحت فرستادنِ افواجِ نصرت امتزاج بصوب بھالکی بجہت آوردنِ رسد شہرت دادہ"

۲۴ر شعبان (۲۸ر مئی) کو وہ دشمن کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا، تمام دن خان محمد، افضل خان وغیرہ کی ۳۰ ہزار فوج سے مقابلہ رہا، مگر بالآخر فتح اورنگزیب ہی کی ہوئی، اور اس کے بعد پھر بیجاپوریوں کو عرصہ تک مقابلہ کی ہمت نہ رہی، اورنگزیب اسی روز واپس آکر پھر محاصرہ مین مشغول ہوگیا، تقریبًا دو مہینون کے بعد اورنگزیب کو معلوم ہوا، کہ بیجاپوری اپنی منتشر قوت کو جمع کر رہے ہین اس لیے اس نے ۲۰ر شوال (۲۲ر جولائی) کو اپنے بڑے بیٹے اور میر جملہ کو اس فوج کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا، ان لوگون نے فوج کو شکست دی، اور گلبرگہ پہنچکر دم لیا، اسی اثنا مین قلعہ کلیانی کا محاصرہ بھی ایک کامیاب اختتام تک پہنچ رہا تھا، چنانچہ ۲۹ر جولائی کو اورنگ زیب نے قلعہ پر حملہ کیا، اور اس کے بہادر سپاہیون نے فصیل پر قبضہ کرلیا، وہان پہنچکر معلوم ہوا، کہ قلعہ والون نے فصیل کے بعد ہی ایک دوسری ویسی ہی فصیل اور بنا لی ہے، اور اس کا فتح کرنا مشکلات سے خالی نہین، مگر اورنگ زیب ہمت نہ ہارا، اور دو روز برابر فصیل ہی پر جما رہا، اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ ۱ر ذیقعد (یکم اگست) کو دلاور خان قلعہ دار کلیانی نے قلعہ کی کنجیان اورنگزیب کے پاس بھیجدین، اورنگزیب نے بھی دشمن کے افسر کو خلعت دیکر اس کے تمام سپاہیون کو اسباب کے ساتھ بیجاپور جانے کی اجازت دیدی، یہان یہ بات قابل لحاظ ہے، کہ بیدر و کلیانی کی فتح کے وقت بجز عرصۂ جنگ کے کہین بھی ایک قطرۂ خون نہ گرا، اورنگزیب اپنی اس فتح اور کامیابی پر مسرور تھا، بیجاپور کا سارا علاقہ اس کے سامنے کھلا پڑا تھا، اس کی ابتدائی مشکلات کا خاتمہ ہو چکا تھا، اور وہ عنقریب خود بیجاپور کی طرف بڑھنے والا تھا، کہ اس کے پاس اچانک بادشاہ کا حکم پہنچا، کہ جنگ ختم کردو، اور اس کے ساتھ ہی دوسرے افسرون کو براہ راست یہ فرمان بھیجے گئے، کہ وہ فورًا دکن سے لوٹ آئین، چنانچہ مہابت خان اور تقریبًا تمام راجپوت فوجین اورنگزیب سے رسمی اجازت لیے بغیر دہلی کی طرف روانہ ہوگئین، اورنگز

کے وقار اور اس کی خود داری، اس کے منصب اور اس کے مرتبہ پر یہ ایسی کاری ضرب تھی، کہ اس کا علاج ناممکن تھا، اور اگر ہم یہ دیکھیں کہ یہ چال کیسے نازک موقع پر چلی گئی، تو اس کی نزاکت واہمیت کا احساس تیز تر ہو جاتا ہے۔ اسی ضرب شدید نے وہ ناسور پیدا کر دیا، جو بعد میں برادرانہ جنگ کے خون کی صورت میں بہا،

اس وقت تک ہم نے جو کچھ دکھایا ہے، وہ اورنگزیب کی فاتحانہ کارروائیاں تھیں، اب ہم اس سلسلہ میں دارا کی سازشوں اور شاہجہان کے غلط احکام کی طرف متوجہ ہونا چاہتے ہیں، اور بتانا چاہتے ہیں، کہ کس طرح ان لوگوں نے اورنگزیب کو اپنی خفیف الحرکتیوں اور معاندانہ کارروائیوں سے مجبور کر دیا، کہ وہ اپنی جان ومال، عزت وآبرو کی حفاظت میں جو کچھ بھی ہو سکے کرے، اور کس طرح ان چالوں نے خود بخود اس کشمکش کی آگ کو ہوا دے کر اس غیر فطرتی جنگ کے شعلہ کو بڑھا کر تمام ملک کو ایک بڑا آتشکدہ بنا دیا،

ہم اوپر بتا آئے ہیں، کہ دکن کی ریاستیں بجائے اس کے کہ اورنگزیب کے ذریعہ اپنے مقاصد حاصل کرتیں، دارا کو اورنگزیب کا دشمن اور شاہجہان کو دارا کا دوست سمجھ کر براہ راست دارا کے ذریعہ معاملات طے کرتی تھیں، دارا ایک خود پسند اور تعریف کا عاشق چہل وچار سالہ شہزادہ تھا،

ل اورنگزیب کے متعدد خطوط کے علاوہ صاحب ظفر نامہ عالمگیری کا یہ بیان اس الزام کی صداقت پر مہر لگاتا ہے؛

"دریں اثنا دو قطعہ فرمان کہ حسب الالتماس داراشکوہ بنام مہابت خان وراو ستر سال از درگاہ عالم پناہ شرف اصدار پذیرفتہ بود، پرتو نزول انداخت، در مناشیر مطاعہ حسن اندراج یافتہ بود کہ مہابت خان باسائر متعلیہ وراو ستر سال باکل راجپوتیہ ..... اصلا برخصت شاہزادہ والاگہر مقید نشدہ روانہ درگاہ گیتی پناہ گردند ...... ازیں راہ ذہن وستی تمام بحال ارد وے معلی شاہی راہ یافتہ استعلائے دنیا ثبات وقرار جنود نصرت موعود متزلزل ومختل گردید"

جس نے اس کی تعریف و توصیف کردی، پھر اس کا کام بنگیا، اور دکن کے معاملہ مین تو اورنگزیب کی مخالفت مین بھی وہ ان ریاستون کی مدد کرتا تھا، چنانچہ گولکنڈہ اپنے سفیر ملا عبد الصمد کے ذریعہ اپنا مقصد حاصل ہی کرتا رہا، اور اب بیجا پوری وزیر خان محمد نے بھی ایک سفیر دربار مین روانہ کیا، کیونکہ اس کو یقین تھا، کہ دارا ضرور اس کی حمایت کرے گا، اس قسم کی حمایت نہ دارا کیلیے کوئی نئی بات تھی، اور نہ بیجا پوریون کے لیے، اورنگزیب بھی اس حرکت سے اچھی طرح واقف تھا، چنانچہ اس نے دو سال پہلے ہی جہان آرا کو اس کی شکایت ان الفاظ مین لکھی تھی:-

"دریں ولا دادا بھائی جیو کہ مہربانیٔ سرشارِ خاص ایشاں کہ بریں مرید حضرت دارند برضمیر منیر پیر دستگیر ہویدا است، ملا شوقی ملازم خود را برائے رسانیدن بعض بشارات وقبولِ ملتمساتِ حاکم بیجا پور کہ باعث خیرگی وجرأت او وامثالِ او ست، باینجا فرستادہ اند" (رقعات ٢٧، ١٥٩)

اس خط سے صرف یہی نہین معلوم ہوتا، کہ دارا چپ چاپ یہ کام کرتا تھا، بلکہ اس کی چالون کا اور اورنگزیب سے اس کی دشمنی وعداوت کا شاہجہان کو بھی پورا علم تھا، ایسی حالت مین بھی شاہجہان کا ہمیشہ دارا ہی کے کہنے پر عمل کرنا معلوم نہین کہان تک پدرانہ انصاف کے مطابق ہے، خود دربار کے مورخ کا بیان ہے کہ

"چوں دریں وقت کارہا بروفقِ مرام موافقان برآمدہ، فتح حصول . . . . رو نمود، وبیجا پوریاں شیوۂ تطوع وتعبد پیشہ کردہ بندہ وسر افگندہ شدند وجاہ نشین عادل خاں دریچ مادہ ایستادگی ننمودہ، ابراہیم بجتر خاں را . . . . بخدمت بادشاہزادہ والا قدر فرستادہ، بوسیلۂ عجز والحاح امان طلبیدہ ومقرر شد کہ یک کرور پنجاہ لک روپیہ از جواہرِ گراں بہا ونقد وافیال بطریق پیشکش واصل ساختہ قلعہ پرینڈا را با لواحق

وقلاعِ ولایت کوکن ومحال ونکو تصرف بندہاے بادشاہی واگذارد، وبعد از برگشتن خان اسنادِ سپردنِ حصون وولایتِ مذکور بنام درگاہ ارسال داشتہ......... بادشاہ..
...... پنجاہ لک روپیہ از جملہ پیشکش معاف فرمودہ فرمان.......
بنامِ او صادر فرمودند، وبہ پادشاہزادۂ عالی مکان فرمان دادند کہ باعساکر فیروزی مآثر مراجعت باورنگ آباد نمودہ، قاضی نظاما را برائے وصول پیشکش بفرستند ومعظم خاں حکم شدہ کہ در قلعہ پرینڈا وقلاعِ ولایت کوکن ومحال ونکو تھانہ نشانیدہ بعد مراجعتِ قاضی نظاما با پیش کش روانہ درگاہِ عالم پناہ گردد[1]

اورنگ زیب کو جب یہ حکم ملا تو اُس کے پاس، اسکے سوا کیا چارۂ کار رہو سکتا تھا، کہ وہ بادشاہی حکم کی تعمیل کرے، چنانچہ اُس نے سب سے پہلے عادل شاہ کو اس کی اطلاع دی، اور پھر قاضی نظاما اور میر جملہ کو اپنی اپنی خدمت انجام دینے پر روانہ کردیا، اور خود تمام فوج کے ساتھ کلیانی ہی مین مقیم رہا کہ اگر عادل شاہ تعمیل حکم مین کوتاہی کرے، تو اُسے بزور شرائط قبول کرائی جائین، مگر ابھی یہ معاملہ اپنی ابتدائی حالت ہی مین تھا، کہ ۷ ذی الحجہ (۱۶ ستمبر) کو شاہجہان دفعۃً سخت بیمار ہوگیا، اور مرض نے ایسی نازک صورت اختیار کرلی، کہ تمام ملک مین یہ افواہ مشہور ہوگئی، کہ شاہجہان کا انتقال ہوگیا، اسی خبر کے ساتھ دارا کا حکم فوج کے افسرون کے نام موصول ہوا، کہ وہ فوراً دکن سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوجائین ایسی حالت مین اورنگزیب کے لیے یہ سخت مشکل ہوگیا، کہ وہ شرائطِ صلح کی تعمیل پر زور دے سکے، دوسری طرف جب بیجاپوریون کو شاہجہان کے حکمِ صلح کی اطلاع ملی، تو وہ شرارت پر آمادہ ہوگئے، اور اورنگ زیب کے لیے یہ بہت دشوار ہوگیا کہ وہ بادشاہ کے احکام ہی کی تعمیل کراسکے، اس لیے سب سے پہلے اُس نے

---

[1] عمل صالح ص ۸۰،

جو کوشش کی، وہ یہ تھی، کہ جس صورت سے بھی ہو، دربار کی افواہوں کو بیجاپوریوں تک پہنچنے سے
پہلے وہ اُن سے شرائط منوا لے، لیکن اب بھلا وہ کب سننے والے تھے، اورنگزیب عادل
شاہ کو خط پر خط لکھ رہا تھا، لیکن اس کا کوئی اثر نہین ہوتا تھا، وہ حملہ کی دھمکی دیتا تھا، لیکن وہ بھی بیکار
ثابت ہوتی تھی، دوسری طرف دربار کے حالات اور وہان کے واقعات نے اُسکو پریشان کر رکھا
تھا، اگر شاہجہان کی وفات کی خبر صحیح ہے، اگر واقعی دارا تخت پر قابض ہو گیا ہے، تو پھر اس کا
رویہ کیا ہونا چاہیئے، اس کو اس کا خطرہ بھی لگا ہوا تھا، کہ اگر وہ بیجاپور سے شرائط منوانے ہی مین اپنا
وقت صرف کرتا رہیگا، تو جو فوج یہان سے واپس جا رہی ہے، وہ ہندوستان مین جا کر اُس کے خلاف
کام دیگی، دارا کی قوت مضبوط ہو جائے گی، اور جب بیجاپوریون کو اس کا حال معلوم ہوگا، تو وہ بھی شیر
ہو کر ممکن ہے کہ اُس پر حملہ کر دین، اس لیے اُس نے اس معاملہ کو جلد سے جلد طے کرنا شروع کر دیا
اور مختلف شرائط کو مراحم خسروانہ کے بہانہ سے معاف کر کے اور پرینڈا وغیرہ کے قلعہ تک کو عادلشاہ
ہی کے پاس چھوڑ کر وہ ۲۶ر محرم ۱۰۶۸ھ (۴ر اکتوبر ۱۶۵۷ء) کو بیدر کی طرف واپس ہوا، اس کا اثر یہ
ہوا، کہ بیجاپوریون نے مغلون کی فوج پر جہان سے موقع ملتا، حملہ شروع کر دیا حتی کہ اُن کے ایک
دستہ نے اس جماعت کو جو اورنگزیب کے خطوط میر جملہ کے پاس لیجا رہی تھی، گرفتار کر کے وہ خطوط
حاصل کر لیے، اور اس سے دربار کا اصل حال معلوم کر کے وہ اور بھی جری بن گئے، اورنگزیب
کے لیے، اب اس کے سوا کیا چارۂ کار تھا، کہ وہ جس صورت سے بھی ہو، عادل شاہ کے کہنے
کے مطابق صلح کر لے، چنانچہ وہ معاملہ کو طے کرتا ہوا، ۱۱ محرم (۹ر اکتوبر) کر بیدر پہنچا، اور نو دن
یہان رہ کر، اور اس قلعہ کو مضبوط کر کے ۲۰ر محرم (۱۸ر اکتوبر) کو اورنگ آباد کی طرف روانہ ہو گیا
دارا کے ہاتھون اس جنگ مین اور اس کے بعد اورنگزیب کو جو کچھ مصیبتین اٹھانی پڑی
ہین، اور ان مزاحمتون کے باوجود جس طرح وہ ایک بڑی حد تک بیجاپور کو مطیع ہونے پر مجبور کر سکا،

اس کا حال ہم برادرانہ جنگ کے سلسلہ مین لکھین گے، یہان پر ہم اس سلسلہ کی ایک اور کڑی کو بیان کردینا چاہتے ہین، جو آگے چلکر ایک تکلیف دہ زنجیر ثابت ہوئی، اس سے ہماری مراد شیواجی کے حملے ہین

شیواجی کے حملے ہم اوپر بتاآئے ہین، کہ کس طرح مرہٹون کے عام اصول کے مطابق شیواجی بھی جب کبھی موقع پاتا، کبھی عادل شاہی علاقہ پر اور کبھی مغلون کے علاقہ پر حملہ آور ہوتا، اور کسطرح اُس نے پہلے جنگِ گولکنڈہ کے زمانہ مین لوٹ مار شروع کردی، اور پھر عادل شاہ سے جنگ کے آثار دیکھکر اورنگزیب سے صلح کرنے اور اپنے شرائط کو منوانے پر آمادہ ہوگیا، اور نگزیب کے پاس جب اس کا آدمی آیا، تو اورنگزیب نے اس کے سامنے چند شرطین پیش کین، کہ اگر شیواجی اُن کو تسلیم کرے، تو اس کی درخواست منظور کیجاسکتی ہے، لیکن معلوم یہ ہوتا ہے، کہ اُس نے ایک ہوشیار موقع شناس کی حیثیت سے اس سے پہلے ہی بیجاپوریون سے یہ طے کرلیا تھا کہ اگر وہ مغلون کے خلاف لڑے اور ان کو شکست ہوجاے، تو وہ اس کو کوکن والا علاقہ دیدینگے چنانچہ اُس نے اورنگزیب کے خط کا جواب دیئے بغیر جنیر کے علاقہ مین لوٹ مار شروع کردی اور ایک مرتبہ تو احمدنگر کے مضافات تک بڑھتا چلا آیا[۱] جب اورنگزیب کو اسکی اطلاع ملی، تو اس نے اس کی تنبیہ اور شاہی علاقہ کی مدافعت کو اپنا فرض سمجھکر ملتفت خان کو لکھا، کہ وہ نہ صرف شاہی علاقہ کو شیواجی سے محفوظ رکھے، بلکہ دوسرے سردارون کو بھیجکر خود شیواجی کے علاقہ مین گھسکر اس کو اس بیجا جسارت کی سزا دے، اس سلسلہ مین اس نے کارطلب خان، عبدالمنعم، ہوشدار خان، اور نصیری خان وغیرہ کو ملتفت خان کی مدد کے لیے بھیجا، یہان پہنچکر نصیری خان نے شیواجی کو سخت شکست دی، اور وہ جان بچاکر اپنے علاقہ مین چلا گیا، اب ساتھ

---

[۱] اس غارت گری مین شیواجی کے ساتھ دو اور مرہٹہ سردار ماناجی اور کشتیاجی شریک تھے، مگر مغل فوجون نے اُن کو شکست دیکر اپنے علاقہ کے باہر نکال دیا،

شروع ہوچکی تھی، اور اس کے علاقہ مین جانا دشوار تھا، پھر بھی مغلون کو جب کبھی موقع ملتا، اور کوئی مرہٹہ جماعت اُن کو نظر آتی، وہ بڑھکر اُس کو پسپا کر دیتے، شیواجی نے جب دیکھا کہ مقابلہ ناممکن ہے، اور بہت جلد اس کی آبائی ریاست کا خاتمہ ہوا جاتا ہے، تو اُس نے پھر اورنگزیب سے صلح کی درخواست دی، اورنگزیب اگر چاہتا تو اس کی درخواست کو رد کرکے، اس کو تباہ و برباد کرسکتا تھا لیکن اُس نے ایسا نہین کیا، بلکہ لکھا کہ

"انچہ در ہر باب بایستے فرمود قبل ازیں بسوناجی وکیلِ آں زبدۃ الاعیان فرمودہ بودیم یقین کہ مذکور نمودہ خاطر اورا مطمئن ساختہ باشد، بالفعل ہرچہ از قلاع و محال متعلقۂ بیجاپور در تصرف آں خلاصۃ الاشباہ است، بدستورِ قدیم باو مفوض داشتہ معاملہ بندر و ابل و مضافاتِ آں نیز حسب الالتماسِ آں زبدۃ الاقران بعہدۂ او واگذاشتہ ایم،

بعد ازانکہ آثارِ دولتخواہی وحسنِ خدمت کہ ہنگامِ اظہارِ آں ہمین است، نوعے کہ شاید بظہور رسد، وآں خانہ زاد، باخلاص بدلالتِ بخت و دولت توفیق یافتہ از حصولِ عزِ ملازمت عالی بہرہ مند گردد. . . . . باقی مطالب و مآرب نزدیک بکار اد صورت پذیرفتہ بیش ازانچہ بتصور او در آید مشمولِ مراحم و عنایاتِ علیہ خواہد شد۔"

لیکن شیواجی نے اس رعایت کی بھی پرواہ نہ کی، اور بیجاپور کی لڑائی کے دوران مین جب کبھی موقع ملتا، لوٹ مار کرکے اپنے علاقہ کی طرف بھاگ جاتا، اس لیے اورنگ زیب کو جنیر سے لیکر بیرا اور دھرور تک ایک دفاعی خط کھینچکر شایستہ خان کی، اور سرکاری فوج کو بلاد شاہی علاقہ کی حفاظت کیلیے رکھنا پڑا، مگر جب بیجاپور سے صلح ہوگئی، اور شیواجی کو خوف ہوا کہ کہین اب اورنگزیب میری طرف متوجہ نہ ہوجاے، تو ایک طرف تو اُسنے اسکے پاس اطاعت و فرمانبرداری اور رحم وکرم کی درخواست بھیجی اور دوسری طرف بیجاپور کے حکمران کو اس بات پر آمادہ کیا، کہ چونکہ اُس نے یہ تمام

مصیبت صرف اسکی امداد کیلئے اٹھائی ہے، اسلیے وہ اُسے اپنی ملازمت مین لے کر اورنگزیب سے اسکی سفارش کرے، اورنگزیب اسوقت چاہتا، تو اسکی عہدشکنی کی سزا اسکو دیسکتا تھا لیکن اُسنے ایسا نہین کیا، بلکہ ایکبار پھر اپنے فطری عفو و رحم کے جذبہ سے مجبور ہو کر اُسنے اُسکی درخواست کو شرف قبولیت بخشا، وہ شیواجی کو لکھتا ہے

"اگرچہ هفوات وزلات او از کثرت وافزونی قابل عفو نبود لیکن از انجا کہ آن سزاوار مکرمت ارادۂ دولتخواہی وخدمتگذاری نمودہ از تقصیرات خود نادم وپشیمان گشتہ

این درگہ ما درگہ نا امیدی نیست

بنابراں بشرطِ استقامت برجادۂ مستقیم بندگی وفرماں برداری از روے فضل وذرہ پروری رقم عفو بہ جرائد جرائم او کشیدہ شد، باید کہ بدیں عاطفتِ نمایاں استظہار فراواں اندوختہ در اظہار مراسم صدق عقیدت .... مساعی موفورہ بجا آورد"

یہ شیواجی کے بدترین دشمن اورنگزیب کا خط ہے، اور یہ رحم و کرم اُس شخص کی طرف سے ظاہر کیا جا رہا ہے جسکو مرہٹہ مورخین نے اپنی قوم کا سب سے بڑا مخالف سمجھ رکھا ہے، اس کے ساتھ عادلشاہ نے شیواجی کی ملازمت کے متعلق جو درخواست کی تھی اسکا جواب بھی دیکھیے:۔

"سیوا ...... راکہ در بعض قلاع کوکن جریدہ غبار فسادبرانگیختہ .... اگر خواہد کہ .... نوکر خود کند، جاگیر او را در کرناٹک تن نماید، تا از حدود ممالک محروسہ دور بودہ، شورش افزا نہ گرود" (آداب نمبر ۴۹۶)

شیواجی نے اس مہربانی، اس عنایت خاص، اس نوازش شاہانہ، اس رواداری اور اس رحم و کرم کا کیا جواب دیا، وہ ہندوستان کی تاریخ خاموش طریقہ سے ہم کو بتاتی ہے[1]،

---

[1] شیواجی کے عجیب وغریب طریقہ عمل کے لیے ڈف کی مستند مرہٹہ تاریخ بہترین ذریعہ ہے،

باب ۸

برادرانہ جنگ اور تخت نشینی

اورنگ زیب کے عہد شاہزادگی کا یہ آخری باب ہے لیکن یہیں سے اس کی آزاد اور خود مختار حکومت کا بھی آغاز ہوتا ہے یہی وہ زمانہ ہے جبکہ شاہجہان کے چاروں بیٹے حصول حکومت کے جذبہ سے متاثر ہو کر پہلے باپ سے اور پھر باہم دست و گریبان ہوتے ہیں یہی عہد ہے، جبکہ ہندوستان کی تمام سرزمین ایک مرتبہ پھر خون سے اپنی پیاس بجھاتی ہے، یہی وہ دور ہے، جبکہ اورنگزیب اپنی بہادری شجاعت، استقلال، تدبر اور دور اندیشی سے تخت و تاج کا وارث بنتا ہے، اور یہی وہ وقت ہے جبکہ اورنگزیب کے دامن اوصاف پر غلط الزامات کے داغ پڑنا شروع ہو جاتے ہیں، لیکن کیا واقعی یہ صرف برادرانہ جنگ تھی، کیا حقیقۃً یہ غیر فطری لڑائیاں تھیں کیا دراصل ان کا مقصد صرف حصول قوت اور تخت و تاج تھا، بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن جو لوگ سرکاری و دفتری تاریخ تک اپنی نظر کو محدود نہیں رکھتے جو میدان جنگ سے باہر توپ و تفنگ کی آواز سے دور اور دربار کے نغمہ و سرود سے الگ رہ کر ملک کے اندرونی حصوں کا، وہاں کے عام باشندوں کا، وہاں کی مذہبی و معاشرتی تحریکوں کا مطالعہ کرتے ہیں، وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ اورنگ زیب و دارا کی جنگ نہ تھی، یہ شجاع و شاہجہان کا تصادم نہ تھا، یہ مراد و عالمگیر کی مخالفت نہ تھی، بلکہ یہ کفر و اسلام کی جنگ تھی ایمان و الحاد کا تصادم تھا اور صحیح شریعت و عامیانہ طریقت کی لڑائی تھی، اس جنگ کا مقصد یہ نہ تھا، کہ دارا تخت حکومت

کا مالک ہو کر رہیگا، یا اورنگزیب، بلکہ اس کی غایت یہ تھی، کہ اسلام ایک مرتبہ پھر ہندوستان مین سنبھالا لے گا، یا اس الحاد کی جس کی بنا اکبر نے رکھی تھی، مہلک گرفت مین چلا جائے گا، اس عہد کی مذہبی و معاشرتی تاریخ کا مطالعہ کرو تم کو صاف نظر آئے گا، کہ اس وقت ملک مین کون کونسی قوتین برسرعمل تھین، اور ملک کن حالات سے گذر رہا تھا،

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا، کہ دنیا کا کوئی مذہب بھی اس وقت تک بقا و دوام کا خلعت حاصل نہین کر سکتا جبتک کہ اس مین اپنے کو زمانہ کے حالات و مقتضیات کے موافق بنانے کی صلاحیت نہ ہو، ہندو مذہب کے متعلق اگرچہ عام طور سے یہ مشہور رہے، کہ وہ ایک تنگ خیال و محدود اصول کا مذہب ہے، لیکن یہ صحیح نہین ہے، ہندو مذہب کی تاریخ، ایک مذہب کی بہترین ارتقائی تاریخ ہے، تاریخِ مذاہب کے طالب علم اچھی طرح جانتے ہین، کہ اس مذہب نے ہزارون سال سے کس طرح ہر دور اور ہر زمانہ مین اپنے کو وقت و حالات کے اقتضا کے مطابق اسی شکل مین پیش کر کے نہ صرف اپنے پیروون کو باغی نہین ہونے دیا ہے، بلکہ حریف مذاہب کے حامیون کو بھی اس مین شریک کر لیا ہے،

آریہ جب ہندوستان مین آئے، تو ان کو فطرت پرست غیر آرین اقوام سے سابقہ پڑا، اس مین ناگ پرست بھی تھے، درخت پرست بھی، جمالیات کے پرستار بھی تھے، اور رنگ لیلات کے فدائی بھی، مگر آریون کے یہان اس وقت صرف "برہما" تھا، مگر اس ملاپ نے ان کے برہما کو تین مظاہر مین منقسم کر دیا، برہما، شیو اور وشنو، لیکن برہما اب تک پرم آتما ہی تھا، اور برہمن اسکی حمایت مین اپنے لیے تمام دینی و دنیوی نعمتون کو مخصوص و محفوظ بنا رہے تھے، اور اسی غصب کی وجہ سے عوام کو مجبور ہو کر اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا پڑی، اور یہ احتجاج بدھ اور جین مذہب کی شکل مین نمودار ہوا، قدیم و جدید مذاہب مین جنگ جاری

رہی، اور اگرچہ چھٹی صدی عیسوی تک بدھ و جین مذہب اپنی سیاسی و عام ہمہ گیری کو کھو چکے تھے لیکن عملاً انھون نے ہندو مذہب مین وہ تبدیلی پیدا کر دی تھی، جو عوام کا مقصد تھا، اور اگرچہ شنکر اچاریہ، برہمنی مذہب کا سب سے آخری بڑا مصلح سمجھا جاتا ہے، لیکن اسکی تعلیم بھی برہمنی قیود و شرائط سے ایک حد تک آزاد تھی، اور سنہ۱۰۰۰ء عیسوی کے بعد سے اس وقت تک جتنے مذہبی مصلح و ہادی ہندوؤن مین پیدا ہوئے ہین، انھون نے تو برہمنی مذہب کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے، اور اب برہمنون کے ایک محدود طبقہ کے علاوہ تمام قوم شیو اور وشنو کے مختلف مظاہر کی پیرو اور معتقد ہے،

اسی زمانہ سے اسلامی تعلیمات کا اثر بھی شروع ہو گیا تھا، اور اس کے زرین اصولون نے عام و خاص ہندؤن کو اپنی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا تھا، ہندوؤن کو خطرہ پیدا ہوا، کہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا، تو ہندو آبادی پر اس کا بہت برا اثر پڑے گا، اشاعتِ اسلام کا کام صوفیون نے جن باہمہ و بے ہمہ کی زندہ مثال، وسیع المشرب، آزاد خیال، اور روادار ہوتے تھے، شروع کیا ہندوؤن نے بھی اسی رنگ کو اختیار کر لیا، رامانند، گرونانک، سوامی چیتنیا اسی قسم کے گرو تھے، انھون نے نہ صرف ویدانتی توحید اور متصوفانہ فنا فی اللہ کے اصول کو عام کر دیا، بلکہ اپنی برادری مین داخل ہونے کے لیے ہندو مسلمان کی قید بھی اٹھا دی، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ ان کے معتقدین ہی نہین بلکہ خلفا مین ہم کو مسلمان نظر آتے ہین، کبیر پنتھی، داؤد پنتھی، وغیرہ اس کی بعض زندہ مثالین ہین، جس وقت ہندو اپنے مذہب کو صوفیانہ رنگ مین رنگ رہے تھے، افغانون کا زمانہ تھا، اور انھون نے اس ذریعہ سے عام مسلمانون اور نو مسلمون تک کو اتنا متاثر کر دیا تھا، کہ خود مسلمانون مین اس قسم کے خیالات کی برادریان قائم ہو گئین تھین[1]، دبستان المذاہب نے اس قسم کے اسلامی

[1] ہندو مذہب کے مبلغین نے مسلمانون کو جس قدر متاثر کر رکھا تھا، اور جس طرح اسلامی تصوف کی ایک عام ہمہ اوستی

فرقون کی ایک فہرست دے کران کے حالات لکھے ہین، مداریون کے متعلق جو خواجہ بدیع الزمان مدار رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو کہلاتے ہین، وہ لکھتا ہے :-

"درہند گروہے ہستند کہ ایشاں خود را مسلمان صوفی گیرند، و در بعضے قواعد و عقائد با صوفیہ شریک اند، . . . . گویند جمعے از عرفاے طریقت ہستند کہ پیغمبر را با ایشاں تصرف نیست، بلکہ بنی خوشہ چین خرمن کمالِ ایشان است. . . . . ایشاں درہند بسیار اند، وانچہ مشہور تر اند نخست مداریاںند مانند سناسیان اوہوت و ترولیدہ مو باشند، و خاکستر (بھبھوت) بر بدن مالند و زنجیرہا در سر و گردن بپیچند و علم سیاہ و عمامہ سیاہ باخود دارند، و نماز و روزہ ندانند، پیوستہ پیش آتش نشستند و بھنگ بسیار خورند، . . . . گویند کہ وقتے کہ پیغمبر بمعراج برآمد، . . . . وچوں بدر جنت آمد، در بہشت را تنگ تر از سوراخ سوزن یافت . . . . گفت با ایں جسد ازیں راہ چساں درآیم جبرئیل گفت بگو دم مدار، پیغمبر چناں کرد ازاں در کہ مانند سوراخ سوزن بعد گذشتہ داخلِ بہشت شد"[1] (نعوذ باللہ)

دوسرا فرقہ جلالیان کا ہے اس کا حال یہ تھا :-

"ایشاں مریدانِ سید جلال الدین بخاری، و ایں طائفہ خود را شیعہ گیرند . . . . . . جلالیان سبّ شیخین کنند و نماز نگذارند، و ریاضتے و شغلے کہ صوفیہ راست ندانند و بھنگ بسیار خورند، و مشق مار و کژدم خوردن رسانند . . . . . . گویند ماہی

(بقیہ حاشیہ ص ۳۴۶) شکل کو پیش کرکے اسلام کی توحید و تعلیم پر ضرب کاری لگادی تھی، اور جس طرح وہ خود اسلامی تعین قبول کرتے جاتے تھے، اسکے لیے دیکھو ولسن ہندو مذہب، رائل ایشیاٹک سٹڈیز، ہنٹر، تاریخ ہند، ص ۲۱۲، ۱۸۶، دبستان المذاہب ص ۱۹۳-۱۰۵ وغیرہ،

[1] دبستان المذاہب ص ۱۷۰-۱۶۹،

مرتضیٰ علیست و کثر دم خورند و گویند چینگہ علیست، و مانند مداریاں برہنہ باشند۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ و پیر ایشاں ہر روز نو داماد است، چہ ہر جا نام دختری خوبرو از مریدان خود شنود

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بخانہ ایشاں رفتہ دختر در ہماں خانہ تصرف کند و گاہ بخانہ خود آورد و نکاح نداند"[1]

ایک تیسرے فرقہ کا یہ حال تھا:-

"دیگر گروہے اند کہ ایشاں را بے قید و بے نوا گویند۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چوں از کسے چیزے خواہند او را دشنام دہند و نفریں کنند۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گویند حق روح است و جسد محمد و چار یار دو دست و دو پا دوم مدار یعنی مدار بردم و نفس است و انواع مغیرات و مسکرات خورند و بوحدت وجود ایمان دارند"[2]

اب ایک ایسے گروہ کا حال دیکھیے جس میں ہندو مسلمان سب شریک ہیں،

"دیگر کاکان کشمیر اند تجرد شعار ایشان است و بوحدت وجود ایمان دارند۔ ۔ ۔ ۔ مرشد ایشاں ابراہیم کاکاک بود۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ از ہندو مسلمان ہر کرا در ربودے نقل از کیش نفرمودے"[3]

مغلوں کے عہد میں یہ لعنت بہت عام ہو گئی، اور اکبر نے تو اس قدر کاری ضرب لگائی کہ شاید کسی دشمن اسلام نے بھی نہ لگائی ہو گی، وہ خود آفتاب کی پرستش کرتا تھا، اور دوسروں سے اپنی پرستش کرانے میں بھی اس کو عار نہ تھا، صبح کا درشن اسی کی ایجاد تھی، جہانگیر نے اگرچہ آفتاب پرستی نہیں کی لیکن وہ ہندو جوگیوں کا تمام عمر معتقد رہا، دبستان المذاہب میں اس قسم کے متعدد واقعات ملتے ہیں، تزک میں بھی اس نے بعض جوگیوں کے حالات دیے ہیں، انھی چیزوں کا اثر تھا، کہ شاہجہان و جہانگیر کے زمانہ میں ہندو اور مسلمانوں میں شادیاں تک

[1] دبستان المذاہب صفحہ ۱۷۱، [2] ایضاً ص ۱۷۲، [3] ایضاً،

ہوگئی تھین، اور امرا، و روسا، کو ہندو جوگیون کے سامنے سجدہ کرنے مین یا اُن سے استعانہ مین عار نہ تھا، عبدالرحیم خانخانان کو دنیا ایک سخی امیر، ایک مشہور سپہ سالار، اور ایک ادب نواز انشا پرواز کے نام سے جانتی ہے، لیکن ایسے کتنے لوگ ہین، جو اس حقیقت سے آگاہ ہین، کہ وہ جوگیون کے سامنے جاکر سجدہ کرتا تھا، دبستان المذاہب کے الفاظ یہ ہین:-

"حضرت جنت مکانی شاہ نورالدین جہانگیر انار اللہ برہانہ معتقد او (چترو پہ) بودہ پاس خاطر او را کما ینبغی میداشت و عبدالرحیم خان خانان پیش او سجدہ میکردند" (ص ۱۴۷)

نواب ظفرخان حسن بن خواجہ ابوالحسن کو لوگ ایک کامیاب گورنر اور بلند پایہ شاعر کی حیثیت سے جانتے ہین، لیکن ایسے کتنے لوگ ہین، جو اس بات سے واقف ہین، کہ جب اسی ظفرخان کو شاہجہان تبت فتح کرنے پر مامور کرتا ہے، تو وہ شکتی پرست[1] فرقہ کے گروگسائین ترلوچن سے استمداد کی درخواست کرتا ہے، اور گوسائین کے شرمناک احکام کی خوشی سے تعمیل کرتا ہے، محسن فانی نے اس افسوسناک واقعہ کو ان الفاظ مین بیان کیا ہے:-

ظفرخان . . . . . بتوسط محرمان حرم خودش کہ باگسائین کمال ربط داشتند آشنا شدہ التماس نمود، بر تبتیان فیروزی یابد ترلوچن گفت تسخیر تبت توان کرد، اگر بموجب فرمودہ عمل نمائی، ظفرخان پذیرفت . . . . ترلوچن فرمود جمیع از لولیان را تعین کن کہ پیوستہ از من جدا نشوند، چہ درین کیش با لولی آمیزش ستودہ تر از زنان دیگر است و از شراب و مسکرات دیگر بزم ما تہی نباشد . . . .

---

[1] اس فرقہ کی بہترین عبادت کے متعلق دبستان کے یہ الفاظ ہین:-

"پنج چیز درین عمل ناگزیر است، یکے ماہی، دوم شراب، سوم زن بیگانہ، چہارم گوشت، اگر گوشت آدمی باشد، بہتر است، پنجم منتر" (ص ۱۵۱)

ظفرخاں بدانچہ گوسائیں فرمود عمل نمود" صفحہ ۱۵۱،

جب عام مسلمانوں نے امراء کو اس میں گرفتار دیکھا، تو پھر وہ ان کی تقلید کیوں نہ کرتے، چنانچہ جوق کے جوق مسلمان ان جماعتوں میں داخل ہونے لگے، دبستان المذاہب نے ان مسلمانوں کا ذکر بھی کیا ہے، لیکن ہم طوالت کے خیال سے نظر انداز کر دیتے ہیں،

ان جماعتوں کی ابتدائی حالت کچھ بھی ہو، ان کے اخلاقی، ور روحانی معنی کچھ بھی بتائے جائیں اور اسے اتحادِ مذاہب کی مساعیٔ جمیلہ ہی سے کیوں نہ تعبیر کیا جائے، اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کہ جس وقت دبستان المذاہب لکھی گئی ہے، اُن کی وہی غیر اسلامی حالت تھی، جو مصنف نے اپنی آنکھوں سے دیکھکر، اور ان کے پیرووں سے ملکر بیان کی ہے، ان جماعتوں کے دو سب سے بڑے مرکز بنگال، بہار، اور کشمیر و پنجاب تھے، اور شاہجہان کے زمانہ میں تو یہ باتیں اتنی عام ہو گئی تھی، کہ عوام و متوسطین سے گذر کر دربار کے بڑے بڑے لوگ بھی اس سے متاثر ہونے لگے تھے، حتیٰ کہ داراشکوہ بھی ان اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا، کشمیر اس حیثیت سے سب سے بڑا مرکز تھا، داراشکوہ کے پیر اور ان کے پیر سب کے سب کشمیر میں تھے اور اسی قسم کے عقائد کے مبلغ، اسلیے غریب داراشکوہ کا متاثر ہونا لازمی تھا، وہ اس قسم کی تعلیم سے جتنا متاثر ہوا، اس کا حال تو ہم اُس کے ذاتی عقائد کے سلسلہ میں لکھیں گے، لیکن یہاں پر اس کی صرف اون کارروائیوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں، جنکا اثر براہ راست عام ملک کے عقائد پر پڑ رہا تھا،

اُس نے نہ صرف ہندوؤں کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا، نہ صرف اُن کے ترجمے کرائے اور خود کیا، نہ صرف یہ کہ نماز اور دوسرے احکام الٰہی سے اپنے کو آزاد سمجھا، بلکہ اُس نے مجمع البحرین لکھ کر یہ بتایا کہ توحید کے متعلق ہندو اور مسلم دونوں کا زاویۂ نگاہ ایک ہے[1]، پھر اُس نے یہیں

---

[1] مجمع البحرین میں لکھتا ہے:-

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۱ پر)

پر اکتفا نہین کیا، بلکہ ایک قدم آگے بڑھایا، اور اپنشد کا ترجمہ کرتے ہوے دیباچہ مین لکھا کہ

"ازین خلاصۂ کتاب قدیم کہ بیشک وشبہہ اولین کتب سماوی وسرچشمۂ بحر توحید است وقدیم است که انه لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسه الا المطهرون تنزیل من رب العٰلمین (یعنی قرآن کریم درکتاب است کہ آن کتاب پنہان است، اورا درک نمی کند مگر کہ مطہر باشد واو نازل شدہ از پروردگار عالم) مشخص ومعلوم می شود، کہ این آیت درحق زبور و توراۃ وانجیل نیست . . . . . چون این کتب کہ سر پوشیدنی است اصل این کتاب است وآیتہاے قرآن مجید بعینہ درآن یافتہ میشود، پس تحقیق کہ کتاب مکنون این کتاب قدیم باشد"[1]

ایک خط مین شاہ محب اللہ الہ آبادی کو لکھتا ہے،

"تحقیق دانند کہ نزد این فقیر وجدے کہ موافق نیفتد بقول خدا ورسول بے بہتر است ازانچہ درکتابہا نوشتہ باشند" (۲/۲۱۱)

اُس نے اپنی اس وسیع المشربی کو اس قدر وسعت دے دی تھی، اور اس سے اغیار کے حوصلے اتنے بڑھ گئے تھے، کہ ہر جگہ ناموس اسلام کو خطرہ محسوس ہو رہا تھا، چنانچہ بہار کے زنار دار قانون گو چھبیلا رام[2] کے سب رسول اور دارا کے منشی چندربھان کے شعر کا حال بہت مشہور ہے، مغل حکومت کے ولیعہد کو اپنی حمایت مین دیکھکر ہندوون کے جتنے حوصلے بھی نہ بڑھتے کم تھے، اور وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۰) "انچہ برہمہ جا محیط و درہمہ جا باشد آن را چداکاس خوانند وچداکاس اجن است، یعنی حادث نیست وبرحدوث وفناے او ہیچ آیت قرانی و بید کہ کتاب آسمانی است دلالت نمی کند" (ص ۲۲)

[1] سر اکبر ورق ۲ الف وب،

[2] دیکھو صفحہ ۲۵۰ مقدمہ ہذا ومخزن الغرائب، اورینٹل کالج میگزین، ترجمہ منشی چندربھان،

مسلمانون کو مختلف طریقون سے ملجل دیکر، اپنے ساتھ ملاکر، اگر ہندو نہین تو کم از کم اسلام سے دور تر اور اسکی محبت سے بے تعلق ضرور کرنا چاہتے تھے،

علما اور حقیقت سے آگاہ صوفیہ نے اسے پہلے ہی سے دیکھ لیا تھا، کہ اتحاد مذاہب کے نام جو طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے، وہ اسلام کی اصلی روح کو برباد کر رہا ہے، اکبر کے زمانے کی غیر درباری تاریخون کا مطالعہ کرو، تم کو مسلمانون کے اندرونی ہیجان کا صاف پتہ چلے گا، جہانگیر[۱] نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کو جنکا مقصد ہی مسلمانون کو الحاد و کفر کے دلدل سے بچانا تھا، صرف اسی وجہ سے قید کر دیا تھا، اور دارا کو بھی اس خاندان کی مصلحانہ تحریکون سے شدید ترین اختلاف اسی وجہ سے تھا حضرت مجدد کے صاحبزادہ و جانشین حضرت معصومؒ صرف اسی وجہ سے ہندوستان سے حجاز چلے گئے تھے، کہ دارا ان کو جسمانی گزند پہنچاتے[۲]،

اورنگزیب ان حالات کو دیکھ رہا تھا صوبہ داری ملتان کے زمانہ مین اسے مجددی خاندان کی مصلحانہ کوششون کا علم ہی نہین ہو چکا تھا، بلکہ بعض تذکرہ نویسون کے بیان کے مطابق وہ حضرت معصومؒ کا مرید بھی ہو گیا تھا تعلیم یافتہ مسلمانون کے دل ان حالات سے بیزار تھے، وہ دارا اور اسکی جماعت کی رفتار مین وہ لغزش دیکھ رہے تھے، جو مسلمانون کو کفر و الحاد کی چوکھٹ پر منہ کے بل جھکا رہی تھی اور ہر سچا مسلمان دل سے اس بات کی دعا کر رہا تھا، کہ خداوند تعالیٰ کسی صورت سے کوئی ایسا سامان پیدا کر دے، کہ یہ الحاد کی بڑھتی رو رک جاے، اس عام خیال کا بہترین ثبوت، مراد اورنگزیب اور شجاع کے وہ الفاظ ہین، جو وہ دارا شکوہ کے لیے استعمال کرتے ہین، ان مین سے ہر ایک کو اس بات کا علم ہے، کہ اس وقت اگر کوئی چیز اسلامی آبادی کو ان کی طرف متوجہ کرا سکتی ہے تو وہ ان کی وہ دعوت ہے، جو ملک کو دارا کے ملحدانہ خیالات سے نجات دینے کے متعلق

[۱] مضامین عالمگیری صفحہ ۶۴-۶۵ [۲] خزینۃ الاصفیاء صفحہ ۱۴۶،

دینگے، اور ہر بھائی نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔[1]

ہندوؤں کی معاندانہ روش

یہ واقعات کا ایک رخ تھا، اب اس کا دوسرا رخ دیکھو، ہم کو بتایا جاتا ہے کہ ہندو ہمیشہ سے مسلمانوں کے ساتھ رہے، اُن کو بھائی سمجھتے تھے، اُن سے برادرانہ تعلقات قائم تھے اور وہ ایک دوسرے کی خوشی و غم میں برابر شریک تھے، بے شک عام ہندو مسلمان رعایا کا جو سیاسیات کے خارزار سے الگ تھی یہی حال تھا، اور آج بھی جبکہ سنگھٹن کی مسلم کش قوتیں برسر عمل ہیں، ایسے ہزاروں بندے موجود ہیں، جو "خود زندہ رہو اور دوسروں کو زندہ رہنے دو" کو زندگی کا بہترین اصول سمجھتے ہیں، لیکن اس تاریخی حقیقت سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس ملک کے حکمران طبقہ کا حریفانہ نہیں، بلکہ معاندانہ رویہ ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف جاری رہا ہے ہندستان کی تاریخ پر مفصل طور سے بحث کرنے کا یہ وقت نہیں ہے، لیکن ہم یہاں اتنا ضرور بتا دینا چاہتے ہیں، کہ اس عام معاندانہ جماعت نے ابتدا ہی سے مسلمانوں کو شودر سے بھی بڑھکر ناپاک سمجھ کر ملیچھ کا لقب دے رکھا تھا، اور ان کے یہاں "ترک" کا لفظ انتہائی ذلت کے معنی کا حامل تھا، مسلمانوں سے چھوت اُسی نفرت کی ایک ادنیٰ مثال ہے، پٹھانوں کی صدیوں کا عہد حکومت ہندو بغاوتوں سازشوں، اور سرکشیوں کا مسلسل دور رہا ہے، انھوں نے جب کبھی موقع پایا مسلمانوں کو برباد اور فنا کرنے کی پوری کوشش کی، حتی کہ جب وہ مسلمانوں کے مددگار اور دوست بنکر بھی، اُن کے ملکوں میں جاتے تھے، تو اُن کا بہترین مشغلہ مسجدوں کی بے حرمتی، اور کتاب اللہ کی توہین ہوتی تھی، چنانچہ جب بیجاپور کے حکمران علی عادل شاہ نے بیجانگر کے راجہ رام راج کو بلایا، اور وہ اپنی فوج کے ساتھ آیا، تو اُس فوج نے نظام شاہیوں کے خلاف مدد کرنے سے پہلے یہ خوشگوا

---

[1] دارا کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے گیے ہیں۔ "ملحد بے دین" "دشمن دین مبین" "رنگے از مسلمانی نداشت" وغیرہ نیز دیکھو اورنگزیب کا خط (ضمیمہ)

فرض انجام دیا، کہ مساجد و مصاحف مین آگ لگادی، فرشتہ لکھتا ہے:۔

علی عادل شاہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رام راج راخوانده به اتفاق او به صوبِ احمد نگر نهضت نمود،

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کفارِ بیجانگر که سالہاے دراز طالبِ چنین منصوبہ بودند، دستِ بیداد

دراز کرده مساجد و مصاحف سوختند[1]

دوسری جگہ یہ واقعہ ذرا تفصیل سے اس طرح مذکور ہے:۔

چون علی عادل شاہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رام راج را بمدد طلبید، چنانچہ عہد و شرط درمیان آورد کہ

کفارِ بیجانگر بواسطۂ عداوتِ دینی، اہالیٔ اسلام را مضرت جانی رسانیده، دست برد و دستگیر نہ

نمایند، و مساجد را خراب نہ گردانند لیکن خلافِ آن بظہور آمده، کفارِ نابکار در بلدۂ احمد نگر در

تخریب و تعذیبِ مسلمانان و ہتک و حرمتِ ایشان دقیقہ نامرعی نہ گذاشتند، و چنانکہ گذشت

در مساجد فرو آمده بت پرستی میکردند، و ساز نواختہ سرود می گفتند[2]

کرنل جے ٹاڈ راجپوتون کے سب سے بڑے مداح مورخ ہین، اُن کی ضخیم تاریخ راجستان

کو پڑھو تم کو صاف نظر آئے گا کہ کس طرح ہر راجپوت خانوادہ مسلمانون کو اپنا سب سے بڑا دشمن

سمجھتا تھا، اور ہر موقع پر اسلامی حکومت اور مسلمانون کو تباہ و برباد کرنے مین لگا رہتا، ہم اس شخص

کو جو اس موضوع پر مفصل حالات و واقعات دیکھنا چاہتا ہے، اُس کے مطالعہ کی سفارش کرینگے

اب ہم مغل عہدِ حکومت کی طرف متوجہ ہوتے ہین،

بابر سے لے کر مسلمانون کی حکومت کے خاتمہ تک ہم کو ایک حکمران کا بھی ایسا زمانہ نہین

ملتا، جبکہ ہندو مکمل طور سے با امن اور مطیع و فرمان بردار ہوگئے ہون، بابر نے جب ہندوستان

پر حملہ کیا تو راجپوتون کا فرض تھا، کہ وہ اپنے ملک کے بادشاہ کی حمایت کرتے، لیکن انھون نے اس

---

[1] و [2] تاریخ فرشتہ مطبوعہ نولکشور جلد دوم صفحہ ۳۶-۳۷،

خیال سے کہ بابر بھی تیمور کی طرح لوٹ مار کر کے واپس چلا جائے گا، اور وہ افغان حکومت کی کھنڈر پر اپنی نئی حکومت قائم کر لین گے، پانی پت مین بابر کا ساتھ دیا، لیکن جب بابر آگرہ آکر جم گیا اور راجپوتون کو معلوم ہوا کہ وہ ہندوستان سے جانے کے بجائے یہین رہنا چاہتا ہے، تو اُنھون نے بابر کو زبردستی لڑکر نکال دینا چاہا، وہی رانا سنگا جو پانی پت مین بابر کا حلیف مجہول تھا، اب فتحپور سیکری مین اس کا حریف مؤثر تھا، راجپوتون کو شکست ہوئی، اس کے بعد بابر و ہمایون ہندوستان مین حکومت کرتے رہے لیکن ان دونون کی تاریخ کا ایک ورق بھی ہم کو یہ نہین بتاتا، کہ ایک راجپوت نے بھی کسی وقت ان کا ساتھ دیا ہو، ہمایون کی شکست اور شیرشاہ کی فتح کا سب سے بڑا یہی سبب تھا، اس کے بعد جب شیرشاہ کی حکومت قائم ہوئی تو بعض ہندو اُس مین نظر آنے لگے، مگر اُس کے مرنے کے بعد ہی پھر ہندوون نے سازشین شروع کین، تا آنکہ ہیمو نے خود اپنے کو مہاراج دھیراج بنا لیا، اکبر کے زمانہ مین بھی ہندوون کی مخالفت برابر قائم رہی، اور جن راجپوت خانوادون نے اطاعت کی، وہ اطاعت و وفاداری کے جذبہ سے نہین، بلکہ فوجی اور حربی قوت کے زور سے تھی، جہانگیر کے عہد مین یہی حالت رہی، اور شاہجہان کو بھی نہ صرف راجپوتون بلکہ سکھون اور بعض مرہٹون سے بھی دوچار ہونا پڑا، یہ جنگجو ہندو جماعت ہمیشہ اس فکر مین رہتی کہ جس طرح سے ہو، مذہب اور اس کے پیروون کو فنا کر دیا جائے، چنانچہ خود شاہجہان کے زمانہ مین یہ حالت تھی کہ جب شاہجہان گجرات (پنجاب) مین پہنچا تو،

"جمعی از سادات و مشائخ آن قصبہ استغاثہ نمودند، کہ برخے از کفارِ نابکار حرائر و اماے مومنہ را در تصرف دارند، و چندے از بنیان مساجد بہ تعدی در عمارات خود آوردہ"[1]

راجپوتون نے مسلمانون کے ساتھ رشتہ قائم کر کے حصولِ حکومت و مقصد کا ایک اور راستہ

[1] بادشاہ نامہ عبدالحمید جلد اوّل حصہ دوم ص۵۷،

پیدا کر لیا تھا، چنانچہ جہانگیر پہلا شخص ہے جس کے زمانہ مین بت خانہ بنانے کی بیر سنگھ دیو نے اجازت مانگی، اس سے پہلے اکبر جیسا بادشاہ تھا، لیکن تاریخ اس کی ایک مثال بھی نہین پیش کر سکتی، کہ اس کے زمانہ مین ایک بھی نئی عمارت بنی ہو، جہانگیر کے زمانہ مین خیر باجازت ایک بتخانہ بنا، اور وہ بھی اس دولت سے جو ابو الفضل کو قتل کر کے حاصل کیگئی تھی، لیکن شاہجہان کے عہد حکومت ہی مین ہندؤن نے صرف بنارس مین ۷۶ نئے بتخانے بنا ڈالے، یہ چیز اُن کی خفیہ سازش اور ہمت کو ظاہر کرتی ہے، پھر جب دارا شکوہ جیسا ولی عہد اُن کو مل گیا، اور اس کی ذات مین وہ ہندو مذہب و حکومت کا خواب دیکھنے لگے، تو اُنھون نے ایک قدم اور آگے بڑھایا، اور مسجدون کو توڑ کر بتخانہ بنانے لگے اور اس مین جسونت سنگھ نے جو اپنی متعصبانہ کاروائیون کی وجہ سے غیر فانی شہرت حاصل کر چکا ہے، سب سے زیادہ حصہ لیا، اورنگزیب شاہجہان کو ایک خط مین لکھتا ہے:

"مقصود ایں مرید از نہضت بصوب اکبرآباد ارادۂ بغی و خروج با بادشاہ اسلام نبود و عالم السر والخفیات گواہ است، کہ ایں ناصواب غیر مشروع اصلاً قطعاً پیرامن ضمیر نگشتہ، بلکہ چوں درآوان بیماری اختیار از دست اعلیٰ حضرت رفتہ و بادشاہ زادۂ کلاں کہ رنگے از مسلمانی نداشت، قوت و استقلال تمام پیدا کردہ .... و رایت کفر و الحاد در ممالک محروسہ می افراشت .....
... جنگ اوّل با کفار اشرار کہ مساجد را منہدم و خراب ساختہ بتخانہا ے آں بنا نہادہ بودند، روے دادہ و محاربہ دیگر با ملاحدۂ نکوہیدہ کردار واقع شد" (۱؎)

اب ناظرین کی سمجھ مین آگیا ہو گا، کہ ہندوؤن نے دارا کا ساتھ کیون دیا تھا، کیا واقعی اُن کو دارا سے محبت تھی، کیا اُنکی حکومت کی خیر خواہی مین وہ ایسا کرنا چاہتے تھے، کیا درحقیقت یہ ان کا جذبۂ وفاداری تھا، نہین، ان مین سے کچھ بھی نہین تھا، کیونکہ دارا کی موت کے بعد اُن کی بغاوت اور زیادہ

۱؎ بادشاہ نامہ عبد الحمید جلد اوّل حصہ اول ص ۴۵۲،

ہوگئی، ان کی اسلام دشمنی مضاعف ہوگئی، اور جہان کہین اُن کو موقع ملتا وہ اسلامی عمارتون کی بیخکنی اور مسلمانون کے قتل وغارتگری سے باز نہ آتے، پہلے اگر شمال و وسط ہند کے سورماؤن کا یہ حال تھا تو اورنگزیب کے بعد سے غدر دہلی تک یہ چیز دکن مین مرہٹہ پیرون، اور پنجاب مین سکھ سنگھون کی شکل مین پیدا ہوگئی تھی، مرہٹون کے ہاتھ اسلامی حکومت اور مسلمان آبادی کی جس طرح مٹی پلید ہوئی، اُس کا حال دکن کے مرہٹہ علاقون مین صاف نظر آتا ہے، نفس برگی کا لفظ بہار و بنگال مین لڑکون کے ڈرانے کا بہترین ہوّا تھا، اور احمد شاہ ابدالی کے ہندوستان مین آنے کا سب سے بڑا سبب مغلون کی کمزوری یا ہندوستان کی حکومت کا طمع نہ تھا، بلکہ مرہٹون کی یہی چیرہ دستیان تھین، چنانچہ اسی زمانہ مین اردو مین پانی پت کی تیسری جنگ کے حالات مین جو تاریخ لکھی گئی ہے، اس مین احمد شاہ ابدالی کے ہندوستان آنے کے اسباب اس طرح بیان کئے گئے ہین:-

"اس گردشِ سپہر کا دیکھو یہ کاروبار کیا کیا کئے ہین رنگ نے ماٹھنے اختیار
دکھن سے لا جماعتِ کفارِ نابکار کی بند ملک ہند کی آتے ہی ایکبار
بانگ وصلوٰۃ وگاوکشی علم واعتبار[1]"

اسی طرح حضرت اسمٰعیل شہید کی جنگ یا مولانا امیر علی کی شہادت اُس معاندانہ جذبہ کو ظاہر کرتی ہے، جو ہندو قوم مین مسلمانون کے خلاف ہمیشہ بیدار رہا، غدر کے بعد اگرچہ اسلحہ کی ضبطی اور حکومت کے حسن انتظام نے اس قسم کے ناگوار واقعات کی مسلسل تکرار بند کر دی ہے لیکن پھر بھی ہندو مسلم فسادات کی آئے دن کی خبرین آتی رہتی ہین، اور اب آہنی اسلحہ کے بدلے معاشرتی مقاطعہ اور قلمی آلات استعمال کئے جا رہے ہین، موجودہ سنگٹھن تحریک اسی ہزار سالہ تحریک کی بیسوین صدی والی متمدن شکل ہے،

---

[1] فہرست مخطوطات اردو دفتر وزیر ہند صفحہ ۱۷ نسخہ ۱۳۸،

ان حالات کے لکھنے سے ہمارا ہرگز یہ مقصد نہین ہے، کہ ہم ہندوستان کی ان دو قومون مین منافرت یا عداوت کی خلیج پیدا کرین، کیونکہ ہمارا خود یہ یقین کامل ہے، کہ جب تک دونون قومین بے اعتباری، نفرت، عداوت، اور غیریت کے جذبات سے اپنے دلون کو واقعی صاف نہ کرینگی، اور جب تک اکثریت، اقلیت کو اپنی مربیانہ نوازشات سے ممنونِ احسان و مطمئن نہ کریگی، یہ اتحاد نہین ہوسکتا، ہمارا بدبخت ملک ہمیشہ خانہ جنگیون کا شکار رہے گا، اور ہندوستان جنت نشان کی جگہ دوزخ بنیان بنا رہے گا،

ان باتون کے پیش کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے، کہ اُس عام ہندو مسلم ذہنیت کو پیش کردین، جو شاہجہان کے وقت موجود تھی، جو اورنگ زیب کے زمانہ مین موجود رہی، اور اب تک موجود ہے، ہندوستان کے سچے رہنماؤن کا کام اس ذہنیت کو دور کرنا ہے،

دراصل یہ حالات تھے جنکے ماتحت دونون قومون، دونون جماعتون، اور دونون گروہون کے اشخاص ایک دوسرے سے برسرپیکار ہونے کے لیے تیار رہتے تھے، اور جونہی اُن کو اس کا موقع ملا تمام ہندوستان مین ایک آگ سی لگ گئی، ہندوؤن نے اُسی زمانہ مین عوام کو اورنگزیب کی طرف سے بدظن کرنے کے لیے جو غلط الزامات قائم کئے، ان کو جس بری طرح مشہور کیا، اُسی کی یہ صدائے بازگشت ہے، جو ہم کو ایک خاص گرامفون کے ذریعہ یہ سنا رہی ہے، ع

کہ "عالمگیر ہندوکش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا"

ورنہ اگر غور سے دیکھو تو عالمگیر کے اس جرم کے سوا کہ اُس نے ہندوؤن کے محبوب شہزادہ دارا شکوہ کو ہندوستان کا بادشاہ ہونے نہین دیا، ہندوون کے ساتھ اُس نے کوئی ایسا سلوک نہین کیا، جو اکبر، جہانگیر، اور شاہجہان کے زمانہ مین نہ ہوا ہو،

خاندانی تعلقات اس وقت تک ہم نے جو کچھ لکھا، اس کا مقصد اُس کے سوا کچھ نہین تھا، کہ برادرانہ جنگ

کے وقت ملک کی جو مذہبی و ذہنی حالت تھی، اور جو قوتین مصروفِ عمل تھین، اُن کا ایک سرسری علم ہو جاے، اب ہم شاہی خاندان کے مختلف ارکان کے طریقۂ عمل، ان کی افتادِ طبیعت، ان کی معاندانہ کارروائیون کو بتا کر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہین، کہ کس طرح یہ آگ آہستہ آہستہ ہر سینہ مین سلگ رہی تھی، کس طرح یہ ناسور اندر ہی اندر کام کر رہا تھا، اور کس طرح یہ حوادث خاموشی کے ساتھ ایک عظیم الشان، مہلک طوفان کا سامان کر رہے تھے، اور کس طرح ایک ذرہ سی حرکت سے یہ کوہ آتش فشان آگ برساتا ہوا پھٹا، کس طرح یہ ناسور خون ٹپکاتا ہوا بہا، اور کس طرح اس طوفان نے ملک پر موت و ہلاکت کی بارش کی،

شاہجہان شاہجہان کی عظمت، اس کی بزرگی، اُس کی برتری، اس کی مذہبی پابندی، اور اس کی علوم نوازی سے کون انکار کر سکتا ہے، ہندوستان کے اسلامی سلاطین مین شاید ایک بھی ایسا نہ ہو جس کا جمالیاتی پہلو، اپنا اتنا دیرپا اثر نہ صرف صفحاتِ تاریخ بلکہ روے زمین پر چھوڑ گیا ہو، شاہجہان کی تعمیری عظمت، اور اس کے وزیر علامی سعد اللہ خان کی حکمت و تدبر نے اس کے عہدِ حکومت کو اس طرح گھیر رکھا ہے، اور ان کی روشنی اس قدر تیزی سے پڑ رہی ہے، کہ اوسکی چمک مین کسی دوسری چیز پر آنکھ ٹھیک سے نہین جمتی، تاج کا مرمری گنبد، لال قلعہ کی سرخ دیوارین دیوانِ عام و دیوانِ خاص کی زرین نقش آرائیان، جامع مسجد کی شوکت و ابہت، تختِ طاؤس کی ضیاپاشی، اور کوہِ نور کی نور افشانی ہم کو شاہجہان کی دوسری کارروائیون کی طرف سے بالکل بیخبر کر دیتی ہے، وہ سرتاپا حسن و شعریت نظر آتا ہے، اور اگر اس کی تاریخ کا سرسری مطالعہ کیا جاے تو اس بات کی ظاہرا تائید بھی ہوتی ہے، مگر جو لوگ اس کی افتادِ طبیعت کو سمجھنا چاہتے ہین، اُن کو صاف نظر آتا ہے کہ شاہجہان مین ایک بہت بڑا عیب بھی ہے، اور وہ اس کی خودی اور اسی وجہ سے اس کی ضد ہے، اس کا یہ پختہ خیال تھا، کہ وہ جو بات سوچتا ہے، وہ کبھی بھی غلط

نہین ہوسکتی، اس کو اس کا یقین کامل تھا، کہ رزم و بزم کی تمام کارروائیون مین، ملکی و حربی مسائل مین، مذہبی و معاشرتی احکام مین، اُسی کی راے صائب، اُسی کا مشورہ درست، اور اسی لیے اسی کا حکم قابل قبول ہے، اورنگزیب ہی کا معاملہ لیجئے، کیا ایک مرتبہ بھی شاہجہان نے اپنے حکم پر نظر ثانی کرنے کی تکلیف گوارا کی، قندھار کی مہم پر اورنگزیب اور علامی سعد اللہ کو بھیجا جاتا ہے، لیکن فوج کی نقل و حرکت، اُس کا طریقۂ مدافعت اُس کے حملہ وغیرہ کے احکام، سیکڑون میل بیٹھکر صادر کئے جاتے ہین، ملتان و دکن کا گورنر اورنگزیب ہے، لیکن چونکہ سمجھ لیا گیا ہے، کہ وہ نالائق ہے، اسلیے اُسکی ہر درخواست کا جواب بالکل الٹا ملتا ہے، شاہجہان اورنگزیب کے دشمنون کے بھکانے کی وجہ سے ایک مرتبہ کسی نہ کسی طرح اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے، کہ اورنگزیب بھائیون اور بہنون کے خلاف ہے، پھر کوئی طاقت، کوئی صفائی، اور کوئی کارروائی اس کی راے کو بدل نہین سکتی، شاہجہان کی یہی ضد، یہی خود رائی، اور اس کی یہی کورانہ جانب داری تھی، جس نے ایک طرف تو دارا و جہان آرا کو اس کی محبوب ترین اولاد بنا دیا تھا، کہ نہ صرف اُن کو مراحم خسروانہ سے مالا مال کیا جاتا تھا، نہ صرف مناصب و انعامات کی اُن پر ہر وقت بارش ہوتی رہتی تھی، نہ صرف یہ کہ دارا کے لڑکے اور ملازمین اپنے چچا کے ہم منصب و ہم مرتبہ کر دیئے گئے تھے، نہ صرف یہ کہ دارا کے ملازمین کو بھی شاہی خطابات ملنے لگے تھے، بلکہ خود حکومت کے کاروبار مین اس کو اتنا اقتدار و اختیار حاصل ہو گیا تھا، کہ وہ جس کے ساتھ جو رحم یا ستم کرنا چاہتا، اُس مین اس کا کوئی مزاحم نہ تھا، ہندوستان کے بہترین صوبے، کابل، ملتان، لاہور، الہ آباد وغیرہ اگرچہ دارا کو دیدیے گئے تھے لیکن اس کو اس بات کی اجازت تھی، کہ وہ وہان جاے بغیر اپنے ملازمین کے ذریعہ اُن کا انتظام کرے، اس کے جو نتائج تھے، ان کی طرف سے شاہجہان آنکھ بند کیے ہوے تھا، دارا کو "شاہ بلند اقبال" کا خطاب بھی ملا تھا، اور دربار مین مغل روایات کے خلاف تخت کے

قریب ایک سونے کی کرسی پر اُسے بیٹھنے، امرا کی کورنشون کو قبول اور تمام سرکاری کاغذات کا مطالعہ کرنے کا بھی حق دیدیا گیا تھا، شاہجہان کی یہی ایک کمزوری تھی جس نے اس کو عدل و انصاف کے جادہ سے ہٹا دیا تھا، اور دارا کے دوسرے بھائیون کو عموماً اور اورنگ زیب کو خصوصاً شاہجہان سے اگر کوئی شکایت تھی تو وہ یہی تھی، کہ وہ اپنے لڑکون کو ایک نظر سے نہین دیکھتا

داراشکوہ

داراشکوہ، شاہجہان کا سب سے بڑا لڑکا تھا، اس لیے سب سے زیادہ پیارا تھا،[1] مان باپ کے لاڈ پیار، درباریون کی خوشامد، غلط تعریف، اور خود شاہجہان کی انتہائی محبت نے اوسے خودسر، خودرائے، اور ستایش پسند بنا دیا تھا، وہ سمجھنے لگا تھا کہ تمام حکومت مین اُس سے زیادہ صائب الرائے، ہوشمند، وسیع المشرب، اور صاحب اقتدار کوئی نہین ہے، اس لیے جب اس کے دوسرے بھائی، سن شعور کو پہنچے، اور اپنے درجہ، مرتبہ، اور کامون کی وجہ سے لوگون کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگے، تو اسے یہ بات نہایت ناگوار معلوم ہوئی، اور چونکہ اورنگزیب ان سب مین سب سے زیادہ با اثر سب سے زیادہ عقلمند، سب سے زیادہ دوراندیش، اور سب سے زیادہ کامیاب تھا، اسلیے دارا کو اس سے خواہ مخواہ عداوت پیدا ہو گئی، جون جون اورنگزیب ترقی کرتا اور لوگون کے دلون مین جگہ بناتا جاتا، دارا کی دشمنی، اس کی سازشین اس کے خلاف بڑھتی جاتین، اور اسی عداوت کا نتیجہ برادرانہ جنگ تھی، مگر یہ مختصر بیان شاید ہمارا یکطرفہ اور جانبدارانہ بیان سمجھا جائے گا، اس لیے ہم دارا کی افتادِ طبیعت کے متعلق بعض ثبوت پیش کرتے ہین،

دارا کی افتادِ طبیعت

دارا کو لاڈ پیار اور شاہجہان کی غیر محدود کورانہ محبت نے اس بات کا عادی کر دیا

---

[1] دارا سے اس انتہائی محبت کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ممتاز محل کی پہلی دو اولاد لڑکیان تھین، شاہجہان کو لڑکے کی خواہش تھی اور وہ اس غرض کے لیے اکثر و بیشتر اجمیری دربار مین حاضر ہوا کرتا تھا، یہین اسکی دعا قبول ہوئی، دارا ۲۹ صفر سنہ ۱۰۲۴ھ (۲۰ مارچ سنہ ۱۶۱۵ء) کو اجمیر ہی مین پیدا ہوا، مقدمہ مجمع البحرین صفحہ ۱

تھا، کہ جو کچھ اس کی زبان سے نکل جاے، کوئی شخص اس کے خلاف ایک حرف بھی زبان پر نہ لائے اور اگر کسی نے اس قسم کی کوئی جرأت کی بھی تو وہ سرِ دربار اس کو ذلیل و رسوا کر دیتا تھا، خود علامی سعد اللہ خان کو ایک مرتبہ اس قسم کی تذلیل سے دوچار ہونا پڑا ہے، اورنگزیب نے اپنے لڑکے کو ملازمون کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کرتے ہوے ان الفاظ مین اس کا تذکرہ کیا ہے:

"فرزندِ عالیجاہ روزے بہار امل دیوان سرکار برادرِ نامہربان فردے از نظرِ اعلیٰ حضرت گذرانید، کہ دہ لک روپیہ بابت طلب تفاوتِ ایام مابین، از سرکار والاطلب است، بہ تنخواہ آن فرمان شود، آنحضرت فرد حوالہ سعد اللہ خان فرمودند کہ از روے سررشتہ و دفتر دیوانی تحقیق نمودہ بعرض رساند، خان مذکور سفے الفور التماس نمود کہ چنین زرہا از خزانہ تنخواہ نمی شود، ثانی الحال در مطالبہ و تصرف حساب نقدی محسوب میگردد، داراشکوہ بعد برخاستِ دربار، با دیوانِ اعلیٰ کلمات تند گفت، چون از روے فرد مرسلہ مشرف غسلخانہ بمسامعِ علیا رسید ہمان وقت شقہ بیرادرِ نامہربان نوشتند و این فرد ہم بقلم آوردند، فرد

"باصاف دل مجادلہ با خویش دشمنیست
ہر کس کشد بر آئینہ خنجر بخود کشد"

"در دریافت صدق بطلان خاصہ ابناے ملوکست، بہار امل کفایت خانہ شما و سعد اللہ خان صیانت مالِ نامی خواہد، ہرگاہ این فرد از دفتر شما درست شدہ بود، بایستے تحقیق نمود، کہ تنخواہ آن از سعد اللہ خان ممکن الحصول است یا نہ، ملول ساختن بندہاے بادشاہی خصوص سعد اللہ خان بسیار بد ست، و بدست آوردن دلِ این مردم خوب مصالح کار آن صاحب شعور واسطہ افزایش مال و خویش نامی صاحب معاملہ اند"

آخر روز چند تھان محمودی زر دوزی یکرنگ و سہ ہزار دینار نقد بسعد اللہ خان انعام

فرمودند[1]

شاہجہان کو خود اس بات کا علم تھا، اور وہ وقتاً فوقتاً داراشکوہ کو تنہائی میں سمجھاتا بھی رہتا، اورنگزیب اپنے ایک خط میں لکھتا ہے:-

"فرزند عالیجاہ! روزے اعلحضرت درخلوت بداراشکوہ ارشاد نمودند کہ درحق امرائے پادشاہی کج خلق و بدگمان نباشد وہمہ را مشمول عواطف والطاف دارد، و غرض غرض آمیز سخن سازاں درحق ایں جماعت نشنود، کہ ایں حرف وقتے بکار خواہد آمد[2]"

حمید الدین خاں نیمچہ نے اسی کو ذرا مفصل طریقہ سے لکھکر اورنگزیب و دارا کے طریقۂ عمل کو بتاتے ہوئے لکھا ہے، کہ جب شاہجہان نے دیکھا کہ داراشکوہ اس کی نصیحت نہیں سنتا، اور امرا کو برابر ناخوش کرتا رہتا ہے، اور اس کے مقابلے میں اورنگزیب سے سب کے تعلقات اچھے ہیں، تو اس نے بجائے اس کے کہ دارا کو سمجھاتا، اورنگزیب ہی کو یہ سمجھانا شروع کیا کہ تم شہزادہ ہو کر ہر شخص سے جو مساویانہ طریقہ سے ملتے ہو یہ غلط ہے، احکام کے الفاظ یہ ہیں:-

"داراشکوہ با بعضے امرا طریق عداوت و با بعضے امرا بطور تجبر. . . . . . سلوک میکرد، وحضرت عالمگیر با ہر کدام ربطے خاص داشتند. . . . . . ہر کدام ازیں. . . . . . از کمال محبت در حفظ الغیب انچہ لازمہ دوستی بود بعمل آوردند اعلحضرت. . . . . . را در خاطر بسیار گراں می آمد. . . . . . بداراشکوہ نصیحت از قبائح افعال و اقوال اوی فرمودند، چوں دیدند کہ داراشکوہ را پند فائدہ نہ کند. . . . . . خواستند کہ محمد اورنگزیب در سلوک خود با امرا تفاوت کنند کہ آنہا دست از حفظ الغیب بردارند، بر شقہ بدستخط خاص نوشتہ فرستادند کہ "بابا سلطان و فرزندان ایشان را باید کہ بلند ہمت باشند و عالی فطرتی را کار فرمایند، شنیدہ شد

---

[1] رقعات عالمگیری مطبوعہ نمبر ۳۵ [2] ایضاً ۴م،

کہ شما با ہر کدام از نوکران سلوک می کنند کہ نہایت پستی را بخود راہ می دہند . . . .

از یں پست فطرتی بغیر از مذمت فائدہ حاصل نہ خواہد شد"

اورنگزیب نے اس کا یہ جواب دیا:-

"آنچہ از راہِ فضل و کرم در باب غلام مستہام مرقوم قلم عنایت رقم بود کالوحی من السماء نازل گردید

پیر و مرشد برحق سلامت "تعز من تشاء و تذل من تشاء" محض بتقدیر قادرِ عباد و خالقِ ارض

و بلاد است، بندہ بموجب حدیث صحیح کہ راوی آن انس بن مالک باشد من اذل نفسہ اعزہ اللہ

عمل نماید، و انکسارِ قلوب را از تب ذنوب و افحش عیوب می شمارد[۱]"

انہی حالات کو دیکھکر بعض وقت خود شاہجہان مایوسی مین کہہ اٹھتا تھا،

"ما را بعضے اوقات اندیشہ می آید کہ ہمین پور رعد و نیکوکاران واقع شدہ، و مراد بخش بیکار بشرب

دلبستگی دارد و محمد شجاع جز سیر چشمی صفتے ندارد، مگر عزم و شعور را اورنگزیب اقتضا می کند متحمل این امر

خطیر تواند شد[۲]"

اس احساس کے باوجود بھی شاہجہان کا داراہی کی حمایت کرنا کہان تک جائز، اور کہان تک انصاف پر مبنی تھا، اس کا فیصلہ ناظرین خود کر سکتے ہین، اورنگزیب کا دارا کے متعلق جو خیال تھا اس کو اس نے کبھی بھی ایک منٹ کے لیے کسی سے نہین چھپایا، چنانچہ خود شاہجہان کو ایک خط مین لکھتا ہے:

"این مرید ہیچ گاہ باظہار محاسن افعالِ خویش نہ پرداختہ . . . . از آن زمان

کہ بسن تمیز رسیدہ، در استرضاے خاطرِ ملکوت ناظر دقیقہ از دقائق جد و جہد فرو نگذاشتہ، با آنکہ

بتقریب، بادشاہزادۂ کلان کہ ہنرے جز خوش آمد ظاہری و چرب زبانی دخندۂ بسیار نداشت

[۱] احکام عالمگیری ص ۱۲۱ [۲] ایضاً ص ۶ ورقعات عالمگیری مطبوعہ ۵۴،

"در خدمتِ ولی نعمت دلش با زبان موافق نبود" (ص ۱۲۵)

دارا کے مزاج کا یہی حال تھا، لیکن چونکہ شاہجہان کی نگاہ مین اس کا ہر عیب ہنر نظر آتا تھا، اسلیے کوئی امیر اسکی شکایت کر کے خواہ مخواہ اس کو اپنا دشمن بنانا نہین چاہتا تھا، لیکن کسی ایک کے دل مین بھی نہ اُس کی عزت تھی، نہ اُس کی وفاداری کا جذبہ، دوسرے شاہجہان نے انتہائی پدرانہ محبت کے جذبہ سے متاثر ہو کر اُسے اُس کے صوبون مین جانے نہ دیا، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوشامدیون کی جماعت مین گھر کر وہ ایک بیکار سا آدمی رہگیا، نہ اُس کو ملک کی حالت کا اندازہ تھا، نہ فوج سے اُسکو کوئی واسطہ تھا، اور نہ امرا اور سردارون ہی سے اُس کے تعلقات خوشگوار تھے، قندھار کے تیسرے محاصرے کے سلسلہ مین اس نے جو مضحکانہ حرکتین کی ہین، جس طرح مغل حکومت کے لاکھون روپون اور ہزارون عزیز جانون کو اپنی غیر مدبرانہ مرضی کے بھینٹ چڑھایا ہے، وہ اس بات کو صاف ظاہر کر رہی ہین، کہ وہ کوئی بلند اخلاق کا آدمی نہین، نہ اُس مین مردانہ ہمت ہے، جو موت کے سامنے بھی انسان کو ہنساتی رہتی ہے، اُس غریب نے آج تک ایک بات بھی اپنی مرضی کے خلاف ہوتے نہین دیکھی تھی، اُسے انسانی فطرتون کے تضاد کا کوئی علم نہ تھا، وہ مصائب و آلام سے یکسر ناآشنا تھا، وہ راحت کی گود مین پلا، آرام طلبی کے آغوش مین بڑھا، اور اطمینان کے پہلو مین بیٹھا، اپنے بے سر و پا خیالات کی تبلیغ مین مگن تھا،

داراشکوہ کا علمی درجہ

داراشکوہ کے مذہبی خیالات بیان کرنے سے پہلے ہم اُس کے علمی تبحر، اس کی بلند انشاپردازی، اُس کی شاعری، اور اس کے حسن خط کے متعلق کچھ کہدینا چاہتے ہین، تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس نے اپنی خداداد قابلیت، اور صلاحیت کو کس طرح غلط راستہ پر لگا کر اپنے کو اسلام کی جگہ الحاد کا حامی بنادیا،

داراشکوہ کی تعلیم کے لیے اس وقت کے بہترین اساتذہ بلاے گئے تھے، ان مین مولانا

عبداللطیف سلطانپوری، اور ملا میرک شیخ ہروی کا عبدالحمید نے تذکرہ کیا ہے، خطاطی کے لیے عبدالرشید دیلمی جیسا استاد نصیب ہوا[1]، شعر و شاعری کا ذوق مغلیہ شہزادوں کو وراثت ہی میں ملا تھا، اس لیے داراشکوہ نے خواہ وہ جہانگیر کے پاس بطور ضمانت رہا ہو، خواہ باپ کی خدمت میں ہو، اپنے عہد کی بہترین تعلیم حاصل کی، تصوف سے بھی اُسے خاصہ ذوق تھا، اور اس کی بے راہ روی کا ایک سبب تلاش حق کے لیے قید و بند سے کامل آزادی میں مضمر ہے، اس کی تصانیف کی ترتیب ہم کو صاف طور سے بتاتی ہے، کہ وہ کس طرح آہستہ آہستہ اس آزاد روی کی طرف، جسے اسلام نے جائز نہیں رکھا ہے، جارہا ہے

اُس کی سب سے پہلی تصنیف سفینۃ الاولیا ہے، اس کتاب کو اُس نے اُس وقت لکھا ہے جبکہ وہ ۲۵ سال کا نوجوان تھا، یہ کتاب ۲۷ر رمضان ۱۰۴۹ھ کو ختم ہوئی، اس میں ۴۱۱ بزرگانِ دین کے مختصر حالات ہیں، اور دو فصلوں پر منقسم ہے، اس میں اس نے اپنے نام کے ساتھ "حنفی و قادری" کے الفاظ بھی بڑھا دیئے ہیں، اس کے تین سال بعد ۲۸ برس کی عمر میں ۱۰۵۲ھ میں اس نے سکینۃ الاولیا لکھی، یہ کتاب اُس کے پیر ملا شاہ بدخشانی کے مرشد حضرت میاں میر کے حالات میں ہے، ان کو داراشکوہ باری تعالیٰ کہا کرتا تھا[2]، اسی وقت سے اس کو الہام یا ندائے غیبی کا تجربہ ہونا بھی شروع ہوجاتا ہے، چنانچہ اس کتاب کے دیباچہ میں وہ لکھتا ہے کہ اس نے ایک ندا سنی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

---

[1] پروفیسر محفوظ الحق ایم اے نے مسلم ریویو کلکتہ جلد ۲ نمبر ۳ میں دارا کی فن خطاطی پر ایک پر از معلومات مضمون لکھا ہے اور اس کی لکھی ہوئی کتاب کا ذکر کیا ہے، اسکی لکھی ہوئی ایک شرح دیوانِ حافظ، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں بھی ہے، دیکھو فہرست جلد اول ص ۷۳۸-۹،

[2] حسنات العارفین میں لکھتا ہے:-

"چوں ایشاں در کوہ ہائے نواحی قصبہ باری عزلت گزیدہ بودند، من ایشاں را حضرت باری تعالیٰ می گفتم" صفحہ ۳،

اسے ایک ایسی چیز ملے گی، جو آج تک کسی بادشاہ کو نہین ملی، اور اسکی تعبیر یہ ہے، کہ اُسی سال ۲۹ ذی الحجہ ۱۰۴۹؁ کو اس نے ملا شاہ بدخشی کے ہاتھ پر بیعت کی، پھر اُس نے رسالہ حق نما لکھا، اس مین واصل الی الحق ہونے کے مختلف مدارج دیے ہین، اور لکھا ہے کہ اس رسالہ کو صرف ایسے شخص کو پڑھنا چاہیے جس کی ہدایت کے لیے ایک مرشد موجود ہو، پھر لکھتا ہے کہ جو اہل اللہ اور عارف اس رسالہ کو پڑھین گے وہ اس بات پر متحیر ہون گے، کہ اللہ تعالی نے کشفِ رموز و حقائق کے کیسے کیسے ابواب مجھ پر کھولدیے ہین، اور ایک شاہزادہ ہونے کے باوجود اور کسی ریاضت و عبادت کے بغیر عرفان کا دروازہ کس طرح مجھ پر باز ہے[1]،

یہ رسالہ جو ۷ فصلون پر منقسم ہے، ۱۰۵۶؁ھ مین ختم ہوا، اس رسالہ مین ایک جگہ لکھتا ہے:-

"شبے بخواب دیدم ہاتفے آواز داد چہار بار تکرار کرد کہ انچہ ہیچ یکے از سلاطین روے زمین دست نداده اللہ تعالی بتو ارزانی داشتہ" صک۲"

اسی زمانہ مین اس نے علانیہ ایسے جملے اور الفاظ عام گفتگو مین استعمال کرنے شروع کیے جو شریعت کی نظر مین قابلِ الزام تھے، اس پر جب بعض لوگون نے چہ میگوئیان شروع کین، تو دارا نے حسنات العارفین (شطحیات) کے نام سے ایک رسالہ لکھا جسمین رسول اللہ صلعم، اصحاب کبار رض کے بعض موضوع اقوال اور مختلف بزرگون کی حالتِ جذب وغیرہ کے اس قسم کے جملے جمع کیے ہین، جنسے ظاہرا منصوری دعوی کی تائید ہوتی ہے، یہ کتاب ۱۰۶۲؁ھ مین ختم ہوئی، اس کتاب کا مطالعہ دینا نفی

---

[1] حق نما کے اصل الفاظ یہ ہین:-

"این نیازمند درگاہ صمدی محمد دارا شکوہ حنفی قادری ازان طائفہ است کہ جاذبۂ فضل حضرتش بے سبب ریاضت و مجاہدت بتاثیر نظر کامل آنہا بسوے خود کشیده...... این فقیر مراتب تجرید و تفرید و دقائق عرفان و توحید را چنانچہ حق معرفت است ایک بیک دانستہ و دریافتہ" صک۲

کے لیے کافی ہے، کہ دارا شکوہ کم ازکم لوگون پر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا، کہ اب وہ اُس درجہ و مرتبہ کو پہنچ چکا جہان کہ کفر و اسلام، الحاد و ایمان، نور و نار، خیر و شر، ظلمت و ضیا، عبد و معبود کا سوال باقی نہین رہتا، لیکن ہمارا خیال ہے، کہ اُس نے یہ کتاب لکھکر خود اپنا پردہ فاش کر دیا، کیونکہ کسی خاص کیفیت و حالت کے ماتحت بعض وقت بعض بزرگون کی زبان سے جو جملے نکل گئے ہین، ان کی سچائی یا صداقت پر انھون نے کبھی بحث نہین کی ہے، اور نہ ان کو اس کی پرواہ رہی ہے، کہ اس جملے کے کون شخص کیا معنی پہناتا ہے، یا اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے، کیا دنیاے تصوف کا واقف کار ہم کو اس قسم کی ایک بھی مثال دیسکتا ہے منصور سولی چڑھ گیا، لیکن اُس نے اپنے الفاظ واپس نہین لیے، سرمد نے عریانی کو باقی رکھنے کے لیے جسم کا چولہ بھی اتار ڈالا، مگر اپنے اصول سے باہر قدم نہ رکھا حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عقائد ہی کے لیے شہید ہوئے، مگر ان مین سے ایک نے بھی اپنی مدافعت اور صفائی مین ایک لفظ زبان سے نہین نکالا، مگر دارا پر جہان ایک آدھ آدمی نے اعتراض کیا، وہ فوراً جواب دینے اور اپنے کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے تصنیف مین مشغول ہو گیا، اور اس خیال کو تقویت دینے اور ہندوون کو بھی اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے اُس نے اپنی وہ کتاب لکھی، جو مجمع البحرین کے نام سے مشہور ہے، یہ سنہ ۱۰۶۵ کی تصنیف ہے، یہ دارا کی آخری ذہنی تصنیف ہے، کہ اس کے بعد جو کچھ اس نے لکھا وہ اپنشد اور ریو کے بیان کے مطابق بھاگوت گیتا کا ترجمہ ہے، اس کتاب مین دارا نے یہ دکھایا ہے کہ اسلامی تصوف اور ویدانتک فلسفہ، اپنے اصول، اپنی تعلیمات، اور اپنے خیالات کے لحاظ سے ایک ہین، اور جو شخص حق کو حاصل کرنا چاہے، وہ ان مین سے جس راستہ کو بھی اختیار کرے، اُس سے منزل مقصود تک پہنچ جائیگا، اسے خود خطرہ تھا کہ مسلمان اس کی اس تصنیف کو پسند نہ کرین گے، اسلیے اس نے دیباچہ ہی مین لکھدیا، کہ اس نے یہ کتاب رازِ درون خانہ سے واقف "اہل بیت" کے لیے لکھی ہے، "و مرا بعوام ہر دو

قوم کارے منیست"، اسی وقت سے حنفی و قادری کی نسبت بھی غائب ہوجاتی ہے[1]،

اس کے بعد اسے ویدہی مین قرآن نظر آنے لگا، اور تورات، زبور، وانجیل کے مطالعہ کے بعد وہ جس نتیجہ پر پہنچا، وہ یہ ہے کہ ان کو قرآنی تعلیماتِ توحید سے کوئی لگاؤ نہین ہے، اس سلسلہ مین اس کے عقائد مین جو تبدیلی واقع ہوئی، اس کا ذکر آگے آتا ہے[2]، اس کے علاوہ، وہ خود ہی ایسی کتابین نہین لکھتا، بلکہ اپنے ملازمین سے بھی لکھواتا ہے، ان مین سب سے زیادہ مشہور وہ رسالہ ہے، جو اس کے منشی چندر بھان نے مکالمۂ دارا شکوہ و بابا لعل کے نام سے ترتیب دیا ہے، اس مکالمہ کی روح اس خیال کی تائید ہے کہ حق و صداقت کسی ایک خاص مذہب کی ملکیت نہین ہے، دوسری کتاب جوگ بششت ہے، جوگ بششت کے ترجمہ کرانے کا جو عرفانی و الہامی سبب کتاب مین بتایا گیا ہے، اس کے مقابلہ مین ہم کو یہ خیال ظاہر ترجمہ کا زیادہ مؤید معلوم ہوتا ہو کہ چونکہ اس کتاب مین مہاراج رام چندر جی کے بادشاہِ وقت ہونے کے باوجود اوتار ہونے کو دکھایا گیا اسلیے دارا اس ترجمہ کے ذریعہ یہ بات باور کرانا چاہتا ہے کہ اگرچہ وہ ظاہرا ولیعہدِ شاہجہان ہے، لیکن بباطن وہ بھی رام چندر جی کی طرح واصل الی الحق بزرگ ہے، خود کتاب کے ترجمہ کے جو اسباب بیان کیے گیے ہین وہ ہماری اس بدگمانی کے مؤید ہین،

---

[1] اس کے الفاظ یہ ہین:—

میگوید فقیر بے اندوہ محمد دارا شکوہ کہ بعد از دریافتِ حقیقۃ الحقائق و تحقیق رموز دقائق مذہبِ حقِ صوفیہ و فائز گشتن بایں عطیۂ عظمیٰ درصدد آں شد کہ درک کنہ مشربِ موحدانِ ہند و محققانِ ایں قوم قدیم نماید، با بعضے از کاملانِ ایشاں کہ بنہایت ریاضت و ادراک و فہمیدگی و غایت تصوف و خدایابی و سنجیدگی رسیدہ بودند، مکرر صحبتہا داشتہ و گفت و گو نمودہ جز اختلافِ لفظی دریافت و شناخت تفاوتے ندیدہ، ازیں جہت سخنانِ فریقین را باہم تطبیق دادہ، و بعضے سخناں کہ طالبانِ حق را دانستنِ آں ناگزیر و سودمند است فراہم آوردہ ...." ص ۲۳

[2] اسکی دوسری تصانیف جنکا فہرست نگاروں نے تذکرہ کیا ہے، یا جس کو بعض دوسرے مضمون نگاروں نے لکھا ہے، یہ ہین، (۱) رسالۂ معارف (۲) نادر النکات (۳) مثنوی (۴) ترک (۵) دیوان دارا شکوہ کے واسطے جو کتابین لکھی گئین ان مین قابلِ ذکر یہ ہین، (۱) طب دارا شکوہ (۲) ترجمۂ اقوال واسطی (۳) قصص الانبیاء، (۴) تاریخ شمشیر خانی،

دارا کے حکم سے ۱۰۶۶ھ میں سنسکرت سے اس کا ترجمہ کیا گیا، اس کی جو وجہ بتائی گئی ہے، خود دارا کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ

"اس کتاب کے انتخاب کا ترجمہ جو شیخ صوفی کے ساتھ منسوب ہے، ہم نے (دارا) مطالعہ کیا، تو رات کو خواب میں دیکھا کہ دو بزرگ مقبول صورت ایک اونچے پر اور دوسرے کسی قدر اس سے نیچے کھڑے معلوم ہوئے، جو اونچے پر کھڑے تھے بششٹ تھے اور دوسرے رام چندر .... (میں) بے اختیار بششٹ کی خدمت میں حاضر ہوا ...... بششٹ نے نہایت مہربانی سے ہاتھ میری پیٹھ پر رکھا اور فرمایا کہ اے رام چندر یہ سچا طالب ہے، اور سچی طلب میں تیرا بھائی ہے، اس سے بغلگیر ہو، رام چندر بکمال محبت کے ساتھ مجھ سے ملے، اس کے بعد بششٹ نے رام چندر کے ہاتھ میں مٹھائی دی تاکہ مجھے کھلا دے، میں نے وہ شیرینی کھائی، اس خواب کے دیکھنے پر ترجمہ کی خواہش از سر نو زیادہ ہوئی، اور دربار عالی کے حاضرین میں سے ایک شخص مقرر اس خدمت پر ہوا اور ہندوستان کے پنڈتوں سے ..... اس کتاب کے لکھنے میں اہتمام و انصرام کرایا۔"[1]

یہ تھیں دارا شکوہ کی مذہبی کارروائیاں جنھوں نے اس کے دل و دماغ پر اتنا اثر ڈالا کہ اسکے عقائد متزلزل ہو گئے، اب ہم اس کے عقائد کے متعلق ذرا تفصیل سے لکھنا چاہتے ہیں۔[2]

[1] جوگ باسشٹ کا اصل فارسی نسخہ ہم کو نہ مل سکا، البتہ اسکا اردو ترجمہ جو مولوی ابوالحسن صاحب نے کیا ہے اور جو مطبع نولکشور کی طرف سے منہاج السالکین کے نام سے شائع ہوا ہے ہمارا ماخذ ہے، ص ۳و۴۔

[2] دارا شکوہ کی شاعری پر لکھنے کا یہ موقع نہیں ہے، اس پر ضمیمی جلد میں مفصل بحث ہوگی، مگر یہاں پر صرف اتنا کہدینا چاہتے ہیں کہ اس کا دیوان ناپید ہے، اور اگرچہ عرصہ ہوا انگلستان میں دارا شکوہ کے ایک دیوان کا تذکرہ آیا تھا، لیکن اس کے متعلق جو وعدہ کیا گیا تھا، وہ آج تک پورا نہیں ہوا، البتہ دانش کے صرف ایک شعر پر اس نے جس طرح ایک لاکھ روپیہ انعام دیدیا تھا، وہ اس کی شعر پرستی کی کافی دلیل ہے، رضی کا مشہور شعر یہ ہے

دارا کے مذہبی عقائد | لیکن ان سب سے بڑھکر اس کے مذہبی خیالات تھے، اس کی تباہی و بربادی مین جس چیز نے سب سے زیادہ حصہ لیا[1]، اور یہی چیز تھی جس نے اس کے بھائیون کے ہاتھون کو مضبوط اور عوام کی ہمدردی کو اس سے چھین لیا تھا، دارا مذہبی خیالات کے اعتبار سے اس جماعت کا صحیح نمونہ تھا، جو ہندوون کو اپنانے کے لیے اسلامی توحید اور ویدانت کے ہمہ اوست کو ایک سمجھتی تھی، اگر معاملہ یہین تک رہتا تو کوئی ہرج نہ تھا، لیکن چونکہ ہندوون نے اس مقصد کے حصول یعنی فنا فی اللہ کے درجہ تک پہنچنے کے لیے کوئی خاص راہ، اور کوئی خاص شریعت مقرر نہین کر رکھی تھی، اور جس شخص کو جو طریقہ اچھا معلوم ہوتا، اس کو وہ مذہبی حیثیت سے اختیار کر لیتا، اس لیے دارا نے بھی تصوف کو توڑ موڑ کر اس اعلیٰ ترین درجہ تک پہنچنے کے لئے شریعت کی راہ ہی پر چلنے کی قید اڑا کر مسلمانون کو بھی اس بات کی دعوت دینا شروع کی کہ واصل الی الحق یا فنا فی اللہ ہونے کے لیے مذہب کی ظاہری پابندی کوئی ضروری چیز نہین ہے، حالانکہ اس حقیقت سے کسی شخص کو انکار نہین ہو سکتا، کہ اسلام مین جتنے صوفیائے کرام گذرے ہین وہ سب کے سب مذہب کے انتہائی پابند ہوتے تھے، اور ان سے کوئی فعل بھی ایسا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۰) تاک را سرسبز کن اے ابر نیسان در بہار   قطرہ تا مے تواند شد چرا گوہر شود

دارا کا بھی اس زمین مین ایک شعر مشہور ہے جسمین وہی صوفیانہ تعلّی موجود ہے،

سلطنت سہل است خود را آشنائے فقر کن   قطرہ تا دریا تواند شد چرا گوھر شود

مگر داراشکوہ نے اپنے کو کس طرح سلطنت سے علحدہ ہو کر آشنائے فقر کر لیا تھا، اُس کا حال آگے آئے گا

اس کی متعدد تصانیف اور مختلف تذکرون مین بھی اس کی غزلین اور رباعیان ملتی ہین، پروفیسر محفوظ الحق نے مجمع البحرین کے مقدمہ مین دارا کے علمی مرتبہ وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے،

[1] سیر المتاخرین جلد اول صفحہ ۳۳۹-۴۰،

سرزد نہ ہو جاتا، جس سے اہل شریعت کو اُن کے خلاف زبان کھولنے کی ہمت ہوتی، دارا نے نماز روزہ سب چھوڑ دیا، اس کے پاس جتنے قیمتی پتھر تھے ان پر "پربھو" کندہ کرادیا، اور کشمیر میں جو ہندوؤں کے بعض ویدانتی صوفیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا، اپنے تصوف کو شروع کیا[1]، خوشامدی درباریوں اور دنیا پرست صوفیوں نے اسے یقین دلانا شروع کیا، کہ وہ اس راہ حق کی تمام منزلیں چشم زدن میں ختم کر چکا، اور وہ فنا فی اللہ کے درجہ میں پہنچ گیا ہے، چنانچہ ترک احکام شریعت کی جو وجہ وہ پیش کرتا تھا، وہ یہ تھی کہ جب میں فنا فی اللہ ہو چکا، تو پھر اپنی ہی عبادت کیوں کروں، ہندوؤں کے علاوہ اس زمانہ کے عیسائیوں اور مسیحیوں سے اس کے اتنے گہرے تعلقات تھے کہ وہ لوگ یہ سمجھنے لگے تھے کہ دارا مسیحی ہے، اور ان کا یہی خیال تھا جس نے تمام یورپین سیاحوں کو یہ لکھنے کی ہمت دلائی کہ دارا شکوہ مسیحی مرا ہے، اور جس وقت وہ مرا ہے اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ

"محمد مرا می کشد و ابن اللہ مریم مرا می بخشد"[2]

عالمگیر نامہ نے مفصل طور سے اس کے مذہبی عقائد کو اس طرح بیان کیا ہے:-

"در اواخر حال . . . . باظہار مراتب اباحت و الحاد کہ در طبع او مرکوز بود، و آنرا تصوف نام می نہاد، اکتفا نہ نمودہ، بدین ہندوان و کیش و آئین آں . . . . مائل شدہ بود، و ہموارہ با برہمنان و جوگیان و سناسیان صحبت می داشت و آں گروہ . . . . را مرشدان کامل و عارفان بحق واصل می پنداشت، و کتاب آنہا را کہ بہ بید موسوم

---

[1] حسنات العارفین ۱۰۶۲ھ میں اُسنے حضرت میاں میر حضرت ملا شاہ، حضرت شاہ دلربا میر سلیمان مصری سے ملاقاتوں ان کے تبادلۂ خیالات اور ان کے اقوال و اعمال نقل کیے ہیں، وہ یہ دکھانے کے لیے کافی ہیں کہ یہ صوفیائے کرام کس طرح ہمہ اوست کے مسئلہ کو آزادانہ طریقہ سے استعمال کرتے ہیں، ہم اس شخص کو جو تصوف کی تباہی کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے، اس کتاب کے مطالعہ کی پرزور سفارش کرتے ہیں، یہ رسالہ چھپ بھی گیا ہے، [2] مفصل حالات کیلئے دیکھو ہمارا مضمون "کیا دارا شکوہ مسیحی مرا" معارف جلد نمبر ۲۱ صفحہ ۲۹۴

است کتابِ آسمانی وخطابِ ربانی میدانست ومصحف قدیم کتاب کریم میخواند وازکمال اعتقاد باطل...... بجاے اسماے حسناے الٰہی اسمے ہندوی کہ ہنود آں را "پربھو" می نامند واسم اعظم میدانند بخط ہندوی برنگینہاے الماس ویاقوت وزمرد وغیرآں ازجواہرے کہ می پوشید نقش کردہ، بآں تبرک می جست وچوں معتقد آن بود کہ تکلیفِ عبادات ناقصاں راست و عارفِ کامل را عبادت درکار نیست، وکریمہ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین[1] را مشرب ملاحدہ فراگرفتہ دلیلِ ایں معنی می ساخت بنابریں عقیدۂ فاسدہ نماز وروزہ وسائرِ تکالیف شرعیہ را خیرباد گفتہ بود[2]"

کہا جاسکتا ہے، کہ یہ بیان اورنگزیب کے درباری مورخ کا ہے اس لیے ہم خود اُس کی تصانیف اور خطوط سے اس کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں، وید کے متعلق اُس کا جو خیال ہے، وہ ہم ابھی ابھی اسی کی زبان سے نقل کر آئے ہیں، اب خود اپنی بزرگی کے متعلق اس کا خیال، اُس کی زبان سے سنیے رسالۂ حق نما کے دیباچہ میں لکھتا ہے:-

[1] حسنات العارفین میں اسی طرح قرآن مجید کی دوسری آیتوں کے متصوفانہ معنی بھی دارا نے بتائے ہیں، مثلاً دارا کے پیر حضرت ملاشاہ نے یاایھا الذین اٰمنوا لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری کے یہ معنی وتفسیر بیان کی ہے:-

اے کسانیکہ ایمان حقیقی آوردہ اید نزدیک نماز نشوید در وقتیکہ درحالت سکرومستی، مقید، سکرحالت بلندترست از نماز گزاردن...... اگر مستی مجازیست قرب نماز ممنوع ست تا نماز ملوث نشود، دریں صورت عزت نماز ست واگر سکر حقیقی ست باز ہم قرب نماز ممنوع است، دریں صورت عزت سکرست.... مصلی نماند نماز کہ خواند" صـ۳۲

داراشکوہ اپنے کو فنا فی اللہ سمجھتا اسلیے عبادات کی پابندی سے بھی آزاد جانتا، اسی طرح خود ملاشاہ کے پیر حضرت میان میر نے ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم کے متعلق بتایا ہو کہ "درحق خاصان است ختم است بردلہاے ایشاں کہ دردل ایشاں غیر نیاید وچشم ایشان غیر نہ بیند وگوش ایشاں غیر نشنود ومراد ایشاں لذت وحلاوت بسیار است ازان کفر صـ۳۰"،

[2] عالمگیرنامہ صـ۳۴۔

"شب جمعہ ہشتم رجب المرجب ۱۰۵۵ھ در سرِ ایں فقیر نداد ند کہ بہترین سلاسل اولیاے خدائی سلسلۂ علیہ و طریقۂ سنیہ قادریہ ہست" صلا

اب ہمہ اوست کے متعلق اس کے خیالات ملاحظہ فرماے، اپنے ایک خط میں شاہ دلربا کو لکھتا ہے:۔

"در تعریف نامہ چہ تواند نوشت کہ ذاتِ صاحب نامہ منزہ است از وصف و تعریف، اگرچہ تعریف کنندہ ہم غیر نیست عیاذاً باللہ بلفظِ غیر ہم غیر او نیست، عارف و معروف، شاہد و مشہود، محب و محبوب، طالب و مطلوب جز یک ذات نیست، ہر کہ جز یک ذات است، معدوم محض است،

. . . . الحمد للہ

کہ از برکتِ صحبتِ ایں طائفہ شریفہ مکرمہ معظمہ از دلِ ایں فقیر اسلامِ مجازی برخاست و کفرِ حقیقی روے نمود، . . . . اکنوں کہ قدرِ کفرِ حقیقی دانستم از زنار پوش و بت پرست بلکہ خود پرست و دیر نشیں گشتم" (۴/۲۰۷)

وہ دوسروں کو بھی فنا کی جو تعلیم دیتا ہے، وہ یہ ہے، یہ خط دبستان المذاہب کے مصنف فانی کے نام ہے،

"فانی بنوشتن و گفتن کسے نشود، بلکہ فانی آں بود کہ از رسم و اسم ظاہر و باطن قیاس و لباس رستہ باشد اگرچہ باعتقادِ خود فانی شدہ اند، و از ظاہر صورت فانی، بوے فنا می آید، اماں چوں در باطن اثرے نشدہ، و ہستی موہومی باقی ماندہ، صورت فانی بنظر می آید، و در لباسِ فنا بتحقیق معنی ظاہر می شود، ؎

ترا باید کہ جان و تن نماند　　　اگر ہر دو بماند من بماند

ز تو تا ہست موے ماندہ بر جا　　　بر اں یک موے باقی ماند بر پا۔

توتا یکبار جاں را و رنبازی
. . . .

محبت شیخ محسن فانی باقی باد[1]"

اسی طرح سرمد کو لکھتا ہے:۔

"پیر و مرشد من، ہر روز قصد ملازمت وارد، میسر نمی شود، اگر من منم ارادہ من معطل چرا و اگر من نیستم چہ تقصیر مرا، قتل امام حسین اگرچہ مشیت ایزدیست، پس یزید درمیان کیست، و اگر غیر مشیت است، پس معنی یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید، چیست، نبی مختار بجنگ کفار میرفت شکست در اسلام می افتاد، علماے ظاہری میگویند، کہ تعلیم صبر است، منتہی را تعلیم چہ درکار[2]"

ہم کو یہ تسلیم ہے، کہ اصحاب طریقت ان جملوں کے نہایت ہی دقیق معنی پہنا کر ان کو کسی نہ کسی طرح اسلام کی عین تعلیم ثابت کرین گے، لیکن اگر مشیت ایزدی کوئی چیز ہے، اور اگر اس کا ظہور یقینی ہے، تو ہم کو یہ کہنے کا موقع دیا جاے، کہ جس طرح منصور کو اس کی "تنک ظرفی" کی سزا دیگئی، اسی طرح اللہ تعالےٰ نے داراشکوہ کی زبان بھی بند کر کے خاموش طریقہ سے اس مشیت ایزدی کا اعلان کر دیا، کہ دنیا کو اس قسم کی تعلیم و تبلیغ کی ضرورت نہین ہے، ورنہ اگر اس کی یہ خواہش ہوتی تو نہ منصور کے لیے سولی ہوتی، اور نہ دارا کے لیے قتل کا فتویٰ،

لیکن سوال یہ ہے، کہ مانا کہ دارا نے جو کچھ کہا یا جو کچھ کیا، وہ طریقت کے ایک خاص انتہائی

---

[1] یہ خط مجمع الافکار کتبخانہ شرقیہ پٹنہ ورق ۳۵ الف مین ہے، اور ہم کو رقعات کے چھپ جانے کے بعد حاصل ہوا، اس لیے یہاں درج کر دیا گیا،

[2] یہ خط رسالہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے سلسلہ جدید کی جلد ۲۰ شمار ۳ سنہ ۱۹۲۴ء مین شائع ہوا تھا، سرمد نے ایک شعر مین جس بلاغت کے ساتھ اس کا جواب دیا ہے وہ یہ ہے:۔

"اے عزیز!
ما آنچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث دوست کہ تکرار میکنیم"

درجہ مین جائز ہے، مگر اس کے ساتھ اس کا جو اثر عام، ناسمجھ، زود اعتقاد ضعیف ایمان والون پر پڑ رہا تھا
اس کا کیا علاج تھا، آج بھی ہندوستان مین، کتنے مسلمان ہین، جو ایک مجذوب کی خدمت کو نماز
وروزہ سے زیادہ ضروری اور اہم سمجھتے ہین، ہمارا تو ایمان ہے، کہ طریقت کا جو صحیح ترین راستہ ہے
اُس مین شریعت کی پابندی اولین شرط ہے، ہم کو کوئی ایک بڑے بزرگ کا بھی ایک ایسا واقعہ
بتادے جو ناموسِ شریعت کے خلاف ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لیکر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی
حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت مخدوم شرف الدین
یحییٰ منیری، حضرت گنج شکر، حضرت باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی، وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، مین سے
ایک کے بھی قول وفعل، کردار وگفتار، تحریر وتقریر کسی مین بھی اس کی مثال نظر نہین آتی، تزکیہ نفس
ریاضت، نفس کشی، وغیرہ دوسری چیزین ہین اور عریانی، یاوہ گوئی، اور لفظی گورکھ دھندا ایک الگ شئے
شریعت ظاہر کو دیکھتی ہے، حکومت کا قانون اعمال اور ان کے اثرات کا لحاظ کرتا ہے، اگر دنیا مین
اس غلط قسم کی طریقت ہوجاے، تو پھر دنیا ایک دن کے لیے بھی رہنے کی جگہ نہ رہے، واقعہ یہ ہے
کہ اس ہمہ اوستی تصوف کو عجمی شعراء، فلسفیون اور انشا پردازون نے اتنا پھیلایا ہے، اور اس کی
اصطلاحات، اس کے اصول کو اس کثرت سے داخل کردیا ہے، کہ ہم صدیون سے اس سے متاثر ہوتے
چلے آتے ہین، اور یہی وجہ ہے کہ ہم اس طریقہ کے اس زہریلے اثر کو جو شریعت کی جڑ کو سکھا رہا ہے
بدقسمتی سے محسوس نہین کر رہے ہین، چند سال سے زیادہ کا عرصہ نہین گذرا کہ خود ہندوستان مین
حضرت مولانا فضل رحمٰن، حضرت شاہ بدرالدین، حضرت شاہ مولانا محمد علی سب سے بڑے
صوفی گنے جاتے تھے، ان کی تعلیم صحیح طریقت کی تعلیم تھی، ہم اللہ پاک سے دعا کرتے ہین کہ وہ
تمام مسلمانون کو ویسا ہی صوفی بنادے، کہ اسلام کی فلاح وبہبودی اور اس کے مشن کی تکمیل اسی
مین مضمر ہے،

بھائیون سے تعلقات اس فقر دوست، فنا فی اللہ موحد کے مذہبی عقائد اور دینی حالات دیکھ چکے، آؤ اب دیکھین کہ دنیاوی معاملات مین اس کا کیا رنگ ہے، کیا واقعی وہ دنیا سے علیحدہ، اُس کی دلچسپیون سے الگ، اُس کی مقناطیسی کشش سے اپنے دامن کو بچا رکھتا تھا، کیا درحقیقت وہ تارک الدنیا اور فنا فی اللہ تھا، اور کیا اس مرتبہ پر پہنچکر صوفیہ کے عقیدہ کے مطابق اس مین دوست دشمن کی تمیز باقی نہین رہی تھی، افسوس کہ اس مین سے ایک بات بھی اُسمین نہ تھی، ایک فرمانبردار بیٹا، ایک محبت والا شوہر، اور شفیق باپ ضرور تھا، لیکن بھائیون کے مقابلہ مین اُس کی تمام خوبیان، برائیان، اُس کی تمام محبت عداوت، اور اس کی تمام دوستی دشمنی کی جگہ لے لیتی ہے، اور یہ کہنا شاید بیجا نہوگا کہ اُس نے اس وقت تک شاہجہان کی جو اطاعت کی، بیماری مین اُسکی جو خدمت کی، اور جس طرح اپنے کو باپ کے قدمون سے لگائے رکھا، وہ بھی تمامتر خودغرضی پر مبنی تھا، اور شاہجہان کی علالت سے لے کر، فتح آگرہ تک جب کبھی بھی شاہجہان نے کوئی ایسی بات کہی، جو دارا کے مفاد کے منافی معلوم ہوئی تو اس نے باپ کے حکم کی صریح عدول حکمی کی، اس کا مفصل حال آگے آتا ہے،

جیسا کہ ہم کہہ آئے ہین، داراشکوہ کے تعلقات بھائیون سے اچھے نہ تھے، مگر اس عداوت کے بھی مدارج تھے، وہ جس بھائی کو جتنا خطرناک سمجھتا اتنی ہی اسکی دشمنی اس کے مقابلہ مین ہوتی، مرادبخش ایک بہادر، سادہ دل، رندمشرب، نوجوان تھا، اُس کو سازش سے زیادہ اپنی تلوار پر بھروسہ تھا، اور سمجھتا تھا، کہ اس کو اپنا لیسنا یا مغلوب کر لینا آسان ہے، پھر بھی دونون صاف دل نہ تھے اور یہی وجہ تھی، کہ جونہی شاہجہان کی موت کی غلط افواہ ملک مین پھیلی، وہ دارا سے لڑنے پر تیار ہوگیا، بلخ سے واپسی پر اس پر جو عتاب نازل ہوا، یا دوسرے مقامات کی گورنری سے جلد جلد ہٹائے مین جو اس کی تذلیل ہوئی، اُسے وہ دارا کی سازشون کا نتیجہ سمجھتا ہے، اسی طرح شجاع کو اُس کے

بنگالہ کے بیست سالہ قیام نے جس حد تک آرام طلب اور عیاش بنا دیا تھا، اس سے دارا کو اسکی طرف سے کوئی بہت بڑا خطرہ نہ تھا، اور یہی وجہ ہے، کہ جب شجاع بنگال سے بڑھا ہے تو دارا نے اپنے صوبہ بہار مین اس کی مدافعت کا کوئی سامان نہین کیا، اور جب شجاع بنارس تک آگیا، تو اس کی فوج نے نہایت آسانی سے اس بری طرح شجاع کو شکست دی، کہ وہ مونگیر کے ادھر نہ رکا، دوسرے ان دونون بھائیون نے کوئی ایسی نمایان خدمت انجام نہین دی تھی، جس کی وجہ سے عوام تک مین ان کا تذکرہ ہوتا، لیکن اس کے برخلاف اورنگزیب کی بہادری، اس کی سیاست دانی، اسکے تدبر، اس کی مذہب پرستی، اور اس کے وسعت اخلاق نے اسے امیر و غریب، رئیس و فقیر، عالم و جاہل، صوفی و رندسب کا ہیرو بنا دیا تھا، ہاتھی کی لڑائی کے بعد سے برادرانہ جنگ کی ابتدا تک حکومت کا کوئی ایسا نمایان کام نہ تھا جس مین اورنگزیب کی ممتاز ہستی مصروف عمل نہ ہو، بلخ و بدخشان کی فتح، قندھار کے محاصرے، دکن کی لڑائیان، صوبون کا بہترین انتظام، ایسی چیزین تھین جنھون نے اس کے نام کو ہر گھر مین روشناس کر دیا تھا، ان سب سے بڑھکر یہ کہ اس کی مذہب پرستی، دارا کے الحاد کے مقابلہ مین اس کو عزیز تر بنا رہی تھی؛ دارا نے امرا کو اپنے مشتعل مزاج کی وجہ سے اپنا بدخواہ نہین تو خیر خواہ بھی نہین رہنے دیا تھا اس لیے دارا اگر کسی کو اپنا حریف و مقابل سمجھتا تھا، تو وہ اورنگ زیب اور صرف اورنگزیب تھا، اور یہی وجہ تھی، کہ ابتدا ہی سے اس نے اورنگزیب کو بدنام، ذلیل، رسوا اور معتوب کرنے کی مسلسل کوششین شروع کر رکھی تھین، اس سلسلہ مین اس سے جو خفیف حرکتین سرزد ہوئی ہین، وہ تنگ ظرف سے تنگ ظرف شخص سے بھی صادر نہین ہو سکتی تھین، لیکن قبل اس کے کہ ہم ان سازشون کا حال لکھین، ہم اس عہد کے مورخین کے قلم سے اس عداوت کی جو دارا کو اپنے بھائیون سے تھی، تصدیق کرانا چاہتے ہین، ان مین قدیم ترین، اور دارا و شاہجہان کا سب سے بڑا حامی صالح کنبوہ ہے، اس کی تاریخ

درحقیقت شاہجہان کی درباری تاریخ ہے، اس کا بیان ہے :۔

"از ہمگنان کلاں تر بادشاہ زادہ محمد داراشکوہ بود، بعد از رخصت انصراف دیگراں با قطاع ممالک از فرط محبت معنوی و خواہش باطنی کہ (شاہجہان) بآں والا گوہر داشتہ پیوستہ جلیس مجلس انس و انیس محفل قدس ساختہ یک لحظہ دوری آں سلطنت مآب از جناب خلافت تجویز نمی فرمودند، و ہموارہ نظر لطف اثر بہ تربیت و ترقی آں منظور نظر عنایت خاص داشتہ در ہر صورت توجہ بدیں معنی می گماشتند و در جمیع امور و ہمہ حال او را بحسن سلوک و نیکوئی با برادراں و مراعات مراسم موافقت و مرافقت اخوان و از بدی عاقبت ترک وفا و وفاق و سوء و خامت اظہار نفاق تخویف و تحذیر نمودہ، ہرچند خواستند، کہ فی مابین ہموارہ طریقۂ برادری کہ التزام آں ہنجار مستقیم میاں اخوان صداقت آئین رسمیت مقرری مسلوک داشتہ نوعے تاکید و اہتمام در اتمام مراعات آں نمایند کہ سلسلۃ الذہب اخوت و صداقت از ہر دو طرف بوثاق خلو و علائق دوام متانت پذیرد، اما چوں مقتضائے قضا با مر دیگر تعلق پذیرفتہ اثرے براں مراتب مترتب نشد، ایں ہمہ سعی اشرف و نصائح ارجمند فائدہ نداد و بجائے نرسیدہ، بلکہ صورتے چند از رنگ آمیزیہائے نفاق فتنہ پرستان و مکر دستان ناراستان . . . . بکار بجائے رسید کہ فیمابین ابواب پرخاش و ستیز مفتوح و راہ صلح و صلاح مسدود شدہ، رنجش تمام بخاطر ہا راہ یافت، بمرتبہ کہ ہر کدام در مقام تلافی و تدارک ایں امر ناراضی . . . . در طریقہ وجوب انتقام نہانی تردد می نمودند، و بے اختیار از جا درآمدہ و از خویشتن داری برآمدہ منتظر وقت و قابو بودند"[1]

دارا کا حامی اس سے کم، اور اس سے زیادہ کس بہتر طریقہ سے دارا کی افتاد طبیعت شاہجہان کی مساعی اور اس کے نتائج کے متعلق کچھ کہہ سکتا تھا، اب شجاع کے ایک نمک خوار غلام کی زبان سے

[1] عمل صالح صفحہ ۳-۱۲،

اس داستان کو سنو:۔

"بادشاہِ جہاں . . . . . سلطان داراشکوہ را . . . . پیوستہ بسعادتِ حضور خویش مشرف می داشت و مہرِ پدری را با محبت عاشقی منضم ساختہ عاشقانہ با آں درِّ آسمانِ جلال سلوک می نمود، و جمیع مہماتِ مالی و ملکی برائے رزیں و خردِ دوربینِ آں شاہزادۂ گراں تمکین تمشیت می پذیرفت . . . . و آں شہزادہ از روئے حبِ مملکت و رسوخِ سلطنت . . . . با برادرانِ والاشان طریقۂ موافقت و یگانگی بزد، چنانچہ کار از یں غفلتہا رسید بجائے کہ رسید[1]"

یہ تو معصوم کا عام بیان تھا، اب صرف شجاع کے تعلقات کے متعلق سنو، وہ لکھتا ہے کہ

"چوں شاہزادۂ گیتی مطاع سلطان شاہ شجاع مثل برادرانِ والاقدر دیگر از سلوک نامرضیِ سلطان داراشکوہ دل سوزاں داشت یکباری . . . . بر سریر سلطنت . . . . جلوس نمودہ[2]"

اورنگزیب کے معاملہ میں، ہم اس کے درباری مورخ کا بیان پیش نہیں کرینگے، بلکہ اس کی جگہ ایک عام مورخ کا بیان درج کریں گے جو ان واقعات کا عینی شاہد ہے، وہ لکھتا ہے:۔

"چوں آفتاب عنایت اقدس و توجہ ظاہر و باطن بادشاہ نکتہ رس حضرت صاحبقرانِ ثانی بر ساحت حال . . . . داراشکوہ باقصی غایت یافتہ آنجناب را منصب و الائے و ولایت دلبعید اختصاص بخشید . . . . . . آنجناب بنائے بر غرور و استکبار . . . . خود را ارثاً و استحقاقاً والی و ولی عہد وسعت آبادِ ہندوستان و پیش دستِ قلمرو حضرت صاحبقراں تصور بلا تصدیق نمودہ، باستیصال نہال وجود اخوان . . . . ہمت مقصود گردانیدہ

---

[1] تاریخ شاہ شجاعی ص ۱۲ [2] ایضاً ص ۳۲

علی الدوام سررشتۂ ایں شمار وحساب ایں کار را خود می داشت وظاہر وباطن در اتیان بنارۂ ایں کار نامبارک توجہ اتم می گماشت، آنحضرت ودیگر شاہزادہائے عالی تبار بسرایں معنی . . . . گشتہ . . . . . بفکر حفظ نفس و پاس ناموس وضبط سررشتۂ کار خویش برافتادند واز آسیب وگزند آنچناں خصم قوی . . . . ایمن نبود . . . . بحراست خود می کوشیدند[۱]

اورنگ زیب کے بعد سے اس وقت تک جتنی تاریخین لکھی گئی ہین، ان مین دارا کی اس دشمنی کو ہر مورخ نے صاف الفاظ مین تسلیم کیا ہے، ہم صرف طوالت کے خیال سے اس کو نظر انداز کردیتے ہین، ان ملکی مورخین کے علاوہ بیرونی تاجرون اور سیاحون نے جو حالات لکھے ہین، وہ بھی اسی کی تصدیق کرتے ہین، چنانچہ برنیر، ٹورنیر، منوچی وغیرہ بھی اس مین ہم آہنگ ہین،

اب سوال یہ ہے کہ دارا نے اپنے بھائیون کیساتھ کیا دشمنی کی، اس کا پتہ سرکاری وغیر سرکاری تاریخون مین عام طور سے نہین چلسکتا، اور اگر اس عہد کے شجاع ودارا ومراد کے خطوط بھی اسی طرح مل جاتے جس طرح اورنگزیب کے مکاتیب مل گئے ہین، تو ان واقعات مین سے بعض کا علم ہوتا، مگر افسوس کہ ان کے چند خطوط کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہین ہے، البتہ اورنگزیب کے خطوط مین بعض ایسے واقعات ملتے ہین، دوسرے یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ تینون بھائی آپس مین خط وکتابت کرتے ہین، لیکن کسی ایک کا بھی کوئی خط دارا کے نام نہین ہے، اورنگزیب کے متعلق دارا کی سازشون کا جو حال اسکے خطوط سے معلوم ہوتا ہے، اس کو مختصراً یہان بیان کردینا چاہتے ہین، تاکہ معلوم ہوجائے کہ وہ کس طرح مسلسل طریقہ سے اورنگزیب کو نقصان پہنچانے مین مصروف تھا،

اورنگزیب سے عداوت ہم نے اورنگزیب کے معتوب ہونے کے سلسلہ مین بتایا ہے، کہ کس طرح اسی وقت سے ان دونون بھائیون کے تعلقات کشیدہ ہورہے تھے[۲]، اور اگر اورنگزیب کے خطوط

۱؎ ظفرنامہ عالمگیری صفحہ ۴ ؎۲ دیکھو ص ۱۵۶–۱۶۱

اُسی عہد سے مسلسل ملتے تو ہم کو بہت سے اور واقعات بھی مل جاتے لیکن چونکہ خطوط صوبہ داریٔ ملتان کے زمانہ سے شروع ہوتے ہین، اس لیے پہلے دس سال کے حالات کے متعلق ہم کو کسی قسم کا کوئی علم نہین ہے، اور یہان پر ہم صرف اسی دہ سالہ عہد کی سازشون کے مختصر ذکر پر اکتفا کرتے ہین،

اورنگ زیب جب ملتان کا صوبہ دار بنایا گیا، تو اُس کے علاقہ کی سرحد پر بعض ایسے قبائل آباد تھے، جن کے سردارون نے ترخانیون کے عہد سے اس وقت تک مغلون کی اطاعت قبول نہین کی تھی، اور ان مین سے بعض نے داراشکوہ کو اپنا حامی بنا کر ہمیشہ اپنی آزادی وخود داری کو قائم رکھا تھا، انہی مین قبیلہ ہوت کا سردار اسمٰعیل تھا، جب اورنگزیب اس صوبہ کا گورنر بنایا گیا، تو شاہجہان نے اس کو حکم دیا، کہ وہ تمام ایسے قبائل کو مطیع بنائے، مگر داراشکوہ نے صرف اس غرض سے کہ اورنگزیب اس مین کامیاب نہ ہو، اسمٰعیل کو خط لکھا کہ وہ اورنگزیب کا حکم نہ مانے، اور جب اورنگزیب نے اُسے بلا بھیجا، تو بجائے اس کے کہ اسمٰعیل اس کے پاس جاتا، اُس نے خودسری سے کام لیکر اپنے ہمسایہ سردار مبارک بلوچ کے قلعہ پر قبضہ کر لیا، اورنگزیب کو جب یہ معلوم ہوا تو اُس نے شاہجہان کو اسکے متعلق ان الفاظ مین دارا کی کارروائی کی اطلاع دی:-

"درباب اسمٰعیل ہوت معروض داشتہ بود، کہ او از قدیم تعلق بصوبۂ ملتان دارد، وچندگاہ است کہ خود را بصاحب صوبہ پنجاب بازبستہ وحکم اشرف عزِ صدور یافتہ بود، کہ الحال ہم بدستورِ سابق متعلق صوبۂ ملتان باشد، ودراں ہنگام کہ ایں مرید بنواحیٔ ملتان رسیدہ . . . . نزد او نیز کس فرستادہ واو نوشتۂ دادا بھائی را دست آویز ساختہ رجوع نمودہ" (ﷺ)

شاہجہان نے اس کو پھر حکم دیا کہ وہ ان قبائل کو سر کرے اور اس کام کے لیے اس نے اپنے رضاعی بھائی ملک حسین کو مقرر کیا، اور اس نے تقریبًا تمام قبائل کو سر کر لیا، اب دارا نے دیکھا کہ اُسکی سازش ناکام ثابت ہو رہی ہے، اس لیے اس نے شاہجہان سے ملک حسین کی شکایت شروع

کردی، کہ وہ قبائل پر بہت ظلم کررہا ہے، اس لیے اس کو وہان سے بلالیا جائے، شاہجہان نے اورنگزیب سے اس کی باز پرس کی، اورنگزیب نے اس کا یہ جواب دیا:-

"آنچہ از تعدیٔ ملک حسین بعرضِ اقدس رسیدہ محض افترا است، دریں یک سال کہ صوبہ مسطور تعلق باین مرید داشت مومی الیہ غیر از متمردان مُفسدان معترضِ حال احدے از رعایا نگشتہ و دریں مدت ہرگز چیزے ازیں مقولہ برایں مرید ظاہر نشدہ . . . . غالباً اہلِ غرض حقیقت را بتفاوت معروض داشتہ اند" (۳/۸)

صوبہ کے انتظام کیساتھ دوسرا کام قندھار کے محاصرہ کا تھا، دارا نے ابتدا ہی سے اس بات کی کوشش جاری کر رکھی تھی، کہ کسی صورت سے بھی اورنگزیب کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے، اور اس مقصد کے لیے اس نے ہر وقت اورنگزیب کی ہر رائے کے خلاف شاہجہان کو مشورہ دیا، شاہجہان خود ملتان کے راستہ سے قندھار تک جانا چاہتا تھا، لیکن دارا شکوہ نے ایسا نہ ہونے دیا، شاہ شجاع کو اورنگزیب کے ساتھ محاصرہ مین شرکت کے لیے بلایا گیا تھا، لیکن دارا شکوہ نے یہ کہکر ان دونون کے تعلقات اچھے نہین ہین، اُسکو بھی قندھار جانے سے روک دیا، اور اس طرح ان دونون بھائیون مین اختلافات پیدا کرنے کی کوشش کی، چنانچہ شاہجہان نے اسی خیال کے ماتحت اورنگزیب کو لکھا کہ :-

"آن مرید با محمد شجاع بہادر سلوک پسندیدہ نمودہ از خود راضی دارد، و دقیقہ از دقائقِ اخلاق نامرعی نگذارد" (۱/۱۵)

اورنگزیب اس بلا سبب شکایت کی وجہ سمجھ گیا، اور اس نے بھی اسی انداز مین اس کا جواب دیا:

"قبلۂ جہان و جہانیان سلامت! بر عالمیان ظاہر است کہ کار بندگانِ اعلیحضرت خدا ساز است و بمحض تائید الٰہی بے سعی مخلوقے از پیش میرود، ہر کس ہر چہ میکند برائے خود میکند اما بحمد اللہ تعالیٰ

کہ ایں مرید بمین ارشادِ پیرومرشدِ حقیقی نفعِ خویش را از ضرر بازدانستہ پیش رفت کار صاحبِ قبلہ ومیر ولی نعمت خود را اہم مطالب می داند و جز ایں مقصود وے ندارد امید وار است کہ ایشاں را نوعے از طرز سلوک راضی و خورسند سازد، کہ بعد مراجعت از فتح قندھار صورتِ حسنِ اتفاق در نگاہ باطن فیض مواطنِ اقدس ظاہر و ہویدا گشتہ، موجبِ مزید مجرائی ایں مرید شود" (ایضاً)

لیکن دارا کی ریشہ دوانی جاری رہی اور شاہجہان کو اورنگزیب کا بیان مطمئن نہ کرسکا شجاع بھی کابل کے قریب پہنچ چکا تھا، اس لیے شاہجہان نے جس خوبصورت طنز آمیز لہجہ مین اورنگزیب کو اس کی اطلاع دی ہے، وہ نہ صرف دربار کی حالت ہی کے لیے بہت دلچسپ ہے، بلکہ ادبی حیثیت سے بھی بہت بلیغ ہے، وہ لکھتا ہے:۔

"برادرِ کلان آں مرید راچند فرمان نوشتہ بودیم کہ چوں بسبب بیماری کہ از راہ کشیدہ خود را بوقت نتوانست رسانید، برگشتہ بہ بنگال برود، غیرتِ فرزندئی ما، آں فرزند را نگذاشت کہ برگرد بایلغار روانہ ملازمتِ ما شدہ، شاید کہ در ساعتِ نزولِ موکبِ معلّٰی بکابل خود را بملازمت برساند، و فرواے آں رخصت شدہ، در غزنی بلشکرِ ظفر قرین ملحق گردد" (۱۹)

اورنگزیب کی سیاست دانی اور ادبی ذوق کی داد دینا پڑتا ہے، کہ اس نے اس طنز کا اتنا بہتر جواب دیا، کہ شاید اس سے بہتر نہین ہوسکتا تھا:۔

"قبلہ وکعبۂ ایں مرید سلامت! آنچہ از غیرت و قوتِ نفس پادشاہزادۂ جہانیاں بخاطرِ ملکوت ناظر پرتو انداختہ بیان واقع است آرے مریدانِ جانسپار را در راہِ عقیدت و بندگی چنیں ثابت قدم باید بود للّٰہ الحمد کہ بتوجہ باطن قدس مواطنِ اعلحضرت صحتِ کامل نصیبِ ایشاں شدہ، بایلغار عازمِ دریافت پاے بوسِ اقدس کہ معراجِ ہمت سعادتمنداں است، گردیدہ اند، امید کہ عنقریب فیضِ ملازمت باسعادت حاصل نمودہ بہ لشکرِ نصرت اثر ملحق شوند، تا باتفاق در پیش رفتِ خدمتِ مرشد

ولی نعمت خود لوازم سعی و کوشش بظہور آید" (۴/۱۹)

مگر اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا چنانچہ شاہجہان نے شجاع کو کابل پہنچنے کے بعد غزنی مین جاکر فوج سے مل کر مہم قندھار مین شریک ہونے سے روک دیا، اور وہ مہینون تک بادشاہ کے ساتھ کابل ہی مین رہا، یہان اسے داراشکوہ کی ریشہ دوانیون کے مطالعہ کا اچھا موقع ملا، دارا نے مہم قندہار کو اس خیال سے کہ اگر کہین قندھار فتح ہو گیا، تو اورنگزیب کی عزت مین چار چاند لگ جائین گے، جلد از جلد ختم کرنے پر شاہجہان کو آمادہ کر کے فوج کی واپسی کا حکم سعد اللہ خان کے نام روانہ کر دیا، اور اورنگزیب کو اس ناکامیابی کا الزام لگاکر اسے اس قدر معتوب اور ذلیل کیا کہ شاید تاریخ اسکی کوئی دوسری مثال پیش نہین کر سکتی، حالانکہ جیسا کہ محاصرۂ قندھار کے سلسلہ مین ہم بتا چکے ہین کہ غریب اورنگزیب کی اس مہم مین ایک معمولی ماتحت جنرل سے زیادہ حیثیت نہ تھی، لیکن پھر بھی شاہجہان کہتا ہے۔

(۱) "بسیار عجب نمود کہ باچنین سرانجام قلعہ بدست نیامد" (۳/۴۵)

(۲) "ما از سر قندھار گذشتنی نیستم، بہر طریق کہ دانیم سرانجام گرفتن آن خواہیم فرمود" (ایضاً)

(۳) "اگر میدانستیم کہ قلعۂ قندھار را نمیتوانند گرفت، لشکر را طلب نمی فرمودیم" (۴/۴۶)

(۴) "از ہر کس کارے می آید و عقلا گفتہ اند، کہ آزمودہ را نباید آزمود" (۵/۴۶)

(۵) "اگر آن مرید ولایت دکن را ہم آباداں تواں کرد بسیار خوب است" (ایضاً)

شاہجہان کے پدرانہ ترکش کے یہ چند تیر تھے، اورنگزیب نے جس صفائی، جس ہمت، اور جس فرزندانہ اطاعت و سادگی کے ساتھ اپنی بے قصوری اور اپنی صفائی پیش و ثابت کی ہے، وہ طوالت کے خیال سے نہین دیجاتی، اورنگزیب کو کہا جاتا ہے، کہ

"آں مرید ہماں کہ بملازمت برسد، بارخصت دکن میفرمائیم" (۳/۴۵)

اور اس دھمکی کو اس طرح عملی جامہ پہنایا جاتا ہے، کہ اورنگزیب ۱۲ ر رمضان سنہ ۱۰۶۲ھ (۱۷ اگست ۱۶۵۲ء)

کو بادشاہ کی خدمت مین ایک طویل جنگ اور افغانستان کی دشوار گذار گھاٹیون سے بعجلت تمام حاضر ہوتا ہے، اور ایک عشرہ کے اندر ۲۲ رمضان (۷ اگست) کو دکن روانہ کر دیا جاتا ہے رمضان تک کا خیال نہین کیا جاتا، اس کے ساتھ ہی اسے دکن مین جو جاگیر دیجاتی ہے، وہ اس قدر کم حاصل ہے، کہ اورنگزیب حیران ہے، کہ وہ اسے اپنی بدقسمتی کے سوا کیا سمجھے بہین پر تمام آفتین ختم نہین ہوجاتین اسے اس کی بھی اجازت نہین ہوتی، کہ اپنے سابقہ صوبہ ملتان سے جاکر اپنے بال بچون کو لاسکے، بلکہ شاہجہان جہان آرا بیگم کے ذریعہ سے اورنگزیب کو حکم دیتا ہے، کہ وہ اپنے بچون کو لکھدے کہ:-

"از ملتان بلاہور بیایند" (ص۱۴۳)

اب دارا اور اس کے آدمیون کی کارگذاریان بھی ملاحظہ فرمائیے، اورنگزیب کے ملازمون کے ملتان سے روانہ ہونے کے بعد دارا کا نائب (کیونکہ یہ صوبہ اب دارا کو مل گیا ہے) شاہجہان کو یہ اطلاع دیتا ہے، کہ اورنگزیب کے آدمیون نے ملتان کا محل لوٹ لیا، اسے برباد کر دیا، اور اس کے دروازے اور پتھر تک بیچ ڈالے، اس کی تحقیقات ہوتی ہے، حقیقتِ حال سامنے آتی ہے، لیکن رپورٹ شاہجہان کے سامنے پیش نہین کیجاتی، اور وہ اسی غلط خبر کے ماتحت جہان آرا بیگم سے کہتا ہے، کہ وہ اورنگزیب کو لکھے کہ

"چوں از عرضہ داشتِ دادا بھائی جیو کہ از ملتان بدرگاہِ والا فرستادہ بودند کیفیت عماراتِ آنجا کہ مردمِ ایں خیر اندیش خراب نمودہ چوب و در وازۂ آں را سوختہ و فروختہ اند بعرضِ مقدس رسید، بر زبانِ ارشاد بیان مرشدِ جہانیاں گذشت کہ ایں قسم کارے از مردمِ آں مرید خوب نبود، ہمہ ملک وہمہ جا از ماست ہر کہ مصدر ایں تقصیر شدہ باشد او را تنبیہ نمایند" (ص۱۴۴)

اب اورنگزیب کا جواب سنیے :۔

"مہربانِ من! بر اعلیحضرت ہویدا خواہد بود، کہ ایں مرید بدیں طریق کمتر آشنا است، و مردمے کہ دارا نیز در ہیچ صوبہ مرتکب چنیں حرکتے کہ قبحِ آں بر ہمہ کس آشکارا است، نشدہ اند، در ملتان خود چہ گنجائش دارد؟

باوجود آنکہ قبل ازیں وقتے کہ ایں معنی را از واقعۂ ملتان فرستادہ شیخ موسیٰ معروضِ بارگاہِ خلافت شدہ، حسب الحکم سید علی فرد واقعہ را پیش ایں مرید آوردہ موجب خرابیٔ عمارات آنجا بعد از تحقیق و رسیدنِ عرائض متعہدیانِ ملتان کہ باینہا از روے توبیخ و سرزنش نوشتہ شدہ بود، نوعے کہ بہ ست محمد صفی داخلِ واقعہ نمودہ، عجیب است کہ صورتِ حال بعرضِ اقدس نرسیدہ، حقیقت راستِ نوشتہاے وقائع نویس ملتان آشکار نشدہ باشد، ہرگاہ در حضورِ گماشتہاے دارا بھائی جیو و شیخ موسیٰ مردم شہر از غفلت و بے خبریٔ آنہا پس از برآمدنِ مردم ایں مخلص عمارتہا را در ہم شکستہ مصالح را تاراج کردہ باشند، و ثانی الحال شیخ مسطور دروازہا و حجرہا و چوبہاے عمارت از خانہاے سکنۂ آنجا برآوردہ، آنہا را صاحبِ تقصیر ساختہ جرمانہا گرفتہ باشد، مردم ایں مرید را چہ گناہ، اگر تقصیرے بر آنہا لازم می گشت، ہماں وقت بسزاے کردارِ خویش می رسیدند" (ایضاً)

دارا کی آتشِ عداوت اب بھی سرد نہیں ہوتی، اورنگزیب جب لاہور پہنچتا ہے، تو اسے ایک عجیب سین نظر آتا ہے، چنانچہ وہ اپنی بہن کو ان الفاظ میں اس کے متعلق لکھتا ہے:

"صاحب من! از گماشتۂ دارا بھائی کہ در لاہور می باشد طرفہ اداے مشاہدہ رفت، ظاہراً بقصدِ استقبالِ ایشاں از شہر برآمدہ بود، و روزے کہ ایں نیازمند درگاہِ بے نیاز در حوالیٔ لاہور نزول کردہ از جاے خود سوار شدہ، نزدیک بارہ و گذشتہ باز رو بشہر نہاد، معلوم

نشد کہ باعثِ ایں حرکت خنک بے بود، غالبًا باشارتِ صاحب خود مرتکب چنین ادا ہائے بے موقع گردیدہ باشند،

مطلبے از اظہار آں است کہ صاحب مہربان بمراتب التفات نشان بے پردہ باشند

اللہ بس ماسواہ ہوس" (۱۴۵/۱۳)

آخر کے چند الفاظ اورنگزیب کی اس انتہائی مایوسی اور روحانی تکلیف کو ظاہر کرتے ہین، جو اسے دارا سے پیہم پہنچ رہی تھی، یہ سلسلہ آخر وقت تک جاری رہا، لیکن چونکہ یہان پر ہم کو اس سے مطلب نہین ہے، اور دارا کے رویہ کو سمجھنے کے لیے اتنی ہی باتین بہت ہین اسلیے اب ہم اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوتے ہین،

اورنگزیب، شجاع اور مراد کا معاہدہ

ہم اوپر بتا آئے ہین، کہ دارا نے کس طرح شجاع کو اورنگزیب سے بدظن کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن چونکہ وہ خود زخم خوردہ تھا، اسلیے بجاے اس کے کہ اس کا کوئی اثر ہو، بالکل اُلٹا نتیجہ نکلا اور دارا اپنے ارادہ مین ناکام رہا، اسکا بین ثبوت وہ ابتدائی معاہدہ ہے، جو پہلے شجاع اور اورنگزیب مین ہوا، اور پھر بعد مین مراد کو بھی اسمین شریک کر لیا گیا، شجاع کو اورنگزیب کی روانگی کابل سے پہلے ہی رخصت کر دیا گیا تھا، اور کوشش یہ ہورہی تھی کہ دونون بھائیون کو ملنے نہ دیا جاے، چنانچہ اورنگزیب کو دریاے اٹک کے اسی طرف روک دیا گیا، اور جب شجاع آگے نکل گیا، تو اورنگزیب روانہ ہوا، لیکن شجاع ابھی آگرہ ہی مین تھا، کہ اورنگزیب وہان پہنچ گیا، اسکی جو کیفیت اورنگزیب نے جہان آرا بیگم یا شاہجہان کو لکھی ہے، اس مین حقیقت کی تلاش فضول ہے، کیونکہ ہر شخص جانتا ہے، کہ یہ دونون دارا کے حمایتی تھے، اس لیے اب ہم اس عہد کی تاریخون کی طرف متوجہ ہوتے ہین، عاقل خان اورنگزیب کا ملازم خاص تھا، اور اس نے اس ملاقات کا مفصل حال ان الفاظ مین لکھا ہے:-

"چون ظلال اقبال بر مستقر الخلافه اکبرآباد مبسوط گردانیدند تا شش روز دران شهر دل فروز توقف فرموده فیمابین طرح محبت و صفا انداختند، و سه روز حضرت جهان پناهی در منزل شاه شجاع و سه روز در دولت خانهٔ والا بسر برده به تمهید بساط عیش و نشاط و ترتیب مسرت و انبساط پرداختند و مرآیای تو دو دولارا بمصقلهٔ یک جهتی و یکدلی روشنی و صفا بخشیده بجهت مزید استحکام بنای محبت و اتحاد و تشیید مبانی خلت و وداد، باوجود یگانگی معنوی پیوند صوری را درمیان آورده صبیهٔ شاه شجاع بسهی سرو جویبار سلطنت و جهانداری سلطان محمد و مخدرهٔ سرادقات خسروی را به سلطان زین العابدین خلف الصدق شاه شجاع نامزد ساختند۔

آنگاه خلوت کدهٔ صدق و صفا بسان طلعت آئینه مصفا داشته و از کدورت ظاهر و باطن پرداخته راز درون بیرون انداختند و بعنوان مشاورت سررشتهٔ سخن فرو کردند، و بجهت تمشیت مهم خویش و مآل کار رای برده باهم گفتند، که برادر بزرگ بسان گرگ تشنهٔ خون اخوان است، و با آنکه ظل ظلیل حضرت صاحبقران بر فرق جهانیان مبسوط است، از کید و گزندش ایمن نیستیم معاذ الله از آن روز که روزگار عنان سلطنت و زمام دولت بقبضهٔ اقتدارش و کف اختیارش دهد، دیگر توقع امن و آسایش و عافیت و آرام از مار وسے می تابد، و حلاوت و شادمانی مفقود شده لذت زندگانی نابود میگردد، و با او در مقام مقاومت پا فشردن و گوی مقصود از میان بردن محض محال،

درین صورت شایستهٔ عالم مصلحت و پسندیدهٔ جهان عقل و کیاست آن است که ما هر سه برادر طریقهٔ انیقهٔ اتحاد و اتفاق را پذیرا گشته بیامن موالفت و برکات معاضدت مهد گرائیش شر او را منطفی سازیم، و صورت کلفت و قدرتش بشکنیم،

درین باب عهد و پیمان را بایمان موکد گردانیده بنای موافقت و مصادقت را به قسم

وسوگند استحکام بخشیدہ آنحضرت لوا سے توجہ بمستقرِ دولت خود مرتفع ساخت وشاہ شجاع روئے

توجہ بجانب بنگالہ نہاد[۱]"

چونکہ مذکورہ بالا معاہدہ تین بھائیون مین تھا، اس لیے اورنگزیب نے راستہ ہی مین بمقام دوراہہ مراد سے ملاقات کی، اور اسے بھی شرائط معاہدہ سے آگاہ کر دیا، چنانچہ مراد بخش اپنے ایک خط مین جو اس نے جہان آرا بیگم کو لکھا ہے، ان الفاظ مین اس کا ذکر کیا ہے:

"درمنزلِ دوراہہ کہ انتظار آمدن برادرِ والاگہر بھائی اورنگزیب می کشید لبر ودِ نشان مرحمت عنوان

. . . . . . بہجت تمام وانبساط کلی اندوخت . . . .

دوم شہر صفر ختم بالخیر والظفر بھائی جیو آں منزل تشریف آوردند و سہ کردہ باستقبال رفتہ ایشان را دریافت، سیوم وچہارم ماہ مذکور مقام کردہ از روے اتحاد ویگانگی صحبت داشتہ شد، چوں خلوص اخلاص ووفورِ عقیدت کہ ہر دو طرف لبہ خدمت آں صاحب مہربان والاقدر متحقق است، بیجا نبین جہت جامع بود، ہنگامۂ محبت وصداقت گرمی تمام پذیرفت . . . .

امید کہ بناے این دوستی ویگانگی ہاروز بروز استحکام تازہ پذیرد" ($\frac{1}{226}$)

دکن مین پہنچنے کے وقت سے، برادرانہ جنگ کے لیے روانہ ہونے تک شاہجہان اور اورنگزیب مین جو افسوسناک اختلافات ہوتے رہے، اور جس طرح اورنگزیب کو ہر موقع پر ذلیل ورسوا کیا گیا، اس کا حال گذشتہ ابواب مین مفصل طور سے بیان کیا جا چکا ہے، یہان پر ہم صرف بیجاپور اور گولکنڈہ سے دارا کے خفیہ تعلقات کے متعلق، اشارہ کر دینے پر اکتفا کر دیتے ہین، تاکہ یہ معلوم ہو جاے کہ کس طرح دارا ان دونون ریاستون کی حمایت کر کے ایک طرف تو اپنی اہمیت، اور اپنے اثر ورسوخ کو بڑھا، اور دوسری طرف یہ ثابت کر گئے کہ اورنگزیب کی کوئی بات دربار مین نہین سنی جاتی، اس کے

---

[۱] ظفرنامۂ عالمگیری ص۵،

اثر و اقتدار کو ختم کر رہا تھا، اور یہی وجہ تھی، کہ ان ریاستوں نے بھی اگرچہ ظاہرا اپنے تعلقات تو اورنگزیب سے قائم کر رکھے تھے، مگر باطناً ان کی تمام کارروائی دارا ہی کے ذریعہ انجام پاتی تھی، چنانچہ اورنگزیب کو جب اس بات کی اطلاع ملی، کہ قطب الملک ایک طرف تو معاہدہ کی وجہ سے اورنگزیب کو ہر کام کیلئے خط لکھتا ہے، لیکن دوسری طرف اپنے معروضات کی پذیرائی کے لیے دارا کا دامن پکڑے ہوئے ہے تو اس نے خود قطب الملک سے اس کی اس منافقت کی ان الفاظ میں شکایت کی کہ

"ملا عبدالصمد ملازم سرکار آں خلاصۂ خاندان عز و علا، نوشتہ مشتمل بر التماس عنایت ولایت کرناٹک بہ وساطت، بادشاہزادۂ کلاں از نظر انور اعلیٰحضرت ظل الٰہی گذرانیدہ وحکم . . . . گیتی مطاع بہ نفاذ پیوستہ کہ تشخیص ایں مقدمہ پیش از ملازمت نمودن خان رفیع مکان معظم خاں صورت نخواہد یافت . . . . و معہذا ملا عبدالصمد تا حال خود را فرش در بار بادشاہزادۂ کلاں وخانہ متصدیان ایشان ساختہ اصلاً بہ وکیل سرکار نامدار رجوع نیاوردہ،" (آداب نمبر ۱۲۵)

گولکنڈہ کی جنگ[1] کے بعد جب معظم خان دربار میں پہنچا، تو اس نے دیکھا کہ وہاں تو اورنگزیب کے خلاف سازش کا ایک جال بچھا ہوا ہے، اور روزانہ طرح طرح کے الزام اس پہ لیے تراشے جاتے تھے، اس نے اپنے علم کے مطابق ان کی تردید کی، اور جب اورنگزیب کو اسکی اطلاع ہوئی، تو اس نے میر جملہ کو لکھا:

"آنچہ دریں مدت بمقتضائے صفائے طویت از ایشاں بظہور رسیدہ دمی رسد موافق اعتقاد است . . . . و یقین دانستہ ایم کہ ہمگی آں عمدہ خوانین مصروف پاس

---

[1] ہم گذشتہ باب میں یہ دکھا چکے ہیں، کہ کس طرح گولکنڈہ کے وکیل نے دارا کے ذریعہ شاہجہان سے وہ حکم لکھوا دیا تھا، جس میں اس کو حکم دیا گیا تھا، کہ وہ ایک منٹ توقف کیے بغیر محاصرہ ترک کر کے لوٹ جائے اور کس طرح اس ذلت آمیز حکم کو فوج کے اندر مشتہر کر کے اورنگزیب کی انتہائی تذلیل کی معاندانہ کوشش کی گئی تھی ،

بادشاہت کا اعلان کردیا،

دارا نے اب دوسری چال شروع کی، اور وہ یہ کہ جس صورت سے ہو اورنگزیب اور مراد کو لڑا دو، اور اس لیے اس نے شاہجہان کی طرف سے یہ فرمان صادر کیا، کہ مراد کو برار کا صوبہ جو اورنگزیب کے ماتحت ہے، دیا گیا ہے، اور وہ وہان چلا جاے، دوسری طرف اس نے اپنے بھائیون کی پیشقدمی روکنے کے لیے دو فوجین تیار کین، مگر یہ دیکھکر عبرت ہوتی ہے، کہ اس موقع پر ایک بھی بڑا سپہ سالار ان کی قیادت کو قبول نہین کرتا، بہت ممکن ہے، کہ مخالف جماعت کی بلند مرتبگی اس کا ایک سبب ہو لیکن درحقیقت جو چیز اس مین صاف نظر آرہی ہے، وہ یہ ہے، کہ کسی امیر کو دارا پر بھروسہ تھا، اور نہ اس کے لیے کسی قسم کی ہمدردی، البتہ دو راجپوت راجاؤن نے اپنی خدمات پیش کین، ان مین سے ایک، یعنی مرزا راجہ جے سنگھ شہزادہ سلیمان شکوہ کے ساتھ شجاع کے مقابلہ کے لیے بھیجا گیا، اور دوسرا مہاراجہ جسونت سنگھ مراد اور اورنگزیب کو روکنے کے لیے،

یہ تھین دارا کی وہ برادرانہ عنایتین جنھون نے اورنگزیب کو اپنی مدافعت پر مجبور کیا، لیکن قبل اس کے کہ ہم اورنگزیب کے رویہ کے متعلق کچھ کہین، ہم چاہتے ہین، کہ اس ڈرامے کے چار اور اہم شخصیتون کے حالات مختصر طریقہ سے بتا دین، تاکہ ان کے مقابلہ مین اورنگزیب کے طرزِ عمل پر بہتر روشنی پڑ سکے، ان مین اورنگزیب کی دو بہنین، جہان آرا بیگم اور روشن آرا بیگم، اور اس کے دو[1] بھائی شہزادہ محمد شجاع، اور شہزادہ مراد بخش ہین،

جہان آرا بیگم ممتاز محل کے بطن سے جو چودہ اولاد ہوئی، اس مین اگرچہ ترتیب کے لحاظ سے جہان آرا دوسری تھی، لیکن عملی دنیا مین حصہ لینے والی اولاد مین سب سے بڑی تھی، حور ی خانم اور حافظہ

---

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو معین الآثار آگرہ از نواب عبد اللطیف، جہان آرا از مولوی محبوب الرحمان و جہان آرا از ضیاء الدین احمد برنی، ماڈرن ریویو اگست ۲۹ سہ، وغیرہ وغیرہ،

ستی النساء کی تعلیم اور نورجہانی وممتاز محلی حرم کی تربیت نے ایک طرف تو اسے علمی حیثیت سے بہت بلند اور دوسری طرف عملی حیثیت سے اسکو اپنے ہم عصرون مین ممتاز کردیا تھا، ممتاز محل کی موت کے بعد سے اس نے شاہجہان کے آرام اور محل کے انتظامات کا تمام بار اپنے سر لے لیا تھا، اور یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے، کہ اس نے جس فدایانہ طریقہ سے باپ کے لیے جان ومال نثار کیا، جس طرح مان کی موت سے لیکر اس وقت تک کہ شاہجہان کا جنازہ محل سے نکلا باپ کی خدمت کی، جس طرح تختِ طاؤس پر بیٹھنے یا گوشۂ قلعہ مین عبادت کرنے والے شاہجہان کے لیے وہ نورِ نظر، راحتِ قلب رہی، وہ ایسا بے مثل کارنامہ ہے، کہ تاریخ اس کی مثال مشکل سے پیش کرسکتی ہے، تصوف کے ذوق نے اُس سے ۲۶ رسال ہی کی عمر (۱۰۴۹ھ ۱۶۳۹ء) مین مونس الارواح[1] جیسی کتاب لکھا کر اُسے دنیا کی تمام کششون سے بے نیاز کردیا تھا، اور اگر ہم سلطنت کے کامون یا بھائیون کے جھگڑون مین اُسکو دیکھتے ہین، تو صرف دو حیثیتون مین، یا تو وہ صلح کی دیوی ہوتی ہے، یا پھر اپنے باپ کی خوشنودی، اس کی بات کی پچ، اور اُسکے حکم کی تائید کے جذبہ مین سرشار نظر آتی ہے، اور اسی لیے دوسرے لوگون کو اپنا دشمن بنالیتی ہے، چونکہ شاہجہان کی یہ خواہش تھی، کہ داراشکوہ ہی، اس کی جگہ بادشاہ ہو، اس لیے جہان آرا اصولاً مجبور تھی، کہ اپنے باپ کی تائید کرے، اور اس سلسلہ مین اپنے بھائیون کے طعن و تشنیع کو برداشت کرے، یہی وجہ ہے، کہ بعض لوگ اس کو اورنگزیب کا دشمن سمجھتے ہین، ہمارا اپنا خیال یہ ہے، کہ جہان آرا پریم اور محبت کی دیوی تھی، برائی اسکو چھو بھی نہین گئی تھی، البتہ بعض اوقات اپنی نیکی کی وجہ سے دارا کی سازشون مین پھنس جاتی تھی، لیکن جونہی اس کو اسکا علم ہوتا تھا، وہ فوراً اس کی تلافی کردیتی تھی حتی کہ خود اورنگزیب کو دارا کے لگائے ہوے چرکون

---

[1] مونس الارواح کا وہ نسخہ جو جہان آرا کیلئے لکھوایا گیا تھا، اس وقت دار المصنفین کی ملکیت ہے،

کو دکھانا ہوتا تھا، تو پیاری بہن ہی کے سامنے وہ زخمون کو واکرتا تھا، جس وقت وہ دارا کی چالون سے پریشان ہوجاتا تھا، تو اس کو اپنی پیاری بہن ہی کی آغوشِ محبت مین پناہ ملتی تھی، اور جب کبھی شاہجہان کے غلط عتاب کی بجلی اُسپر گرتی تھی، تو یہ اسی پیاری بہن کا دامن ہوتا تھا، جہان آ و سے سکون و تسلی، اور امن نصیب ہوتا تھا، اورنگزیب کے خطوط پڑھو تم کو اس مخلصانہ محبت کا رنگ اس مین صاف چمکتا نظر آئے گا، خود مراد بھی یہین آکر برادرانہ محبت سے سرشار ہوجاتا ہے، جس وقت شاہجہان بیمار ہوا، اس وقت وہ باپ کے ساتھ تھی، اس نے دارا کو بہت سمجھایا، لیکن فضول، مجبور ہوکر اس نے دوسرے بھائیون کی طرف توجہ کی لیکن اس کا خط اس وقت پہنچا جبکہ دھرمات کی لڑائی ختم ہوچکی تھی، اور تیر کمان سے نکل چکا تھا، پھر بھی بھائیون نے جو جواب دیا، اس سے صاف پتہ چلتا ہے، کہ اب بھی ان کے دلون مین اسکی کیا وقعت تھی[1]، اس کے بعد جب اورنگزیب و مراد دارا کو شکست دے کر آگرہ پہنچے تو اس وقت بھی جہان آرا نے خود آکر اورنگزیب کو سمجھایا، اور اگر شاہجہان اپنی معاندانہ کارروائیون کو بند کردیتا، تو یقیناً جہان آرا اپنے مقصد مین کامیاب ہوجاتی، مگر ایسا نہ ہوا، اور اس ملاقات کے بعد سے جو وہ آگرہ کے قلعہ مین باپ کے پاس گئی، تو پھر وہان سے پہلے شاہجہان کا اور اس کے بعد جہان آرا کا جنازہ ہی نکلا، اگرچہ جہان آرا اورنگزیب کو راضی کرسکتی تھی، لیکن پھر بھی وہ اورنگزیب کی لیاقت و صلاحیت کی قائل اور قدردان تھی، اور اس نے سب سے پہلا اور سب سے مشکل جو کام انجام دیا، وہ یہ تھا، کہ رفتہ رفتہ باپ اور بیٹے کے تعلقات کو خوشگوار کرنا شروع کیا، اور اس مین یہانتک کامیابی حاصل کرلی، کہ شاہجہان نے نہ صرف ہر قسم کا ملال دل سے نکال دیا، بلکہ جب تک زندہ رہا، ہر معاملہ مین اورنگزیب کو مشورہ دیتا رہا، اورنگزیب نے بھی ہمیشہ اسی کی اطاعت کی، چنانچہ اس وقت جبکہ دارا اجمیر کی لڑائی کی تیاری مین مصروف تھا، جہان آرا نے شاہجہان

---

[1] دیکھو خطوط نمبر ۱۱۹/۱۴ و نمبر ۱۹۷/۱،

کو رفتہ رفتہ دارا کی کارستانیون سے واقف کرنا شروع کر دیا تھا، اور شاہجہان اپنے ان الزامات کو جو اس نے اس غلط فہمی کے ماتحت اورنگزیب پر لگائے تھے واپس لینے لگا تھا اورنگزیب ایک خط مین خود شاہجہان کو لکھتا ہے:۔

"از مظنہ ہاے فاسد بادشاہزادۂ کلاں آنچہ بیگم صاحب جیو ظاہر ساختہ اند، ہنوز گل اوّل است
بعد ازاں کہ خبثِ طینت و اعتقاد باطلش مفصلاً بعرض برسد معلوم خواہد شد کہ از چہ قماش
آدمی بودہ، و درفع او چہ قسم عطیۂ الٰہی است" (ر ۱۲)

روشن آرا بیگم روشن آرا اگرچہ دارا شکوہ و شجاع سے چھوٹی تھی لیکن اورنگزیب سے بڑی تھی، اور جیسا کہ قاعدہ ہے، اپنے ہم سن بھائی اورنگ زیب سے زیادہ مانوس تھی، اسی محبت کا نتیجہ تھا، کہ وہ اورنگ زیب کے مفاد کی حفاظت کرتی رہتی، اور بہت ممکن ہے کہ اورنگزیب کے خلاف جو سازشین ہوتی رہتی ہون، ان کی اطلاع بھی دیتی ہو، لیکن کسی تاریخ یا کسی خط سے اس کا ثبوت نہین ملتا، البتہ اورنگزیب کے دو خطوط سے یہ پتہ چلتا ہے، کہ ان دونون بھائی بہنون مین سب سے زیادہ محبت تھی، اورنگ زیب نے اس کی قدر کی، اور آخر وقت تک اس کو نباہ دیا،

شہزادہ محمد شجاع بہادر شہزادہ محمد شجاع بہادر شاہجہان کا دوسرا لڑکا تھا، وہ عہد جہانگیر مین ۱۴ر جمادی الاوّل سنہ ۱۰۲۵ ہجری کو اجمیر مین پیدا ہوا، اور ہمیشہ اپنے باپ کے سایۂ عاطفت مین پرورش پاتا رہا، شاہجہان نے تخت نشین ہونے کے بعد ہی اسے حکومت کے کامون مین لگانا شروع کر دیا تھا، چنانچہ پہلے اُسے دکن کی مہم پر روانہ کیا گیا، پھر قندھار کی طرف بھیجا گیا، اور اس کے بعد ۳۰ر شوال سنہ ۱۰۴۸ ہجری کو بنگال کا گورنر بنا دیا گیا، اس کے تین سال بعد ہی ۱۵ر ذی الحجہ کو اڑیسہ بھی دیدیا گیا، اور وہ ۲۰ سال تک بنگال جیسے شاداب ملک پر نہایت اطمینان سے

حکومت کرتا رہا، پایہ تخت سے دوری نے اُسے مطمئن ہی نہیں، بلکہ کاہل، آرام طلب اور بڑی حدتک اپنے فرائض سے غافل بھی کر دیا تھا، اس کے ساتھ ہی بادشاہ ہمیشہ اسے محبت کی نظر سے دیکھتا، اور وقتاً فوقتاً تحائف بھیجتا تھا، اس بست سالہ صوبہ داری کے زمانہ مین وہ دو مرتبہ بنگال سے آیا، اس کی بڑی بہن جہان آرا بیگم بھی اس کو بہت مانتی تھی، چنانچہ اسکی (شجاع کی) شادی کے تمام اخراجات اسی (جہان آرا بیگم) نے برداشت کئے تھے، طالب نے شادی کی تاریخ مین ایک قطعہ بھی لکھا تھا، اور اس مصرع سے تاریخ نکالی تھی، ع

مہد بلقیس بسر منزل جمشید آمد[1]
۱۰۴۷ھ

اورنگ زیب کے ساتھ بھی اس کے تعلقات بہت اچھے تھے، اور اسی خوشگواری کا نتیجہ تھا، کہ داراشکوہ نے ان دونون بھائیون کو ایک دوسرے سے لڑا دینے کی سعی غیر مشکور کی تھی،

شہزادہ مراد بخش یہ شہزادہ سب سے چھوٹا، لیکن سب سے زیادہ بہادر، سب سے زیادہ زود اعتقاد، اور سب سے زیادہ خودرائے تھا، ہم گذشتہ صفحات مین اسکی افتادِ طبیعت کا حال لکھ چکے ہین، اور بتا چکے ہین کہ کس طرح ہر کام مین وہ اپنی مشتقل و غیر مستقل طبیعت کی وجہ سے ناکام رہا، سعدی کے بیان کردہ اصول

"گاہے بسلامے برنجند و گاہے بدشنامے خلعت دہند"

کا صحیح نمونہ تھا، مگر افسوس کہ ان خوبیون کے ساتھ وہ سخت شرابی اور عیاش بھی تھا، دارا سے اس کو بھی انتہائی عداوت تھی، اور یہی وجہ تھی، کہ اُسے جونہی شاہجہان کی علالت کی خبر معلوم ہوئی ایک طرف تو اس نے اپنے مشیر خاص علی نقی کو جس کے متعلق اسے یقین دلایا گیا تھا کہ وہ دارا کا حامی ہے قتل کر دیا، اور دوسری طرف ایک فوج سورت پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کر دی کہ اس طرح نہ صرف ایک اہم ترین شہر اس کے ہاتھ لگتا تھا، بلکہ وہ وہان کے تاجرون سے کافی رقم

---

[1] بادشاہ نامہ عبد الحمید جلد اوّل حصہ اول ص ۶۰-۱۵۹،

بھی وصول کر سکتا تھا، قلعہ کا محاصرہ جاری ہی تھا، کہ اس نے اورنگزیب کی نصیحت کے باوجود بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا، اور اسی زمانہ مین گذشتہ صلحنامہ کے مبہم الفاظ کو واضح کرنے کے لیے اس نے اورنگزیب سے ایک جدید معاہدہ کرنا چاہا، اور یہ معاہدہ اس کی خواہش کے موافق لکھا گیا، یہ معاہدہ اس الزام کی صاف تردید ہے، کہ اورنگ زیب نے مراد کو یہ دھوکا دیا تھا، کہ وہ مراد کو بادشاہ بنا کر ہندوستان سے چلا جائے گا، بلکہ اس کے برخلاف حکومت اور مال غنیمت کی تقسیم ہم کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتی ہے، کہ اورنگزیب ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتا ہے، بہرحال اُسنے اپنے کو بادشاہ بنا کر، اور اورنگزیب سے معاہدہ کرکے فوج جمع کرنا شروع کی، اور پھر اس فوج کو لے کر ۴ر جمادی الثانی ۱۰۶۸ھ (۲۰ر فروری ۱۶۵۸ء) کو احمد آباد سے روانہ ہوا، اور ۱۲ر رجب (۱۴ر اپریل) کو دونون بھائی اجین کے پاس مل گئے، مراد، شجاع اور اورنگزیب مین برادرانہ جنگ کے سلسلہ مین جو خط وکتابت ہوئی ہے، اور جس سے ہر بھائی کے ارادہ اور طریق کار پر صاف روشنی پڑتی ہے، اس کو ہم اورنگزیب کے حالات مین آیندہ مفصل طور سے بیان کرینگے[1]

شہزادہ اورنگزیب اورنگزیب کے متعلق مفصل طور سے یہان لکھنا تحصیل حاصل ہے، کہ گذشتہ تمام ابواب اس کی افتاد طبیعت، اور اس کے کارنامون کے آئینہ دار ہین، یہان ہم صرف ان حالات کا مختصر تذکرہ کرنا چاہتے ہین، جو اب تک بیان نہین ہوے، اور جنسے اس بات پر روشنی پڑتی ہے، کہ اورنگزیب ہمیشہ کس طرح ایک فرمان بردار اور اطاعت گذار لڑکا رہا ہے، اور اس کی جنگ مین شرکت باپ کے خلاف نہین، بلکہ دارا کی مہلک سازشون سے اپنی حفاظت کے لیے تھی، اس کی اس چہل سالہ زندگی مین ہم کو ایک بھی ایسا واقعہ نہین ملتا، جس کو ہم اورنگزیب کی عدول حکمی کہہ سکین، اورنگزیب جب تک شاہجہان کے ساتھ رہا، اس نے کوئی نہ کوئی خدمت

۱؎ اس موضوع پر ہم نے روزنامہ انقلاب مین دو مفصل مضمون لکھے ہین،

اپنے ذمہ رکھی، چنانچہ معصوم نے اپنے دو چشم دید واقعات لکھے ہین، ایک مین اس نے بیان کیا ہے کہ وہ بادشاہ کے پان کا انتظام کرتا تھا، اور دوسرے مین بتایا ہے، کہ اورنگزیب شاہجہان کو پنکھا جھلا کرتا تھا، اس کے الفاظ یہ ہین :-

(۱) "روزے مسودِ این اوراق بسبب کارے در دارالخلافہ اکبرآباد داخلِ غسلخانۂ بادشاہی گشت .... دید کہ جوانے زیبا روے و لباس بادشاہانہ پوشیدہ درپیش بادشاہ مروحہ جنبان است .... چون سلطان اورنگزیب شاہ را ...... قبل ازین ہشت نہ سال کہ ہنوز عذار فیض آثار سبزۂ خط آشنا نگشتہ دیدہ بود، الحال کہ بایں محاسن و مکارم دیداول مرحلہ نشناخت از رفیقے .... پرسیدم .... در جواب گفت کہ این جوان سلطان اورنگزیب است

(۲) روزے دیگر کہ مسودِ ایں اوراق در رکابِ صاحب و قبلۂ خود (شجاع) بشکارگاہ سموگدھ .... رفتہ بود، چون صاحب عالمیان دربارۂ شکار بادشاہی در آمدند ...... بجانب منازلِ خویش معاودت نمودیم، درراہ دیدیم کہ سلطان عالی مکان اورنگزیب شاہ براسپ قبچاق سوار تاختہ میرود، و چیزے بکمر بندِ خود بستہ می برد، .... پرسیدیم کہ ایں چیست کہ سلطان بکمر بندِ خود بستہ برد، گفتند کہ خدمتِ خورانیدن پان بایشان تعلق دارد[1]"

یہ تو بادشاہ کی موجودگی کا حال تھا، جہان بادشاہ موجود نہ ہوتا تھا، وہان بھی ہر قسم کے شاہی آداب کا لحاظ رکھتا تھا، چنانچہ جب ملتان سے دکن جانے لگا ہے، اور راستہ مین شاہی شکارگاہ کے پاس سے گذرا ہے، اور اسے اطلاع ملی ہے، کہ یہان خاص قسم کا شکار رہے، اور اس کے دل مین اس کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا ہے، تو صرف اس خیال سے وہان نہین گیا، کہ بادشاہی شکارگاہ مین

---

[1] تاریخ شاہ شجاعی صفحہ ۱۸۷ - الف،

بلا اجازت داخل ہونا خلافِ آداب تھا، اس واقعہ کے متعلق وہ شاہجہان کو لکھتا ہے۔

"روزے کہ ایں مرید بہ دھول پور رسید شنید کہ در شکارگاہ نذار باری در کھیت ......

نیلہ ابلق کلانی است، چوں مسافت قریب بود میخواست کہ خود بدیدن آں برود، لیکن

بے تحصیلِ حکم بہ شکارگاہِ خاصہ درآمدن از آداب دور دانستہ، ملک حسین را باقراولانِ خود

فرستاد کہ دیدہ بیایند" (۱۴۷/۲۴۶)

صرف یہی ایک خط نہین بلکہ اورنگزیب کے تمام خطوط اس بات کو ظاہر کرتے ہین، کہ اسکے

دل مین کبھی بھی ایک لمحہ کے لیے شاہجہان کے خلاف، کسی قسم کی کارروائی کرنے کا خیال نہین آیا۔

اس وقت بھی جبکہ شاہجہان بلاوجہ اس کی سرزنش کرتا، یا غلط الزامات اس پر عائد کرتا تھا، تو وہ

انتہائی ضبط سے کام لیتا، اور اگر اس کے قلم سے کچھ نکلتا تو صرف یہ کہ

"عدل سلطاں گر نہ پرسد حالِ مظلومانِ عشق

گوشہ گیراں را ز آسایش طمع باید برید" (۴۴/۱۱۹)

یا پھر کہتا تو صرف اس قدر کہ

"گر تو اے گل گوش بر آوازِ بلبل می کنی

کار مشکل میشود بر بے زبانانِ چمن" (۲/۱۳۲)

اورنگزیب اسی طرح اپنی زندگی کے دن گزار رہا تھا، اور انہی مشکلات مین انتہائی خلوص

و محبت سے کامیابی حاصل کرکے بادشاہ کو خوش کرنے کی کوشش مین مصروف تھا، کہ ٹھیک اس

وقت جبکہ وہ بیجاپوریون کو ہر شرط پر صلح کرانے پر مجبور کر چکا تھا، ۷ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ (۶ دسمبر

۱۶۵۷ء) کو شاہجہان حبس البول کی شکایت مین مبتلا ہو گیا۔

اسی زمانہ مین دارا نے تمام اختیارات اپنے ہاتھ مین لے کر اپنے بھائیون کے خلاف وہ

معاندانہ اور غیر برادرانہ کارروائی شروع کردی، جو برادرانہ جنگ کا سبب بنی، لیکن قبل اس کے کہ اسباب جنگ اور اس کے حالات پر مفصل طور سے بحث کرین، ہم یہان پر اورنگزیب کے ان تعلقات پر جو اس مین اس کے بھائیون اور بہنون مین اس وقت موجود تھے مختصراً بیان کر دینا چاہتے ہین، تاکہ حالات و واقعات کے اثرات و نتائج آسانی سے ذہن نشین ہو سکین،

جہان آرا اور روشن آرا یون تو اس وقت اورنگزیب کی تین بہنین (جہان آرا، روشن آرا، اور گوہر آرا) موجود تھین، لیکن تاریخی و سیاسی حیثیت سے اول الذکر دو کو خاص اہمیت حاصل ہے، جہان آرا کے متعلق ہم اوپر لکھ آئے ہین، کہ اس کے تعلقات تمام بھائیون سے بہت اچھے تھے، اور بعض اوقات وہ صرف دارا کی سازشون مین پھنسکر اگرچہ اورنگزیب کی دشمن معلوم ہوتی ہے، لیکن واقعہ یہ نہین ہے، اور اورنگزیب کے خطوط خود اسکی شہادت دیتے ہین، شاہجہان کو خود اس کا علم تھا، اور وہ اسی لیے اکثر جہان آرا ہی کو اس بات پر مجبور کرتا تھا، کہ وہ اورنگزیب کے خلاف غلط شکایات کے متعلق اپنے بھائی سے باز پرس کرے، اور اورنگزیب بھی اسے اپنا سچا ہمدرد سمجھ کر اپنا دل اس کے سامنے نکال کر رکھ دیتا تھا، معلوم ہوتا ہے، کہ دکن کی صوبہ داری کے سلسلہ مین دارا نے جو چال چلی تھی، اس مین جہان آرا کو بھی اس نے شریک کر لیا تھا، اور اسی وجہ سے اورنگزیب و جہان آرا مین بھی کچھ کشیدگی پیدا ہو گئی تھی، لیکن جس وقت شہزادہ محمد سلطان شاہجہان کے پاس گیا ہے، یہ غلط فہمی ایک بڑی حد تک دور ہو چکی تھی، پھر بھی ایسے واقعات کے بعد جو ضبط و احتیاط ہونا چاہیئے اس کا رنگ اورنگزیب کے خط مین صاف نظر آتا ہے، چنانچہ اس نے اپنے بیٹے کو اس سلسلہ مین جو ہدایات لکھی ہین وہ اس کا بہترین ثبوت ہین، وہ لکھتا ہے:-

"از آنجا کہ نواب تقدس نقاب بیگم صاحب جیو درین ایام عنایت تمامی ظاہر می سازند، و راہِ ارسال مفاوضات مفتوح شدہ و عنایت نامہ کہ درین ولا فرستادہ اند مشتمل است

بر لطف و مہربانی بے اندازہ بنابراں امر عالی بصدور پیوستہ کہ آں گرامی تبار فرخندہ اطوار در خدمت ایشان با دب بودہ نوعے سلوک نمایند کہ موجب رضامندی و خوشنودی شود، و اظہار عقیدت و اخلاص بوجہ اتم لازم دانستہ بسیار پسندیدہ دریں مقام در آیند" (۶/۱۴۹)

اس وقت سے دونوں کے تعلقات بہت صاف ہوتے گئے، حتی کہ خود اورنگزیب کے ایک خط سے جو اس نے میر جملہ کو لکھا ہے معلوم ہوتا ہے، کہ جس وقت میر جملہ شاہجہان کے دربار میں پہنچا ہے بھائی بہن کے تعلقات بہت زیادہ بہتر تھے، اور اورنگزیب سمجھتا تھا، کہ جہان آرا دراصل اس کی حامی و طرفدار ہے، چنانچہ وہ میر جملہ کو لکھتا ہے:-

"قبل ازیں بخدمت تقدس احتجاب علیہ عالیہ عرضداشت نمودہ بودیم کہ عنایت و التفات بر احوال آں عمدۃ الخوانین . . . . دریغ نفرمودہ، در ہیچ باب جانب حمایت و اعانت ایشاں را فرو نگذارند، دریں ولا عنایت نامہ کہ در جواب آں بخط شریف خود نگاشتہ بودند، رسید و مندرج بود، کہ دریں باب کوتاہی نخواہد رفت، لیکن آں دستور وافی خبر با کسے آشنائی نمی کنند، حتی در خدمت مانیز گاہے اظہار اخلاص نمودہ اند، براں خلاصۂ مخلصان کارداں پوشیدہ نماند، کہ چوں پاس ایں مراتب لازم است، و نواب تقدس احتجاب التفاتے خاصہ بایں جانب دارند، و توجہ ایشاں باطراف دیگر محض یعنی بر مصلحت است، ورنہ دلی نیست" (آداب نمبر ۱۸۵)

اس کے ساتھ ہی اورنگزیب و جہان آرا کے درمیان اس کے بعد سے جو مسلسل خط و کتابت اور تحفوں کی آمد و رفت جاری رہی ہے، وہ اس دعوی کو مضبوط کرتی ہے، شاہجہان کی گوشہ نشینی کے بعد جہان آرا کا اورنگزیب کے ساتھ جو تعلق رہا، اور جس طرح اورنگزیب نے نواب بیگم صاحب جیو کے تمام اختیارات، حقوق اور مراعات کو علی حالہ باقی رکھا، وہ اس

کا مزید ثبوت ہین،

روشن آرا بیگم، اورنگزیب سے چھوٹی تھی، لیکن ان دونون مین ہم سنی کی وجہ سے کافی محبت تھی، اور اورنگزیب کو بھی اس پر بھروسا تھا، مگر روشن آرا اور جہان آرا کے تعلقات اچھے نہ تھے، اور یہی وجہ تھی، کہ جب اورنگزیب کو یہ خیال ہوا کہ شاہجہان شہزادہ محمد سلطان کو اپنے ساتھ آگرہ لیجاے گا، اور وہان جہان آرا اور روشن آرا دونون موجود ہونگی تو اس نے اپنے لڑکے کو جو ہدایت کی ہے، وہ ان تینون کے تعلقات کو واضح طور سے بتانے کو کافی ہے، اس کی ہدایت یہ ہے :-

"چون ظنِ غالب آن است کہ اعلحضرت قرۃ العین سلطنت را تا دارالخلافہ ہمراہ ببرند، و دریں صورت البتہ ملازمت نواب روشن آرا بیگم بہم دست خواہد داد، و صحبت ایں دو بزرگ باہم قسمے نشستہ احتیاط باید کرد، کہ ہیچ طرف از طرز اختلاط و گرمئ آں نامدار مکدر نشود، و از آنجا کہ براے مصلحت جانب نواب بیگم صاحب را رعایت نمودن بہمہ باب اہم است، در خدمت عمہ محترمہ دیگر عذر خواہی خواہند نمود" (۱۴۶/۶)

اس سلسلہ مین یہ بتانا شاید بے محل نہ ہوگا، کہ اورنگزیب اپنی سوتیلی ماؤن سے بھی اچھے تعلقات رکھتا تھا، اور ان کو اکثر تحفے بھیجا کرتا تھا، اسی لیے جب شہزادہ محمد سلطان بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا، تو اورنگزیب نے اس کے پاس چند سوغات بھیجے، اور لکھا کہ وہ ہدایت کے مطابق ان چیزون کو:-

"بخدمت نوابِ علیہ عالیہ و محل فتحپوری و اکبرآبادی برسانند" (۱۴۶/۶)

شاہ شجاع و شہزادہ مراد، ان دونون بھائیون سے بھی اورنگزیب کے تعلقات بہت اچھے تھے، مگر ہمارا خیال ہے کہ اس خوشگواری مین برادرانہ محبت سے زیادہ دارا کی عداوت کو

زیادہ دخل تھا، اور شجاع و مراد سے جو زبانی معاہدہ، اور شجاع کے خاندان اور اورنگزیب کے خاندان سے جو ازدواجی تعلقات قائم کرنے کے وعدے ہوے تھے، ان مین دارا کی مخالفت ایک بہت بڑا عنصر تھا، مگر شجاع نے تو ابتداے کار ہی سے اس معاہدہ کی کوئی پروا نہ کی، اور خود مراد بھی باپ اور امرا کے کہنے مین آکر نقضِ عہد پر آمادہ ہوگیا، اسی وجہ سے بعد مین ان بھائیون مین اختلافات پیدا ہوے،

شہزادہ دارا شکوہ مگر جیسا کہ اس وقت تک ہم دیکھ چکے ہین، دارا اور اورنگزیب مین ابتدا ہی سے اختلاف موجود تھا، بلکہ یہ اختلاف عداوت تک پہنچ چکا تھا، اس اختلاف مین دو چیزین سب سے زیادہ نمایان تھین، اور وہ دونون بھائیون کا اختلافِ طبائع تھا، اورنگزیب ابتدا سے مذہب کا پابند اور ہر قسم کے غیر شرعی اعمال و افعال ہی نہین بلکہ اقوال سے بھی محترز رہتا تھا حتی کہ اسے یہ بھی پسند نہ تھا، کہ اس قسم کے مبہم و ذو معنیین الفاظ جیسے ابوالفضل وغیرہ اکبر کی نسبت مدح مین لکھا کرتے تھے، لکھے جائین، چنانچہ جب اس کے لڑکے نے اکبر نامۂ ابوالفضل پڑھنے کے بعد اس قسم کے جملے اورنگ زیب کو لکھے، تو اس نے اُسے نہایت سختی سے اس پر ٹوکا، اس کا منشی ابوالفتح اس کے حکم سے شہزادہ کو لکھتا ہے :-

"چون درآن سامی صحیفہ بخلافِ سنت وضابطہ بجاے "بسم اللہ اللہ اکبر جل جلالہ"
نوشتہ شدہ بود . . . . بنابران بر زبانِ الہام بیان . . . . .
. . . گذشت، کہ مقصود از خواندنِ اکبر نامۂ شیخ ابوالفضل تتبعِ عبارات آن کتاب است
نہ اتباعِ مذہبِ مصنف کہ از روے بدعت، اسلوبِ مسنون را تغیر دادہ" ($\frac{5}{175}$)

اسی شہزادہ محمد کی پگڑی کے متعلق کھلے دربار مین جو گفتگو ہوئی تھی، اور جس طرح اورنگزیب کے مذہبی عقائد کا مضحکہ اڑایا گیا تھا، اس کا ذکر گذشتہ باب مین کیا جا چکا ہے، اس کے

مقابلہ مین داراشکوہ اس قسم کے نقطی گورکھ دھندون پر جان دیتا، اپنے کو ہر قسم کی مذہبی پابندی سے آزاد سمجھتا، اورنگزیب کو "نمازی" "فقیر" ریاکار، اور نہ معلوم کن کن الفاظ اور خطابات سے یاد کرتا تھا، اورنگزیب ان باتون کو سنتا، لیکن صبر کرتا،

اختلاف کی دوسری وجہ دارا کی وہ عداوت تھی جو اسے سیاسی حیثیت سے تھی، جیسا کہ ہم دکھا آئے ہین اورنگزیب سے تھی، دارا کو اگر سلطنت کے معاملہ مین کسی سے خوف تھا، تو صرف اورنگزیب سے، اس لیے وہ ہر ممکن کوشش سے اس کے اثر، اس کے اقتدار اور اس کے رعب کو شدید ترین ضرب پہنچانا چاہتا تھا، وہ ہمہ تن اس سازش مین مصروف تھا، کہ اورنگزیب کی سفارشون کے خلاف شاہجہان سے احکام نافذ کرا کے لوگون پر یہ ثابت کردے، کہ اورنگزیب ایک عضوِ معطل، اور ایک بے اثر ہستی ہے، اور ملک مین کسی کی بات رہتی ہے، اگر کسی کی سفارش مقبول ہوتی ہے، اگر کسی کی درخواست مسموع ہوتی ہے، اور اگر کسی کی شفاعت اثر رکھتی ہے تو وہ صرف شاہ بلند اقبال دارا ہے، اور اس کی اسی سازش کا نتیجہ ہے، کہ دکن کی گورنری کے زمانہ مین باپ بیٹے کے اختلافات اس قدر سخت ہوگیے تھے، اور افسرون، اور دیسی ریاستون نے اورنگزیب کی جگہ دارا کو اپنا قبلۂ حاجات و کعبۂ مرادات بنا لیا تھا، اس عہد کے آخری دو واقعات کو لے لو، گولکنڈہ کی جنگ کا حال تم پڑھ آئے ہو، لیکن تم کو معلوم ہے کہ یہ کون شخص تھا، جس نے شاہجہان سے نہ صرف اس بات کی جھوٹ شکایت کی، کہ اورنگزیب نے قطب الملک سے بہت سے ایسے تحفے لیے جنکی کسی کو خبر نہین ہے، بلکہ اُسپر یہ بھی الزام لگایا، کہ اس نے عادلشاہ سے بھی اس قسم کی رشوت لی ہے، اورنگزیب کو اپنے وکیل دربار کے ذریعہ اس کی اطلاع ملتی ہے، اور وہ میر جملہ کو اس کے متعلق لکھتا ہے:-

"نیز موحی الیہ (وکیل دربار) داخل عریضۂ خود ساختہ بود، کہ بادشاہزادۂ کلاں بعرضِ اقدس

رسانیدہ اند کہ وکلاے سرکارِ عالی، از عادل خاں ہم چیز ہاے گرفتہ اند، وپیشکش ہمہ سال براے خود قرار دادہ وآں رفیع مکاں درجواب معروض داشتہ اند کہ ایں مقدمہ خلاف واقع است"

اس سلسلہ مین اورنگزیب جس قدر ذلیل و بدنام کیا گیا، اس کا وہی نتیجہ ہوا، جو دارا چاہتا تھا، یعنی دکنی حکمرانون نے یہ دیکھکر کہ اورنگزیب کا کوئی اثر نہین ہے، براہِ راست داراشکوہ سے تعلقات پیدا کر کے اپنے مطالب کے حصول کی کوشش شروع کر دی، وہی قطب الملک جس نے اورنگزیب کی اطاعت کی قسم کھائی تھی، اس سے معاہدہ کیا تھا، اور اس سے اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ کبھی بھی کوئی کام براہِ راست نہ کرے گا، اپنے وکیل کے ذریعہ دارا کے آستانہ پر مصروفِ جبین سائی تھا، دارا تو اسی موقع کی تلاش مین تھا، اس نے قطب الملک کے وکیل کو اس بات کا یقین دلا دیا کہ وہ جو چاہتا ہے، وہ ہو جاے گا، اور اس چیز نے قطب الملک کو اورنگزیب کی طرف سے بڑی حد تک بے نیاز کر دیا، اورنگزیب اسی حالت کو میر جملہ کو، جو اب وزیر اعظم ہے، لکھتا ہے:

"دربازداشتنِ او (قطب الملک) از اداہاے شورش انگیز او تاکید و تہدید دراں باب بقدرِ امکان سعی مبذول شدہ ومیشود، لیکن از آنجا کہ معاندانِ دین ودولت دراغواے او تقصیر ندارند، و مقدماتے کہ موجبِ مزید غرور و نخوتِ بیخردانِ ناعاقبت اندیش است، باو می نویسند، باستظہارِ آنہا، توفیق عمل براوامر پیشگاہ عالی کمتر یافتہ درحصولِ مامولِ خویش بیشتر تلاش می کند،" (آداب نمبر ۱۹۱)

دارا کی اس قسم کی سازشون کا جو نتیجہ خود دکن مین ہو رہا تھا، اس کی طرف ہم گذشتہ باب مین اشارہ کر چکے ہین، لیکن ایک مرتبہ پھر اورنگزیب کے ایک خط کے الفاظ لکھکر اوسکی انتہائی حسرت و یاس کی یاد تازہ کر دینا چاہتے ہین:-

"از آنجا کہ ایں دنیا داراں از استماع خبرِ عدم استقلال و اعتبار ما و اطلاع بر بے توجہی اعلیحضرت و تعرضاتے کہ از پیشگاہِ خلافت می رسد، و مردم یکے را ہزار ساختہ بآنہا میرسانند، از نوشتہ و گفتہ ما حساب نگرفتہ، خود را از رجوع بایں جانب مستغنی میدانند" (آداب نمبر ۱۹۱)

اس جنگِ گولکنڈہ کے بعد سے باپ بیٹے کے تعلقات بھی ایک زمانہ تک کشیدہ رہے، اور بیجاپور کی جنگ مین اگرچہ اورنگزیب شاہجہان کے حکم سے صرف اس کی خوشنودی حاصل کرنیکے لیے شریک ہوا تھا، لیکن اسے ہر وقت خطرہ لگا ہوا تھا، کہ دارا عین فتح و کامیابی کے وقت پھر نہ اس کے بنے بنائے کام کو بگاڑ دے، اور اس کا یہ خطرہ درست ثابت ہوا، کیونکہ جونہی داراشکوہ کو اس کا موقع ملا، اس نے نہ صرف یہ کہ جنگ کو ختم کرنے کا حکم بھجوا دیا، بلکہ جو سرکاری امراو افسر اپنی اپنی فوج کے ساتھ اورنگزیب کی مدد کر رہے تھے، ان کو فوراً واپس بلا کر اورنگ زیب کو ایک ایسی نازک حالت مین چھوڑ دیا گیا، کہ اگر وہ تدبیر، دور اندیشی، جرأت اور ایک بڑی حد تک درگذر سے کام نہ لیتا، تو شاید اس کی فوج صحیح سلامت واپس بھی نہین ہوسکتی تھی،

شاہجہان کو بھائیون کے اس اختلاف کا علم تھا، وہ یہ بھی جانتا تھا، کہ دارا کا دل ان بھائیون کی طرف سے صاف نہین ہے، اُسنے اس بات کا بھی خطرہ تھا کہ اُسکی آنکھ بند ہوتے ہی تخت و تاج کے لیے ایک بڑی جنگ ہوگی، اور اسی غرض سے اس تصادم کو روکنے کے لیے اس نے اپنے تینون چھوٹے لڑکون کو نہ صرف دارا ہی سے بلکہ ایک دوسرے سے بھی الگ الگ دور دراز صوبون مین مقرر کر دیا تھا، اور دارا کو آہستہ آہستہ شاہی اختیارات دیکر اس فکر مین لگا ہوا تھا، کہ اسی طرح اس کو ہندوستان کا بادشاہ بنا، اور اپنی زندگی ہی مین سب سے اس کی اطاعت قبول کرا کے خانہ جنگی کا دروازہ بند کر دے، کہ دفعۃً ۷ رذی الحجہ ۱۰۶۷؁ھ (۱۸ر ستمبر ۱۶۵۷؁ء

کو وہ حبس البول کے مرض مین مبتلا ہو گیا، اور اس کی حالت اتنی رَدّی ہو گئی، کہ وہ اس قابل بھی نہ رہا، کہ پلنگ سے اُٹھ سکے، دربار و درشن موقوف ہو گیے، ایک ہفتہ تک یہی حالت رہی، اس کے بعد افاقہ شروع ہوا، لیکن اسی زمانہ مین یہ خبر مشہور ہو گئی کہ شاہجہان کا انتقال ہو گیا ہے اور دارا اپنی مصلحت سے اس کو پوشیدہ رکھے ہوے ہے، اس خبر کا شہزادون تک پہنچنا تھا، کہ ہر ایک نے حصول حکومت کا خواب دیکھنا شروع کر دیا، شجاع اور مراد تو بلا کسی توقف کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر کے آگرہ کی طرف بڑھنے کے لیے فوجی انتظامات بھی کرنے لگے، اس افواہ کی تردید مین دارا نے جو کارروائیان کین، اس کے بالکل الٹے معنی پہنائے گئے، اور واقعہ بھی یہی ہے، کہ اس نے جو طرز عمل اختیار کیا تھا، وہ نہایت ہی غلط اور سیاسی حیثیت سے خطرات سے پر تھا، سب سے پہلے اس نے امراء اور دربار و محل کے لوگون کو بادشاہ کی خوابگاہ مین داخل ہونے سے منع کر دیا، اور اس چیز نے موت کی افواہ کو زیادہ یقینی بنا دیا، ۱۵ ذی الحجہ (۱۴ ستمبر) کو بادشاہ نے خوابگاہ کے دریچہ سے بعض امراء کو اپنی صورت دکھائی، لیکن اس کے بعد پھر ایک مہینہ تک کسی کو شاہجہان کی کوئی خبر نہ ملی، اور دارا شکوہ نے اسی زمانہ مین شاہجہان کے نام سے وہ احکامات جاری کر دیئے، جنکے متعلق خود شہزادون کا یہ خیال تھا، کہ شاہجہان اپنی زندگی مین ایسے احکامات جاری نہین کر سکتا تھا، ۱۶ محرم ۱۰۶۸ھ (۱۴ اکتوبر ۱۶۵۷ء) کو بادشاہ نے دریچہ درشن مین آکر اپنا درشن دیا، اور اس کے بعد ۲ محرم ۱۰۶۸ھ (۱۸ اکتوبر) کو دارا کے ساتھ براہ دریا آگرہ کے لیے روانہ ہو گیا، اور ۱۹ صفر (۱۴ نومبر) کو آگرہ پہنچ گیا، یہان پہلے وہ دارا کے محل مین مقیم رہا، اور پھر ۱ ربیع الثانی (۲۷ دسمبر) کو شاہی محل مین داخل ہوا، اور اس کا یہ داخلہ ایسا تھا، کہ پھر اس کے بعد اُسے اُس سے زندہ نکلنا نصیب نہ ہوا، ان چار مہینون مین درباری مورخ کے بیان کے مطابق دارا نے جس محبت، جس جوش، اور جس فدائیت کیساتھ

باپ کی خدمت کی، اس کا شاہجہان پر بہت اثر پڑا، اور ۱۵ ذی الحجہ کو جونہی شاہجہان کو صحت کے آثار نظر آئے، اس نے اس صلہ مین ۲½ لاکھ روپیہ انعام دیا، اور پھر ۲۴ ربیع الاول (۲۰ دسمبر) کو ایک کرور روپیہ اور ۲۴ لاکھ کے جواہرات دیئے، اور اس کا منصب پہلے ۴۰، پھر ۵۰، اور بالآخر ۶۰ ہزاری کر دیا، اسی زمانہ مین اس نے درباری مورخ کے بیان کے مطابق بعض خاص امرا کو بلا کر یہ وصیت کی، کہ اس کے بعد دارا تختِ حکومت کا مالک ہوگا، باپ کی بیماری کے ایک ہفتہ بعد ہی اس نے یہ وصیت سنکر اپنے کو سیاہ و سفید کا مالک سمجھ لیا، اور پھر شاہجہان ہی کے نام سے وہ فرامین صادر کیے، جنھون نے بھائیون کو اس کا زیادہ مخالف بنا دیا،

ہم اوپر بتا آئے ہین، کہ شجاع، مراد اور اورنگزیب مین اس قسم کا ایک معاہدہ ہوگیا تھا، کہ اگر ان تینون مین کسی کو دارا نقصان پہنچانا شروع کرے، تو باقی دو بھی دارا کے خلاف ہر قسم کی کارروائی کرین گے، اور اب جبکہ شاہجہان کے انتقال اور دارا کے عنانِ حکومت کو اپنے ہاتھ مین لینے کی خبر ان کو پہنچی، تو انھون نے اس معاہدہ کے مطابق فوراً ایک دوسرے سے استصواب شروع کیا، لیکن قبل اس کے کہ تینون بھائی ایک خاص بات پر متحد ہوتے، مراد اور شجاع نے اپنی اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا، اور اس کے بعد اس بات کی تیاری شروع کر دی، کہ آگرہ چل کر دارا سے حکومت چھین لین، ان دونون بھائیون نے اورنگزیب کو بھی اشتراکِ عمل کی دعوت دی، مگر اورنگزیب ان کی طرح پر امن اور سر سبز و شاداب صوبہ مین چین نہین کر رہا تھا، اور نہ عاقبت بینی، مآل اندیشی، اور حقیقت فہمی نے اس کا ساتھ ہی چھوڑا تھا، اس کے سامنے تمام خبرین تھین، اس کے پیش نظر سب حالات تھے، اور وہ خود عملاً ایک ایسی جنگ مین مصروف تھا، جس سے کنارہ کشی، اس کی دو سالہ کامیابی کو خاک مین ملاتی تھی، علاوہ ازین دارا نے اگرچہ اپنے فرمان کے ذریعہ ابتداءً اورنگزیب کی حالت

بہت نازک کردی تھی، مگر اسی چیز نے اسے یکسو بھی کر دیا، اور اس نے ایک طرف جس صورت سے بھی ہو، ڈرا کر، ترغیب و تحریص یا تخویف و تنبیہ کے ذریعہ بیجاپور سے صلح کی ٹھان لی، اور دوسری طرف شاہجہان کی موت کی افواہ کے سچ ہونے کی صورت مین پاس معاہدہ، اور اپنی حفاظت کے لیے جو سامان بھی کرنا چاہیئے تھا، کرنا شروع کر دیا، اس کی اس دوگونہ پریشانیون کا زمانہ اس کے لیے انتہائی آزمایش کا زمانہ تھا، اور ہم کو دیکھنا چاہیئے، کہ اس نے کس طرح اپنی دور اندیشی، تدبر، اور موقع شناسی سے کام لے کر، حالات پر کامیاب طریقہ سے قبضہ پا لیا، مگر قبل اس کے کہ ہم اورنگزیب کی ذاتی کارروائیون کو بیان کرین، چاہتے ہین کہ اس کے دوسرے بھائیون نے جو کچھ کیا، اور اس مین اس نے جہان تک حصہ لیا، اس کو مختصر طور سے بیان کر دین، شہزادہ شجاع تقریبًا ۲۰ سال سے بنگال واڑیسہ کا گورنر تھا، مرکزی حکومت سے دوری نے اسے ایک بڑی حد تک آزاد رائے اور آزاد کار بنا دیا تھا، دوسرے اس نے شاہجہان سے چند سال پہلے صوبہ بہار مین اپنے اور اپنے بچون کی صحت کے لیے ایک گڑھی کی جو درخواست کی تھی، وہ بھی مسموع نہین ہوئی تھی، اور اُسے وہ اپنی حق تلفی و تذلیل سمجھتا تھا، اس لیے جونہی اس کو اس بات کی خبر ملی، کہ شاہجہان کا انتقال ہو گیا ہے، اور دارا نے تمام اختیارات اپنے ہاتھ مین لے لیے ہین، بھائیون سے اس نے جو معاہدہ کیا تھا، اس کا پاس کیے، اور ان سے مشورہ لیے بغیر بادشاہ بن بیٹھا، اور فوج جمع کر کے آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا،

اب ہم مختصرًا اورنگزیب کے اس طرزِ عمل کو بیان کرتے ہین، جو معاہدہ کے مطابق اس نے اختیار کیا، اس سلسلہ مین شجاع کی خاموشی و بے پروائی کے باوجود اورنگ زیب نے پیش قدمی کی، اور پہلے دو خط براہ اکبرآباد روانہ کئے، لیکن جب وہ نہ ملے تو اس نے مراد بخش اور اپنے آدمیون کو اڑیسہ کے راستہ سے نہ صرف اپنا خط لیکر بھیجا، بلکہ اس کیساتھ

اس نے وہ جواب بھی ملفوف کر دیا، جو مراد کے خط کے جواب مین اسنے لکھا تھا، اور اس خط مین یہ بھی تجویز پیش کی کہ

"این مخلص بے ریا را بزودی از پیش نہادِ خاطرِ مقدس و قصد و عزیمتے کہ در آئینۂ ضمیر منیر پرتوِ صواب انداختہ باشد، آگاہ فرمایند کہ نظر بآں نمودہ بسر انجام لوازم امرے کہ فرصت و تاخیر در تمشیت آں خلافِ مصلحت و منافیٔ مقصود است، بپردازد،

صاحب من! اگر دریں وقت یک یک آدمِ فہمیدہ از جانبین بعنوانِ سفارت و وکالت مقرر شود و نوشتہا خواہ بداک چوکی از ینجا بسرحد اودیسہ مردم خیر اندیش و از آنجا تا راج محل متصدیان سرکار برادرِ نامدار سر انجام نمایند، یا بقاصداں و سواراں کہ جلد بیایند و بروند در پیش رفت مطلب بغایت دخیل است، و بر تقدیرے کہ این معنی صورت تجویز بیابد، از فرستادہای این نیاز مند سیادت مآب میر شاہ را در خدمتِ کثیر الموہبت نگاہ دارند، و جواب این عریضہ را مصحوب یکے از ہمراہانِ او با ملازم سرکار عالی کہ اینجا خواہد بود بفرستند" ($\frac{1}{162}$)

شجاع کو جب مراد اور اورنگزیب کے خطوط ملے، تو وہ ان دونون بھائیون کی طرف سے مطمئن اور ان کی امداد پر یقین کر کے سلطنت کے خواب دیکھنے لگا، یہان یہ حقیقت غور طلب ہے کہ مراد اور شجاع دونون معاہدہ کی زیادہ پرواہ نہ کر کے، اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کرتے ہین، اور وہ بھی اپنے صوبون کی حکومت کا نہین، بلکہ تمام ہندوستان کی، اس کے برخلاف اورنگ زیب نہ صرف یہ کہ ایسا نہین کرتا، بلکہ اس عجلت سے انکو منع کرتا ہے، چنانچہ خود شجاع کے ملازم محمد معصوم نے جو تاریخ شاہ شجاعی لکھی ہے، اسکے الفاظ یہ ہین:-

"چوں شاہزادۂ گیتی مطاع سلطان شاہ شجاع مثل برادرانِ والا قدرِ دیگر، از

سلوک نامرضی سلطان دارا شکوہ دل سوزاں داشت یکبارگی در بلدۂ راج محل بر سریر سلطنت و تختِ مملکت جلوس نمودہ خود را بابو الفوز نصیر الدین محمد صاحب قِرآن ثالث سکندر ثانی شاہ شجاع بہادر غازی ملقب ساختند، و بالشکرہائے ممالکِ مشرقیہ بابہت و عظمت بسیار بعزم گرفتنِ دہلی از بنگالہ بصوبۂ دار الخلافہ عنان گسل گردید[۱]

اورنگزیب کا عمل | اس کی خبر دارا، مراد، اورنگزیب تینوں کو ملی، دارا نے تو مقابلہ کے لیے اپنے بڑے لڑکے سلیمان شکوہ کے ساتھ مرزا راجہ جے سنگھ کو ایک فوج دے کر بنارس کی طرف روانہ کیا، اور مراد اور اورنگزیب نے معاہدہ کے مطابق "دشمن را دو دلہ" کرنے کے لیے برہانپور و احمد آباد سے کوچ کیا، اس موقع پر اورنگزیب نے جو خط شجاع کو لکھا وہ یہ ہے:-

"از آنجا کہ تا حال صورت عزم و ارادۂ آں مشفق مہربان معلوم نگشت و جوابِ عرائض تر سیدہ و مجدداً از نوشتجاتِ وکیلِ دربار سمت وضوح گرفت کہ چوں مذکورِ مونگیر درمیان است ملحد زادہ خود را با جے سنگھ و ستر سال و دیگر مردم بصوب الہ آباد و پٹنہ تعین می نماید . . .

. . . . مصلحت چیست، امید کہ ہرچہ زود تر جواب ایں مراتب را عنایت فرمودہ قلمی نمایند و از وجہ قصد و مافی الضمیر منیر آگہی بخشند، تا بیش از فوتِ فرصت و گذشتن وقت آنچہ صلاح باشد بعمل آید" (۳ / ۱۶۴)

شجاع کا فرار | اورنگ زیب و مراد جس وقت روانہ ہوتے ہیں، اس وقت شجاع صوبہ بہار پر قابض ہو چکا ہے، اس کے بعد یہ دونوں بھائی اِس طرف سے اور شجاع اُس طرف سے بڑھتا آتا ہے، تا آنکہ شجاع بنارس کے اس پار بہادر پور میں پہنچ جاتا ہے، شجاع کی بیست سالہ پرامن حکومت نے اسے جس طرح آرام پسند، اور اس کیساتھ مستعدی، جوش،

---

[۱] تاریخ شاہ شجاعی ص ۳۲ ب،

اور ولولہ سے محروم کر دیا تھا، اس کا حال خود اس کے دیرینہ ملازم کی زبان سے سنیئے:-

"چوں از طرف لشکر سلطان عبدو حر شاہ شجاع بہادر لوازم پاسداری و طلایہ و مراسم حزم و احتیاط بنوعے کہ باید و مردم کار آگاہ کار دیدہ را شاید بوقوع نمی رسید و اکثر اوقات بغفلت و عدم آگاہی سپری می شد، و ایں حقیقت با معلوم سلطان سلیمان شکوہ می گشت[1]"

اس کا جو لازمی نتیجہ تھا، وہ ہوا، اور شجاع کو ہزیمت کھا کر بھاگنا پڑا:-

"روزے بامداد پگاہ کہ سپاہِ سلطان شاہ شجاع بہادر کہ مدت بست و پنج (بست؟) سال در ملک بنگالہ بخواب تا دو پہر روز و فراغت دائمی معتاد شدہ بودند، دراں صبح میان "پتہ خانہ" یعنی چارپائی بخواب نوشتن یا مداد درحیل مشغول بودند، یکبارگی سپاہ رزم خواہ حریف در رسیدہ بر سرِ ایشاں ریختند[2]"

شجاع اس بدحواسی سے بھاگا، اور اس کے دل میں اتنا خوف بیٹھ گیا تھا، کہ اگر وہ غلطی سے یہ بھی سن لیتا، کہ سلیمان شکوہ کے لوگ آرہے ہیں، تو وہ بھاگ کھڑا ہوتا، "سہسرام"، پٹنہ وغیرہ سے اسی طرح بھاگا ہے، اس کی فوج تو اس سے بدتر حالت میں تھی، چنانچہ شجاع کا مورخ لکھتا ہے:-

"بحسب اقتضائے تقدیر یزدانی و مشیت سبحانی آں چناں قرار و تمکین و اصطبار ازیں مردم منفک شدہ بود کہ باوجودیکہ مجموع لشکر دہ پانزدہ ہزار جبہ پوش برگستوان دار بر اسپانِ عراقی وغیرہ سواری رفتند، و در راہ ناگہاں دہ گوار گوں برہنہ چوب بدست از عقب رسیدہ ہمہ را باہستگی و ہمواری از اسپاں پیادہ ساختہ آنچہ از نقد و جنس

---

[1] تاریخ شاہ شجاعی ص ۳۴ [2] ایضاً ۳۴ب و الف ۳۵۔

می دیدند، واکردہ می گرفتند، وآں مرزایاں . . . . رابرہنہ کردہ می گذاشتند،
بلکہ... زنان خوب رخت گواراں، مردم لشکر را طلب می کردند، کہ آب می دہیم وایں منعطشاں
تفسیدہ جگر بعشق آب بیش می رفتند، گریبان آنہارا گرفتہ پیش می کشیدند، وانچہ می داشتند
واکردہ بگرفتند.... وکسے قدرتِ دم زدن نبود[1]"

شاید بنگالی فوج کی یہی بہادری تھی، جو آج تک اس صوبہ کے باشندون کی پیشانی
پر کلنگ کا داغ بنی ہوئی ہے،

دارا کا خط سلیمان شکوہ کے نام | سلیمان شکوہ کو شجاع کے تعاقب مین کوئی وقت نہین ہوئی،
شجاع مونگیر پہنچکر مدافعت کی تدبیر ہی سوچ رہا تھا، کہ اس کے بھائیون کی پیش قدمی نے
اُسے خود ہی ہلاکت سے بچا دیا، اور اسی زمانہ مین دارا شکوہ کا خط سلیمان شکوہ کے پاس آیا

"در ملکِ گجرات محمد مراد بخش کمرِ مخالفت بربستہ ولشکرِ عظیم فراہم آوردہ وبخیالِ باطل
سر پیرائے خلافت گردیدہ عزم دارد کہ خود را بسارعت ہرچہ تمامتر در ینجا رسیدہ سر
بشورش وفتنہ پردازد، بنابراں آں قرۃ العینِ سلطنت باسرع اوقات کارِ محمد شجاع
بہرگونہ باتمام رسانیدہ خود را بزودی در ینجا رساند، کہ ہنگامِ آمدنِ آں مخالف را تنبیہ وتادیب
رسانیدہ آید" (۲۱/۱ فیاض)

اس خط کے مطابق سلیمان شکوہ نے شجاع سے منہ مانگی شرائط طے کرلین، اور
اس طویل سفر کی زحمت کے علاوہ اُسے کوئی دوسری کسی قسم کی تکلیف نہین ہوئی،

اورنگزیب کی امداد | اورنگ زیب نے جب سنا کہ بہادر پور مین شجاع کو شکست ہوئی ہے،
تو اس نے فوراً اپنی تمام کوششون کو مضاعف کر دیا، تا کہ جس صورت سے ہو، دارا کو اپنی

---

[1] تاریخ شاہ شجاعی ص الف ۳۹ ب والف ۴۰،

طرف متوجہ کرے، چنانچہ اورنگزیب نے اپنے آخری خط میں جو شجاع کو کھجوا کی جنگ سے چند ہی دن پہلے لکھا تھا، اس واقعہ کو صاف طور سے بیان کیا ہے:۔

"چوں خبرِ وحشت اثرِ ہزیمت وپس شدنِ امراے شما بمن رسیدہ از جہت مکافاتِ آں از برہان پور کہ از آگرہ مفاصلہ ہفت صد کروہ دارد، علمِ ہمت برپا کردہ .... بایلغار قطعِ منازل وطے مراحل ساختہ تا نواحیٔ آگرہ رسیدیم .... فتح نصیبِ اولیاے دولت شدہ" ($\frac{5}{144}$)

اس فتح کے بعد اورنگزیب نے شجاع کے ساتھ کیا سلوک کیا اور شجاع نے اس کا کیا بدلہ دیا، اوسے ہم اورنگزیب کے حالات کے سلسلہ مین آیندہ لکھین گے،

شہزادہ مرادبخش | مراد کے متعلق ہم بتا آئے ہین، کہ چونکہ وہ بہت سادہ دل تھا، اس لیے اس کے دل مین کوئی بات نہین رہتی تھی، اور اسی کے ساتھ وہ اتنا زود اعتقاد تھا کہ اُس سے جو شخص جو کچھ کہتا، اس کو سچ سمجھکر فوراً اس کے مطابق کام کر بیٹھتا، اس کے مشیر خاص علی نقی کا خود اس کے ہاتھ سے قتل اسی قسم کی زود اعتقادی کا نتیجہ تھا، دوسرے اگرچہ اورنگزیب سے اس سے شجاع کی بہ نسبت بہت زیادہ قرب تھا، پھر بھی وہ دوہری کارروائی کرتا رہا، ایک طرف تو اورنگ زیب سے مشورہ طلب کرتا، اس کی ہدایات کا اپنے کو محتاج بتاتا، اس کے احکام کی تعمیل کو اپنا فرض ظاہر کرتا، اور دوسری طرف وہ تمام کام کر جاتا جنکو اورنگزیب ناپسند ہی نہین بلکہ منع کرتا تھا، چنانچہ اس نے علی نقی کو قتل کرنے کے بعد ہی ایک فوج سورت بھیجدی، اور خود بہت جلد ۲۳ صفر (۲۱ نومبر) کو بادشاہ بنکر ۱۵ روز بعد ہی ۹ ربیع الاول (۵ دسمبر) کو دربار عام مین اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان عام کر دیا، اپنا لقب مروج الدین مقرر کر دیا، اور سکہ و خطبہ بھی جاری ہو گیا، مگر اس آزادروی کیساتھ وہ یہ بھی خوب سمجھتا تھا، کہ وہ اکیلا کچھ نہین کر سکتا، اس لیے اس کی یہ ہمت

تو نہ ہوئی، کہ تنہا دارا کے مقابلہ مین چل کھڑا ہو، لیکن، اس کے ساتھ ہی اس نے اورنگزیب پر خطوط کی بارش شروع کر دی، اور بعض وقت یہان تک دھمکی دی، کہ اگر اورنگزیب اس کا ساتھ نہ دیگا تو وہ اکیلا ہی چل کھڑا ہوگا، اس کے ساتھ ہی اس کو دو کام اور تھے، ایک تو اس فوج کی جو سورت فتح کرنے گئی تھی، واپسی کا انتظار اور دوسرا کام اپنے بال بچون کے لیے کسی محفوظ مقام کا انتخاب اس کے لیے پہلے جوناگڑھ چنا گیا، لیکن بعد کو چانپانیر منتخب ہوا، مراد یہ انتظامات مکمل کر کے اور اورنگزیب کی روانگی کی اطلاع پا کر احمد آباد سے روانہ ہوا، اور اجین کے قریب دیپالپور کے پاس اورنگزیب سے مل گیا[1]۔

اس عرصہ مین اورنگزیب و مراد کے کیا تعلقات تھے، مراد نے اورنگزیب کو کیا لکھا اور اورنگزیب نے اسے کیا جواب دیا، اور ان دونون بھائیون مین کیا مفاہمت ہوئی، اس کو ذرا تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہین، تاکہ متعصب مورخون کے اس اعتراض کا کہ اورنگزیب نے مراد کو یہ دھوکا دیا کہ وہ حکومت کا جویا، اور سلطنت کا خواہان نہین ہے، بلکہ وہ ملحد دارا سے حکومت لیکر مراد کے سپرد کر دیگا، اور وہ خود ہندوستان ہی کو چھوڑ کر عرب چلا جائے گا صحیح جواب بھی ہو جائے، جس وقت اورنگزیب کو دربار کی اضطراب انگیز اطلاع ملی، اس نے گذشتہ معاہدہ کا پاس کرتے ہوئے شجاع کی طرح مراد کے پاس بھی اپنا خط اور سفیر روانہ کیا، اور دوسرے ہی خط مین اس نے یقین دلایا کہ "مراد ہمان است، کہ فیما بین معہود گشتہ" اس کے ساتھ یہ اطلاع دیتے ہوے کہ اس نے معاہدہ کے مطابق شجاع سے بھی استصواب کیا ہے، اپنے وکیل کی بھیجی ہوئی خبر بھی اس طرح مراد کو لکھدی:۔

"از عرضداشت وکیل . . . . بسمت ظہور گرفت، کہ استقلال مخالفت

---

[1] شجاع و مراد کی تخت نشینی کے لیے دیکھو عمل صالح ص ۱۴۱،

در رتق وفتق مہمات وتغیر متصدیان پیشگاہ معلا وتفویض خدمات بجلادمان خود بجدے کہ نباید

انجامیدہ وہمگی سعی مصروف فراہم آوردن خزائن واجتماع عساکر ساختہ وغالباً خبرے کہ وقوع

آں مظنون بود بہ یقین پیوستہ" (۲/۱۶۸)

اس کے بعد مراد نے یہ خواہش ظاہر کی، کہ آگرہ و دوراہہ مین جو گفتگو تھی وہ مجمل تھی، اس لیے قبل اس کے کہ ہم تینون بھائی مشترکہ طور سے کوئی کارروائی کرین، بہتر یہ معلوم ہوتا ہے، کہ ایک مفصل و واضح عہدنامہ ہو جاے، اور صوبے تقسیم کر لیے جائین، لیکن اس وقت چونکہ شجاع سے اس کے متعلق کوئی گفتگو ممکن نہ تھی، اوران لوگون کو اس بات کا علم تھا، کہ شجاع بنگالہ واڑیسہ کے علاوہ بہار کا خواہان ہے، اس لیے انھون نے الہ آباد و بنارس تک کا علاقہ چھوڑ کر باقی مملکت کی باہم تقسیم کر لی، اورنگزیب نے اس معاہدہ کو لکھا کر مراد کے پاس بھیجدیا، ہم نے اصل کتاب مین اس معاہدہ اور اس کے علاوہ اس کی ضمنی دفعات کو جس کا عاقل خان نے تذکرہ کیا ہے، درج کر دیا ہے، (دیکھو خط نمبر ۴/۱۶۷) اس کی موجودگی مین اورنگزیب کے متعلق مذکورۂ بالا الزام بالکل باقی نہین رہتا[1]، افسوس کہ اورنگزیب کے وہ تمام خطوط جو اس نے مراد کو لکھے تھے، نہین ملے

[1] اس عہدنامہ کے متعلق دیکھو میرا مضمون "دو تاریخی دستاویز" معارف ج ۲۱ ن ۳، روزنامۂ انقلاب لاہور مورخہ ۲۳ اپریل و ۴ مئی ۱۹۲۸ء، اس معاہدہ کے ساتھ اس نے جو خط لکھا ہے، اس مین بھی مراد کو اپنی دوستی کا اس طرح اعتبار دلاتا ہے کہ:-

"اندیشۂ دوی وجدای از اصلا درپیرامن خاطر عزیز خویش راہ ندہند، انشاء اللہ تعالیٰ دقیقہ از دقائق اتحاد فرو نخواہد گشت" (۳/۱۶۹)

مراد جس طرح اپنے خطوط مین سابقہ زبانی معاہدہ کا مسلسل ذکر کرتا اور اسکی فوری تعمیل کے لیے اورنگزیب کو دعوت دیتا ہے، اس کے لیے اس کے خطوط بنام اورنگزیب پڑھو،

البتہ ان خطوط سے جنمین اس نے مراد کے خطوط کا تذکرہ کیا ہے، یا خود مراد کے جوابی خطوط مین جو باتین تذکرۃً آگئی ہین، اُن سے اورنگزیب کے رویہ پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے، مثلاً اورنگزیب نے ابتدا ہی سے اپنا یہ دستور مقرر کرلیا تھا، کہ وہ کسی افواہ کی تصدیق کیے بغیر اُس کو سچ نہ سمجھے اور اسی لیے جب شاہجہان کی موت کی خبر اس کو پہنچی تو مہینوں تک وہ اس کی تصدیق کی فکر مین رہا، مراد اور شجاع کو بھی حزم و احتیاط اور انتظار کی صلاح دی، چنانچہ جب مراد نے سورت کی طرف فوج روانہ کرکے اورنگزیب کو اپنی اس عاجلانہ حرکت کی اطلاع دی تو اُس نے لکھا

"خبرِ وقوعۂ ناگزیر تاحال نرسیدہ و روز بروز آثارِ صحت ظاہر می شود، از جاے خویش حرکت کردن و باظہارِ بعض مراتب پرداختن مناسب نمی نماید، بلکہ آں گرامی برادر نیز بایستے پیش ازیں استفسار تحقیقِ اخبار غبار شورش نمی انگیختند و لشکر را بصوبِ سورت نمی فرستادند و قلعہ آنجا را محاصرہ نمی نمودند، اکنون کہ کار بجاے کہ نبایست رسید، بزودی استخلاصِ آں حصن خاطر جمع سازند تا جمعیتے کہ فراہم آوردہ اند، در رکابِ ایشاں باشد" (۳/۱۶۴)

اسی خط مین شجاع و مراد دونون کو پہلے معاہدہ کی پابندی کا یقین اس طرح دلاتا ہے:

"قرار داد ہماں است کہ بود، انشاء اللہ تعالیٰ فتورے بداں راہ نخواہد یافت، اگر مخالفِ بے دین قصدِ آں طرف کند، ایں نیاز مند بے توقف برہان پور رسیدہ متوجہ پیش خواہد شد، و از اں جانب صاحب مشفق مہربان (شجاع) عزیمت بسمت پٹنہ خواہند فرمود تا "قدوۃ الملاحدہ" با تمامی جمعیت تفرقہ قرین خود نتواند بیک طرف پرداخت و ہمچنیں اگر بجانبِ دیگر روے ادبار آوردہ باشد بایں عنوان ارکانِ ثبات و قرارِ او متزلزل باید ساخت" (۳/۱۶۴)

لیکن مراد اپنی طبیعت سے مجبور تھا، وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرلیتا تھا، تو پھر اُس کے لئے توقف ایک مصیبت ہوجاتی تھی، چنانچہ وہ اورنگزیب کی ہر احتیاطی ہدایت پر اپنی بیزاری

کا اظہار کرکے اورنگزیب کو فوری کارروائی پر مجبور کرتا ہے، ایک خط مین لکھتا ہے:-

"دیر یست کہ مشاہدۂ وضع جدید در بار و بے انتظامیٔ معاملات این، در وقوعِ واقعۂ ناگزیر تردّدے نماندہ، اما بتازگی از نوشتجاتِ مہاجنان و از تقاریرِ کسانِ معتمدِ مخلص کہ آنہا را بجہت اطلاع بر حقیقت فرستادہ بود، بیقین گردانید" (ص ۴۴۲)

اسی خط مین آگے چلکر لکھتا ہے:-

"مخلص ازین آگہی در پئے استعداد و سرانجام است کہ ہر گاہ مشخص بشود کہ اوکس را باین صوبہ فرستادہ بیشتر رفتہ ہر چہ باید کرد بکند، اگر آں صاحب مہربان نیز ازاں طرف متوجہ شوند بہتر، و الا مخلص بہیچ وجہ دریں باب توقف بخود قرار نمی تواند داد" (ایضاً)

اس کے علاوہ دارا ان بھائیون کے خلاف جو کارروائیان کر رہا تھا، ان کے متعلق بھی مراد کے خطوط مین مفصل حالات ملتے ہین، دارا نے کوشش کی تھی کہ شجاع سے مونگیر، مراد سے مالوہ، اور برار اورنگزیب سے واپس لیلے، مراد لکھتا ہے:-

"از آنجملہ آنکہ تغیرِ منگیر از بھائی جیو، و برار از آں صاحب، و محالِ مالوہ ازیں مخلص شہرت دادہ میخواہد خود بگیرد، و ایں احکام را بنامِ نامیٔ حضرت اعلیٰ بستہ نوشتہائے حسب الحکم از نواب علیہ و جعفر خان نویسانیدہ جابجا فرستادہ یا بعد ازیں بفرستد" (ایضاً)

دارا نے اتنا ہی نہین کیا، بلکہ شاہجہان کی طرزِ تحریر کی نقل اتار کر اُسی کے نام سے فرامین بھیجنے شروع کر دیئے، اور بھائیون کے وکلاء کو نظر بند کر دیا، کہ وہ کسی قسم کی کوئی اطلاع اپنی طرف سے نہ دے سکین، اور اگر وہ کوئی خط بھیجین بھی تو وہ، وہ خط ہو جو دربار کا سرکاری منشی ان کو لکھائے، مراد اس طرح اس کی اورنگزیب کو اطلاع دیتا ہے:-

"وکلائے برادراں بمعنی نظر بند اند، کہ ملحد جمیع را گماشتہ کہ در سفر و حضر بر در و بر خانۂ آنہا می[نشستہ]

ومقرر نمودہ کہ اخبار و سوانح انجار امطابق گفتۂ میر صالح برادر روشن قلم منشی بانویسد و لحد خود تقلید خط اقدس رابمرتبۂ کمال رسانیدہ بر فرامین دستخط خود میکند از انجملہ فرمانے است کہ دریں و لا بمخلص رسیدہ" (۲۴۲)

مراد کو بھی عام لوگون کی طرح اس بات کا یقین تھا، کہ شاہجہان کا انتقال ہو گیا ہے اور ۱۴ ستمبر اور پھر اس کے ایک ماہ بعد ۱۴ اکتوبر کو جس شخص نے اپنا درشن دیا تھا، وہ خواجہ سرا تھا، چنانچہ وہ ایک خط مین اپنی پیشقدمی کے اسباب بیان کرتے ہوئے خود شاہجہان کو لکھتا ہے، کہ :-

"چوں دریں مدت شہرت چناں یافتہ کہ تخت سلطنت و وسادۂ دولت از جلوس فیض مانوس جہاں خالیست و مدتیست کہ سلطان دارا شکوہ یکے را کہ بصورت قدسی طینت بادشاہ جہاں شباہتے تمام دارد، گاہے از دریچہ یا غرفہ برآوردہ بمردم می نماید، و آں صورت بے معنی سلام مردم می گیرد ....

.... از روے فرط بے اختیاری عنان گسل بایں طرف آمدیم" (۲۴۳)

یہ تھین دارا کی کاروائیان، جنھون نے ان بھائیون کو ایسے نازک موقع پر متحد کر دیا تھا، اور یہ تھین "شاہ بلند اقبال" کی سازشین جنھون نے ہر بھائی کو اس سے بددل بنا رکھا تھا، مگر قبل اس کے کہ ہم اورنگزیب کے طریقۂ عمل پر بحث کرین، مراد کی ایک اور کاروائی کی طرف بھی ناظرین کی توجہ مبذول کرا دینا چاہتے ہین، تاکہ اس کی نظر بندی کے معاملہ کو سمجھنے کیلئے سہولت ہو،

مراد اور درباری امراء | مراد اگرچہ بہت صاف دل تھا، اور ہمیشہ تلوار کی زبان سے فیصلہ سنانے کا

تھا، لیکن پھر بھی اس نے اس جنگ سے پہلے ہی مختلف امراء کو اپنا ہمراز و شریکِ کار بنانے کی کوشش شروع کی تھی، اور ان امراء نے بھی اسکی افتادِ طبیعت کو سمجھتے ہوئے اس سے زبانی طور سے اس کا وعدہ کر لیا تھا، چنانچہ خود مہاراجہ جسونت سنگھ سے بھی اس نے اس قسم کا وعدہ لیا تھا اور جب وہ دارا کی طرف سے مراد کو روکنے کیلئے آیا تو اس شہزادہ نے سمجھا کہ وہ اس بہانہ سے اُس سے ملنے آرہا ہے، چنانچہ ایک خط میں اس کو لکھتا ہے:۔

"دوست حقیقی مخلص یکرنگ من مہاراجہ جسونت سنگھ .... بداند کہ بمقتضائے عہد و قول کہ درمیانِ ما و آں مہاراجہ .... مقرر گشتہ یقین حاصل است کہ دریں وقت شریک و رفیقِ ما خواہند بود و بآں عہد وفا خواہند کرد، بلکہ بہمیں ارادہ بہر بہانہ خود را از دربیروں کشیدہ بایں حدود آمدہ اند کہ پیشِ ما بیایند" (ص ۲۵۶)

اسی طرح کے خطوط اس نے خانجہان، مخلص خان، افتخار خان، نصیری خان، وغیرہ کو بھی لکھے، اس کے خطوط کا مطالعہ اور اس کے بعد کی کارروائیاں اس بات کو صاف صاف بتاتی ہیں، کہ وہ اپنے دل میں یہ سمجھے ہوئے تھا، کہ وہ اورنگزیب کے سامنے جو کچھ اظہارِ عجز و اطاعت کر رہا ہے، وہ وقتی اور مجبوری کی وجہ سے ہے، کہ وہ اکیلا کچھ نہ کر سکتا تھا، اور اُسے جونہی موقع ملیگا، وہ فوراً اورنگزیب کو بھی شکست دے کر تمام ہندوستان کا بادشاہ بنجائے گا، مگر ایسا نہیں ہوا، اور وہ جو جال اورنگزیب کے لیے بچھا رہا تھا، اس میں خود گرفتار ہوگیا۔

اورنگزیب کی حالت

گذشتہ باب میں ہم بتا آئے ہیں کہ کس طرح ٹھیک اُس وقت جبکہ اورنگزیب بیجاپوریوں کو منہ مانگی صلح کرنے پر مجبور کر رہا تھا، دارا نے شاہجہان سے فرمان بھجوا کر اس کی فاتحانہ پیش قدمی کو روک دیا تھا، کس طرح وہ ابھی شرائطِ صلح طے، اور ان کی تعمیل کرانے ہی کی

فکر مین تھا، کہ دارا نے تمام سرکاری فوج کو واپسی کا حکم دے کر اُس کی جنگی حالت کو نازک تر
بنا دیا تھا، کس طرح ٹھیک اسی زمانہ مین شاہجہان کی علالت اور دارا کے تغلب نے اُسے بے دست
و پا کر دیا تھا، اور کس طرح ایک مشکل اور ناقابلِ حل گتھی اُس کے سامنے تھی، ایک طرف تو
وہ اپنی آنکھون سے دیکھ رہا تھا، کہ دارا نے یہ چال چلکر اُس کے ثمراتِ فتح کو اس کے ہاتھ سے
چھین لینے کی کوشش کی ہے، دوسری طرف اُسے اپنی فوج کی اچانک کمی مین اس بات کا
خطرہ نظر آرہا تھا، کہ بیجاپوری اس کی حالت سے فائدہ اٹھا کر اُس کی فوج پر حملہ اور شرائطِ صلح
کی تکمیل سے انکار نہ کردین، اس کے ساتھ اس کے سامنے ایک اور اہم سوال تھا، اگر وہ بیجاپوریون
سے شرائط منوانے مین اپنا وقت صرف کرتا ہے، تو وہ دارا کو اس بات کا موقع دیتا ہے،
کہ وہ اپنی قوت کو مستحکم اور ذرائع کو وسیع تر کرکے اورنگزیب کو بالکل ایک بے اثر عنصر بنا دے،
اور اگر وہ اپنی مدافعت مین دارا سے نجات حاصل کرنے اور شاہجہان کو اس کی قید سے چھڑانے
کا سامان کرتا ہے، تو نہ صرف یہ کہ بیجاپوریون سے جو کچھ فوائد حاصل ہونے والے ہین، اُن سے
اس کو دست کش ہونا پڑتا ہے، بلکہ اُسے اس بات کا بھی خوف ہے، کہ جونہی اصل حقیقت
آشکارا ہو جائے گی، نہ صرف بیجاپوری نڈر ہو جائین گے، بلکہ قطب الملک، کرناٹک کی طرف
پیشقدمی شروع کر دے گا، اور شیواجی اپنی عادت کے مطابق مغل علاقہ کی تاخت پر اتر
آئے گا، غرض یہ متضاد صورتین تھین جنمین اورنگزیب گھرا ہوا تھا، اُسے بیجاپوریون سے شرائط
منوانی تھین، اُسے قطب الملک اور شیواجی سے پرامن رہنے کا وعدہ لینا تھا، اُسے اپنے
گذشتہ معاہدہ کے لحاظ سے اپنے بھائیون سے اشتراکِ عمل کرنا تھا، اُسے اپنی مدافعت اور
شاہجہان کی آزادی کے لیے دارا سے برسرپیکار رہنا تھا، اور اُسے وہ سب کچھ کرنا تھا، جو ایسے
موقع پر ایک مدبر، دوراندیش اور مشکلات سے گھرے ہوئے شخص کو کرنا چاہیے تھا، ان

صفحات مین ہم اسی اجمال کی تفصیل بیان کرین گے،

جس وقت اورنگزیب کو شاہجہان کے حکم صلح اور دارا کی فوج کی واپسی کے فرمان نے پریشان کر رکھا تھا، شاہجہان کی خبر علالت ہی نہین بلکہ افواہ مرگ اور دارا کی معاندانہ، غیر دانشمندانہ اور غیر مدبرانہ کارروائیون نے اُس کے سامنے مشکلات کی ایک دیوار قائم کر دی، اُس کے سامنے دو اہم ترین چیزین تھین، دونون کو تکمیل کے درجہ تک پہنچانے ہی مین اوسکی کامیابی مضمر تھی، اس کے ساتھ یہ بھی صاف معلوم ہوتا تھا، کہ ایک کا حصول دوسرے سے محروم کر دے گا، یہ اورنگزیب ہی تھا جس نے اپنے تدبر اپنی حکمت علی، اپنے طریقہ کار اور اپنی انتہائی دور اندیشی سے دونون چیزون کو حاصل کر لیا،

اورنگزیب اس زمانہ مین جس دماغی ابتلا مین گرفتار تھا، اس کا ثبوت اس کے خطوط سے ملتا ہے، اسکے پاس اسوقت میر جملہ کے سوا کوئی دوسرا مخلص دوست نہ تھا، اس لیے وہ ہر معاملہ مین اُس سے مشورہ کرتا ہے، اُسی کو بیجاپوریون سے شرائط صلح منوانے کے لیے بھیجتا ہی، اُسی کی رائے دریافت کرنے کے لیے اپنے معتمدون اور ایماندار نوکرون کو روانہ کرتا ہے، اور اُسی کو اپنے درد دل کی داستان سناتا ہے، مگر قبل اس کے کہ ہم اس کی کارروائیون کو بیان کرین، ہم اس بات کو واضح کر دینا چاہتے ہین، کہ اورنگزیب نے برادرانہ جنگ کے سلسلہ مین جو کچھ کیا، وہ ہرگز شاہجہان کے خلاف نہ تھا، بلکہ اس نے اپنی مدافعت کی طرف پہلا قدم اُس وقت بڑھایا، جب کہ اس کو یقین ہو گیا، کہ اگر شاہجہان مر نہین چکا ہے، تو کم از کم اُس کے ہاتھ سے حکومت ضرور نکل کر دارا کے قبضہ اختیار مین جا چکی ہے ہم یہان پر اس کے متعدد خطوط کے اقتباسات اپنے دعوی کے ثبوت مین پیش کرتے ہین، وہ شاہجہان کو لکھتا ہے:-

"قبلہ دین و دنیا سلامت! چون مکرر استماع یافت کہ ذات ملکی صفات از تکثیر مدنی تنہا بیت

نقاہت وضعف بہم رسانیدہ وبہین برادر متصدی امورِ سلطنت شدہ اوامر احکام بادشاہی بدونِ عرضِ اقدس، بطورِ خود سرانجام دادہ، وہیچ امرے باختیارِ والا نگذاشتہ حتی کہ خطابِ خانی ومنصبِ کلاں بہ نوکرانِ خود میدہند، در اکثر صوبجات وچکلہا پیشکاران دیوانیان و فوجداران ووقائع نگاران ودیگر اہلِ خدمت از جانبِ خود تعیین کردہ اند وبراے ناموری (براے نام؟) راے رایان را در کچہری می نشانند، والا تمام رتق وفتقِ معاملاتِ خالصہ ودیگر امور مالی وملکی بعہدۂ اہتمام معین الدین خاں کہ الحال خطاب وزیر خاں یافتہ مقرر کردہ اند، وتعین ساختنِ افواج بر سر برادرِ والاقدر محمد شجاع بے صلاح آں قبلۂ جہان وجہانیان بوقوع آمدہ، ہرگاہ حال چنیں باشد، مریدانِ خاص وفرزندان با اخلاص را لازم است، کہ خار از میان برداشتہ بدریافتِ ملازمتِ قبلہ وکعبۂ حقیقی سعادت دارین حاصل کنند، ودرین وقت بخدمت فیض موہبت مستعد گردیدہ بموجبِ حکم قدسی در تمشیت وانتظامِ ممالکِ محروسہ کہ از بد پروازی بہین برادر درہم خوردہ، سعی واجتہادے بکار برند، وہر کہ از بندہاے بادشاہی بمقتضاے حرام نمکی مصدرِ شوخی وبے اعتدالی گردیدہ سزاے لائق در کنارِ او نہند،

لہذا ایں فدوی عقیدت سرشت بعزم سرانجام مطالبِ معروضہ فی الصدر از مکانِ اقامتِ خود کوچ نمود" (۳/۱۱۸)

ایک اور خط میں لکھتا ہے:۔

بعرضِ اشرفِ حضرت ظلِ سبحانی خلیفۃ الرحمانی میرساند کہ چوں اختیارِ روادارئ ملکی ومالی آنحضرت نماندہ ومواد استقلال وتصرف شاہزادہ کلاں در حلِ عقدِ امور جہانبانی ازاں گذشتہ کہ بشرح وبیان راست آید، لاجرم بوسیلۂ مزید عزت واعتبار

وعلت دوامِ تسلط و اقتدار ہموارہ درمقام ایذار وآزار نیازمند بودند و مدار کار بر پیش رفتِ خواہشِ طبعِ خویش نہادہ، آنچہ متضمنِ فساد و بلا و عدم صلاحِ عباد بود بعمل می آوردند، و راہِ منافع از ہر سو بر روے خیراندیش مسدود ساختہ خواست کہ بایں طریق ابوابِ مداخلِ خزانۂ دکن کہ قلت ازاں علت خرابی و پراگندگی لشکر است، بر روے روزگار این رضا جوے فراز نمود" (۴۲/۱۱۹)

اورنگزیب کے آخری خطوط جو شاہجہان کے نام سے ہین، اس کے اس ارادہ کی تشریح سے بھرے ہوئے ہین، ان کے علاوہ اس نے میر جملہ کو جو خطوط لکھے ہین، ان مین بھی صاف صاف کہدیا ہے کہ وہ بادشاہ کے زندہ و صاحبِ اقتدار ہونے کی حالت مین اس قسم کی کوئی کارروائی نہین کرنا چاہتا، بلکہ وہ اپنی مدافعت اور اپنے حقوق کی حفاظت مین جو کچھ کرنا چاہتا ہے، اُس وقت کرے گا، جب کہ اس کو یقین ہو جائے، کہ شاہجہان دنیا مین عملی حیثیت سے موجود نہین ہے، چنانچہ ایک خط مین لکھتا ہے :-

"پوشیدہ نماند کہ این ارادہا . . . . وقتے از قوت بفعل میتواند آمد کہ وقوعِ قضیۂ ناگزیر مشخص شود و این خبرِ ناخوش برسد وگرنہ چہ احتمال دارد کہ درحین حیاتِ اعلحضرت و پیش از ظہورِ قصد و ما فی الضمیرِ رفقاے دیگر بچنین امرے اقدام نمودہ آید" (آداب نمبر ۲۱۱)

اس کے بعد اس کو اطلاع ملی، کہ اگرچہ شاہجہان مرا نہین ہے، لیکن پھر بھی وہ عملی حیثیت سے بے کار ہے، اور اس کا مرض اس قدر سخت ہے، کہ اس سے شاید نجات نہ پا سکے، چنانچہ وہ اسی میر جملہ کو ان حالات کی اطلاع اس طرح دیتا ہے :-

(۱) "خبرِ تازہ کہ . . . . از دربارِ جہان مدار رسیدہ . . . . اختیار با صاحبِ معاملہ نماندہ، صورتِ معاملات آنجا رنگِ دیگر گرفتہ و احتمال کہ طاقت

کبری روے دادہ باشد، واز راہِ تدبیر .... اخفار امصلحت دانستہ روزے چند پنہاں می داشتہ باشند" (آداب)

(۲) اگر امرے حادث نشدہ، اظہار ایں مراتب چرا است، و موجب ایں ہمہ جرأت چیست .... ہرگاہ کار اینجا رسیدہ باشد، حال از دو بیروں نیست یا سانحہ ناگزیر رُو داد یا مرض از مداوا گذشتہ عنانِ اختیار از دست رفتہ است و در ہر صورت سعی باید نمود" (آداب)

اس قسم کی خبروں کے بعد بھی اورنگزیب نے سررشتۂ اطاعت کو ہاتھ سے نہ چھوڑا، اور اس نے جو کارروائی بھی کی، اس کے لیے اس نے پہلے سے یہ طے کر لیا، کہ اگر بادشاہ اچھا ہو گیا، تو وہ اس کے کیا معنی پہنائے گا، چنانچہ جب اس نے فوج جمع کرنے کا کام شروع کیا، تو یہ سوچ لیا کہ اگر شاہجہان اس سے بازپرس کریگا، تو وہ کہدیگا، کہ یہ فوج بیجاپوریوں کے مقابلہ کے لیے جمع کیگئی تھی، یا جب وہ بیدر سے اورنگ آباد کی طرف لوٹا ہے، تو اس نے اس کے متعلق یہ عذر سوچ لیا تھا کہ وہ اپنی حرم کی وفات کو اس کا بہانہ بنائے گا، اور اسی لیے اس نے جو راستہ اختیار کیا، وہ ایسا تھا، جو برہان پور بھی جاتا تھا، اور دولت آباد بھی، تاکہ اگر اس کو بادشاہ کی صحت کی صحیح اطلاع مل جائے تو وہ سیدھا دولت آباد کو چلا جائے، ورنہ برہان پور کی طرف روانہ ہو، یہ تمام حالات مفصل طور سے ان خطوط میں جو اس نے میر جملہ کو لکھے یا ابوالفتح سے لکھائے ہیں، موجود ہیں، اس کے علاوہ اس نے آخری وقت تک دکنی ریاستوں سے جو خط و کتابت کی ہے، اس میں اس نے کہیں بھی اپنے کو آزاد و مطلق العنان ظاہر نہیں کیا ہے، بلکہ ہمیشہ یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے، کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے شاہجہان کے حکم کے ماتحت کر رہا ہے، اور یہ اس کی حقیقی نیت کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے، اس کے مقابلہ میں اس کے باقی دو بھائیوں کے حالات ہمارے سامنے ہیں، اور یہ اورنگزیب کے طریقۂ کار کو واضح کرنے کے لیے

کافی ہین،

اب اورنگزیب کے سامنے تین کام تھے، بیجاپوریون سے شرائطِ صلح منوانا، اپنی رفعت مدا اور برادرانہ معاہدہ کی پاسداری، اورنگزیب نے ان تینون کامون کو جس مدبرانہ طریقہ سے انجام دیا، ان کو اجمالاً گذشتہ صفحات مین لکھ آئے ہین، اب ذرا تفصیل کیساتھ ان کو بیان کرنا چاہتے ہین،

بیجاپور سے صلح ہم دیکھ چکے ہین، کس طرح دارا نے صلح کے احکام اور فوج کی واپسی کے فرمان بھیجکر اورنگزیب کی حالت کو نازک کر دیا تھا، اور کس طرح شاہجہان کی علالت، پھر موت کی افواہ، اور غیر مآل اندیشانہ کارروائیون نے اس حالت کو آخری درجہ تک پہنچا دیا تھا، اور کس طرح بیجاپوریون نے ان واقعات کی خبر پاکر تعمیلِ شرائط مین نہ صرف تساہل بلکہ معاندانہ رویہ اختیار کر لیا تھا، اورنگزیب ایسی حالت مین جو کچھ کر سکتا تھا، وہ یہ کہ پہلے وہ پوری کوشش کے ساتھ شرائط کی تکمیل کرائے، یا پھر مراحم خسروانہ کے نام سے بیجاپوریون کے حسب خواہش معاملہ کو طے کر کے، اپنا ظاہرا وقار ہی قائم رکھے، چنانچہ اس نے اسی طریقہ کو اختیار کیا، پہلے اس نے ۲۹ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ (۲۸ ستمبر ۱۶۵۷ء) کو میر جملہ کو شرائطِ صلح کے مطابق پرینڈہ کے قلعہ پر قبضہ اور قاضی نظاما کو تاوانِ جنگ کی رقم وصول کرنے کے لیے روانہ کیا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ بیجاپوری اصل معاملہ سے واقف ہو چکے ہین اور اب اُن سے تعمیل شرائط صلح کرانا محال ہے، تو اُس نے چاہا کہ جس صورت سے بھی ہو، صلح کر لیجائے مگر اس امید پر کہ شاید اوس کی دھمکی سے کوئی مفید کام انجام پا جائے، اُس نے علی عادل شاہ ثانی، اس کی منھ بولی مان اور دوسرے لوگون کو لکھا کہ اگر وہ شرائط کی تعمیل مین تاخیر کرین گے، تو وہ بادشاہ کے حکم سے دوبارہ حملہ کر دے گا، لیکن اوس کے ساتھ ہی وہ اپنی کمزوری سے بھی اچھی طرح واقف تھا، اوس کے سامنے دربار

کے حالات اور بھائیوں کی کارروائیاں بھی تھیں، اس لیے اُس نے میر جملہ کو پہلے خط لکھا کہ

"قلعہ دار پرندہ را بہر طریق دانند راضی بتسلیم قلعہ بکنند" (آداب نمبر ۲۰۶)

اور قلعہ دار کی استمالت کے لیے ایک فرمان بھی بھیجا گیا، لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، اس کے بعد اورنگزیب نے میر جملہ کے کہنے سے اپنے بیٹے محمد سلطان کو فوج کے ساتھ بھیجا لیکن اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا، دوسری طرف شاہجہان کے متعلق جو خبریں آرہی تھیں، وہ اس کے پیمانۂ صبر کو لبریز کر رہی تھیں، اور وہ بار بار میر جملہ کو لکھ رہا تھا کہ

"اخبارِ دربار انتشار یافتہ، ہر قدر زود تر سرانجام مہم بشود، اولیٰ وانسب است"

اس کے بعد شہزادہ محمد سلطان کی واپسی پر اس نے شہزادۂ معظم کو میر جملہ کے پاس بھیجا لیکن یہ تمام ترکیبیں بے کار ثابت ہوئیں، اورنگزیب سمجھ رہا تھا، کہ اب نہ تو پرندہ کا قلعہ ہی مل سکتا ہے، اور نہ قاضی نظام تاوانِ جنگ کی رقم ہی وصول کر سکتا ہے، اور اگر اس نے اسپر اصرار کیا، تو ممکن ہے، کہ وہ دارا کے مقابلہ کے بھی قابل نہ رہے اسلیے اس نے ایک طرف تو یہ طے کیا، کہ اب جبکہ بیجاپوریوں کو اصل حقیقت سے واقفیت حاصل ہو چکی ہے، کیوں نہ بات صاف صاف کہکر گذشتہ شرائط کو چھوڑ کر جدید طریقہ سے براہ راست معاہدہ کیا جائے اور دوسری طرف اس نے فوج جمع کرنا شروع کیا، پہلے معاملہ کے متعلق اس نے جو ہدایات میر جملہ کو لکھی ہیں، وہ یہ ہیں :-

"معاملۂ بیجاپور را بدیں عنوان مشخص باید کرد، کہ آوازۂ توجہ نواب شاہزادۂ جواں بخت و نہضت موکبِ عالی بصوبِ پرندہ وآں حدود و امثالِ ایں مقدمات را دست آویز ساختہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مقرر نمایند، کہ آں ہمہ

ستیز و کاوش که در باب پیش کش و تسلیم پرنده و ولایت متعلقۂ نظام الملک باشد محض بجہت متالِ احکامِ بارگاہِ معلی بود، واکنون که قضایا ے آنجا صورتِ دیگر گرفته نمایاں آمده از خدمت عالی التماس مینمائیم که شمارا چنانچه باوجود تاکید وقدغن که درباب اخلاص قلاع از درگاه صادر می گشت، بقبول مصالحه سرفراز ساخته اند و پیشکش و ولایت رانیز بخشیده بدیں عنایات بے اندازه اختصاص کرامت فرمایند و تکلیف ادا ے مبلغ و تفویض قلاع مملکتے که داخل مصالحه شده بود، نموده ازروے تفضل معاف دارند، مشروط بآنکه آنها نیز قدر ایں بنده نوازی و دستگیری که در متخیلۂ آنها نمی گذشت دانسته، برعهد و پیمان مستقیم باشند و از سر دعوی ظفرآباد و کلیانی و مضافاتِ آں درگذشته درہیچ وقتے از اوقات اندیشۂ تعرض بداں نه نمایند، و باغواے کسے از راه، به طریق نزاع و نفاق نپردازند و از صمیم قلب غاشیۂ دولت خواهی و خیراندیشی راآرایشِ دوشِ خود ساخته ارتکابِ خلاف عهود و مواثیق که بمیاں آمده جائز ندارند، بمقتضاے حق شناسی بازاے ایں مراحم و اشفاق نمایاں هرچه خواهند و مناسب دانند از نقد و جواهر و افیال بخدمتِ والا برسمِ نیاز بفرستند"

لیکن میر جملہ کا خیال تھا، کہ وہ بیجاپوریون سے شرائطِ صلح منوانے مین کامیاب ہو گا، اس لیے اس خط کے پہنچنے کے بعد بھی وہ عرصہ تک اپنی کوشش مین لگا رہا، تا آنکہ دسمبر مین اس کے پاس شاہجہان کی طرف سے واپسی کا آخری فرمان پہنچ گیا، اس وقت صرف اسی وعدہ پر کہ بیجاپوری، اورنگزیب کی عدم موجودگی کی حالت مین اپنے حدود سے آگے نہ بڑھین گے، تمام شرائطِ صلح معاف کر کے وہ واپس ہوا، اورنگزیب نے اس سلسلہ مین جو خطوط عادل شاہ، قطب الملک، میر جملہ وغیرہ کو لکھے ہین، وہ اس زمانہ کی کیفیت اور

مختلف مدارج پر صاف روشنی ڈالتے ہین، لیکن ہم طوالت کے خیال سے اون کو درج نہین کرتے،

گولکنڈہ وغیرہ

اسی سلسلہ مین شاید یہ بتا دینا بیجا نہ ہوگا، کہ ضرورت وقت کا لحاظ کرتے ہوے اورنگزیب نے عبداللہ قطب الملک سے بھی مصالحانہ گفتگو شروع کردی تھی، گولکنڈہ کی جنگ کے بعد سے قطب الملک نے جو منافقانہ رویہ اختیار کر رکھا تھا، اور جس طرح دارا کی حمایت حاصل کر کے اورنگزیب کی غلط شکایات سے شاہجہان کو اس کی طرف سے بدظن کر دیا تھا، اس کا حال ہم لکھ آئے ہین، لیکن اب حالات کا اقتضا یہ تھا، کہ ایسی حالت مین جب کہ اورنگزیب دکن سے ہزارون میل دور اپنی قسمت آزمائی کے لیے جا رہا ہے، کم از کم اس کے دکنی علاقہ مین تو کامل امن و سکون رہے، کہ اگر ضرورت ہو تو واپس آکر یہان اس کو پناہ تو مل جائے اس سلسلہ مین بھی وہ شجاع و مراد کے مقابلہ مین بدقسمت تھا، کہ ان کے صوبون کے چارون طرف سرکاری ہی علاقے تھے اور اورنگزیب کو ایک طرف بیجاپوریون کا خطرہ تھا، دوسری طرف قطب الملک کا خوف تھا، اور تیسری طرف مرہٹون کا ڈر، بیجاپوریون کو اس نے جس طرح رام کیا، اس کا حال ابھی ابھی ہم لکھ آئے ہین، قطب الملک کو اورنگزیب نے لکھا کہ اگرچہ اس کی معاندانہ کارروائیان اس قابل تو نہین ہین، کہ اس سے کسی قسم کی رعایت کیجاے، لیکن چونکہ اب اس نے خود پیشقدمی کی ہے، اس لیے وہ ایک مرتبہ پھر اُسے مراحم خسروانہ سے سرفراز کرتا ہے، لیکن شرط یہ ہے، کہ وہ جادۂ استقامت سے منحرف نہ ہو، اور وعدہ کے مطابق کرناٹک کے مغل علاقہ سے اپنی فوج واپس بلالے،

اسی کے ساتھ اس نے دیوگڈہ، چاندہ وغیرہ کے راجاؤن کو بھی استمداد و استمالت کے خطوط لکھے، اور اس طرح اپنے علاقہ کے سرحدی معاملات کو طے کر کے جنگ کی تیاری

کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گیا،

اورنگزیب کی تیاری ستمبر سے لے کر ابتداے جنوری ۱۶۵۸ء تک اورنگزیب بیکار خط و کتابت اور سرحدی معاملات کے طے کرنے ہی مین مشغول نہ رہا، بلکہ اس نے اس کے ساتھ ہی جنگی تیاری بھی شروع کر دی، لیکن ہمین اس نے اس قدر احتیاط برتی، کہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے، اگرچہ اس کو کامل یقین تھا، کہ شاہجہان ایک ایسے مرض مین مبتلا ہے جس سے جانبر ہونا ناممکن ہے، اور وہ یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا، کہ دارا سیاہ و سفید کا مالک ہو چکا ہے، پھر بھی وہ ہر کام کو اس طرح کرتا تھا، کہ اگر شاہجہان اچھا ہو جاے، اور اس سے اس کی کارروائی کے متعلق بازپرس کرے، تو وہ تشفی بخش جواب دے سکے، اس کا یہ طرز عمل ہمارے اس دعوی کو کہ اس نے جو کچھ کیا، وہ دارا کی برادرکش کارستانیون سے تنگ آکر دارا ہی کے خلاف کیا، قوی تر بناتا ہے، اس سلسلہ مین اس نے اپنے مشیر خاص میر جملہ کو جو خطوط لکھے ہین، وہ اس طرز عمل کے آئینہ دار ہین، ایک خط مین فوج جمع کرنے کے سلسلہ مین وہ لکھتا ہے، کہ اگر بادشاہ نے اچھے ہو کر اس کے متعلق سوال کیا تو وہ یہ جواب دیگا، کہ اس نے اس وجہ سے فوج جمع کی تھی کہ

"اگر اعلیحضرت بصحت و عافیت و سلامت و سعادت توجہ اقدس بسر انجام این کار (فتح بیجاپور) داشتہ حکم فرمایند کہ بیجاپوریاں را بحال شاں نگذاشتہ باید بآنہا پرداخت .... بازخواست تقصیرے کہ نمودہ اند، ...... شایستہ می تواں کرد" (آداب نمبر ۲۰۹)

ایک دوسرے خط مین وہ اسی بات کو اس سے زیادہ واضح طور پر اس طرح ظاہر کرتا ہے،

"چوں کمال استقلال آں طرف (دارا) و آنچہ از نوشتجات وکیل ہویدا گشتہ دلیل آن است کہ رہائی ازیں مرض از دائرۂ امکانِ مداوی بیرون است، و امید زندگی منقطع شدہ .... و اختیار و اقتدارے کہ

از لوازمِ نشأ حیات تواند بود، نماند، ظنِ غالب آن است که کار از کار گذشتہ باشد . . . . در صورتیکہ با وجود مشاہدۂ این امور در تہیۂ اسباب و اظہار داعیہ کوتاہی رود، مردم بچہ امید قرارِ ہمراہی میتوانند داد، بعد ازانکہ این جماعت ناشخص کہ درین جا اند، تساہل و تکاسلِ این جانب را ملاحظہ نمودہ، کام و ناکام بدر روند، و بر اہلِ دربار نیز ظاہر شود، کہ کیفیتِ حال چیست، دیگر رجوعِ دنیا طلبانِ جاہ جو ممکن نیست، بنا بران برائے خورشید ضیا چنین اقتضا فرمودہ کہ اگر از معاملاتِ بیجاپور بزودی فراغ حاصل شود، اصوب خواہد بود، تا پیش ازانکہ پردہ از روئے کار برافتد . . . .

موکبِ اقبال قرینِ داخلِ برہانپور گردد" (آداب نمبر ۲۱)

اورنگزیب کی واپسی | انہی باتون کو پیش نظر رکھکر اور شاہجہان کے حکم واپسی پر بھروسہ کرکے اورنگزیب خود ۴ محرم ۱۰۶۸ھ (۴ اکتوبر) کو کلیانی سے روانہ ہوا، اور ۱۱ محرم (۹ اکتوبر) کو بیدر پہنچا، یہان پہنچکر اس نے پہلا جو کام کیا وہ یہ تھا کہ تسخیر کے وقت قلعہ کو جو صدمات پہنچے تھے، ان کی مرمت کرائی، اسی عرصہ مین اسکو ۱۹ محرم (۱۷ اکتوبر) کا آگرہ کا ایک خط ملا، کہ بادشاہ اب ایک عضوِ معطل ہے، اس لیے یہان ٹھہرنا بیکار سمجھ کر اس نے قلعہ کو اپنے ایک افسر میر جعفر کے حوالہ اور اس کی حفاظت کے لیے ایک فوج مقرر کرکے دوسرے ہی دن ۲۰ محرم (۱۸ اکتوبر) کو بیدر چھوڑ دیا، مگر ابھی ایک ہی دن گذرا تھا، کہ اُسے ۲۱ محرم (۱۹ اکتوبر) کو اطلاع ملی کہ دسٹن محرم (۸ اکتوبر) کو اوس کی سب سے زیادہ عزیز و خاص محل دلرس بانو کا جو مرزا شاہ نواز خان کی بیٹی تھی، طویل علالت کے بعد انتقال ہو گیا، اس وقت اورنگزیب کو جو روحانی صدمہ ہوا، اور اس کا انتشار جس طرح مضاعف ہو گیا، اس کا حال اس خط سے جو اس کے منشی نے میر جملہ کو لکھا ہے، ظاہر ہے، لیکن ایسی حالت

مین بھی اورنگزیب نے بلند ہمتی اور فراخ حوصلگی سے کام لیکر اپنے سفر کو جاری رکھا،[1]
لیکن اب اس کے سامنے پھر وہی سوال تھا، کہ آیا وہ سیدھا برہان پور چلا جاے یا دربار کی اطلاعات کے متعلق کچھ اور توقف کرے، اس لیے اس نے ایک ایسا راستہ اختیار کیا جو آگے چل کر دو شاخون مین منقسم ہو جاتا تھا، ایک سڑک تو اورنگ آباد چلی جاتی تھی، اور دوسری برہان پور، اس مرکزی جگہ کا نام پاتھری تھا، اورنگزیب نے اس راستہ کو جس خیال سے اختیار کیا تھا، اس کا حال خود اس کے منشی کی زبانی سنیے:-

"خبرِ کدورت اثر، کلفت ثمر قضیۂ ناگزیر (وفاتِ حرم اورنگزیب) .... بسامعِ والا رسیدہ ہوش ربا و ملال افزا گردید، و درچنیں اوقات کہ دل و دماغ متوجہ تبییضِ امورِ نہی باشد بنابراں بکمترین اشارہ فرمودند کہ .... مفصلاً قلمی نماید .... اگرچہ از سنوحِ ایں نائبہ خاطرِ مبارک بغایت متاثر شدہ و از احوالِ اہلِ حرم محترم علی الخصوص پردگیانِ حریمِ سلطنت و شاہزادہاے قدسی منزلت خبر گرفتن و باستمالہ و دلاسا و دلجوئی ایشاں پرداختن لازم است، لیکن باوجود ایں حالت بمقتضاے علو ہمت و فراخ حوصلگی قرار دادہ کہ تا پاتھری کہ راہِ برہان پور از انجا جدا میشود، و بے آنکہ در طے مراحل بسرعت بکار رود، تشریف ببرند، و دریں اثنا اگر خبرِ شخص از دربار برسد .... بصوبِ برہان پور نہضت فرمایند و بر تقدیرے کہ حالِ دربار بر بہاں منوال ظاہر شود، ...."

[1] واضح ہو کہ شاہجہاں نے اورنگزیب کو حکم دیا تھا، کہ وہ اس وقت تک کہ بیجا پور کی شرائطِ صلح کی تعمیل نہ کرین، بیدر ہی مین مقیم رہے، اور اگرچہ وہ دربار کی خبرون سے متوحش ہو کر چل پڑا تھا، پھر بھی اسکو اس کا خطرہ لگا تھا، کہ اگر بادشاہ نے اچھے ہو کر اس سے باز پرس کی تو کیا جواب دے گا، لیکن بیوی کی خبر موت نے اس کے لیے ایک معقول عذر پیدا کر دیا،

بدولت آباد کشیدہ و مہماتِ آنجا بقدرِ انتظامی دادہ منتظرِ وصولِ خبرِ مشخص باشند، ع

تا خود فلک از پردہ چہ آرد بیروں" (آداب)

پاتھری پہنچکر دربار کی خبرِ مشخص کے لیے کئی دن ٹھہرا رہا، اس عرصہ میں اس نے چاہا کہ اپنے بڑے بیٹے محمد سلطان کو برہان پور بھیجدے، تاکہ جو شاہی افسر آگرہ جا رہے ہیں، انکو روک لیا جاسے لیکن میر جملہ کی طلب پر شہزادہ کو اس کے پاس بھیجدیا گیا، البتہ ۳۰ محرم (۲۸ اکتوبر) کو اورنگ زیب نے اپنے رضاعی بھائی ملک حسین کو یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ

"بہانندیہ رسیدہ، بضبطِ تمام معابر گذر ہائے دریائے نربدہ قیام نماید، و نوعے کہ باید بمراسم آں پرداختہ اگر تو اند از مردم کار آمدنی جمعیتے شایستہ نگاہ دارد" (آداب)

اس جگہ اُسے خبرِ مشخص نہ ملی، بلکہ اس کی جگہ اسے اپنے وکیل کے علاوہ خود متصدی آگرہ کا خط ملا جسمیں اورنگزیب کو اپنی اطاعت کا یقین دلایا گیا تھا، اور اس سے اورنگزیب نے یہ نتیجہ نکالا کہ

"اگر امرے حادث نشدہ، اظہارِ ایں مراتب چرا است و موجبِ ایں ہمہ جرأت چیست . . .

. . . . ہرگاہ کار باینجا رسیدہ باشد، حال از دو بیروں نیست، یا سانحۂ ناگزیر روے دادہ یا مرض از مدا و اگذشتہ عنانِ اختیار از دست رفتہ است و در ہر دو صورت سعی باید نمود" (آداب)

اب بھی اورنگزیب نے حزم و احتیاط کو نہ چھوڑا، اور بجائے اس کے کہ سیدھا برہانپور کی طرف روانہ ہوتا، اورنگ آباد چلا آیا،

اورنگزیب ۱۴ صفر (۱۱ اکتوبر) کو اورنگ آباد پہنچا، لیکن چونکہ اس کی بیوی کا چہلم قریب تھا، اسی لیے شہر کے باہر ہی مقیم رہا، تا آنکہ چہلم کے دن ۱۹ صفر (۱۶ نومبر) کو وہ شہر میں داخل ہوا۔

یہان پہنچکر اس نے ایک طرف میر جملہ کو صلح کرکے فوراً واپس آنے کی تاکید کی، دوسری طرف برادرانہ معاہدہ کا پاس کرتے ہوئے، بھائیون سے تبادلۂ خیال کیا، اور تیسری طرف فوج کی فراہمی، افسرون کی طلب اور درباری امرا، کو رام کرنے کی جانب متوجہ ہوا،

میر جملہ کی نظربندی | ہم ابھی ابھی بتا آئے ہین کہ اورنگزیب کس طرح جلد از جلد بیجاپور سے نئی صلح کرکے اس کام کو ختم کرنا چاہتا تھا، اور کس طرح میر جملہ بضد تھا، کہ بیجاپوریون سے اصلی شرائط ہی منوائی جائین، اورنگزیب نے کچھ دنون تک میر جملہ کو اپنے دل کا حوصلہ نکال لینے دیا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ وہ دہان وقت برباد کر رہا ہے، تو اپنے بڑے لڑکے کو وہان سے بلا لیا، اور اس کی جگہ پر اپنے دوسرے لڑکے محمد معظم کو بھیجدیا، میر جملہ آخر دسمبر تک اپنی بات پر اڑا رہا، لیکن اسی زمانہ مین اس کے پاس شاہجہان کا ایک اور فرمان پہنچا، کہ وہ فوراً آگرہ چلا آئے، اب میر جملہ بھی مجبور تھا، اور آخر ابتدائے جنوری مین اُسے بھی اورنگ آباد کی طرف لوٹ آنا پڑا،

اورنگزیب کی مشکلات کی روز افزون تعداد مین یہ ایک نیا اضافہ تھا، اس وقت دکن مین اس کے پاس سوائے میر جملہ کے کوئی نہ تھا اور اس نے اسی کو اپنا مشیر و خیرخواہ سمجھ کر اپنا محرم راز بھی بنا لیا تھا، میر جملہ کی واپسی کے نہ صرف یہ معنی تھے کہ اورنگزیب بے مشیر و مددگار ہو جائے، بلکہ اسے یہ بھی خطرہ تھا، کہ اگر میر جملہ دکن سے چلا گیا، تو بہت ممکن ہے کہ اس کی بہت سی باتین دارا اور شاہجہان کو معلوم ہو جائین، اور وہ ایک تجربہ کار توپخانہ اور فوج سے محروم ہو جائے، میر جملہ کے اصرار نے اورنگزیب کو پریشان کر رکھا تھا، چنانچہ اس نے میر جملہ کو جو آخری خط اپنے منشی کی معرفت بھجوایا ہے، وہ اصل حالات پر روشنی ڈالتا ہے، اس کے ضروری حصے یہ ہین:-

"نواب کامیاب سلامت! قبلہ و کعبۂ عالمیان (اورنگزیب) میفرمایند کہ مارا یقین حاصل شدہ کہ آن عمدۃ المخواتین را از آمدن بہ ہندوستان غرض جز این نبودہ و نیست کہ مراتب یکجہتی

وقدرت ما بیفزاید، و مطلبے کہ ہمہ خیر اندیشاں و دولتخواہان متوجہ آن است، فائز گردیدہ، کامروا شویم

چنانچہ بکرات و مرات از زبان ایشاں بگوش سعادت نیوش خود شنیدہ ایم کہ زندگی را محض برائے آں میخواہیم کہ صاحب جہانیاں را بر سریر سلطنت ببنیم، و تا ایں مقصد اقصیٰ از مکمن غیب بمنصۂ شہود جلوہ گر شود، بجان و مال مضائقہ روا نداریم، والحق انچہ دریں چندگاہ چہ در دربار و چہ بعد ازاں مشاہدہ نمودہ شد، برہانیست ساطع و دلیلیست قاطع بر ثبوت ایں دعویٰ و صدق ایں مدعی، پس دریں ایام کہ ہنگام حصول آرزو و تمناے ایشاں است، باید کہ نوعے باظہار آثار یکجہتی و یکتادلی بپردازند کہ باوجود ایشاں در سرانجام اسباب ایں کار بدیگرے محتاج نشویم از جمعے کہ محض نسبت پاس خاطر صلاح اندیش آں رفیع مکان از ما منحرف گردیدہ اند، بے نیاز و مستغنی باشیم

. . . . پس بحضور ما بیایند کہ بصلاح ایشاں در انتظام مہام جہانبانی شروع نمودہ بہ تہئیہ مصالح مشغول گردیم، و تا آں زماں نیز نظر باوضاع اطراف و جوانب کردہ، انچہ . . . .

. . . . دریں باب اقتضا نماید پے ہم بنویسند کہ مطابق آں بعمل آوردہ منتظر وصول مسرت حصول ایشاں باشیم" (آداب)

لیکن جب میر جملہ اورنگ آباد پہنچا، تو اس نے یہ بھی گوارا نہ کیا، کہ وہ اورنگزیب سے ملاقات ہی کر لے، بلکہ اس نے صاف صاف کہدیا کہ مجھے واپسی کے لیے شاہی حکم ملا ہے، اور میں کسی صورت سے بھی یہاں نہیں رک سکتا، اب اورنگزیب مجبور تھا، کہ جس صورت سے بھی ہو سکے اس خطرناک دوست کو روکے، کیونکہ میر جملہ کا دکن سے چلا جانا، اورنگزیب کے لیے مہلک تھا، وہ اس کے ایک ایک ارادہ، ایک ایک راز، اور ایک ایک نقشہ سے واقف تھا، اس نے اگر اس وقت تک اورنگزیب کا ساتھ دیا تھا، تو صرف اسلیے کہ اس کا علاقہ کرناٹک قطب الملک کی حریص نگاہوں سے اسی وقت تک بچ سکتا تھا، جبتک کہ اورنگزیب اس کا حامی تھا، اور

میر جملہ و اورنگزیب کی تمام خط وکتابت اس دعویٰ کا ثبوت ہے، دوسرے اورنگزیب کو یہ بھی معلوم تھا، کہ اس نے اپنے خاندان کی حفاظت کے لیے کس طرح اپنے ولی نعمت قطب الملک کا ساتھ چھوڑا تھا، اور اب وہ اسی کے لیے اورنگزیب کا ساتھ بھی چھوڑ سکتا تھا، کیونکہ اُسے معلوم ہو چکا تھا، کہ دارا نے صرف اسی شبہہ کی بنا پر کہ میر جملہ اورنگزیب کا حامی ہے، اس کے بیٹے کو جو دربار میں اپنے باپ کی نیابت کے فرائض انجام دیتا تھا، نہ صرف اس کے منصب سے الگ کر دیا تھا، بلکہ اُسے قید بھی کر دیا تھا، اور میر جملہ کو ہر وقت اس بات کا خطرہ لگا رہتا تھا، کہ کہیں اس کے ارکان خاندان کو دارا کوئی جسمانی گزند نہ پہنچائے، ایسی حالت میں اس کے دل و دماغ کا آدمی جو ترکیب سوچ سکتا تھا، وہ یہی تھی کہ وہ کسی صورت سے اپنے کو اورنگزیب کے ہاتھوں گرفتار کرا دے، تاکہ ایک طرف تو اس کا خاندان دارا کی انتقامی کارروائیوں کا شکار نہ ہو، اور اگر دارا فتح یاب ہو جائے تو وہ اپنی معصومی اور بے گناہی ثابت کر کے اپنے کو اس کا خیر خواہ ثابت کر دے، اور دوسری طرف اگر اورنگزیب فتحمند ہو جائے، تو بھی اس کو کوئی خطرہ نہ رہے، کہ اورنگزیب فطرۃً حلیم اور درگذر کرنے والا واقع ہوا ہے، اور وہ ایک ایسے کارآمد آدمی کو کبھی بھی ناخوش کر کے اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیگا، ان حالات میں بعض مستشرق مورخین کا یہ خیال، کہ میر جملہ کی گرفتاری دراصل اورنگزیب کے ساتھ باہمی سازش کا نتیجہ تھی، ایک غیر تاریخی حقیقت معلوم ہوتی ہے، اور اورنگزیب کا وہ خط جو اس نے دارا کو شکست دینے کے بعد میر جملہ کو اس کی آزادی کے متعلق لکھا ہے، اس کا مسکت ثبوت ہے، اس خط میں وہ صاف صاف لکھتا ہے کہ

"نگاہ داشتن آں عمدۂ مخلصاں در انجا از رہگذر ظہور نا دولتخواہی و بے اخلاصی او نبودہ، چوں آں زبدۂ خیر اندیشاں در اجتہاد خطا کردہ و پاس وقت نداشتہ، ہیچو است بدرگاہ بردہ، ایں معنی از مصلحت دور می نمود، ہر چند بوجوہ خرد پسند، مضار ایں کار را خاطر نشان او

ساختیم، اصلا مفید نیفتاده، بہیچ تاویل رائے او براں قرار نگرفت بنا براں ضرورۃً تجویز آنچہ مرکوز ضمیر منیر نبود فرمودہ متوجہ صید مقصود گردیدہ بودیم، اکنوں کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مکنون خاطر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بمنصۂ شہود جلوہ گر گشتہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آں خلاصۂ مخلصاں را در حجاب داشتن از مروتِ جبلی و عاطفتِ فطری بعید دانستہ نخواہیم کہ بے مصلحت چناں بندۂ کاردان معطل باشد و از روے ذرہ پروری تمامی جنس کہ از اموالِ او در برہانپور است عنایت فرمودہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ و یک لک روپیہ نقد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ برائے سرانجام بعض ضروریات مرحمت نمودہ، بشاہزادہ محمد معظم بالقابہ حکم کردیم کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہرگاہ روانۂ حضور پرنور گردد، آں عمدۂ خیر اندیشاں رانیز ہمراہ بیاورد و دقیقہ از دقایق احترام او فرو نگذارد (آداب[ص ۲۱])

اب اورنگزیب نے اپنے بڑے بیٹے کو اُس کے پاس یہ پیغام لیکر بھیجا کہ وہ اس سے کچھ زبانی گفتگو کرنا چاہتا ہے، اس کے بعد میر جملہ آگرہ جا سکتا ہے، لیکن جونہی میر جملہ اورنگزیب کے کمرہ مین داخل ہوا، گرفتار کر لیا گیا، اس کا مال خزانہ مین امانتۃً رکھا دیا گیا، اور اس کی فوج اورنگزیب کی جماعت مین شریک ہو گئی،

بھائیون سے خط و کتابت | اسی عرصہ مین وہ معاہدہ کے مطابق بھائیون سے جو خط و کتابت کرتا ہے اس کا حال ہم مفصل طور سے اوپر لکھ آئے ہین، اور بتا چکے ہین، کہ اورنگزیب کس طرح نہ صرف یہ کہ اپنے کو بلا سبب بادشاہ بنا کر بادشاہ کے خلاف اعلانِ جنگ نہین کرتا، بلکہ اپنے دوسرے بھائیون کو بھی اس سے روکتا ہے، اس نے اپنے سفرا شجاع و مراد کے پاس بھیج دیئے تھے، اور شجاع سے کم لیکن مراد سے مسلسل خط و کتابت شروع ہو گئی تھی، اسی زمانہ مین اس کو یہ بھی معلوم ہوا، کہ دارا ان دونون بھائیون کے صوبون کا تبادلہ کرکے ان دونون مین نفاق پیدا کرنے کی سعیٔ نامشکور مین مصروف ہے، اور یہ بھی خبر ملی، کہ اس نے

ایک فوج شجاع کے مقابلہ کیلئے بنارس کی طرف اور دوسری مراد اور اورنگزیب کا راستہ روکنے کے لئے مالوہ کی طرف روانہ کی ہے، ان حالات نے اورنگزیب کو مجبور کر دیا، کہ وہ جلد از جلد اپنے لائحہ عمل کو عملی جامہ پہنا دے، کہ اگر اس نے تاخیر کی تو خطرہ ہے، کہ دشمن قوی ہو جائے، اس لیے برادرانہ مراسلت اور فوج کی تیاری کیساتھ بعض امراء کو بھی اپنے ارادہ کے متعلق خط لکھا، اور جب اوس نے دیکھا کہ اس کے پاس تقریبًا تیس ہزار فوج ہو گئی ہے، تو پہلے اس نے یکم جمادی الاول ۱۰۶۸ھ (۲۰ جنوری ۱۶۵۸ء) کو اپنے بڑے لڑکے محمد سلطان کے ماتحت اپنا مقدمۃ الجیش برہانپور کی طرف روانہ کیا، اور پھر خود ۱۲ جمادی الاول (۵ فروری) کو اورنگ آباد سے کوچ کر کے ۲۵ جمادی الاول (۱۸ فروری) کو برہانپور پہنچ گیا،

اورنگزیب کی روانگی یہاں پہنچکر اس نے ایک مرتبہ پھر دربار کے صحیح حالات معلوم کرنے کی کوشش کی، لیکن اس کو جو خبریں بھی موصول ہوئیں وہ اس کے خوف و انتشار کو بڑھانے والی ہی تھیں، حتی کہ ایک دن اس کا وکیلِ دربار بھی اس کے پاس آگرہ سے برہان پور آگیا، اور اس نے بتایا کہ شاہجہان ایک عضوِ معطل ہے، اور سیاہ و سفید کا مالک دارا ہے، اس کے باوجود اورنگزیب نے خود شاہجہان کو خط لکھا، اور اس میں صحیح حالات دریافت کیے، لیکن اوسے کوئی جواب موصول نہیں ہوا، مراد بھی خط لکھ کر اسے مجبور کر رہا تھا، کہ وہ فورًا روانہ ہو جائے، ورنہ وہ اکیلا ہی قسمت آزمائی کے لیے چل کھڑا ہو گا، اس لیے برہان پور میں تقریبًا ایک مہینہ تک انتظار کرنے کے بعد اورنگزیب ۲۵ جمادی الثانی (۲۰ مارچ) کو برہان پور سے روانہ ہوا، روانگی کے وقت اس نے ایک اور دانشمندانہ کام کیا، جس سے اوس کی دور اندیشی و عاقبت بینی کا پتہ چلتا ہے، اس کا سسر شاہ نواز خان اس سے برگشتہ خاطر اور دارا کا حامی تھا، اسکو اس نے برہان پور ہی میں نظر بند کرا دیا[1]، جب شاہجہان کو

[1] اورنگزیب نے جس خطرہ کو روکنے کیلئے شاہ نواز خان کو نظر بند کرایا تھا، اوسکا ثبوت اسوقت ملتا ہے جبکہ شاہ نواز خان کو آزاد کر کے گجرات کا گورنر مقرر کیا جاتا ہے اور وہ دارا کیساتھ ملکر لڑتا اور مارا جاتا ہے،

اس کی اطلاع ملی، کہ اورنگزیب نے میر جملہ اور شاہ نواز خان کو نظر بند کر دیا ہے، تو اس نے اورنگزیب کو ایک خط لکھا کہ[1]

"آں فرزندِ ارجمند آں دو سید بے گناہ را ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بتحریک و اغوائے پادہ سرا بتاراج نقد و جنس آنہا پرداختہ در قلعۂ دولت آباد (؟) محبوس ساختہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دریں حالت کہ صورتِ عذرے ہم درمیاں بود گنجائشِ آں داشت کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بکمال مہربانی رخصت می داد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اکنوں ہم اگر عفو را بر انتقام سبقت دادہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ برائے توسلِ عفو و صلح اگر ایں فرمان را وسیلۂ کار و موجبِ رضامندیٔ طبعِ اشرف کہ وسیلۂ رستگاری ہر دو سرا است خواہد بود" ($\frac{1}{188}$)

اورنگزیب کو اوّل تو اسی بات کا یقین نہ تھا، کہ یہ خط شاہجہان نے لکھا ہے، پھر بھی صرف اس بات کا لحاظ کرتے ہوئے، کہ کم از کم شاہجہان کے نام سے تو ہے، اُس نے سرسری جواب دیدیا کہ:-

"چوں ایں مرید از اوضاع و اطوارِ معظم خاں استشمام رائحۂ بے اخلاصی و روگردانی نمود لاجرم او را مقید گردانید" ($\frac{2}{11}$)

برہان پور سے روانہ ہوتے وقت اورنگزیب کو شاہجہان کا ایک دوسرا خط ملا جس نے اس کو لکھا تھا، کہ وہ جہانتک پہنچا ہے، وہاں سے واپس ہو جائے، اس کے ساتھ اس میں ایک خاص قسم کی دھمکی بھی تھی، چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"دریں ولا چنیں بسامعِ حقائق مجامع رسید کہ آں فرزند بجاں پیوند لشکرِ عظیم فراہم آوردہ

---

[1] ہم نے ان صفحوں میں صرف ضروری اقتباسات دینے پر قناعت کی ہے لیکن واقعہ کو مکمل سمجھنے کیلئے ہم ناظرین سے درخواست کریں گے، کہ وہ خطوط کو اصلی شکل میں ملاحظہ کریں تو اس سلسلہ میں انکو عجیب و غریب معلومات حاصل ہونگے۔

روانۂ ایں صوب شدہ اند ایں معنی باعثِ استغراقِ خاطر و ملالِ طبع اقدس گشت، کہ باایں ہمہ اضطراب و ناشکیب آمدنِ آں فرزند بافواجِ گراں از چہ راہ است، اگر مطلب او دریافت ملازمت بود، بایستے اوّل عرضداشت میکردند . . . . واگر داعیہ بقسم دیگر است بعنایت ما چاق و تندرست ایم و در پیکر استخوانی تاحال ہیچ وجہ تفاوتے راہ نیافتہ و در کامرانی و کامروائی سلطنت استقلال میداریم، صلاح بصواب آن است، کہ آں فرزند دلبند بمجرد ورود مثال کرامت امتثال از ہر جا کہ رسیدہ باشند عطفِ عنان نمودہ، باورنگ آباد مراجعت نمایند" ($\frac{۲}{۱۸۹}$)

بہت ممکن تھا کہ اگر اس خط کا ابتدائی حصہ اورنگزیب کی نظر سے گذرتا، تو وہ اس کو شاہجہان کا خط سمجھتا، لیکن اس کے آخری حصہ مین جو دھمکی دی گئی تھی، اور اُسے جن الفاظ مین بیان کیا گیا تھا، وہ معمولی سے معمولی شخص کو بھی باور نہین کراسکتا، کہ یہ شاہجہان کا خط ہوسکتا ہے، اس کی ایک ایک سطر سے دارا کی ذہنیت وافتادِ طبیعت صاف جھلک رہی تھی، دوسرے اورنگزیب کو بھی اس بات کا علم ہوگیا تھا کہ شاہجہان اور دارا کو اس کی جنگی تیاری اور روانگی کا حال معلوم ہوچکا ہے ایسی حالت مین واپسی کے معنی یہ تھے، کہ اورنگزیب اپنے کو نہ صرف آزادی سے محروم کردے، بلکہ اپنی جان بھی کھو بیٹھے، اس کے ساتھ ہی، وہ اگرچہ اب جس صورت سے بھی ہو حصولِ مقصد پر آمادہ تھا، لیکن ایک لمحہ کے لیے بھی یہ نہین چاہتا تھا، کہ اس کی کارروائی براہِ راست شاہجہان کے مقابلہ مین ثابت ہو، چنانچہ اس نے جو خط اس کے جواب مین لکھا، اس مین صاف صاف بتادیا ہے، کہ اُس کی پیشقدمی شاہجہان کے مقابلہ مین نہین ہے، بلکہ وہ اس لیے آرہا ہے کہ اپنے مظلوم ومقید باپ کو دارا کی قید سے نجات دلائے، ہم اس خط کو ابھی ابھی نقل کرآئے ہین، اسلیے دوبارہ نقل نہین کرتے،

یہ جواب دیکر اورنگزیب نربدہ کی طرف روانہ ہوا، اور اگرچہ اس نے ملک حسین کو

ہاندیہ کے گھاٹ کی حفاظت کے لیے بھیجا تھا لیکن خود اس راستہ کے بجاے اکبر پور کے پاس دریا عبور کرکے شمالی ہندوستان مین داخل ہوگیا، مراد بھی ۲ رجمادی الاول (۲۵ رفروری) کو احمدآباد سے روانہ ہوچکا تھا، اس نے پہلے سیدھا راستہ اختیار کیا تھا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ اس طرف جانے سے اُسے بہت جلد جسونت سنگھ سے دوچار ہونا پڑیگا، تو اس نے بھی اپنا راستہ بدل دیا، اور ۱۱ رجب (۱۹ راپریل) کو دوحد پہنچا، اور جسونت سنگھ سے بچنے کے لیے انگیزتیہ پھر تھوڑی دور تک واپس ہوگیا تا آنکہ خود اس کے الفاظ مین :-

"روز پنجشنبہ بست ویکم شہر رجب المرجب (۲۴ راپریل) در دیبالپور با برادر والاقدر یکجا شدہ ملاقات نمودیم" (۲۳۵ش)

دونون بھائیون اور دونون فوجون کے ملاپ نے ان کی قوت کو مستحکم بنا دیا، اور دوسرے دن دونون بھائی اجین کی طرف روانہ ہوئے، جہان شہر سے سات کوس پر دھرمات پور کے گانون کے پاس دارا کی فوج اس کے مقابلہ کے لیے موجود تھی،

دھرمات پور کی لڑائی

اوپر ہم لکھ آئے ہین کہ کس طرح دارا نے مراد و اورنگزیب کو روکنے کیلئے مہاراجہ جسونت سنگھ اور قاسم خان کے ماتحت ایک بڑی فوج روانہ کی تھی، اور ضمناً ہم نے یہ بھی بتادیا تھا کہ ہندو راجاؤن نے جو دارا کا ساتھ دیا تھا، وہ کسی جذبۂ وفاداری کی وجہ سے نہین تھا، بلکہ اس کا سبب صرف یہ تھا کہ وہ اس کی حمایت مین ہندو دھرم اور راج کا خواب دیکھتے تھے، مصنف عالمگیر نامہ نے بھی ہمارے اس بیان کی تصدیق کی ہے، اور وہ جسونت سنگھ کے متعلق لکھتا ہے،

"راجہ جسونت سنگھ........ با وجین........ آمدہ بود، چون طبع کج گرای آن بے بہرہ جوہر دولت (دارا) بدین و آئین ہنود و احیاے مراسم کفر و جحود مائل می دید

وازین جہت میل عظیم بسلطنت اددا شت بنابرخوش آمدورعایت جانب اومصدر بے ادبانہ وحرکات ناہموار گشتہ بخیالِ محال بیدار دوراز کار خود را سدِ راہ موکب جاہ وجلال می شمرد[1]

جسونت سنگھ کو جب پہلے پہل مراد کی مالوہ کی طرف روانگی کا حال معلوم ہوا، تو بانس برلہ کی طرف سے ہوتا ہوا کاچرودہ کے قریب جاکر مقیم ہوگیا، اس وقت مراد مین اور اس مین صرف ۱۸ کوس کا فرق تھا، مراد کو جب اس کا حال معلوم ہوا، تو اورنگزیب کی ہدایت کے مطابق وہ وہان سے چپکے سے نربدہ کی طرف لوٹ پڑا، کہ دونون بھائیون کی فوجین روز بروز قریب تر ہوتی جائین، اورنگزیب نے اپنی کارروائیون کو اس خوبصورتی سے پوشیدہ رکھا تھا، کہ جسونت سنگھ کو یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ اورنگزیب کب دکن سے روانہ ہوا، کب اس نے نربدہ کو عبور کیا، اور اس وقت وہ کہان ہے، پہلے پہل اورنگزیب کے متعلق اسکو جو اطلاع ملی، وہ اسوقت ملی جب کہ راجہ شیو رام گور کا مانڈو سے اس کو خط ملا، اس کے ساتھ دارا کے ان سپاہیون نے جو قلعہ دہار مین تھے، اورجو اورنگزیب کی آمد پر شہر و قلعہ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے اسکی تصدیق کی، اس خبر سے پریشان ہوکر جسونت سنگھ اپنی فوج کے ساتھ اوجین کی طرف واپس ہوگیا، اور پھر وہان سے سات کوس کے فاصلہ پر دھرمات مین آکر مقابلہ کا انتظام کرنے لگا،

اورنگزیب فطرۃً جنگ پسند واقع نہین ہوا تھا، اور برادرانہ جنگ کا ایک ایک واقعہ اس کا ثبوت ہے، چنانچہ اس نے قبل اسکے کہ دونون فوجین برسرِ کار ہون، اور دھرمات پور پہنچنے سے ۲ روز پہلے کب رائے کو جو راجہ جسونت سنگھ کے پاس یہ پیغام لیکر بھیجا کہ

[1] عالمگیر نامہ ص ۴۹،

اورنگ زیب کے روزنامچۂ سفر کے لئے دیکھو عالمگیر نامہ ص ۵۰ و ۵۹،

"چوں مارا ارادہ جنگ نیست وعزم ملازمت حضرت اعلیٰ پیش نہادِ خاطر والا است، اگر اورا بخت و دولت رہبری نماید بعزِ ملازمت ہمایوں مستعد گشتہ تقبیلِ رکابِ اقبال را مایۂ افتخار و شرفِ روزگار خود سازد، یا از سرِ راہ برخاستہ بجودھپور کہ وطنِ اوست برود"[1]

لیکن جسونت سنگھ کا خیال تھا کہ اس کی محض استقامت و فوجی نمائش ہی دونوں شہزادوں کو واپس کر دینے کے لیے کافی ہوگی، اس لیے اس نے صاف انکار کر دیا، اب اورنگزیب کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، کہ وہ فوجی قوت استعمال کرے، چنانچہ اپنے بھائی سے مل کر وہ دھرمات کے پاس نالہ چور نراینہ کے قریب آکر رکا، اور جمعہ کے دن ۲۱ر رجب (۱۵ اپریل) کو اپنی فوج کو لڑائی کے لیے تیار ہونے کا حکم دیدیا، جسونت سنگھ نے یہ دیکھکر کہ اس کی چال کامیاب ثابت نہیں ہوئی، دوسری ترکیب اختیار کی اور کہلا بھیجا کہ

"مرا داعیۂ رزم و پے کار نیست، و یارائے جرأت و جسارت با موکب نصرت شعار نہ، بلکہ ارادۂ ملازمت دارم و جز بندگی و اخلاص طریقے نمی سپارم، اگر خدیو جہاں بمقتضائے فضل و کرم بریں بندہ بخشودہ فسخ عزیمت نبرد نمایند، آمدہ تقبیلِ بساطِ عبودیت را سرمایۂ دولت میشمارم"[2]

اگرچہ اورنگزیب اس پیغام کا مطلب سمجھتا تھا، لیکن اس نے اتمام حجت کے لیے جواب میں یہ کہلا بھیجا کہ

"چوں بفرخی و فیروزمندی سوار شدہ ایم، توقف و درنگ معنی ندارد، اگر گفتار او بصدق و راستی مقرون و خالی از شائبۂ حیلہ و افسون است از لشکر جدا شدہ، تنہا پیش نجابت خاں بیاید کہ خان مذکور او را بخدمتِ بادشاہزادۂ عالی تبار محمد سلطان بردہ ایشاں او را

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۵۸ و ص ۴۹ مفصل حالات کیلئے دیکھو عالمگیر نامہ ص ۵۰-۴۷ عمل صالح ص ۱۰۸-۱۰۷ و ظفر نامۂ عالمگیری ورق ۱ وغیرہ، [2] ایضاً،

بملازمت اشرف آورند و استعفائے جرائمش نمایند"

لیکن اس کے جواب مین لڑائی کا بگل بجا، اور لڑائی شروع ہوگئی، لڑائی کا مفصل حال اورنگزیب و مراد کی شجاعت، راجپوتون کی بہادری اور دوسرے افسرون کی قربانی کے واقعات عالمگیر نامہ مین مندرج ہین، اور ہم اس لڑائی اور دوسری لڑائیون کی تفصیل سے گریز کرکے صرف نتائج سے بحث کرینگے، اس لڑائی کا نتیجہ اورنگزیب کی فتح کی صورت مین ظاہر ہوا، اور جسونت سنگھ شکست کھاکر میدان سے بھاگ کھڑا ہوا، اس نے دارا وغیرہ سے جو وعدے کئے تھے، انکی شرم اور شکست کی ندامت نے اُسے اس بات کی ہمت نہ دلائی، کہ وہ آگرہ جاے، اسلیے وہ سیدھا اپنے علاقہ کی طرف روانہ ہوگیا، جسونت سنگھ کی یہ شکست اس دائمی عداوت کا جو اُسے اورنگزیب سے ہوگئی تھی، ایک بڑا سبب تھی، اس موقع پر جسونت سنگھ کی بہادر رانی اور اسکی بہن نے جو رویہ اختیار کیا تھا، وہ راجپوت روایات کے عین مطابق اور سنہرے حرفون مین لکھنے کے قابل ہے،

دوسرے دن اورنگزیب شہر مین داخل ہوا، افسرون کو خطابات و انعامات عطا فرمائے اور معاہدہ کے مطابق مراد بخش کو:-

"بانعام پانزدہ ہزار اشرفی و مرحمت چہار زنجیر فیل کوہ پیکر و دیگر عطایا و مواہب عز اختصاص بخشیدند"

اسی زمانہ مین اس نے مقام جنگ پر ایک مسجد، ایک سراے اور ایک مینار بطور یادگار بنواکر اس کا نام فتح آباد رکھا، آج بھی جگہ ایک قصبہ کی صورت مین موجود ہے، اسی دن اس کے پاس جہان آرا کا وہ خط جو اس نے اپنے بخشی محمد فاروق کی معرفت شاہجہان کی ایما سے بھیجا تھا، ملا، اس مین اورنگزیب کو نصیحت کیگئی تھی کہ

"دریں وقت .... بگفتۂ نافرمودگانِ روزگار .... در صددِ حرزِ جان
و مال و ناموسِ سپاہی و رعیت کہ ہمگی مسلمانان .... اند در آمدن و از ملاحظۂ
صواب دید ہنگام و ایام اغماضِ عین نمودہ، تجہیزِ جیوش و جنود و تسویۂ صفوف مصاف با برادرِ
کلان و ولی عہدِ بادشاہِ جہاں کہ در ظاہر و باطن مبارزت بقبلۂ کونین است پیش نہادِ ہمت
ساختن، از آئینِ حق پرستی و خداشناسی و رسم و راہِ سعادت کیشی و دور اندیشی بسیار بعید است،
باید کہ آں برادرِ کامگار خود را بوادئ صدق ارادت و حسنِ اعتقاد نزدیک ساختہ و سر تا سر احکام
را از تہِ دل و جاں بقبولِ تلقی نمودہ، در اظہارِ لوازمِ اخلاص و شرائطِ خلوص و یکرنگی ایستادگی
نمایند، و از سوے وخامت بمقابلۂ ولی نعمت و بقتل رسیدنِ مسلماناں در ایامِ فیض نظام رمضان
الذی انزل فیہ القرآن، احتراز واجب دانند و در ہر مقام کہ رسیدہ باشند توقف ورزیدہ بر
مکنونِ ضمیر و مرکوزِ خاطر آگاہ سازند، کہ مطابقِ خواہشِ شریف حقیقت بعرضِ اشرف رسانیدہ
جمیع امور ساختہ و پرداختہ آید" (۱/۱۹۷)

اس کا جواب اورنگزیب نے شاہجہان کو دیا کہ وہ اس سے ہرگز لڑنا نہیں چاہتا بلکہ وہ دشمنِ دین و ایمان اور عزت و ناموس دارا کی گرفت سے اُسے بچانا اور اپنے کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے، اسی سلسلہ میں اس نے دارا کی بعض عداوتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جسونت سنگھ سے لڑائی کا حال اس طرح لکھا کہ

"راجہ جسونت سنگھ از ورود و صدورِ ایں مرید خبر یافتہ بتحریکِ کمال بے سعادتی ہنگام کوچ
سر راہِ عبورِ خیلِ اقبال گرفت، ناچار طریقِ تنبیہ و گوش مالیِ آں کوتہ اندیش فرا پیش گرفتہ
آں سست راے را کہ خار مانع سر راہ شدہ بود، شکستِ سخت دادہ از راہ برخیزانیدہ
شد، بر راے عالم آرا ظاہر است کہ اگر سواے دریافتِ سعادتِ ملازمت ارادۂ دیگر

می بود بدست آوردن او و بہر حالش .... چہ قدر کار بود" (۴/۱۱۹)

اور اسی کے ساتھ اس خیال سے کہ آیندہ کوئی جنگ نہ ہو، اور اورنگزیب آگرہ پہنچ جائے، اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ کچھ دنوں کے لیے دارا کو پنجاب کی طرف بھیجدے، کہ جب تک وہ آگرہ میں رہے گا، شاہجہاں اس سے مرعوب ہو کر کچھ نہ کر سکیگا، اور چونکہ اس کو یہ اطلاع بھی مل چکی تھی، کہ دارا دھولپور تک مقابلہ کے لیے بڑھ آیا ہے اس لیے اس نے لکھا کہ

"اکنون شنیدہ میشود کہ شاہ بلند اقبال لوائے خصومت برافراختہ بارادۂ مقابلہ بدھولپور رسیدہ اند .... صرفہ درین است کہ معاملہ را بطرح انداختہ چندے بصوب پنجاب کہ در یتول ایشاں مقرر است شتافتہ خدمت حضور اقدس باختیار این مرشد پرست واگذارند بعد ازاں بہر چہ رائے عالم آرائے اقتضا کند بعمل خواہد آمد" (ایضاً)

اورنگزیب نے صرف شاہجہان ہی کو یہ خط نہیں لکھا بلکہ اس کے نئے وزیر اعظم جعفر خان کو بھی اسی قسم کا مراسلہ روانہ کیا[1] اس کے ضروری حصے یہ ہیں:۔

"چوں بعد وصول ہفت کروہی اجین مہاراجہ جسونت سنگھ و قاسم خاں نظر بصلاح دولت ابد مدت ننمودہ .... در دو کروہی لشکر ظفر اثر بنگاہ قرار دادند و فوجہا را آراستہ محاربہ و مجادلہ را آمادہ گردیدند، دفع آنہا را واجب دانستہ .... فتح عظیم روئے نمود .... لیکن از آنجا کہ بعد وصول موکب عالی بحوالی دار الخلافہ اکبرآباد تحقق کہ .... دادا بھائی جیو اضطراب بے فائدہ، بخود راہ دادہ، شورش افزا شوند، و بدیں تقریب جمعے دیگر نیز از بندہائے عمدہ ضائع گردیدہ، ایں معنی موجب ملال طبع اقدس شود، ضرورۃً بپارگاہِ معلّٰی عرضہ داشتہ ایم،

[1] مراد ست بھیجی اسی قسم کا ایک خط اورنگزیب نے لکھوایا تھا، • کلمہ تیمہ پہ....

کہ اگر دریں وقت دارا بھائی را بصوب لاہور رخصت فرمایند بصلاح دولت مقتضائے
مصلحت اقرب وانسب خواہد بود۔ . . . . لائق چنان است کہ . . . .
. . . . برطبق معروض ماخاطر نشان اعلیٰ حضرت نمودہ ہمگی سعی مصروف آں سازند
کہ ایں مقدمہ صورت یافتہ موجب آرایش بلاد و آسایش عباد شود" (آداب نمبر ۴۳۵)

مگر ان خطوط کے بعد اورنگزیب کو دوسرے ذرائع سے جو کچھ معلوم ہوا، وہ یہ کہ شکست کی خبر پاکر دارا خود تیاری مین مصروف ہی، اسلیے دشمن کو مزید موقع نہ دینے کیلئے وہ بہت جلد آگرہ کی طرف روانہ ہوگیا

دارا کی تیاری ہم نے دارا کی افتاد طبیعت کے سلسلہ مین بتایا تھا، کہ وہ انتہا سے زیادہ خود غرض وخودرائے واقع ہوا تھا، اور اس نے اس وقت تک شاہجہان کی جو اطاعت بھی کی تھی، وہ اس لیے کہ اسی مین وہ اپنی کامیابی سمجھتا تھا، لیکن آیندہ واقعات ہم کو یہ بتائین گے کہ جب شاہجہان نے دارا کو خون ریزی سے روکنا اور خود بیچ مین پڑکر بھائیون مین صلح کرانا چاہا، تو اُس نے کس طرح اس کی رائے کو ٹھکرادیا،

شاہجہان کا خیال تھا کہ میرزا راجہ کی طرح جسونت سنگھ وغیرہ بھی مراد اور اورنگزیب کی فوج کی پیشقدمی کو روکنے مین کامیاب ہونگے، اور اس بھروسہ پر اطبا کے مشورہ سے وہ ۱۸ر رجب (۱۱ر اپریل) کو دہلی جانے کے لیے روانہ ہوگیا، وہ بلوچپور پہنچ چکا تھا، کہ ۲ر شعبان (۲۵ر اپریل) کو اسے جسونت سنگھ کی شکست کی اطلاع ملی، اور اس نے ارادہ کرلیا، کہ وہ دہلی جاکر ہی اس کے متعلق کوئی کارروائی کرے گا، لیکن دارا نے اُسکی اس خواہش کو مسترد کردیا اور اُسے مجبوراً دہلی کے بجائے آگرہ واپس لے آیا، یہان پہنچکر شاہجہان نے ایک مرتبہ پھر کوشش کی کہ دارا بھائیون سے نہ لڑے، لیکن دارا نے اوس کا یہ مشورہ بھی قبول نہ کیا، اور فوج کی تیاری مین مشغول ہوگیا، قریب کے صوبون کے تمام افسر اپنی جماعتون

کے ساتھ آگرہ بلا لیے گیے، نئی فوج کی بھرتی شروع ہو گئی، اور شاہجہان کی ممانعت کے باوجود ۱۶ رشعبان (۹ رمئی) کو اس نے اپنے مقدمۃ الجیش کو دھولپور روانہ کرا دیا، کہ وہ اورنگزیب کو دریاے چنبل سے عبور نہ کرنے دے، شاہجہان بے دست و پا شاہجہان اور ہان دارا کے ہاتھون مین گرفتار شاہجہان نے آخری مرتبہ پھر کوشش کی، کہ وہ خود جاکر اپنے لڑکون کو لڑنے سے باز رکھے، اور اسی خیال سے اس نے اپنے شاہی خیمہ تک شہر سے روانہ کرا دیے، لیکن دارا کا خیال تھا، کہ وہ مراد و اورنگزیب کو شکست دے کر بادشاہ بنجاے گا، اور اگر شاہجہان گیا تو اُسے اپنے چھوٹے بھائیون سے انتقام لینے کا موقع نہ ملے گا، اس لیے اس نے شاہجہان کو جانے سے سختی کے ساتھ ممانعت کر دی، اور خود ۲۵ رشعبان (۱۸ رمئی) کو اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہوا، اس وقت شاہجہان کے دل کی جو حالت تھی، اس کو مورخین نے نہایت دردناک اور موثر الفاظ مین بیان کیا ہے، وہ دیکھ رہا تھا، کہ اس کے جگر گوشے ایک دوسرے کا خون پینے کے لیے تیار ہین، اور وہ کچھ بھی نہین کر سکتا، وہ یہ بھی محسوس کر رہا تھا، کہ وہ دارا کے ہاتھون مین تقریبًا قید ہے، لیکن پھر بھی اس کی مدد کے لیے مجبور تھا، اور اُسے اپنے خزانون کے دروازے اس کے لیے کھول دینے پڑے،

۲۹ رشعبان (۲۲ رمئی) کو دارا دھولپور پہنچا، اور اس نے مقامی زمیندارون کی مدد سے تمام اہم گھاٹون پر توپین لگا دین، کہ اورنگزیب کسی صورت سے بھی اس پار نہ آسکے، مگر غریب دارا جو تمام عمر خوشامدی درباریون کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا عادی تھا، جنگ کے نشیب و فراز سے کیا واقف ہو سکتا تھا، اور اُسے اس کی کیا خبر ہو سکتی تھی، کہ دکن کا فاتح ایک ایسا راستہ اختیار کرے گا، جس کے متعلق اُسے گمان بھی نہین ہو سکتا تھا، وہ اپنی متنوع و متضاد فطرت ساٹھ ہزار فوج لیے گھاٹون پر پرا جمانے مین مشغول ہی تھا،

کہ اُسے اطلاع ملی، کہ اورنگزیب نے دھولپور سے ۴۰ میل پرے ہی دریا کو ایک لامعلوم مقام پر عبور کرلیا ہے، اور اس کی فوج بلاروک ٹوک سیدھی آگرہ کی طرف بڑھ رہی ہے، اس بدحواسی میں دارا نے اپنی بھاری توپوں کو وہیں چھوڑ کر اورنگزیب کی طرف رخ کیا، اور اس طرح اورنگزیب نے صرف اپنی ایک حربی حرکت سے اپنے حریف کو بڑی حد تک کمزور کردیا،

اورنگزیب نے آنے کے لیے ابتداءً جو راستہ اختیار کیا تھا، وہ یقیناً وہی تھا، جو گوالیار اور دھولپور ہوکر آگرہ تک جاتا ہے، لیکن جب وہ گوالیار پہنچا، اور اُسے دارا کی تیاریوں کا حال معلوم ہوا، تو اس نے کسی محفوظ مقام کی تلاش شروع کی، ایک مقامی زمیندار نے بتایا، کہ قریب ہی ایک ایسی جگہ ہے، جہاں دریا پایاب ہے، مزید بران وہاں پر کوئی شاہ راہ بھی نہیں ہے، اورنگزیب نے اس دریافت سے فوری فائدہ اٹھایا، اور پہلے اپنے مقدمۃ الجیش کو اس طرف روانہ کیا، اور اس کے دو دن بعد ہی پہلی رمضان (۲۳ مئی) کو سخت مشکلات کے باوجود خود بھی اپنی تمام فوج کے ساتھ چنبل پار کرگیا، اب دارا کی فوج خطرناک حالت میں تھی، اور اورنگزیب نہایت آسانی سے حملہ کرسکتا تھا، اس لیے دارا نے اپنی فوج عجلت سے جمع کرکے آگرہ کی طرف رخ کیا، اور شہر سے آٹھ میل کے فاصلہ پر سموگڈھ کے پاس آکر ٹھہرگیا، اورنگزیب رمضان کی تکلیف اور راجپوتانہ کی گرمی سے چور، ۶ر رمضان (۲۸ مئی) کو وہاں پر پہنچا، دارا خبر پاکر اس کی طرف پوری تیاری سے بڑھا اور اگر وہ اسی وقت اپنی تازہ دم فوج کے ساتھ اورنگزیب کی پریشان حال، غیر مرتب، جماعت پر حملہ کردیتا تو آج تاریخ کا نقشہ بدلا ہوا نظر آتا، لیکن ایک نمائش کے بعد وہ خاموش ہوگیا، اور اورنگزیب کی فوج کو وہ دن اور تمام رات آرام کے لیے مل گئی، اور دوسرے دن دارا کو اپنی ناعاقبت بینی، اور غیر حربی حرکت کا خمیازہ پوری طور سے ادا کرنا پڑا،

سموگڈھ کی لڑائی | دوسرے دن، ر رمضان (۲۹ مئی) کو صبح ہی سے دونون طرف سے تیاری
شروع ہوگئی، اگرچہ دارا کی فوج، اورنگزیب و مراد کی مشترکہ فوج سے تعداد، سامانِ حرب اور
اسلحہ کے اعتبار سے کہین زیادہ برتر تھی، لیکن اس کے تنوع اور فقدانِ تربیت و تنظیم نے اسکی
اہمیت بہت کم کردی تھی، ہر جماعت اپنے سردار ہی کو سپہ سالار سمجھتی، اور ہر سردار اپنی جگہ
پر خود کو لڑائی کا واحد قائد جانتا یہی وجہ تھی، کہ دارا کی فوج مین کوئی خاص باقاعدگی نہ تھی، دوسری
طرف اورنگزیب کی فوج اور اس کے تجربہ کار افسر ایک مرتب و منظم جماعت کے عنصر تھے،
جنکو ابتدا ہی سے اس بات کا خوگر بنا دیا گیا تھا، کہ ان کا کام صرف سننا اور اطاعت کرنا ہے،
اور اسی چیز نے اورنگزیب کو دارا پر فتح دلائی،

ہندوستان کا واٹرلو | سر جدو ناتھ سرکار نے اپنی تاریخ مین اس لڑائی کو واٹرلو کی مشہور جنگ سے
تشبیہ دی ہے کہ اورنگزیب نے اس مین وہی طریقہ اختیار کیا تھا جو جنرل ولنگٹن نے اوس
مشہور نپولینی لڑائی مین اختیار کیا تھا، دارا کا خیال تھا، کہ زار روس کی طرح اس کے پاس اتنی فوج
ہے کہ دشمن اسکو مارتے مارتے بھی تھک جائے گا، اور اس کی افواج بحرِ مواج کے تھپیڑون سے
اورنگزیب شکست اٹھا کر ختم ہو جائیگا، مگر اورنگزیب اپنی اس تعدادی کمزوری سے واقف تھا، اسلیے
یہان جارحانہ پیش قدمی کے بجاے اس نے مدافعانہ طریقہ اختیار کیا، جب اس نے دیکھا،
کہ دارا کی تمام قوت ختم ہو چکی ہے، تو وہ ایک بار اپنی تمام قوت سے اس کی فوج پر ٹوٹ پڑا،
اور اس فتح کو جو دارا کے لیے یقینی نظر آرہی تھی اس سے چھین لیا،

یہ جنگ اگرچہ ایک دن رہی، لیکن اس مین ایک طرف بہادر راجپوتون نے اور
دوسری طرف مراد اور اورنگزیب نے جو حیات پرور اور شجاعت زا کارنامے دکھائے، وہ
شاید دنیا کی کسی ایک لڑائی مین جمع نہین کیے جا سکتے تھے، راجپوت بہادرون کے دل جس

سرفروشانہ طریقہ سے بڑھ بڑھ کر پروانہ وار گر رہے تھے۔ اس سے میدانِ جنگ کا ایک بڑا حصہ لالہ زار ہو گیا تھا، راجپوت راجہ ایک مرتبہ مراد تک اور دوسری مرتبہ اورنگزیب کے ہاتھی تک پہنچ چکے تھے، مراد زخمون سے چور ہو رہا تھا، اس کے سر سے پانون تک خون کی نہرین جاری تھین، اس کا ہودہ تیرون سے چھلنی ہو رہا تھا، لیکن اس کا ہاتھ نہ رکتا تھا، اس نے اپنے ہاتھی کے پیرون مین زنجیرین ڈلوادی تھین، کہ وہ حرکت نہ کر سکے، اس کا فیل بان بھی مارا جا چکا تھا، لیکن اس کی ہمت اپنی جگہ پر ہاتھی کی طرح مستقیم تھی، راجہ رام سنگھ راٹھور اپنی جماعت کو لیتا ہوا بڑھا، لڑتا ہوا مراد تک پہنچا، اور اپنے گھوڑے کو مراد کے ہاتھی پر دو پاؤن پر کھڑا کر کے یہ کہتے ہوئے کہ "تو دارا سے تخت لینے چلا ہے" نیزہ سے شہزادہ پر حملہ آور ہوا، اسکا نشانہ خالی گیا، اور مراد نے تیر سے اس کا کام تمام کر دیا، دوسرے راجپوت سردارون نے خود اورنگزیب کے ہاتھی کو گھیر لیا، ایک بہادر راٹھور سور ما راجہ روپ سنگھ نے اپنے گھوڑے سے کود کر اس بات کی کوشش کی، کہ وہ اورنگزیب کے ہودے کی رسی کاٹ دے، لیکن قبل اس کے کہ وہ اس مین کامیاب ہو، اس کا رشتۂ حیات منقطع ہو چکا تھا، رستم خان کا حملہ بھی غضب کا حملہ تھا، لیکن اس کی موت نے اس زور کو بھی ختم کر دیا،

اب اورنگزیب کی باری تھی، اس نے اپنی فوج و توپخانہ کے ساتھ حملہ کر دیا، تیرون اور گولیون کی بارش مین دارا گھبرا اٹھا، بچنے کے لیے ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوا، دارا کی یہ وہ غیر دانشمندانہ حرکت تھی، جس نے پورس کو سکندر کے خلاف شکست دلائی تھی، ہودے کو خالی دیکھکر فوج سمجھی کہ دارا کام آیا، پھر کیا تھا، ایک عام انتشار پیدا ہو گیا، اور جس شخص کو جدھر راستہ ملا، نکل بھاگا، اب دارا کی تمام کوششین بیکار ثابت ہو رہی تھین، اور شکست کو یقینی سمجھ کر وہ بھی چند سپاہیون کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا، دارا کا بھاگنا تھا کہ

اورنگزیب نے فتح کا طبل بجوا دیا، اب میدان دارا کے زندہ سپاہیون سے صاف تھا، دارا تقریباً نو بجے رات کو اپنے چند سپاہیون کے ساتھ آگرہ پہنچا، اور اپنے محل مین داخل ہو کر دروازے بند کر لیے، اُس کی یہ آمد اس کی شکست کی افواہ کی تصدیق تھی، شاہی محل مین کہرام مچ گیا، شاہجہان نے اس کے پاس پیغام بھیجا کہ

"چوں مجاری حال بمشیت ایزد متعال باین منوال رسیدہ، بہتر آن است کہ یکبارگی درون قلعۂ آمدہ، ما را بہ بیند، کہ بعضے سخنان زبانی باآں فرزند مہر پیوند گفتنی است، بعد از ان کلمات ہر جا کہ نصیب آں فرزند باشد خواہد رفت وانچہ دربارۂ آں فرزند خانۂ تقدیر رقم نمودہ بیگمان ہر جا کہ باشد بپیش خواہد آمد"

لیکن دارا دل مین خوب سمجھتا تھا، کہ اس نے جو کچھ کیا، وہ شاہجہان کی مرضی کے خلاف کیا اور اس کی شکست نے اس غلطی کو زیادہ واضح کر دیا تھا، اس لیے شاہجہان کے پاس جانے کی ہمت نہ ہوئی، اور اس نے جواب مین کہلا بھیجا کہ

"مرا دیگر روے آں نیست کہ بسعادت ملازمت مشرف شوم، بکدام رو دیچہ حال خود را بخدمت رسانم ونیز ملاحظۂ آں دارم کہ اگر بیش ازیں تعویق کنم، افواجِ دشمن گرد و پیش را فرو گیرد، و ایں جان دو نیم گشتہ بلکہ بلب رسیدہ است چنگلِ گرگ اجل بہ آں بازی کند، الحال چناں می بینم کہ دیدار بقیامت افتادہ است، ترک دیدن روے نموم نمودہ اجازت دہند، کہ بطرفے بدر روم وچندے از آنہا کہ متعلقۂ ناموس اند، بہ عماری چند انداختہ، ہمراہ برم . . . . از اں قبلۂ حقیقی وکعبۂ تحقیقی مستدعی آنم کہ ایں سراسیمۂ بے خانماں را کہ اکنوں راہ دراز در پیش دارد، گاہے بفاتحۂ خیر یاد کردہ باشند"

اس جواب کو پاکر شاہجہان نے جو کچھ دارا کی اس وقت مالی مدد ہو سکتی ہے، کی، اور ابھی رات کا تہائی حصہ باقی ہی تھا، کہ دارا اپنے حرم خاص اور تھوڑی سی فوج کے ساتھ دہلی روانہ ہو گیا کہ وہان پہنچکر از سر نو لڑائی کے لیے تیاری کرے،

اورنگزیب نے جب دیکھا کہ دشمن کی فوج بھاگ رہی ہے، اور اس کی فوج فاتحانہ اس کے تعاقب مین ہے، تو سب سے پہلا کام جو اس نے میدانِ جنگ مین کیا، وہ یہ تھا کہ وہین زمین پر اس نے شکرانہ کی دو رکعت نماز ادا کی، اس کے بعد چونکہ اس وقت تک اس کا خیمہ نہین آیا تھا، دارا کے خیمہ مین جاکر ٹھہرا، زخمی مراد بھی وہین تھا، بھائی کو زخمون سے چور دیکھکر اس کا جی بھر آیا، پُر اشک آنکھون سے اس کے خون آلودہ سر کو اپنے گود مین رکھ لیا، اور اطبا نے زخم دھو کر مرہم پٹی شروع کر دیا[1]، جب مرہم پٹی ہو چکی، اور اورنگزیب کا خیمہ نصب کیا جا چکا، تو وہ اپنے خیمہ مین چلا گیا،

سفرِ آگرہ دوسرے دن اس نے روانگی سے پہلے اپنے افسرون پر انعامات کی بارش کی، دارا کی فوج اور سرکاری افسرون مین سے جو لوگ آکر شامل ہو گئے تھے، ان کو اپنی ملازمت مین لے لیا، اور یہان سے چل کر ۱۰ رمضان (۱۰ جون) کو آگرہ کے قریب پہنچا، اور باغ نور محل مین مقیم ہوا، یہان بھی بہت سے شاہی افسرون اور سرکاری دفتر کے لوگون نے آکر شرفِ ملازمت حاصل کیا،

آگرہ کی فتح یہان پہنچکر اورنگزیب نے سب سے پہلے جو کام کیا، وہ یہ تھا، میر جملہ اور شاہ نواز خان کو نظربندی کے قیود سے آزاد کرنے کے فرامین بھیجے کہ اب ان سے کوئی خطرہ باقی

[1] سموگڈہ کی لڑائی کے مفصل حالات کے لیے دیکھو، سرکار اورنگزیب حصہ دوم باب ۲-۳، عالمگیرنامہ ص ۵۷-۱۱۰، عمل صالح ۲۱-۲۵، ظفرنامہ عالمگیری ص ۱۵-۲۲، تاریخ شجاعی ص الف ۵۶-ب ۵۷ وغیرہ وغیرہ،

نہین رہا تھا، اوّل الذکر کو پہلے خاندیس کا گورنر بنایا، لیکن ضرورت سے مجبور ہوکر بعد مین اپنے پاس بلا لیا، اور مؤخر الذکر کو گجرات کا گورنر بنا دیا کہ مراد کی عدم موجودگی مین وہان امن قائم رہ سکے،

سموگڈہ کی لڑائی کے بعد شاہجہان کے پاس اتنی فوج نہ تھی، کہ وہ اورنگزیب کا مقابلہ کرسکتا، اس لیے اس نے اب دشمن کی جگہ دوست بنکر اورنگزیب کو مغلوب کرنا چاہا، چنانچہ جس دن اورنگزیب آگرہ پہنچا، اسی دن شاہجہان نے اپنے خانسامان و معتمد خاص فاضل خان اور صدر الصدور مولنا ہدایت اللہ کو تحائف اور ایک خط کے ساتھ اورنگزیب کے پاس بھیجا، اس خط مین اشتیاقِ ملاقات کا ذکر تھا، اورنگزیب نے اس کے جواب مین لکھا کہ وہ اولین فرصت مین حاضر ہوکر شرف ملازمت اختیار کرے گا، ان لوگون کے جانے کے بعد اورنگزیب کو بعض خاص ذرائع سے، جس مین روشن آرا، اور شایستہ خان کا نام خاص طور سے لیا جاتا ہے، معلوم ہوا، کہ یہ دعوت صرف اس لیے ہے، کہ اوسے قلعہ مین بلاکر قید یا قتل کر دیا جاے، چنانچہ جب دوسرے دن فاضل خان، بہت سے جواہرات اور "عالمگیر" نامی تلوار لے کر آیا، تو اس نے یہان کا رنگ ہی بدلا ہوا پایا، اور اس کی اطلاع اس نے بادشاہ کو دی، اسی اثنا مین مراد کی خودسر اور لالچی فوج نے شہر کے اندر گھس کر لوٹ مار شروع کر دی تھی، اور ہر شخص کے جان و مال کو خطرہ محسوس ہو رہا تھا، جب اورنگزیب کو اس کی اطلاع ملی، تو اس نے شہر مین امن قائم رکھنے کے لیے اپنے بڑے بیٹے کو شہر کے انتظام کے لیے بھیجدیا، اور شہر پر اورنگزیب کا قبضہ ہوگیا، مگر قلعہ ابھی تک اسی طرح شاہجہان کے قبضہ مین تھا، اب شاہجہان نے ایک مرتبہ پھر فاضل خان، اور خلیل اللہ کو اورنگزیب کے پاس بھیجا، فاضل خان، شاہجہان کا معتمد خاص تھا، اسلیے

اس سے اصل حقیقت کا دریافت کرنا محال تھا، اس لیے اورنگزیب نے خلیل اللہ کو تنہائی میں بلا کر دریافتِ حال کیا، اور اس نے اورنگزیب کے شکوک کی تائید کی، اورنگزیب نے خلیل اللہ کو اپنے پاس روک لیا، فاضل خان، نامراد واپس گیا، اور اس نے اطلاع دیدی کہ مرض علاج سے گذر چکا ہے، اب شاہجہان کو یہ خطرہ محسوس ہوا، کہ ایسی حالت میں جبکہ اس کے افسر ایک ایک کرکے روزانہ اس سے الگ ہو رہے ہیں، کہیں کوئی شخص اسے بھی اورنگزیب کے حوالہ نکردے، اس خیال کے ساتھ ہی اس نے قلعہ کا دروازہ بند کرلیا، جب اورنگزیب کو اس کی اطلاع ملی، تو اس نے اسی روز رات کو اپنی فوج قلعہ کی فصیلوں کے گرد پھیلادی، مگر وہ خونریزی کا حامی نہ تھا، اس لیے اس نے محاصرہ کو جلد از جلد ختم کرنے کی صورت پیدا کرلی، اور وہ یہ تھی کہ اگر اس دروازہ پر جو جمنا کی طرف ہے، اور جس کے ذریعہ قلعہ میں پانی آتا ہے، قبضہ کرلیا جائے، تو محاصرہ ختم ہو جائے گا، اور اسی خیال سے اپنی فوج کے ایک دستہ کو وہاں تک پہنچا دیا، شاہجہان نے دو روز تک اس تکلیف کا مقابلہ کیا، لیکن تیسرے دن ایک خط لیکر فاضل خان کو بھیجا، اس خط میں زمانہ کا شکوہ تھا، خدا اور رسول کا واسطہ تھا، اور کبر و غرور سے الگ رہنے کی نصیحت تھی، اورنگزیب نے اس کے جواب میں صاف صاف لکھدیا کہ محاصرہ کیا چیز ہے، وہ خود بادشاہ کے پاس آنے کو تیار ہے، لیکن

> "بمقتضائے طبیعتِ بشری مغلوب واہمۂ ہراس گشتہ جرأت نماندہ کہ باطمینانِ قلب وجمعیتِ باطن، عازم احرازِ سعادتِ حضور پر نور تواند شد۔ . . . . اگر آئینِ مرید نوازی را مرعی فرمودہ، حکم والا بشرفِ نفاذ رسانند کہ بعضے از مردم ایں مرید نخست بقلعہ باریافتہ، بجائے جمعے از ملازمانِ سرکارِ عالم مدار کہ بمحافظتِ دروب و

مداخلت ماموراند، قرارگیرند، واز پیشگاہِ عنایت خسروانی بحراستِ ابوابِ قلعہ امتیاز واختصاص یابند، ایں فدوی جاں سپاز بجمعِ خاطر وسکونِ باطن واطمینانِ دل بحضورِ اقدس رسیدہ، سعادتِ زمیں بوسِ اشرف حاصل نماید، وزبانِ عقیدت بیان بعذرِ تقصیرات بکشاید، غایت مرید نوازی خواہد بود" (۶/۱۲۱)

لیکن اس کے بعد بھی شاہجہان نے تامل کیا، پھر وہ خط لکھا جو تیر و نشتر سے بھرا ہوا تھا اور جیسا کہ مشہور ہے، اورنگزیب نے اس پر صرف اس قدر لکھکر کہ "کردہ خویش آید پیش دیدہ" جداوب" اتمامِ حجت کردی، اب شاہجہان مجبور تھا، اور ۱۷ رمضان (۸ جون) کو اس نے قلعہ کا دروازہ کھولدیا، اس کی فوج نے اطاعت قبول کرلی، اور محمد سلطان نے قلعہ کے اندر جاکر پہلے بادشاہ سے ملاقات کی اور پھر تمام اہم مقامات سرکاری خزانون، اور توشہ خانون پر قبضہ کرلیا، اس کے دودن بعد ۱۹ رمضان (۱۰ جون) کو جہاں آرا بیگم، اورنگزیب سے ملنے آئی اور اس نے حکومت کی تقسیم کی تجویز پیش کی، لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا، اورنگزیب خوب سمجھتا تھا، کہ شاہجہان کی یہ تمام کارروائیان صرف اسلیے ہین کہ دارا کو دہلی مین اطمینان سے تیاری کا موقع ملے، دوسرے اسے دارا کی طرف سے بھی اعتماد نہ تھا، اس لیے اُس نے اس تجویز کو ماننے سے انکار کردیا، آیندہ کے واقعات اس بات کا ثبوت ہین، کہ اورنگزیب کا خیال غلط نہ تھا، لیکن اس کے ساتھ اورنگزیب اپنی بڑی بہن کی ہر بات کو رد بھی نہ کرسکتا تھا، چنانچہ جہاں آرا کی اس درخواست کو کہ وہ چلکر کم ازکم ایک مرتبہ بادشاہ سے مل لے اوس نے مان لیا،

دوسرے دن وہ وعدے کے مطابق بادشاہ سے ملنے کے لیے روانہ ہوا، وہ قلعہ کے دروازہ کے پاس پہنچا ہی تھا، کہ اس کے بعض معتمد افسر، دوڑتے ہوے اُسکے پاس پہنچے،

اور انھون نے بیان کیا، کہ اونھین شاہجہان کے ارادہ کے متعلق ایسے حالات معلوم ہوگئے ہین جن کی بنا پر اس کا قلعہ کے اندر جانا کسی صورت سے بھی مناسب نہین ہی کیونکہ شاہجہان نے طے کیا ہے، کہ جونہی اورنگزیب اس کے سامنے جائے، محل کی مسلح ترکنین اس پر حملہ کرکے اس کا خاتمہ کردین، ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ناہر دل چیلا نے شاہجہان کا ایک خط اُس کے ہاتھ مین لاکر رکھدیا، یہ خط دارا کے نام کا تھا، اور اس مین لکھا تھا کہ :-

"داراشکوہ در شاہجہان آباد ثبات قدم ورزد، کمی خزانہ ولشکر دز آنجا نیست، زنہار از آنجا بیشتر نگذرد کہ ما بدولت ہم را در ینجا فیصل میفرمائیم" (۱۸۶/۱)

اس خط کے ملنے کے بعد اورنگ زیب کے پاس اس کے سوا کیا چارہ کار ہو سکتا تھا کہ وہ لوٹ آئے، چنانچہ وہ واپس آگیا، اور واپسی مین دارا کے محل مین جو خالی پڑا تھا ٹھہرا، شاہجہان کی نظر بندی، اورنگزیب کے فرد جرم مین ایک دفعہ ضعیف باپ کو نظر بند کرنے کی بھی ہی، لیکن ہم کو تاریخ کی روشنی مین دیکھنا چاہیئے، کہ اورنگزیب کی یہ کارروائی واقعات کی روشنی مین صحیح تھی، یا غلط، اور کیا واقعی اس نے اپنے بڈھے باپ شاہجہان کو اُسی طرح نظر بند کیا تھا، جس طرح کہ کہا جاتا ہی،

ہم دکھا چکے ہین کہ شاہجہان کس طرح ابتدا ہی سے دارا کی حمایت کر رہا تھا، کس طرح اُس نے ہمیشہ دارا کے کہنے سے اورنگزیب کو ذلیل و رسوا کیا تھا، کس طرح اب بھی جبکہ دارا کی علانیہ عدول حکمی کر رہا تھا، اُس نے اسی کا ساتھ دیکر اورنگزیب کی جان تک لینے کا ارادہ کرلیا تھا، ایسی حالت مین، اورنگزیب کا کیا فرض تھا، کیا وہ چپ چاپ اپنی مدافعت مین ہاتھ اٹھائے بغیر اپنے کو دارا کی انتقامی خواہشات کے سامنے قربان ہونے کے لیے پیش کر دیتا، شاید کوئی سنجیدہ شخص بھی اس کی حمایت نہین کرے گا، ہمارا خیال ہے اور ہمارے پاس اسکی تائید مین ناقابل

تردید ثبوت موجود ہین، کہ شاہجہان اب بھی اگر اپنے رویہ مین تبدیلی اختیار کرتا، اور دارا و شجاع کو اپنے اعمال کی سزا بھگتنے کے لیے چھوڑ دیتا، تو اورنگزیب اُس کو نہ صرف نظر بندی سے آزاد کر دیتا، بلکہ بہت ممکن ہے، کہ شاہجہان کی زندگی بھر اُسی کے نام ہی سے حکومت کرتا لیکن شاہجہان، دارا کی محبت مین اندھا ہو رہا تھا، اُسے یہ بھی خیال نہ رہا تھا کہ اورنگزیب اور اس کے دوسرے دو بھائی بھی اوسکی محبوب ترین حرم ممتاز محل کی اولاد اور اس کے جگر گوشے ہین، جس طرح دارا ہے، اسلئے وہ بھی اسکی پدرانہ محبت اور بزرگانہ شفقت و عنایت کے اُسی طرح مستحق ہین، جتنا دارا، مگر افسوس کہ شاہجہان نے ایسا نہین کیا،

اورنگزیب نے باپ کے احترام کو جس حد تک قائم رکھا، اور جس درجہ تک اُس نے شاہجہان کے مقابل براہِ راست اپنے کو پیش کرنے سے گریز کیا، اسکی مثال مغل تاریخ کے صفحات مین نہین ملسکتی، یہ خود شاہجہان تھا، جو باپ کے خلاف علانیہ برسرِ جنگ ہو گیا تھا، یہ جہانگیر تھا جس نے اپنے باپ کے مقابلہ مین اعلانِ جنگ کر دیا تھا، لیکن اورنگزیب نے ایک لمحہ کے لیے بھی یہ ظاہر ہونے نہ دیا، کہ اسکی یہ جنگ باپ کے خلاف ہے، یا وہ شاہجہان سے لڑنے کے لیے کھڑا ہوا ہے، اُس نے جب کبھی اس کے متعلق کسی کو کچھ لکھا، تو اُس مین صرف یہ ظاہر کیا، کہ اُس کا مقابلہ دارا سے تھا، اس کی جنگ دارا سے ہوئی، اور اگر اس کو عداوت تھی، تو دارا سے تھی، چنانچہ وہ اپنے ایک خط مین ایک صوفی بزرگ خواجہ عبدالغفار کو ان حالات کی جب اطلاع دیتا ہے تو لکھتا ہے کہ

"درین وقت کہ بادشاہ زادۂ بے شکوہ، از ظہور بعض امور بخارِ پندار و غرور بکاخِ دماغ راہ دادہ، زمام مہام وسعت آبادِ ہندوستان را لقبضۂ اقتدار و اختیارِ خویش درآوردہ بود، و بترویج آئینِ ہنود و کفار و احیاے رسوم ذمیمۂ فجار و اشرار پرداختہ، در تحریف دینِ متین و تسخیف شرع رسول امین علیہ من الصلوٰۃ المہاو من التحیات اعمہا غایت جہد مبذول میداشت

وازیں رہگذر غبارِ شورش و فتور در ساحتِ اکثر ممالکِ محروسہ ارتفاع یافتہ عمومِ سکنۂ و متوطنین را دامنِ امنیت از دست رفتہ بود۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بقصدِ احرازِ مثوباتِ اخروی و تحصیلِ سعادتِ دنیوی عنان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رابصوبِ مقصود منعطف ساختیم" (آداب)

اس کے بعد جسونت سنگھ و دارا سے لڑائیون کا حال لکھکر شاہجہان کے احترام و عزت کو قائم رکھنے کے لیے آگرہ کے قلعہ کے متعلق یہ نہین لکھتا کہ مین نے شاہجہان سے لڑکر اُسے لیا ہے، بلکہ کہتا ہے کہ:-

"اعلیٰ حضرت خلافت مرتبت، سلیمان منزلت، از غایتِ قدردانی و عاطفت قلعۂ اکبرآباد رابتصرفِ ما گذاشتہ" (آداب)

اسی طرح اُس نے قطب الملک کو قلعۂ اکبرآباد پر قبضہ پانے کی جو اطلاع دی ہے، اُس مین لکھتا ہے:-

"قلعۂ اکبرآباد بتصرفِ اولیاے دولت قاہرہ درآمدہ، اعلیٰ حضرت خلافت منزلت، سلیمان مرتبت، ظلِ سبحانی از روے عاطفت و قدردانی زمامِ مہامِ فرمانروائی و جہانبانی بقبضۂ اقتدار و یدِ اعتبارِ ما سپردہ اند" (آداب)

علی عادل شاہ وغیرہ کو بھی تقریباً انھی الفاظ مین اطلاع دیتا ہے،

یہ تو بیرونی کارروائی ہوئی، اب خود شاہجہان کے ساتھ اس نے جو برتاؤ کیا، اس کا بہترین ثبوت وہ ہدایات ہین، جو اُس نے شاہجہان کے ملازم خاص فاضل خان کو لکھ کر بھیجین اور جن کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اورنگزیب نے شاہجہان کی کامل آزادی مین صرف اسی حد تک تحدید کردی تھی، کہ وہ اس کو کسی صورت سے نقصان نہ پہنچا سکے، اور بس، ورنہ نہ اس کے روزانہ مشاغل مین کوئی مداخلت کی گئی تھی، اور نہ اُس کے ذاتی توشہ خانون کو ہاتھ لگایا گیا، اس کے ساتھ ہی

اورنگزیب نے اس بات کا بھی حکم دیدیا تھا، کہ شاہجہان جو چیز جس وقت طلب کرے، اُس کے سامنے حاضر کیجائے، لوگوں کا جو ہزاروں روپیہ اس کے ذمہ ہے، وہ ادا کر دیا جائے اور جن لوگوں کے وظائف مقرر ہیں، وہ علی حالہ باقی رہیں، چنانچہ جہان آرا کا بھی آخر وقت تک وہی اثر و اقتدار، اور عزت و احترام کو باقی رکھا گیا، فاضل خان والے خط کا ضروری حصہ یہ ہے:-

"بعد ازیں نیز طلب خدمۂ محل را بضابطۂ سابق تنخواہ دادہ موقوف ندارد، وہشتاد یکہزار روپیہ دکسری وجہ قیمت اجناس ابتیاعی را کہ تا حال بہ بیوپاریان نرسیدہ . . . .
بے تعلل از خزانہ خرچ تنخواہ کند تا دربارۂ استغاثۂ آں جماعت بعرض مقدس رسیدہ سبب تشتت خاطرِ ملکوت ناظر اعلیٰ حضرت نگردد". . . . . رفتن آں دولت خواہ . . . . بغسلخانہ بتقریب واشدن کارخانہ جواہر و مرصع آلات در کار نیست، ہرگاہ اعلیٰ حضرت چیزے ازاں جنس بجہت دیدن یاد فرمایند، گماشتہ معتبر خود را می فرستادہ باشد. . . . . جنس مطلوب برآوردہ از نظرِ انور بگذرانند" (آداب)

ایک دوسرے خط میں لکھتا ہے کہ:-

"اگر اعلیٰ حضرت از اسباب کارخانجاتے کہ درون قلعہ و بیرون از غسلخانہ است چیزے طلب فرمایند بے مضائقہ کارخانہ را در حضور واکردہ و انچہ یاد نمودہ باشند بنظرِ انور درآوردہ کوٹھہ را مہر کنند" (آداب)

اورنگزیب نے شاہجہان کے ساتھ یہی مراعات نہیں کیں بلکہ اُس نے ان تمام رسوم کو بھی جاری رکھنے کا حکم دیا، جو شاہجہان نے جاری کی تھیں، ان میں ممتاز محل کی برسی بھی تھی، اس کے متعلق وہ لکھتا ہے:-

"تفصیل اخراجات عرس روضۂ منورہ بسامع جلال رسیدہ، حکم اشرف اعلیٰ پیرایہ ورود گرفتہ کہ وجہ مذبور بہمان دستور مقرر دانستہ در تہیہ سرانجام ضروریات آں امر خطیر صرف نماید، و بحدے بے پایان مبذول دارد، کہ تمامی اعیان صوبہ از اکابر و بندہاے عمدہ ....

...... وغیرانہا کہ شایستہ امضاء توانند بود، حاضر باشند[1] (آداب)

یہ تو اورنگزیب کی وہ کارروائیاں تھین جو اُس نے دوسرون کے سامنے شاہجہان کی عزت ووقار اور اس کے احترام کو قائم رکھنے کے لیے کی تھین، اور اسی وجہ سے اس نے اب تک اپنی بادشاہت کا بھی اعلان نہین کیا تھا، مگر اب ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ خود ان دونون باپ بیٹون مین قلعہ کے فتح ہونے کے بعد کس قسم کی خط و کتابت ہوتی رہی، اورنگزیب نے کیا چاہا، اور شاہجہان نے کیا کیا، علاوہ ازین شاہجہان کی وہ کونسی کارروائیان تھین جنھون نے اورنگزیب کو اس بات پر مجبور کیا، کہ وہ بھی بادشاہت کا اعلان کر دے،

شاہجہان کی عداوت اورنگزیب نے اپنے ابتداے عہد صوبہ داری ہی سے اپنا جو رویہ اختیار کر رکھا تھا، وہ یہ بتانے کے لیے کافی ہے، کہ شاہجہان کی انتہائی عداوت کے باوجود بھی وہ اس کا انتہائی احترام کرتا تھا، جتنا کہ ایک مطیع و سعادتمند لڑکا کر سکتا ہے، اور اس وقت بھی اُس نے دارا کی معاندانہ کوششون اور غیر برادرانہ جنگون سے مجبور ہو کر جو کچھ کیا تھا، اور اس سلسلہ مین اوسے شاہجہان کی جو خفگی بھی مول لینا پڑی تھی، اس کا اُسے انتہائی رنج و افسوس ہی نہین تھا، بلکہ اس سے وہ شرمندہ بھی تھا، اور شاہجہان سے شاید ایام نظربندی مین ملاقات نہ کرنے کی، اس کے سوا کوئی وجہ نہ تھی، کہ یہی شرم مانع تھی، چنانچہ وہ خود شاہجہان کو متعدد خطوط مین اس کے متعلق اس طرح لکھتا ہے:۔

"پیر و دستگیر سلامت! این مجبور حکم قضا و قدر کہ بمشیت الٰہی درچنیں ورطۂ خطرناک افتادہ بچندیں

[1] اسی طرح اورنگزیب نے اپنی سوتیلی بہن کا وظیفہ بھی علی حالہ بحال رکھا،

کلفتہائے ظاہری و باطنی مبتلا گشتہ از خجلت و انفعالِ خود چہ عرض داشت کند کہ براعلیٰ حضرت ہویدا نباشد، پیوستہ از درگاہِ ایزدی مسئلت مینماید کہ توفیقِ استرضائے خاطرِ ملکوت ناظر و فرصت تدارک و تلافیِ مافات و عذر خواہیِ زلاتِ خویش یافتہ خدمتے کہ موجبِ خوشنودیٔ قبلہ و کعبۂ حقیقی تواند بود بتقدیم رساند" (۵/۱۲۸)

اورنگزیب نے اتنا ہی نہیں کیا، بلکہ اس نے لکھا کہ وہ بادشاہ ہونا نہیں چاہتا بلکہ دارا کے ملحدانہ خیالات اور غیر فرزندانہ مساعی کا خاتمہ کر کے شاہجہان کو اس کی گرفت سے آزاد کرانا چاہتا ہے۔ وہ ایک خط میں لکھتا ہے :-

"خدائے غیب داں کہ ادراکِ کذب و دروغ گواہ گرفتن نزدِ اہلِ اسلام کفر و در جمیع ملل و ادیان مذموم است، می داند کہ ایں مرید ہرگز بتجویزِ ارتکابِ خلافِ مرضیِ طبعِ مقدس راضی نبودہ و نیست و خود را نائبِ حضرت انگاشتہ بدیں خدمت قیام مینماید، لیکن چوں انتظام اوضاعِ مملکت و احوالِ رعیت باظہارِ نیابت امکان نداشت، ناگزیر برائے پاسِ مصالحِ ملک و ملت بروزے چنداں ایں نوع سلوک کہ بخاطر خطور نمی کرد، و چہ شرمندگیہا کہ ازاں رہگذر زداد لازم شد، پس ازانکہ امنیت در ممالک پدید آمدہ، غبارِ فتنہ و فساد فرو نشیند انشاء اللہ تعالیٰ جمیع مرغوباتِ خاطرِ اشرف بوجہ احسن صورت خواہد گرفت" (۳/۱۲۶)

ایک اور خط میں اورنگزیب اپنے پوزیشن کو اس طرح صاف کرتا ہے :-

"برائے خورشید ضیا پوشیدہ نماند، کہ ایں مرید بتوفیقِ الٰہی حقیقتِ دنیا و عدمِ ثباتِ دنیائے بے بقارا نوعے کہ ہست، دانستہ و راطیعوا اللہ آں قدر مقصر است کہ پیشِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام خجالتہا دارد، دعوئے مرتبۂ سیوم را چوں میتواند کرد، لیکن نسبت باہلِ روزگار بقدرِ مقدور در اطاعتِ اوامر و نواہیِ الٰہی و پیرویٔ شریعتِ مصطفوی کوشید، تا وقتیکہ عنانِ اختیارِ جہانبانی

بقبضۂ اقتدار اعلیحضرت بود محض برائے پاس فرمانِ ایزدی بے حکم والا بہ تمشیتِ ہیچ مہمے و مطلبے نہ پرداختہ و ہرگز قدم از حدِ خویش فراتر نگذاشتہ، و عالم السر والخفیات بر صدقِ ایں دعویٰ شاہد و گواہ است،

ازانجا کہ بتحقیق انجامیدہ بود کہ بادشاہزادۂ کلاں در ایامِ بیماریٔ اعلیحضرت استقلال تمام پیدا کردہ در ترویجِ آئینِ ہنود و کفار و ہدمِ بنیانِ دینِ رسول مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام، کمر اہتمام چست بستہ، غبارِ الحاد در عرصۂ مملکت برانگیختہ و سر رشتۂ انتظامِ مہام از دست رفتہ کسے را از بندہائے حضور یارائے آں نماندہ کہ صورتِ حال را بعرضِ اشرف رساند و او خود را باعدمِ استحقاق، شائستۂ فرمان روائی دانستہ، مربی و ولی نعمت را معزولِ مطلق ساختہ، چنانچہ ایں مقدمہ بخطِ مبارک در مناشیرِ پیشین مندرج شدہ، بنا براں این مرید از اندیشۂ آنکہ مبادا تہاون در اصلاحِ ایں فساد کہ منجر بخرابیٔ بلاد و تفرقۂ عباد بود، سببِ بازخواست و مواخذۂ اخروی گردد، تحصیلِ مثوبات را در نظر داشتہ از برہان پور روانۂ ایں سمت شد، و دراں وقت غیر آں دشمنِ دینِ مبین و آں والا مرتبت کہ مخالفت با او گناہ نہ باشد درمیان نبود" (خط نمبر $\frac{1}{124}$)

لیکن کیا دنیا جانتی ہے، کہ اورنگزیب کی اس تمام خاکساری، عجز اور اقرارِ گناہ کا جواب شاہجہان کی طرف سے کیا ملتا تھا، شاہجہان اب بھی اورنگزیب کو تباہ کرنے کی فکر مین لگا ہوا تھا، وہ اب بھی اپنے ہمدرد صوبہ دارون کو دارا کی مدد کے لیے لکھ رہا تھا، شاہجہان اس وقت بھی خواجہ سراؤن کے ذریعہ اورنگزیب کے دشمنون سے خط و کتابت کر رہا تھا، شاہجہان اس گھڑی بھی اورنگزیب کے دوسرے بھائیون، شجاع، و مراد کو اس کے خلاف آمادہ کرنے کی سعی مین مصروف تھا، شاہجہان اس آن بھی کوئی نہین تو اورنگزیب کے بیٹے ہی کو مختلف قسم کے سبز باغ دکھا کر باپ سے بغاوت کرنے پر آمادہ کر رہا تھا، کیا ہمارا یہ بیان بے ثبوت ہے؟ نہین ایسا نہین ہے، بلکہ اس کی شہادت ان خطوط سے ملتی ہے،

جو اورنگزیب نے شاہجہان کو ان کارروائیوں کے متعلق لکھا ہے، شاہجہان نے دارا کو دہلی کی طرف بھیج کر وہاں فوج کی تیاری کا اُسے حکم دیدیا، اور اس کے بعد جب دارا دہلی کو چھوڑ کر پنجاب کی طرف گیا، تو شاہجہان نے اپنے دیرینہ ملازم اور کابل کے صوبہ دار مہابت خان کو خفیہ طور سے یہ خط لکھا کہ:-

"چوں فرزندِ مظلوم دارا شکوہ بعد از شکست روانہ لاہور شدہ، دریں وقت مخلصِ درست اعتقاد .... بغیر ازاں خلف الصدق مہابت خاں یعنی مہابت خان ثانی دریں جہان فانی نیست، لہذا دردِ دلِ خود را بر روے کارِ اظہار آوردہ، چشم داشتِ تدارک دارم .... دارا شکوہِ من بلاہور میرسد، از خزانہ در لاہور کمی نیست، و آدم و اسپ در کابل وافر، دنشل مہابت خاں کہ زمانہ از مہابتِ او در تزلزل و سردارے ہمچوں شاہجہان منزوی باشد، غرابت دارد، ہمیں کہ آں شیرِ بیشۂ تہوری با لشکرِ آراستہ، عزیمت بکند، و جلو ریز بلاہور رسیدہ بمدد و رفاقتِ دارا شکوہ پا با پرداختہ بمقابلہ و جزاے اعمال ہر دو نا برخوردار پردازد و صاحبقرانِ ثانی زندانی را برآوردہ، بہ بیند کہ نامِ نیک بہ از گنجِ قارون و مناصب و مراتبِ دنیاے دوں چہ قدر حاصل خواہد شد" ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

و بفرزندِ ارجمند نوشتہ ام کہ خود را با و گذاشتہ بہبودِ حال و مآلِ خویش در اطاعتِ آں سپہ سالار داند، و خلاصیٔ من دریں شناسد،

مکرر نوشتہ میشود کہ دنیا جاے سہل ناپائدار است، و با ہیچ کس وفا نکردہ و نخواہد کرد، و نیک نامی بر صفحۂ روزگار یادگار خواہد ماند، و مہابت خاں چگونہ خواہد پسندید، کہ صاحبقرانِ ثانی زندانی در اقسامِ بلا گرفتار باشد، و شخصے کہ بدامِ تزویر عالمے را رام نمودہ بکامِ خود ساختہ بر تختِ خلافت کامرانی کند، و بایں حال اگر آں عمدۃ الملک اغماض نماید، فرداے قیامت

دستِ من و دامنِ او" (۱/۱۹۶)

مذکورۂ بالا خط یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے کہ شاہجہان نظر بندی کے زمانہ میں بھی اورنگزیب کے خلاف سازشوں میں مصروف تھا، اورنگزیب کو جب متعدد ذریعوں سے اسکی خبر ملی، تو اُس نے اُن خواجہ سراؤں کو جو اس سازش میں شریک تھے، بادشاہ کے پاس جانے سے روک دیا، لیکن شاہجہان کو بجائے اس کے کہ اس سے شرمندگی ہوتی سخت غصہ آیا، اور اس نے اورنگزیب کو ایک غضب آلود خط لکھا اور کہا کہ میرے خواجہ سراؤں پر کوئی پابندی عائد نہ کیجائے، اورنگزیب نے باپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے عاجزانہ طریقہ سے لکھا کہ

"ہرگاہ اعلیحضرت باآنکہ ایں مرید بکرات و مرات التماس نمودہ کہ راہِ ارسالِ نوشتجاتِ شورانگیز فتنہ افزا مسدود گردد، پرتوِ التفات برایں معنی نینداختہ صریح فرمودہ باشند کہ" ادایں توقع را کہ از پسرِ خود باید داشت از ما نکند و ما را تکلیفِ ترکِ ایں شیوہ کہ امکان ندارد، نماید" چنانچہ نوشتہ کہ جوری خانم آوردہ بود، بداں ناطق است، دریں صورت اگر بلوازمِ احتیاط پرداختہ اسبابِ فساد را برہم نزند، و خواجہ سرایانِ مفتن را کہ نوشتجاتِ غیر مکرر بوساطتِ آنہا بدر میرود، از حضورِ پرنور دور ندارد چہ کند،

کاش آنحضرت بریں مردم ترحم فرمودہ ایں شغل را کہ ما حصلش جز مزید کلفت و وحشت نیست، موقوف می داشتند و مصلحتِ کار مرعی میگشت، تا بمقتضائے ضرورت بریں مرید ایں ہمہ اہتمام لازم نمی شد، و آزارے بآنہا نمی رسید ع

اے وائے من و دستِ من و دامنِ خویش

علی ای حال از تقصیرِ خواجہ و فاگذشتہ او را پیشِ خود طلبیدہ است کہ مثلِ دیگراں خدمت می کردہ باشد، و در بابِ خواجہ محرم نوشتہ کہ کسے از رفتن محل مانع او نشود، اما اگر او نیز در

"رنگِ وفا بعمل آورد بروز او خواہد نشست" (۶/۱۲۹)

شاہجہان نے اس کے ساتھ شجاع کو بھی خطوط لکھے کہ اس وقت جبکہ اورنگزیب دارا کے تعاقب میں پنجاب کی طرف گیا ہوا ہے، وہ آگرہ پر قبضہ کر لے، اورنگزیب کو بھی اس کی اطلاع ملی، پہلے خط میں اس نے پاسِ ادب سے اس کارروائی کی طرف نہایت بلیغ طریقہ سے یوں اشارہ کیا

"مقدمۂ شورش بادشاہزادہ شاہ شجاع امرے نیست کہ بر کسے مستور بودہ باشد، یا آں را وسیلۂ تشریف نیاوردنِ اعلحضرت بدار الخلافہ قرار تواں داد" (۶/۱۲۴)

اس کے بعد جب وہ شجاع کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو رہا تھا، تو اُس نے پھر نہایت ادب سے شاہجہان کی اس کارروائی کی طرف اشارہ کیا، لیکن اس کا بھی شاہجہان پر کوئی اثر نہیں ہوا، اور اُسنے نہ صرف یہ کہ شجاع کو اس کے بعد بھی خطوط لکھے، بلکہ بعض مورخین کا خیال ہے، کہ جسونت سنگھ نے کھجوا کی جنگ سے پہلے جو غداری کی تھی، وہ بھی شاہجہان کے ایما سے تھی، اور اسی لیے وہ واپسی میں آگرہ تک آیا بھی تھا، اس لیے جب کھجوا پہنچکر اورنگزیب کو شاہجہان کا یہ حال معلوم ہوا، کہ وہ اب تک شجاع و دارا کی حمایت میں مصروف ہے، تو اس نے اب صاف صاف بادشاہ کو لکھدیا کہ اب وہ مجبور ہے کہ جس طرح اس نے شجاع کی پیشقدمی کو روک دیا ہے، دارا کا بھی کوئی فیصلہ کر دے، اس کے الفاظ یہ ہیں:-

"از آنجا کہ اخبارِ بے توجہی اعلیٰ حضرت متواتر رسید، چنانچہ از نوشتہ کہ بعبارت ہندی بشاہ شجاع قلمی گردیدہ بود، و خان و مانِ او برسرِ آں خراب شدہ ہویدا است و یقین حاصل شد کہ آنحضرت ایں مرید را نمی خواہند، و باآنکہ کار از دست رفتہ ہنوز تلاش آں دارند، کہ دیگرے استقلال یافتہ سعی ایں فدوی کہ مصروفِ ترویجِ دینِ متین و انتظامِ مہماتِ مملکت است، ضائع شود و بہیچ طریق ازیں فکر باز نیامدہ دریں کار مصر اند،"

ناگزیر براعاتِ لوازمِ حزم واحتیاط پرداختہ واز حدوثِ مفسدہائے ممتنع التدارک اندیشہ مند گشتہ آنچہ بخاطر داشت نتوانست از قوت بفعل آوردہ بر صدقِ ایں دعویٰ خدائے توانا شاہد وگواہ است،

"جمعیّتِ خاطرِ ایں مرید وقتے صورت تواند گرفت کہ آں دو فتنہ خو کہ ہر کدام دوبار بے غیرتی بخود قرار دادہ گریختہ اند، از ممالکِ محروسہ بدر روند یا بتوفیقِ الٰہی دستگیر گردیدہ در پہلوئے برادرِ خود نشینند" ($\frac{4}{127}$)

// مراد کے ساتھ شاہجہان نے ساز باز شروع کر دیا تھا، اور اوسے یہانتک آمادہ کر دیا تھا کہ وہ اپنے بڑے بھائی کو قتل کر ڈالے، اس کے ساتھ ہی شاہجہان نے شہزادہ محمد سلطان کو اس بات پر آمادہ کر دیا تھا، کہ وہ باپ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرے، اور شجاع کیساتھ ملکر حکومت حاصل کرے، اور اس سلسلہ مین اوسے سبز باغ دکھایا گیا تھا، کہ اورنگزیب نے شجاع سے جو معاہدہ کیا تھا، اُس مین اسکی شادی شجاع کی لڑکی سے طے کیگئی تھی، اور اگر یہ شادی ہوجاے تو شجاع، محمد سلطان، اور شاہجہان ملکر اپنا مقصد حاصل کرسکتے ہین لیکن شہزادہ اپنے باپ کو اچھی طرح سمجھتا تھا، اس لیے اس نے صاف صاف تو یہ نہین لکھا، کہ میری موعودہ شادی کر دیجاے، لیکن یہ درخواست ضرور کردی، کہ اب میری شادی ہوجانا چاہیے، اورنگزیب بھی اس کو سمجھ رہا تھا، چنانچہ اُس نے جواب مین لکھا کہ:-

"اگر آں والاتبار، رفیع مقدار میخواستہ باشند کہ ایں مقدمہ بطمطراق وآئینے کہ باید از قوت بفعل آید، صبیۂ خانجہاں وجعفر خاں مناسب است و اگر خواہش چناں باشند کہ از بنات اوساطِ مردم یکے رابگیرند، آں نیز باحسن وجہے صورت پذیر می تواند گشت، بریں تقدیر کسے راکہ بنظر در آوردہ باشند بنویسند تا فہمیدہ اجازت فرمودہ شود، واگر حال انتخاب

نرفتہ اختیار ایں کار را تجویز راے خورشید ضیا واگذاشتہ باشند، عرضہ دارند تا جاے لائقے بخاطر آورده شود، بہمہ حال مارا منافقہ نیست ہر شقے کہ راضی باشند مبارک است" (۱/۱۸۱)

شاہجہان کی یہی معاندانہ کوششیں تھیں، جو اس نے اس وقت تک جاری رکھیں جبتک کہ وہ دارا، یا پھر شجاع، مراد، یا شہزادہ محمد سلطان کو اورنگزیب کے خلاف آمادہ کرسکتا تھا، لیکن اس کے بعد وہ خاموش ہوگیا، مگر اسی اثنا میں اس پر بھی اورنگزیب کی صاف باطنی، حق پسندی اور اطاعت گذاری کا اثر ہونے لگا، اور اورنگزیب نے اس تبدیلی کو دیکھکر اس کے بعد سے کوئی ایسا اہم کام نہ کیا، جسمیں شاہجہان سے مشورہ نہ لیا ہو، اور شاہجہان نے بھی اپنی راے نہ دی ہو، مورخون کا بیان ہے، کہ جہان آرا کی مساعی سے شاہجہان نے اورنگزیب کے تمام قصور معاف کردیئے تھے، بختاور خان کی روایت ہے، کہ اس فرض کو اورنگزیب کے استاد مولانا سید محمد قنوجی نے جنکو اورنگزیب نے شاہجہان کی خدمت کے لیے مقرر کیا تھا، انجام دیا تھا، بہرحال اصلیت کچھ ہو، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آخر زمانہ میں اورنگزیب و شاہجہان کے تعلقات بہت خوشگوار ہوگئے تھے، شاہجہان اس کے بعد تقریبًا آٹھ سال تک زندہ رہا، اور پھر گیارہ رجب سنہ ۱۰۷۶ھ (۷ جنوری ۱۶۶۶ء) کو بیمار ہوکر دوشنبہ ۲۶ رجب (۲۲ جنوری) کو اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے عزلت گزین وگوشہ نشین ہوگیا[۱]

اس حادثۂ جانکاہ کی اطلاع شہزادی جہان آرا نے اورنگزیب کو ان الفاظ مین دی:

"تقدس وتعالی ہموارہ سایۂ عاطفت بادشاہ عالمگیر را بر عالمیان پاینده و باقی دارا د،! وقلم را چہ قدرت کہ شرحِ ایں مصیبتِ جانگداز بہ تحریر درآورد، وشمہ از کیفیتِ ایں روزِ سیاه بر لوحِ عرض برنگارد، وزبان را چہ یارا کہ آنچہ حادث شده در ضمیرِ تو اندگذرانَد!

[۱] شاہجہان کے ان ایام کے مشاغل کے لیے دیکھو عمل صالح ص ۴۴ - ۴۶،

انچہ ازیں قضیہ برسرمن گذشتہ اگر بدریا می گذشت خشک می شد، واگر بروز می رسید، شب دیجور می نمود، ہر چند عقل میداند کہ در امثالِ ایں حادثات تدبیرے بغیر از اعتصامِ صبر و شکیبائی میسر نیست، و چارہ جز تمسک بہ آیاتِ الٰہی و احادیثِ حضرتِ رسالت پناہی ؐ کہ در بابِ رضا و تسلیم نازل و وارد است متصور نہ، اما کثرتِ اندوہ زیادہ ازاں است کہ حوصلہ تاب آورد، و در ہنگامی کہ باخاطرِ سوگوار و دیدۂ اشکبار مستغرق بحرِ اندوہ و ملال بود، اشعۂ آفتابِ عنایتِ آں استظہار مہربان ساطع و لامع گردید، ہمانا کہ آبحیاتے بود کہ بر آتشِ سوزانِ ایں نیازمند ریخت، لاجرم از بیتابی و ناشکیبائی باز آمدہ بہ نصیحتِ ذاتِ عالی درجاتِ آں کوکبِ عالم افروزِ سلطنت و آں سزاوارِ تاج و تختِ خلافت دل را تسلی دادہ بدعاے مزید عمر و دولت گرامی پرداخت، امیدوار است کہ ایں آتشِ جانگداز بزلالِ ملاقاتِ آں قدوۂ سلاطین منطفی گردد، و ظلمتِ شامِ غم اندوہ بفروغِ صبحِ سعادت مبدل شود، اشارہ در بابِ تعزیت دارانِ بندگانِ حضرتِ اعلیٰ خصوصاً اکبرآبادی محل شدہ بود، ظاہر و ہویدا است کہ اکنوں رعایت ہمگی تمامی باز ماندہاے بعنایت و توجہ ایشاں وابستہ، دریں صورت چہ نگارش رود، کہ برایشاں ظاہر نباشد؟ زیادہ چہ نویسد۔

اس وقت اورنگزیب دہلی میں تھا، اس خبر کو پاکر اُس کی جو حالت ہوئی، اس کا ذکر اس کے درباری مورخ نے ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"از استماعِ ایں واقعۂ ہائلہ خاطرِ مقدسِ حضرتِ شاہنشاہی قرینِ ہزاراں غصہ و الم در ہمینِ فراواں تحسر و افسوس گشتہ، بے اختیار قطراتِ عبرات بر وجناتِ ہمایوں فرو بارید، و باوجود ثبات و تحملِ خسروانی و شکوہ و وقارِ سلیمانی و وسعتِ دستگاہِ صبر و

حوصلۂ جہانبانی آثارِ قلق و بیقراری و علامات کمال تاثر و سوگواری کہ ہرگز از حلول ہیچ سانحۂ دلخراش از آں حضرت کسے را مشہود و معائن نگشتہ بود، ظاہر شد، و چنداں سیل سرشک از چشمِ جہاں بینِ آں خدیو جہاں رواں گردید کہ مقربانِ بارگاہ دولت و محرمانِ حریم سلطنت را تزلزل در بنائے طاقت افتادہ۔

اس کے ساتھ اورنگزیب نے اپنی غمزدہ بہن جہاں آرا کو یہ تسلی بخش خط لکھا:-

"آفریدگارِ جہاں عزّاسمہٗ آں مشفقۂ مہربان را دریں حادثۂ عظیم صبرِ جمیل فرمودہ، اجرِ جزیل کرامت کناد، چہ نگاشتہ آید و کجا بنگارش گنجد کہ ازیں قضیۂ ناگزیر بر خاطرِ غمگین چہ میگذرد، قلم را چہ یارا کہ ازیں درد جگر گداز حرفے نگارد، و زبان را کجا طاقت کہ ازیں الم شکیب ربا، بیرگذارد، تصورِ غم و اندوہِ آں صاحبہ، دلِ بیتاب را بیشتر بر وقت اضطراب می آرد اما با تقدیرِ ایزدی و قضائے آسمانی جز بیچارگی و تسلیم چارہ نیست، کل من علیہا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال و الاکرام۔

بہمہ حال ایں ہمہ درد شر مسار را ایزدی انشاء اللہ تعالیٰ رسیدہ دانند یقین کہ نسبت بہ تعزیت واران اعلحضرت خصوص اکبرآبادی محل تسلیہ کہ باید، میکردہ باشند مہربانِ من! چیزے کہ دریں وقت بکارِ آنحضرت می آید، رسانیدنِ ثوابِ تلاوتِ قرآن مجید و خیراتِ مستحقان است، دریں باب نہایت سعی نمایند، و ثواب آں را بروحِ مطہرِ آں حضرت ہدیہ بگذرانند، و ایں گناہگار نیز دریں کار است امید اکہ شرفِ قبول یابد"[۲۹][۱۴]

اور حاضرینِ مجلس عزا کو مخاطب کرکے کہا کہ

"ہمگی آرزوئے دل و منتہائے خاطر آں بود، کہ ہنگامِ سنوحِ ایں قضیہ حاضر باشیم

---

[۱] عالمگیر نامہ ص ۲-۹۳۵۔

و دیدہ بدیدار بازپسین آنحضرت، نور آگیں ساختہ بتکفل لوازم ایں امر ناگزیر اجر و سعادت اندوزیم، چوں باقتضاے تقدیر آں امنیت بحصول نہ پیوست، اکنوں تدارک آں بایں تواند بود کہ فسخ عزیمت اکبرآباد نہ کردہ، بآں مستقر خلافت شتابیم، و بزیارت مرقد منور و مضجع مطہر آں حضرت تبرک جستہ و گرامی ہمشیرہ .... بیگم صاحب و دیگر سوگواران ایں مصیبت را تسلیہ و دلجوئی نمودہ از لباس کدورت برآریم[1]"

چنانچہ ۴ رشعبان (۳۰ جون) کو دہلی سے روانہ ہونے کا حکم دے کر ۹ رشعبان (۴ فروری) کو وہ چل کھڑا ہوا، اور ۲۰ رشعبان (۱۵ فروری) کو آگرہ پہنچا، دوسرے دن سیدھا

"بروضۂ منورہ حضرت علیین مکانی فردوس آشیانی پرتو قدوم گسترده، رسم طواف و زیارت بجا آوردند و بفاتحہ و دعا و طلب رحمت و غفران، روح مطہر والدین کریمین شریفین را راحت و سرور افزودند، و دل حق بین را تاثر و رقت عظیم دست دادہ، از دیدۂ اشکبار گوہر شک بسیار نثار آں دو مرقد مغفرت انوار فرمودند، و دوازدہ ہزار روپیہ بخدم و مجاوران آں مزار فیض آثار عطا کردہ نماز ظہر در مسجد روضۂ مکرمہ ادا نمودند[2]"

اس کے بعد اورنگزیب اپنی غم نصیب بہن اور دوسری خواتین کے پاس تعزیت کے لیے گیا، اور ان کو سمجھا بجھا کر "مجموع را از لباس کدورت برآوردند"

لیکن اورنگزیب کو سب سے زیادہ اپنی بڑی بہن کا خیال تھا، وہ چاہتا تھا، کہ شاہجہان کی وفات کے بعد ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے دل میں یہ اندیشہ و افسوس نہ گذرے، کہ اب اس کا رہا سہا اختیار بھی جاتا رہا، اس لیے اورنگزیب نے اسی دن تمام "امراے نامدار و بندہاے آستان سلطنت مدار" کو حکم دیا کہ :-

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۹۳۶، [2] ایضاً ۹۳۸،

"پدر بحرم گاہِ دولت رفتہ بخدمتِ آں ملکۂ قدسی نقاب کورنش برسانند و نذر ہا گذرانند"

اس کے بعد اورنگزیب جتنے دنون بھی آگرہ رہا، اُس کا صرف یہ کام تھا، کہ ایک طرف تو بہن کی دلجوئی اور دوسری طرف بادشاہ کے ایصالِ ثواب کے فرائض انجام دے، اس بیان کو بھی ایک عینی شاہد کی زبانی سن لو،۔

"حضرت شہنشاہی ہر چند روز بروز بروضۂ منورہ پرتوِ قدوم گسترده بدعا و فاتحہ اجر و سعادت می اندوختند، و مکرر دراں روضۂ فیض آلود مجلسِ مولود منعقد ساختہ باتفاقِ محتاجین و فقرا و انعامِ صلحا و فضلا ہدیۂ سرورِ بروح پر ورِ حضرت فردوس آشیانی علیین مکانی فرستادند[۱]"

یہ تھا اورنگزیب کا برتاؤ، شاہجہان کے ساتھ، اور اب یہ ناظرین کا فرض ہے، کہ وہ خود فیصلہ کرین کہ اورنگزیب اس حیثیت سے لائقِ الزام ہے یا قابلِ ستایش،

مراد کی گرفتاری | مراد کی گرفتاری کا حال جاننے کے لیے ہم کو ایک مرتبہ پھر اُس وقت تک کے حالات کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے، جبکہ اورنگزیب سموگڈہ کی لڑائی کے بعد آگرہ آکر قلعۂ اکبرآباد کے سلسلہ مین مصروفِ عمل تھا، ان دنون مراد زخمون سے چور، مجبور بیمار پڑا تھا، اس لیے تمام کام تنہا اورنگزیب کو کرنا پڑتے تھے، اور یہی وجہ تھی کہ مراد کی بے سر فوج نے شہر کے اندر پہنچکر جو لوٹ مار مچادی تھی، اس کو روکنے کے لیے اورنگزیب کو اپنے بیٹے کو بھیجنا پڑا تھا، علالت کے زمانہ مین مراد کے تمام افسر اور مصاحبین اس کا دل بہلانے کے لیے اُسی کے پاس جمع رہتے تھے، اور انھون نے حسبِ دستور اس کو یہ باور کرانے کی کوشش شروع کی، کہ دھرمات پور اور سموگڈہ کی فتوحات دراصل اس کی بے مثل شجاعت و جوانمردی کی رہینِ منت ہین، اور اورنگزیب اس کی علالت سے غلط فائدہ اٹھاکر اس کے ثمراتِ فتح سے اس کو

---

[۱] عالمگیر نامہ ص ۱۳۹ و نیز فتح قلعۂ اکبرآباد اور شاہجہان کی بقیہ زندگی کے بقیہ حالات کے لیے دیکھو عالمگیر نامہ ص ۱۲۳-۱۱۰ و ۹۳۹-۹۳۲، عمل صالح ص ۳۱-۲۵، ۴۷-۴۳۔ ظفر نامۂ عالمگیری ص ۲۰-۲۴ و ۴۷،

محروم کر دینا چاہتا ہے، مراد سادہ دل تو تھا ہی، اس نے فوراً اُس کو مان لیا، اس کے علاوہ ہم یہ پہلے ہی بتا چکے ہین، کہ اُس نے کس غرض سے اورنگزیب کا ساتھ دیا، اور کس چیز کا حاصل کرنا اس کی منزل مقصود تھی، اس لیے اُس نے فوراً نہایت تیزی سے فوج کی بھرتی شروع کر دی، عام لوگ اس کے پاس جمع ہونے لگے، اور ان کو دیکھکر اورنگزیب کے نئے افسر اور ملازم جو اپنے نئے مالک کی باقاعدگی کو قید سمجھتے تھے، مراد کی ملازمت مین داخل ہونے لگے، اور اس نے بھی اورنگزیب کا خیال کیے بغیر انکو موجودہ مراتب سے بڑھکر درجون پر بحال کرنا شروع کر دیا، اورنگزیب نے بھی یہ سوچکر کہ جو کمزور و منافق ہین، نکل جائین، خاموشی اختیار کی، دوسرے وہ اپنے بیمار بھائی سے جواب طلب کرکے اس کو پریشان کرنا نہین چاہتا تھا، چنانچہ جب وہ دارا کو جو دہلی مین بڑے پیمانہ پر جنگ کی تیاری مین مصروف تھا، اس کے ارادہ سے باز رکھنے کے لیے جانے لگا، تو اس نے مراد سے کہدیا، کہ وہ ابھی بیمار ہے، اس لیے یہین آرام کرے، اور جب وہ اچھا ہو جائے، اُس وقت آکر اُس سے مل جائے، لیکن مراد کے مصاحبون اور مشیرون نے اس کو یہ سمجھایا، کہ اورنگزیب اس بہانہ سے دہلی جا رہا ہے، تاکہ وہان پہنچکر باقاعدہ اپنی تخت نشینی کا اعلان کر دے، مراد کے دل مین یہ بات بیٹھ گئی، اور وہ اورنگزیب کی روانگی کے دوسرے ہی دن دہلی کی طرف چل کھڑا ہوا، تاکہ جونہی اُسے موقع ملے، وہ اورنگزیب پر عقب سے حملہ کر دے، اورنگزیب نے اس کے اس شبہہ کو دور کرنے کے لیے کہ وہ اپنے معاہدہ پر قائم ہے، اس کے پاس تقریباً ۲۵۰ گھوڑے اور ۲۰ لاکھ روپیے بھیجدیے، لیکن مراد کے رویہ مین سرمو فرق نہین آیا، بلکہ اُس نے اورنگزیب سے گستاخی شروع کی، اس کی ہدایات کی پروانہ کرتا، اور اپنے کو بادشاہِ ہند سمجھ کر اپنے افسرون کو شاہی خطابات بانٹنے لگا، اس کے آدمیون نے یہ دیکھکر کہ اس کے مالک اور اورنگزیب کے تعلقات کشیدہ ہو رہے ہین،

سلہ بعض تاریخون کا بیان ہے، کہ اورنگزیب نے اس سے چلنے کے لیے کہا تھا، اور اس نے انکار کیا تھا، مگر اس کے روانہ ہونے کے بعد اس کے تعاقب مین چل کھڑا ہوا،

لوٹ مار شروع کر دی،

اس کے علاوہ اگر معصوم کا بیان صحیح تسلیم کر لیا جائے، تو اس بات میں کوئی شبہہ نہیں رہتا کہ مراد نے شاہجہان کی شہ اور اپنے مصاحبوں کی خوشامد سے متاثر ہو کر یہ رویہ اختیار کیا تھا، معصوم کا بیان ہے کہ جب شاہجہان کو اس بات میں کہ وہ اورنگزیب کو قلعہ کے اندر بلا کر کسی قسم کا گزند پہنچائے، ناکامیابی ہوئی تو اُس نے مراد کو اپنا آلۂ کار بنایا اور اس غرض سے یہ خط مراد کو لکھا:۔

"بادشاہی کل ہندوستان بطیبِ نفس و طوعِ ضمیر بآں فرزند سعادت پیوند حوالہ نمودہ ایم، باید کہ دریں باب کمال آگاہی و بردباری بتقدیم رسانیدہ مطلقاً ایں رازِ سربستہ را بہ ہیچ کس از نزدیک و دور ظاہر نسازد، بعد از روے چند برادر و برادر زادہ را بہ بہانۂ ضیافت بخانۂ خود طلب داشتہ کارِ ہر دو بپایاں رساند، و خطبۂ ملک باسم و لقبِ خویش مزین گرداند، کہ من برضائے خاطر عہدۂ ایں امرِ خطیر را بآں فرزند عقیدتمند سپردہ ام، ایں کارِ عالی را از روے کمال آگاہی سرانجام بخشند" (۱۹۵/۲)

مراد اس خط کو پاکر، اس ارادہ میں تھا کہ کسی دن اورنگزیب کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دے اور یہاں بلا کر اس کا کام تمام کر دے، لیکن قبل اس کے کہ وہ اس ارادہ کو عملی صورت پہنا سکے، کتاب دار کے ذریعہ یہ رقعہ اورنگزیب کے پاس پہنچا اور اس نے حفاظتِ خود اختیاری میں مراد کو گرفتار کر لیا، یہ خط صحیح ہو یا نہ ہو، لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کہ مراد نے آگرہ پہونچنے کے پہلے ہی سے نہایت رازدارانہ طریقہ سے بادشاہ اور اس کے وزیر اعظم سے خط و کتابت شروع کر دی تھی، اور چاہتا تھا کہ اس کا قصور معاف ہو جائے، چنانچہ اُسی وقت سے جبکہ اورنگزیب نے جسونت سنگھ کو شکست دیکر جہان آرا کے خط کا جواب دیا تھا، مراد نے اس قسم کی خفیہ مراسلت شروع کر دی تھی اور اگرچہ اس نے بھی ایک خط جہان آرا کے خط کے جواب میں اورنگزیب کے دکھانے کے لیے لکھا تھا (وہ خط اورنگزیب کے

خط کا خلاصہ تھا، (دیکھو خط نمبر ۴۴/۲۴) لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے ایک دوسرا خط بھی چپ چاپ شاہجہان کو عفوِ تقصیرات کے لیے لکھا کہ

"چوں دریں ولا از مطاوی نشانِ لوآ قدسی الالقاب، فلک احتجاب علیہ عالیہ کہ بیادشاہزادہ . . .

. . . . صادر شدہ بود، ہویدا گردید، کہ ہنوز ابوابِ عفو و بخشایش بر روے بندہاے سراسر تقصیر مسدود نشدہ بنابراں جبیں بر زمینِ اعتذار سودہ با عالم عالم ندامت و پشیمانی از گناہانِ کبیرہ و معاصیٔ عظیمۂ خویش استغفار مینماید، امیدوار است کہ . . . . . . اعلیحضرت . . .

. . . . . رقمِ عفو بر صفحاتِ اعمالِ نکوہیدہ و حرکاتِ ناپسندیدہ ایں مرید و بندۂ شرمسار گنہگار کشیدہ، از سرِ تقصیرِ ایں مریدِ مجرمِ معترف بگناہ درگذرند، کہ ایں سراپا جرم و جنایت و سراسر خجلت و ندامت را جز عنایت و مرحمتِ پیر و مرشدِ حقیقی . . . . . . پناہے و دستگیرے نیست و درباب ایں عاصی تائب نادم ہرچہ حکمِ اقدس و ارفع شرفِ نفاذ یابد کاربند گردیدہ، از ین شرمساری برآید" (نمبر ۵/۲۲۵)

معلوم ہوتا ہے، کہ شاہجہان نے عفوِ تقصیرات کی یہ شرط لگائی تھی کہ مراد، اورنگزیب سے الگ ہوجاے تاکہ اورنگزیب کا پوزیشن کمزور ہوجاے، دوسری طرف اُس نے شجاع کو دعوت دی اور تیسری طرف دارا کو دہلی مین تیاری کے لیے لکھا، اس طرح اورنگزیب تین دشمنون کے زد مین آرہا تھا[1]، ان مین سے سب سے قریبی دشمن اس کا چھوٹا بھائی مراد تھا، کہ اس سے ہر وقت یہ خطرہ لگا ہوا تھا کہ نہ معلوم

[1] یہاں پر یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہین کہ اسی زمانہ مین متھرا مین، جو کہ ہندو مساعی کا ایک بڑا مرکز تھا، عام شورش و بدامنی پیدا کیگئی اور اورنگزیب کو قیامِ امن کے لیے ایک دوسرا فوجدار روانہ کرنا پڑا، اس شورش کا مقصد اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اورنگزیب کی راہ مین مزید رکاوٹ پیدا کیجاے، اسی کیساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اورنگزیب کے عہدِ حکومت مین یہ شہر ہندو سازشون، شورشوں اور بغاوتون کا ایک بڑا مرکز رہا ہے،

وہ کس وقت اورنگزیب کی فوج پر حملہ کر دیگا، اس لیے اورنگزیب کو مجبوراً اس کو گرفتار کر کے فوری خطرہ سے اپنے کو محفوظ کرنا پڑا،

مراد کی گرفتاری کے متعلق مغربی مورخین نے جو الزامات تراشے ہین، اور جس رنگ آمیزی سے ان کو بیان کیا ہے، وہ ان کی ایجاد ہے، نہ اورنگزیب نے مراد کو شراب پلائی، اور نہ اس کے پاس کسی مغنیہ رنڈی کو بھیجا، بلکہ اُسے اپنے یہان بلاکر گرفتار کرادیا، اور بس، اور اسی وقت اُس سے کہدیا تھا، کہ اس کی گرفتاری وقتی ہے، اگر اس عرصہ مین اُس نے اپنے رویہ سے یہ ثابت کر دیا، کہ اب وہ اورنگزیب کے خلاف کوئی معاندانہ کارروائی نہ کریگا، تو وہ اس کو آزاد اور معاہدہ کے مطابق صوبون کا مالک بنا دے گا، چنانچہ اسی غرض سے اورنگزیب نے مراد کو نہ صرف اس کے اہل وعیال کو بلکہ اس کی محبوب سرستی بائی تک کو اس کے پاس گوالیار مین رہنے کی اجازت دیدی، اسکے لیے معقول وظیفہ مقرر کر دیا، اور اس کو ہر قسم کی محدود آزادی دیدی گئی، لیکن مراد برابر اپنے بھاگنے کی کوشش مین لگا رہا، چنانچہ اسی سلسلہ مین اُس نے سب سے پہلے اپنے پاس کے ملازمون کو ملالیا، اور ان مین مشہور مورخ خافی خان کا باپ بھی تھا، اس کے بعد اُس نے ان مغلون کو جو درویش صورت گوالیار مین رہتے تھے، رام کیا اور پھر مغل کارروائیون کی، جو گوالیار سے گذرتے تھے، دعوتین شروع کین، اس کا اثر یہ ہوا، کہ ان سب نے ملکر یہ طے کر لیا، کہ مراد کو یہان سے نکال لیجایا جائے، کمند ڈالی گئی، اور مراد آخری مرتبہ اپنی محبوبہ سرستی بائی سے ملنے گیا، وہ پیغام وداع سنکر چلا آیا، محل کے پہرہ دارون کو شبہہ ہوا، تلاش کے بعد کمند کا پتہ چلا، اور مراد اپنے اس ارادہ مین ناکامیاب رہا، اورنگزیب اگر چاہتا تو اسی وقت مراد کو اس کی سزا دے سکتا تھا، لیکن اس نے اس کے متعلق باز پرس تک نہ کی، اور مراد تقریباً ۴ سال تک گوالیار کے قلعہ مین رہا،

لہ خافی خان کا باپ مراد کا جان نثار معتمد نوکر تھا، خافی خان کی اورنگزیب سے عداوت کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے، اس لیے مراد کے متعلق اُس کا بیان یقیناً قابلِ وثوق ہوگا، دیکھو جلد ۲ ص ۶-۱۵۵،

مگر اب اورنگزیب کی حکومت کو شروع ہوئے کئی سال ہو چکے تھے، اورنگزیب نے مسلمانون کے مقدمات کا فیصلہ مذہبی احکام کے مطابق حتی الامکان دینے کا حکم دیدیا تھا، قصاص وغیرہ کے مسائل مین مذہبی احکام ہی نافذ ہونے لگے تھے، اس کو دیکھ کر علی نقی کے چھوٹے لڑکے کو خیال گذرا، کہ اب جبکہ اسلامی قانون کے مطابق انصاف ہو رہا ہے، تو کیون وہ مراد سے اپنے باپ کا انتقام نہ لے، چنانچہ اس نے اپنے بڑے بھائی کو بھی اس مین شریک کرنا چاہا، لیکن اس نے انکار کیا، اسلیے اس نے تنہا بادشاہ کے سامنے اس کے متعلق درخواست دی، بادشاہ نے اُسے منع کیا، لیکن اُسنے نہین مانا، مجبورًا اوسے گوالیار کے قاضی کے پاس بھیجا، قاضی نے بھی خون بہا لینے پر بہت زور دیا، لیکن اسی چھوٹے اور کھوٹے لڑکے نے اُسے بھی مسترد کر دیا، اب حکم صاف تھا، اور قاضی کے حکم سے علی نقی کے خون کا بدلہ ۲۱ ربیع الثانی سنہ ۷۲ھ (۴ دسمبر سنہ ۱۶۶۱) کو اس شہزادہ کو اپنے خون سے دینا پڑا،

اورنگزیب نے اس مقدمہ کو جس نظر سے دیکھا، اس کا ثبوت خود خافی خان کا بیان بہتر طریقہ سے مہیا کرتا ہے، اس کا بیان ہے، کہ جس لڑکے نے استغاثہ داخل کیا تھا، وہ "مغضوب نظر بادشاہی گردید" اور بادشاہ نامۂ محمد صادق کے بیان کے مطابق بادشاہ نے اس سے عرصہ تک گفتگو تک نہین کی، دوسری طرف جس لڑکے نے

> از دعوی خونِ پدر ابا نمودہ بود، بادشاہِ قدردان از فرمودن خدمات حضور و دیگر عنایات متوجہ حالِ او شدند[1]

داراکا وقتی تعاقب

مراد کو گرفتار کرنے کے بعد اورنگزیب کو معلوم ہوا، کہ دارا اس کی آمد کی خبر سننے

[1] مراد کی گرفتاری عالمگیر نامہ ص ۴۲-۱۳۲، عملِ صالح ۳-۳۲، ظفر نامۂ عالمگیری ص ۳۲-۲۹، تاریخ منتخب اللباب ۷۹ ب ۸۴، سرکار جلد ۲ باب ۱۳، مراد کا قتل، عملِ صالح ص ۴۲ وغیرہ،

کے بعد ہی دہلی چھوڑ کر لاہور چلا گیا ہے، کہ یہان اُسے اس جنگ جو علاقہ مین بڑی فوج جمع کرنے کی توقع تھی، اس لیے اورنگزیب نہایت اطمینان سے دلّی تک آیا، اور یہان کچھ دنون قیام کر کے دارا کے تعاقب مین روانہ ہوا، لیکن دارا کی ہمت اتنی ٹوٹ چکی تھی، اور اورنگزیب کے سپاہیون کا اتنا رعب اس کے افسرون کے دل مین بیٹھ چکا تھا، کہ اسکی آمد سے پہلے ہی، مقدمۃ الجیش کی آمد کیساتھ ہی دارا کی کچھ فوج تو بھاگ کھڑی ہوئی، اور کچھ اورنگزیب کی فوج سے آکر مل جاتی، اورنگزیب نے اپنے افسرون کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ تھوڑی سی فوج لے کر برابر دارا کے تعاقب مین لگے رہین، اور وہ خود پوری فوج کے ساتھ اس جماعت کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا، دارا لاہور سے ملتان اور وہان سے بھکر آیا، لیکن اس کی فوج اور جماعت برابر کم ہوتی جاتی تھی، تا آنکہ اس کے بڑے معتمد جنرل داؤد خان نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا، اب وہ اپنے کو ہر طرف سے محصور و بے یار و مددگار پا رہا تھا، اور اسے صاف نظر آ رہا تھا، کہ اگر وہ پنجاب و سندھ کے چکر مین پڑا رہا، تو بہت جلد اورنگزیب کے ہاتھون گرفتار ہو جائے گا، اورنگزیب نے مہاراجہ جے سنگھ کو بھی جو سموگڈھ کی فتح کی خبر پا کر سلیمان شکوہ سے الگ ہو کر اورنگزیب کے پاس آگیا تھا، دارا کے تعاقب پر مقرر کر دیا تھا، اور دارا کی صحرا نوردیون اسکی مشکلات اور اس کے عبرت انگیز حالات کے لیے مرزا راجہ کے خطوط جو اُس نے اورنگزیب کو لکھے ہین، ہمارے لیے بہت مفید ہین، دارا بھکر سے سیدھا کچھ کی طرف روانہ ہوا، اس اثنا مین اورنگزیب بھی ملتان تک پہنچ چکا تھا، یہان پہنچکر اس کو معلوم ہوا، کہ اس کا منجھلا بھائی محمد شجاع بڑے ساز و سامان کے ساتھ مقابلہ کے لیے آگرہ کی طرف بڑھ رہا ہے، اورنگزیب دیکھ رہا تھا، کہ اب دارا کی حالت ایسی نہین ہے، کہ اُس سے فوری طور سے کوئی خطرہ لاحق ہو، اس لیے اُس کے تعاقب کو اپنے افسرون کے ذمہ چھوڑ، فورًا اپنی فوج کے ساتھ آگرہ کی طرف لوٹا، کہ شہزادہ شجاع کو سمجھا بجھا کر معاہدہ کی دفعات کی پابندی پر مجبور کرے،

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا شہزادہ شجاع کی یہ کارروائی درست تھی، کیا اُسکی یہ پیشقدمی نصاف پر مبنی تھی، اور کیا اورنگزیب کی مخلصانہ کارروائیون اور مراحم خسروانہ کا یہی صلہ ہو سکتا تھا، اس لیے ہم کو ان دونون بھائیون کے تعلقات کو سمجھنے کے لیے ایک مرتبہ پھر سموگڈہ کی فتح تک واپس ہونا چاہیے،

دارا پر فتح اور آگرہ پر قبضہ کرنے کے بعد اورنگزیب نے شجاع کے خلاف کوئی مہم روانہ نہین کی، اس کے صوبون کو ضبط نہین کیا، بلکہ اپنے وعدہ پر قائم رہ کر شجاع کو اپنی طرف سے کامل اطمینان دلانے کے لیے اُسے صوبہ بہار بھی دے دیا کہ شجاع عرصۂ دراز سے شاہجہان سے اس کی درخواست کر رہا تھا، اور اُس کی درخواست پر شاہجہان نے اس کی امید بھی دلائی تھی، چنانچہ وہ ایک خط مین جو شاہجہان کے نام ہے لکھتا ہے کہ

"نگارش یافتہ بود، کہ چوں بسبب ناسازی ہوائے راج محل فدوی التماس نمودہ بود کہ یک پرگنہ کہ متصل گدھی باشد درصوبہ پٹنہ عنایت شود، کہ در موسم برسات آنجا بودہ باشد اگرآں فدوی میخواستہ باشد، عوض صوبہ بنگالہ و اُڈیسہ، صوبہ پٹنہ و رہتاس وغیرہ با وعنایت فرمائیم، تا بیک پرگنہ چہ رسد"

صاحب و قبلۂ حقیقی سلامت! چوں خانہ زاداں دریں ملک بوجود آمدہ اند واز ناسازی آب و ہوائے اینجا در ایام صغر و ہنگام رضاع ہر روز بکوفت والے گرفتاری باشند بنابراں معروض داشتہ بود کہ اگر پٹنہ بایں مرید ازلی اعتقاد مرحمت میشد، خانہ زاداں در ایام برسات کہ موسم ہجوم بیماری ہائے غیر متناہی است، درآنجا اقامت نمایند (۲۲۹)

لیکن چونکہ پٹنہ کے ملحق صوبے دارا کے تھے، اور وہ اپنے کسی بھائی سے ہم سرحد ہونا پسند نہ کرتا تھا، اسی لیے شاید یہ تجویز منظور نہین ہوئی، اسی کے ساتھ شاہجہان نے جو مہم قندھار کے بعد

سے اورنگزیب سے ایک دن کے لیے بھی خوش نہ تھا، اورنگزیب کی شکایت لکھتے ہوئے شجاع کو دکن دینے کی تجویز بھی پیش کی، اسی خط میں شجاع لکھتا ہے کہ

"دیگر امرِ جلیل القدر شدہ کہ" اورنگزیب بہادر انتظامِ صوبۂ دکن را موافق مرضیٔ خاطرِ مقدس نکردہ بآں غلامِ بندگی سرشت امر میکنیم کہ اگر ہر چہار صوبہ دکن را میخواستہ باشد، و تواند آباداں ساخت باو مرحمت فرمائیم" (ایضاً)

لیکن شجاع کو پٹنہ پر ہی اصرار رہا، اور وہ اس کو نہ ملا،

اورنگزیب کی صاف دلی اب اورنگزیب نے شجاع کی اس دیرینہ آرزو کو پورا کرنے کے لیے یہ صوبہ اُسے دیدیا، اور مزید اطمینان کے لیے شاہجہان سے بھی ایک خط لکھوایا، ہم دونوں خط یہاں درج کرتے ہیں، تاکہ اس سے اورنگزیب کے وسعتِ اخلاق اور صفائی باطن کا حال واضح ہو جائے، پہلا خط اورنگزیب کی طرف سے ہے، اور دوسرا شاہجہان کی طرف سے:-

(۱) "چوں ہموارہ خواہشِ ایں صوبہ (صوبہ پٹنہ) داشتید، بالفعل آں را با ولایتِ بنگالہ متصرف شدہ، بجمعیتِ خاطر و فراغِ بال روزے چند بنظم و پرداختِ آں صوبہ و جبرِ اختلالِ احوالِ خود پردازید، تا آنکہ جنودِ قاہرہ از تعاقبِ دارا بے شکوہ و کفایتِ مہم او فارغ شدہ بمستقرِ اورنگِ حشمت مراجعت کنند، درآں وقت مطالب و مدعیاتِ دیگر کہ داشتہ باشید، در حصولِ آں نیز خواہیم کوشید، و چنانچہ آئینِ اخوت و مقتضائے فتوت است، ہیچ چیز از مراتبِ ملک و مال مضائقہ نخواہیم نمود" (۲/۱۶۵)

(۲) "چوں آں فرزند ہمیشہ از کثرتِ خرچ و قلتِ دخل عرضداشت مینمود و قبول ایں امر بمقتضائے کل امر مرہون باوقاتہا در حیزِ تعویق می بود، الحال از روئے کمال مرحمت صوبہ بہار را بر صوبۂ عمدہ بنگالہ دادہ دیدہ افزودہ حسب الالتماس فرزند عالی قدر انہ باطل

تہی واز حق پرسلطان اورنگزیب بہادر باقطاعِ آن فرزندِ اقبال مند بخشیا مقرر و مسلم داشتیم کہ از ابتدائے فصل ربیع یونت ئیل دکلاے خود را فرستادہ بجاگیرِ خود مسلم دانند و وکلاے آن فرزند در تکثیرِ زراعت و عمارات ملک باید کہ نہایت سعی میکردہ باشند و خود باید کہ مطلقاً انزاج محل ارادہ طرفے نمایند، داگر داعیہ دریافتِ ملازمتِ اعلیحضرت ہجوم آوردہ باشد، خود بعد از روزے چند طلب خواہیم نمود۔"

اورنگزیب ان خطوط کو روانہ اور اپنے چہل سالہ بھائی کے ایفاے عہد پر بھروسہ کرکے دارا کے تعاقب مین دہلی اور پھر پنجاب کی طرف روانہ ہوگیا،

شجاع کی بدعہدی شجاع کے لیے دارا کی شکست ایک نعمتِ غیر مترقبہ تھی، پھر اورنگزیب کی آگرہ سے دوری نے اس کے حوصلے اور بڑھائے، مراد بھی جو لڑائی کی جان تھا، قید ہو چکا تھا، اور آگرہ کا قلعہ ناتجربہ کار محمد سلطان کے ہاتھ مین تھا، ان حالات نے اس کے مردہ جذبات کو ایک مرتبہ پھر بیدار کردیا اور وہ اورنگزیب سے بھی دوچار ہونے کے لیے تیار ہو کر روانہ ہوگیا، اس کے ساتھ ہی شاہجہان بھی اپنی اسیری مین خاموش بیٹھا نہ رہا، بلکہ اس نے بھی شجاع کو خطوط لکھے، کہ وہ اورنگزیب کے مقابلہ کے لیے بڑھے، چنانچہ اورنگزیب نے شاہجہان کو جو خطوط لکھے ہین، اور جنکو بعض تاریخون نے نقل بھی کیا ہے، اس کا کافی ثبوت ہین، ایک خط مین وہ لکھتا ہے کہ

مقدمۂ شورشِ بادشاہزادۂ محمد شجاع امرے نیست کہ برکسے مستور بودہ باشد، یا آن را وسیلۂ تشریف نیاوردن اعلیحضرت بدار الخلافہ قرار تواں داد" (۱/۱۲۴)

اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ شجاع نے یہ بات مشہور کی تھی، کہ دارا کی طرح اورنگزیب بھی شاہجہان کو آگرہ سے جہان کی آب و ہوا اُس کے موافق نہین ہے، دہلی نہین جانے دیتا اس لیے مین شاہجہان کو آزاد کراکے دہلی لیجانے کے لیے جا رہا ہون، اورنگزیب دوسرے

خط میں لکھتا ہے : کہ

"از انجا کہ بادشاہزادہ شاہ شجاع قدرِ عافیت ندانستہ بقصدِ ستیز و جدال از پٹنہ بالا آباد رسیدہ، گردِ شورش برانگیختہ، ایں مرید نیز کہ بصد تعب و مشقت خاطر نقد از جانب بادشاہزادۂ کلاں واپرداختہ ہنوز نفس راست نہ کردہ بود، توکل بر تائیداتِ نصرت بخش حقیقی نمودہ . . .

. . . . . متوجہ آں حدود گردیدہ" ($\frac{۳}{۱۲۶}$)

اورنگزیب جب واپسی میں آگرہ کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا، کہ یہ سب آگ شاہجہان کی لگائی ہوئی ہے، چنانچہ وہ ایک خط میں لکھتا ہے، کہ

برخاطرِ دریا مقاطر پوشیدہ نماند کہ ایں مرید در ابتداے حال و آغازِ وقوع مراتبے کہ بتقدیر ایزد متعال رو داده باعتقادِ آں کہ چوں اعلیحضرت عقیل کل اند، و اکثر گرامی اوقاتِ عمرِ ابد پیوند در تجاربِ پست و بلندِ روزگار گذشتہ شاید ظہورِ ایں معنی را قضا و قدر دانستہ در شکستِ کارِ ایں مرید . . . . رونقِ دیگراں کہ ارادۃ اللہ بداں تعلق نگرفتہ کوشش نفرمایند، سلوک را بہیچ مستحسن قرار دادہ بود . . . .

. . . . . . و ہر چند شنید کہ موجب ارتفاعِ غبارِ فساد و برہم خوردگی مہماتِ عباد تحریکِ آنحضرت است، و برادراں بفرمودۂ اقدس بدست و پا می زنند، و جانے می کنند، اصلا گوش بسخنانِ مردم نینداختہ، اندیشۂ انحراف از شاہ راہِ عقیدت نمی نمود،

لیکن از آنجا کہ اخبارِ بے توجہی اعلیحضرت بتواتر رسید، چنانچہ از نوشتہ کہ بعبارتِ ہندی بشاہ شجاع قلمی گردیدہ بود خان و مانِ او بر سرِ آں خراب شدہ، ہویداست، و یقین حاصل شد کہ آنحضرت ایں مرید را نمی خواہند، و با آنکہ کار از دست رفتہ ہنوز تلاش آں دارند کہ دیگرے استقلال یافتہ سعی ایں فدوی کہ مصروفِ ترویجِ دینِ متین و

انتظامِ مہماتِ مملکت است، ضائع شود، و ہیچ طریق ازیں فکر باز نیامدہ دریں کار مصر اند" (رقعات)

یہ تو باپ کا حال تھا، دارا بھی اس سازش مین پیچھے نہ تھا، اس نے الہ آباد، بنارس، اور رہتاس کے قلعہ دارون کو جو اُس کے ملازم تھے خفیہ احکام جاری کر دیئے، کہ وہ قلعون کو شجاع کے حوالہ کر دین، اور اس طرح اوسے اورنگزیب کے مقابلہ مین جس قدر بھی ممکن ہو، قوی بنا دیا جاے، اور قلعہ دارون نے دارا کے حکم کی نقط بلفظ تعمیل کرتے ہوے، جہان کہین شجاع پہنچا، اس کے سامنے قلعہ کے دروازے کھول دیئے،

کھجوا کی جنگ اورنگزیب کو جب شجاع کے بڑھنے کی خبر پہنچی، تو پہلے اس نے محمد سلطان کو حکم دیا، کہ آگرہ کی موجودہ فوج کو لے کر بڑھے، پھر خود بھی روانہ ہوا، اسی اثنا مین جسونت سنگھ جو دھرمات پور مین شکست کھا کر بھاگ گیا تھا، راجہ جے سنگھ کی وساطت سے معافی پا کر شریکِ فوج ہو گیا تھا، ساتھ تھا، یہ تمام فوجین ۲ جنوری کو مل گئین، اورنگزیب نے محمد سلطان کو لکھ دیا تھا، کہ وہ لڑائی مین پیشقدمی نہ کرے، بلکہ اس کے آنے کا انتظار کرے، کیونکہ اس کا خیال تھا، کہ جب شجاع کو معلوم ہوگا کہ اس کا راستہ بند ہو چکا ہے، اور اورنگزیب خود آرہا ہے، تو وہ واپس ہو جاے گا، لیکن اس نے اپنی فوج کے بنارس تک بلا مزاحمت بڑھ آنے کو اپنی فتح سمجھ کر، واپسی کے بجاے پیشقدمی شروع کر دی، عالمگیریات کے ماہر سر جدوناتھ سرکار اپنی تاریخ مین لکھتے ہین:-

"اب صورتِ حال بالکل بدل چکی تھی، اور اورنگزیب کا خیال تھا، کہ ایک عقلمند آدمی کی طرح شجاع اپنی اس سعیٔ غیر مشکور سے باز آکر فوراً واپس ہو جاے گا، چنانچہ اسی خیال سے اُس نے اپنی رفتار سست کر دی، بارہ دن دہلی مین ٹھہر گیا، پھر سرون کی شکارگاہ مین جا کر خبرون کا انتظار کرنے لگا، کہ اگر شجاع لوٹ گیا، تو شہزادہ کو واپس بلا لیا جاے گا، بادشاہ شکارگاہ سے واپس آجائیگا، لیکن شجاع کو راستہ بڑھتا گیا، تا آنکہ کھجوا پہنچ گیا،"

دوسری ہی جنوری کی شام کو میر جملہ بھی، اپنی فوج کے ساتھ دکن سے آکر، اورنگزیب سے مل گیا اب دونون طرف سے جنگ کی تیاریان شروع ہوئین، جسونت سنگھ کو بھی ہمین کی کمان دیگئی لیکن اُس نے لڑائی سے ایک رات پہلے شجاع سے سازش کرلی، اور کہا کہ رات کو مین عقب سے اورنگزیب کی فوج پر حملہ آور ہون گا، اور تم سامنے سے حملہ کردینا، اور ہم دونون ملکر اورنگزیب کو پیس ڈالین گے، اورنگزیب نے ایک راجپوت راجہ کے ساتھ جو احسان کیا تھا، اُسکا یہ بدلا تھا، راجپوتون کے عاشق اور راجستان کے مصنف کپتان ٹاڈ صاحب نے اس غیر راجپوتی حرکت کی یہ توجیہ کی ہے:۔

"راٹھور (سردار) نے اپنے انتقام کے لیے بہترین موقعہ سمجھکر ایک طرف تو اورنگزیب کے احکام کی اشاعت کی، اور دوسری طرف شجاع کو اپنے اصلی ارادہ کی اطلاع دیدی، . . . . .

. . . . . اپنے پہلے ہی حملہ مین اُس نے راٹھور سوارون کے ساتھ محمد سلطان کی فوج پر عقب سے حملہ کرکے اس کو کاٹ کر رکھدیا، شاہی خیمہ کو لوٹ کر بہترین اسباب اونٹون پر لاد کر آگرہ روانہ ہوگیا، اور دونون بھائیون کو چھوڑ تا گیا، کہ آپس مین کٹ مرین . . . . .

. . . . . اُس کے یہ تمام کام وارا کی خیر خواہی مین تھے"

اورنگزیب نے اس غداری کے وقت جس کمالِ سکون کا ثبوت دیا ہے، اسے ایک معتبر شخص کے الفاظ مین بیان کرتے ہین:۔

"در شبے کہ فردائے آں با شجاع جنگ مقرر بود، قریب دونیم پہر شب گذشتہ بود کہ بعرض رسید کہ راجہ جسونت سنگھ با فوج خود کہ چہار دہ ہزار وار دپیادہ بود و محافظت فوج ہراول تعلق باو داشت قرار دادہ کہ بشجاع ملحق شود، در اثنائے راہ بر مردم و دواب اردوئے معلی دست انداز سخت نمودہ، چنانچہ سر رشتۂ لشکر برہم خوردہ و آشوب تمام در مردم بہم رسیدہ، اکثر با فوج آں ہراول رفاقت نمودہ، راہِ ادبار پیش گرفتند"

حضرت در ادائے نماز تہجد بودند بعد از شنیدن اشارہ بدست کردند کہ اگر رفتہ رفتہ باشد وجوابے دیگر نفرمودند، بعد از فراغ از اوراد، میر جملہ را طلب نمودہ فرمودند، کہ ایں صورت ہم از فضلِ الٰہی شد، کہ اگر ایں نفاق اندیش در عین جنگ ایں کار را میکرد، تدارک مشکل بود، بعدہٗ حکمِ نقارہ وسواری شد و خود بدولت سوار شدہ باقی شب راہماں طور بسواری فیل گذرانیدند بعد از طلوعِ صبح . . . . بفیلبان فیل سواری خاص فرمودند کہ بہر صورت فیل مارالفیلِ شجاع برسان دریں وقت مرشد قلیخان . . . . بعرض رسانید کہ ایں طور جرأت خلافِ طورِ پادشاہان است"۔

فرمودند "ما ہیچ کدام پادشاہ نشدہ ایم، مردم بعد ازیں طور جرأتہا پادشاہی شوند بعد از پادشاہی ہم اگر در جرأت تفاوت شود آں سلطنت نمی ماند:

عروسِ ملک کسے در کنار گیرد تنگ

کہ بوسہ برلبِ شمشیرِ آب دارد ہد"[1] (احکام عالمگیری)

[1] یہاں پر یہ بتانا بے محل نہ ہوگا کہ اورنگ زیب نے مہاراجہ جسونت سنگھ کو اس کی اس غداری پر کسی قسم کی باز پرس نہین کی، اور اُس کے متعلق اگر کسی کو کچھ لکھا تو صرف اتنا کہ یہ ایک غیر راجپوتی فعل تھا، چنانچہ مرزا راجہ جے سنگھ کو لکھتا ہے:۔

"انچہ جسونت سنگھ با خود کرد، ہیچ دشمن نکند . . . . . . ما در عنایت و مرحمت نسبت باو باوجود تقصیرات وبے اخلاصیہا کمی نکردیم، انچہ او کرد شاید ہیچ کم ذات یا سپاہیئے نہ کند، چہ جاے راجپوت از خانوادہ کلاں"

اسی طرح اورنگزیب کی شکست اجمیر کی غلط خبر پر جن لوگوں نے سرکاری فوج چھوڑ دی تھی اُن مین مرزا راجہ کا لڑکا کنور رام سنگھ بھی تھا، اورنگزیب نے اس سے بھی کسی قسم کی مزاحمت نہین کی اور مرزا راجہ کی خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے اُسے معاف کر دیا، اُس کے الفاظ یہ ہین:۔

"ظاہر شد کہ سیزدہم رجب درمیان کوہستان جمیع راجپوت سوائے راجہ سجان سنگھ بندیلہ بے رخصت آں فرزند ترک ہمراہی لشکر ظفر اثر نمودہ روانہ آں طرف شدند، نمی دانیم کہ کنور را چہ شد کہ باغوائے دیگر عاقبت نااندیشاں واطلاع باخلاص درست آں عمدہ راجہائے زمان چنیں ارادۂ نامناسب کرد . . . . بہر حال کنور خود خانہ زاد است وخاطر آں دولتخواہ بلا اشتباہ کہ پیش ما بسیار عزیز است، درمیان است لہذا نصیحتے وارشادے کرد باید خواہیم کرد"

۵ جنوری کو یہ نتیجہ خیز جنگ ہوئی، اور شجاع شکست کھا کر پٹنہ کی طرف بھاگا، اس جنگ کے بعد بھی اورنگزیب، شجاع کو زیادہ پریشان کرنا نہیں چاہتا تھا، اور اسی لیے وہ اس کے تعاقب میں نہیں گیا، بلکہ میر جملہ اور شہزادہ محمد سلطان کو بھیجدیا، اگر اس موقع پر شجاع صلح کی درخواست کرتا، تو یقیناً وہ مسموع ہوتی، لیکن اس نے اس کے بجائے پہلے پٹنہ مین فوجی امداد کے خیال سے اپنے لڑکے کی شادی کی، اور پھر مونگیر پہنچکر لڑائی کی دوبارہ تیاری شروع کردی، لیکن وہ وہان بھی زیادہ دنون تک نہ رہ سکا، اور ایک مقام سے دوسرے مقام کو بھاگتا ہوا اپنے دارالسلطنت کی طرف روانہ ہوگیا، اسی اثنا مین جنگ اجمیر کے متعلق اورنگزیب کے سپاہیون مین اس نے یہ افواہ مشہور کرادی کہ اورنگزیب، دارا سے شکست کھا کر دکن کی طرف بھاگ گیا ہے، اور میر جملہ بیرہوم ہوکر براہ اوڑیسہ دکن جارہا ہے، اس خبر کا اثر عام فوج پر کچھ نہ پڑا، لیکن ایک سردار کی فوج کے سوا تمام راجپوت فوج اورنگزیب کی عام فوج سے الگ ہوگئی، اور میر جملہ یا محمد سلطان سے اجازت لیے بغیر آگرہ کی طرف چل کھڑی ہوئی، چند مہینون کے اندر راجپوتون کے متعلق اورنگزیب کا یہ دوسرا تجربہ تھا، میر جملہ نے اپنی خداداد قابلیت وصلاحیت سے کام لیکر اس نازک موقع کو سنبھال لیا، لیکن ابھی اس سے زیادہ اور اہم صدمہ پہنچنے والا تھا،

ایک دن صبح کو معلوم ہوا، کہ شہزادہ محمد سلطان فوج سے غائب ہے، اور رات کو تنہا بھاگ کر شجاع سے مل گیا ہے، یہ شجاع کی ترکش کا آخری تیر تھا، محمد سلطان کو اس کے خوشامدیون نے یہ باور کرادیا تھا، کہ کھجوا کی فتح دراصل اسی کی ہمت مردانہ کی رہین منت ہے، اور اورنگزیب سے زیادہ وہ حکومت کی صلاحیت رکھتا ہے، دوسرے جب سے اورنگزیب نے شجاع سے معاہدہ کیا تھا، وہ شجاع کی لڑکی سے شادی کرنے کو بےچین تھا، چنانچہ فتح آگرہ کے بعد ہی، اس نے اپنی شادی کے متعلق اورنگزیب سے خط وکتابت شروع کردی تھی، اب جو شجاع کی طرف سے پیام آیا، تو سمند شوق کو ایک

اور تازیانہ ہوا،

محمد سلطان کا اس طرح بھاگ جانا میر جملہ کے لیے مختلف مشکلات کی ابتدا تھی، لیکن وہ ہمت نہ ہارا، اور اس نے اس طرح بے اعتنائی برتی، کہ گویا صرف ایک معمولی آدمی کم ہو گیا ہے، محمد سلطان کی فوج کو بھی مطمئن کر دیا، اور شجاع سے جنگ مین مشغول ہو گیا، فتح و شکست کے مختلف منظر دیکھکر، اور یہ معلوم کر کے کہ وہ ایک ہارنے والی جماعت کے ساتھ ہے، شہزادہ کو سخت پشیمانی ہوئی لیکن اب کیا ہو سکتا تھا، اور نگزیب کی پدرانہ شفقت پر بھروسہ کر کے وہ اپنی نئی دلہن کو خبر کئے بغیر میر جملہ کے یہان واپس چلا آیا، وہان سے فوراً اُسے اور نگزیب کے پاس بھیجدیا گیا، اور نگزیب نے اوسے کیون قید رکھا؟ اس کے متعدد اہم اسباب تھے، جنکو طوالت کے خیال سے ہم یہان نظر انداز کرتے ہین،

شجاع کو اپنے نوارہ (کشتیون کے بیڑے) پر بہت بھروسہ تھا، لیکن میر جملہ کی ہمت، جرأت، صلاحیت اور کاردانی کے سامنے یہ قلعہ بھی غائب ہو گیا، اور بالآخر بنگال کو چھوڑ کر اپنے بال بچون اور چند ساتھیون کے ساتھ مگھ قوم کے ملک "ارچنگ" (ارکان) کو چلا گیا، یہان کے راجہ نے اُسے نہایت عزت و احترام سے رکھا، لیکن اس نے وہان کے مسلمان باشندون کے ساتھ سازش کر کے راجہ کے تخت پر قبضہ کرنا چاہا، عین وقت پر اس کا پتہ چل گیا، راجہ نے شجاع کی گرفتاری کے لئے فوج بھیجی، اور جیسا کہ وہان کے پرتگالی تاجرون کا بیان ہے، وہ اسی وقت اپنے ارکان خاندان کے ساتھ شہید کر دیا گیا، اس طرح بدنصیب شجاع نے اپنی خام کاریون کی بدولت غریب الوطنی مین، اس بیکسی مین جان دی،

اور نگزیب کو جب معلوم ہوا، تو اس نے اپنے افسرون کو لکھا کہ وہ شجاع کے خاندان کا اس ملک مین پتہ لگائین، لیکن اس وقت کیا آج تک کسی کو، اس بدبخت خاندان کے متعلق کوئی بھی صحیح بات معلوم نہ ہو سکی،

ان حالات سے ناظرین خود اندازہ کرلین، کہ اورنگزیب پر شجاع کی تباہی و بربادی کا الزام کہان تک درست ہی۔

اجمیر کی لڑائی | اورنگزیب کو کھجوا کی لڑائی سے فرصت ہی ملی تھی، کہ اُسے اطلاع ملی، کہ دارا نے گجرات مین فوج جمع کرلی ہے، اور ایک مرتبہ پھر قسمت آزمائی کے لیے اجمیر کی طرف بڑھ رہا ہے، اسی لیے اورنگزیب نے شجاع کے تعاقب کو اپنے بیٹے محمد سلطان اور اپنے افسر میر جملہ کے سپرد کرکے اجمیر کی راہ لی۔

دارا سندھ سے روانہ ہوکر بے آب و گیاہ صحرا کو طے کرتا کچھ پہنچا تھا، یہان کے راجہ نے نہ صرف مشرقی میزبانی کا ساتھ دیا، بلکہ حصول شرف و عزت کے لیے اپنی لڑکی دارا کے لڑکے سپہر شکوہ سے بیاہ دی، فوجی امداد اس کے علاوہ تھی، اس کے ساتھ ہی، جب دارا، گجرات پہنچا، تو وہان کے نئے گورنر شاہ نواز خان نے جسے اورنگزیب نے نظربندی سے آزاد کرکے ابھی ابھی اس منصب پر مقرر کیا تھا، اورنگزیب کی عداوت مین اسکی اطاعت قبول کرکے اس صوبہ کے تمام مالی و فوجی ذرائع دارا کے حوالہ کردیئے، دارا کی ہمت برابر بڑھ رہی تھی، اور ابھی وہ فوج کی ترتیب مین مشغول ہی تھا کہ اُسے جسونت سنگھ کا پیغام ملا، کہ وہ اجمیر چلا آئے، کہ یہان اُسے نہ صرف جسونت سنگھ بلکہ تمام راجپوتانہ کی فوجی امداد حاصل ہوگئی، مہاراجہ جسونت سنگھ نے کھجوا کی لڑائی کے موقع پر جس غیر راجپوتی اخلاق کا ثبوت دیا تھا، اس کو ہم دیکھ چکے ہین، اس لیے دارا کو چاہیئے تو یہ تھا، کہ ایسے آدمی پر بھروسہ نہ کرتا، لیکن اُس نے سمجھا کہ اُسکی وہ چال اُسی کی حمایت پر تھی، چنانچہ اُس کی بات پر یقین کرکے، وہ اجمیر تک چلا آیا، اورنگزیب بھی اُس طرف برابر بڑھ رہا تھا، لیکن جسونت سنگھ کا کہین پتہ نہ تھا، مجبور ہوکر دارا نے اپنے لڑکے کو اُس کے پاس بھیجا، مگر اس کے پہلے مہاراجہ جے سنگھ کا پیغام اُس تک پہنچ چکا تھا، کہ اگر وہ دارا کی حمایت سے باز آجائے، تو مرزا راجہ اس کے قصور کو اورنگزیب سے معاف کرا دے گا، مہاراجہ جسونت سنگھ نے پھر ایک مرتبہ دھوکہ دیا، اور دارا کی مدد سے انکار کردیا، دوسرے

راجپوتون نے بھی اس کی تقلید کی، اور دارا ایک بڑی مدد سے محروم ہوگیا،

اورنگزیب ۲۶ رجمادی الثانی ۱۰۶۹ھ (۱۱ مارچ ۱۶۵۹ء) کو اجمیر کے قریب پہنچ چکا تھا، دارا کے لیے واپسی ناممکن تھی، اس لیے اس نے موجودہ فوج کے ساتھ ہی تیاری کی، لڑائی تقریباً اُسی رات سے شروع ہوگئی، لیکن سب سے بڑا معرکہ ۲۸ رجمادی الثانی (۱۳ مارچ) کو ہوا، دارا کے بڑے بڑے افسر کام آئے، شاہ نواز خان بھی مارا گیا، اور دارا شکست کھا کر بھاگا، اور اورنگزیب نے مہاراجہ جے سنگھ اور بہادر خان کو دارا کے تعاقب کے لیے مقرر کیا، اور ۴ رجب (۱۸ مارچ) کو دہلی کی طرف واپس ہوگیا،

دارا کی گرفتاری و قتل

دارا اپنے خاندانی ارکان اور تھوڑے سے سپاہیون کو لیکر پہلے احمدآباد گیا، پھر کچھ کا رخ کیا، لیکن قسمت کے ساتھ ہر چیز بدل چکی تھی، اور اب ہر دروازہ اُس کے لیے بند تھا؛ مجبوراً اُس نے ارادہ کیا، کہ ایک مرتبہ پھر اُسی بے آب و گیاہ صحرا کو طے کر کے سندھ ہوتا ہوا، قندھار چلا جائے، کہ اُس نے شاہِ ایران سے خط و کتابت شروع کر دی تھی، اور اُس نے نہ صرف اپنے قندھاری افسرون کو اُس کی امداد کی ہدایت کر دی تھی، بلکہ اپنے ولیعہد کو بھی حکم دیدیا تھا، کہ وہ دارا کے استقبال کے لیے تیار رہے، یہ تمام خطوط منشآتِ طاہر وحید مین موجود ہین، اور ہم طوالت کے خیال سے نظرانداز کرتے ہین، اسی زمانہ مین دارا نے اپنی جماعت کو مختصر کرنے کے لیے اپنے حرم کی بہت سی عورتون کو بھی چھوڑ دیا، اُس کے سپاہی اُس کے دشمن ہوگئے، اور انھون نے اُس کو لوٹنا شروع کیا، دارا دریاے سندھ کو عبور کر کے سیوستان مین داخل ہوا، کہ درۂ بولن کی راہ سے قندھار پہنچ جائے راستہ مین ملک جیون زمیندار داور کا، علاقہ پڑتا تھا، اُس پر دارا کے بہت سے احسانات تھے، دارا نے ایک مرتبہ اُس کی جان بھی بچائی تھی، اور اُسے امید تھی کہ یہ زمیندار ضرور احسان کا بدلہ دیگا، لیکن ایسا نہین ہوا، جب دارا اُس کے علاقہ مین پہنچا، تو ظاہرا جیون نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا، لیکن بہت جلد اس کے دل کا کھوٹ ظاہر ہوگیا، اور اس نے انعام و خطاب کی لالچ مین دارا

کو گرفتار کر لیا، اسی اثنا میں دارا کی محبوب ترین حرم نادرہ بیگم کا انتقال ہو گیا، اُس کی موت د
سب سے بڑا روحانی حادثہ تھا، اُس کی ہمت ٹوٹ گئی، اس کا دل چھوٹ گیا، اور اس نے م
لاہور میں دفن کرنے کے لیے، روانہ کرتے وقت اپنے آخری معتمد علیہ ملازم کو بھی نعش کے
اپنے سے جدا کر دیا، ملک جیون نے دارا کو گرفتار کر کے اورنگزیب کے آدمیوں کو اسکی ا
دی، مہاراجہ جے سنگھ اور بہادر خان فوراً دادر کی طرف روانہ ہو گئے، اور ۲۲ر شوال (۲۳
کو دارا اپنے چھوٹے لڑکے اور دو لڑکیوں کے ساتھ ان کے حوالہ کر دیا گیا، یہ قافلہ ۱۴ر ذی ا
(۲۳ر اگست) کو دہلی کے قریب پہنچا اور یہاں نظر بیگ چیلہ ان کی حفاظت پر مقرر کیا گیا
یہاں دارا تقریباً پانچ دن رہا، اس کے بعد ۲۰ر ذی الحجہ (۲۹ر اگست) کو وہ اور اس
بیٹا شہر کے بازار سے گذارے گئے، اُن کو رات کے وقت خضر آباد میں جہایت خان کی س
میں رکھا گیا، اور اس کے دوسرے دن ۲۱ر ذی الحجہ (۳۰ر اگست) کو دارا نے اس عنصر خاکی
کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا،

اس وقت تک دارا کے قتل کے سلسلہ میں جو کچھ بیان کیا گیا، وہ خشک واقعات تھے
لیکن اب ہم ان مبالغہ آمیز غلط روایتوں اور افسوسناک بے بنیاد الزاموں کی طرف متوجہ
ہونا چاہتے ہیں، جو اس سلسلہ میں عام ہیں،

سب سے پہلا سوال جو ہمارے سامنے آتا ہے، وہ یہ ہے، کہ کیا اورنگزیب دارا سے لڑنے میں
حق بجانب تھا؟ اس کا جواب گذشتہ صفحات بہت آسانی سے دیکھ سکتے ہیں، دارا کی تمام عمر اورنگزیب
کی عداوت میں گذری، اُس کی ایک ایک حرکت اس بات کا آئینہ ہے، کہ وہ ہر صورت سے
اورنگزیب کو ذلیل و خوار بلکہ تباہ و برباد کر دینا چاہتا ہے، باپ کو بدظن کرتا ہے، بھائیوں سے و
برگشتہ کرنے کی سعی میں مصروف ہے، بہنوں سے وہ لڑانے کی فکر میں ہے، دکنی ریاستوں

ارا کے سامنے اُسے ذلیل کرنے کا وہ سامان کر رہا ہے، سرکاری افسرون کو وہ بہکا رہا ہی، غرض
رحو وہ سب کچھ کر رہا ہے، جو اورنگزیب کا بڑا سے بڑا دشمن کرسکتا ہی، بات یہین پر ختم نہین ہوجاتی
ہ باوہ شاہجہان کے پیہم اصرار نہین بلکہ التجاؤن کے باوجود اورنگزیب سے لڑنے کے لیے بڑھتا ہے
طلا اور جب تک گرفتار نہین ہوجاتا، اسی فکر مین لگا رہتا ہے، دوسری طرف اُس کے مذہبی خیالات
جونے ایک عام ہیجانی کیفیت پیدا کر دی تھی" شاہ بلند اقبال" کی الحاد پرستی نے مذہب کو ایک مذاق
محض مقرر کر دیا تھا، مذہب کے حدود کا کہین نام و نشان بھی نہ تھا، اور ہر شخص نے ایک جدید مسلک
اور ہر مدعی نے اپنی ایک الگ راہ قائم کر رکھی تھی، اس کے علاوہ شاہجہان کی کورانہ محبت،
جسونت سنگھ وغیرہ کی منافقانہ چالون اور دوسرے سیاسی مذہبی گروہون کی خفیہ سازشون
نے دارا کو ایک خطرناک دشمن بنا رکھا تھا، ایسی حالت مین اُس کا نظربند رکھنا خطرات سے
خالی نہ تھا، مراد نے نظربندی کے زمانہ مین جو سازش کر رکھی تھی، وہ ابھی ابھی ہم دیکھ چکے ہین،
ایسی حالت مین اورنگزیب کے پاس اس کے سوا کیا چارہ کار تھا، کہ وہ اس خطرہ کا سدباب
کر دے، اگر وہ ایسا نہ کرتا تو خود اسکی زندگی، ایک لمحہ کے لیے بھی محفوظ نہین رہ سکتی تھی، اُس نے
شاہجہان کو خود اس کے متعلق نہایت صاف طور سے آگاہ کر دیا تھا، کہ

"سرِ وارث ملک تا بر من است ۔۔۔ تنِ ملک را فتنہ پیراہن است"

اب دوسرا سوال اس نمایش کا ہوتا ہے، جو بازار مین دارا کو ہاتھی پر پھرا کر کیگئی، لیکن
جو لوگ اس تاریخی حقیقت سے واقف ہین، کہ جب کبھی کسی شہزادہ کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے، یا
کوئی شہزادہ اس طرح قتل ہوا ہے، کہ اس کا ثبوت عوام کو نہین ملا ہے تو بہت سے لوگون نے
اس سے فائدہ اٹھا کر ملک کو فتنہ کا گھر اور کشت و خون کا بازار بنا دیا ہے، خود اورنگزیب کے
سامنے اس کی مثالین موجود تھین، شاہجہان کے عہد مین اس قسم کا واقعہ پیش آچکا تھا، یعنی

حالت مین اگر وہ دارا کو شاہ راہ عام سے نہ گذارتا، تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا، کہ ملک مین نہ معلوم کتنے ایسے مدعی پیدا ہو جاتے، جو یہ دعوی کرتے، کہ دارا اصل مین قتل نہین کیا گیا، بلکہ وہ اصلی دارا ہین، خود اورنگزیب کے عہد مین صرف اتنی سی بات پر کہ شجاع اور اس کے لڑکے کا حال متیقن طور پر معلوم نہ ہوسکا، دو مرتبہ دو شخصون نے اس دعوی کے ساتھ بغاوت کی کہ وہ شجاع کے لڑکے ہین، ابھی چند دن ہوے کہ بغداد مین ایک نوجوان نے اس بات کا دعوی کیا ہے، کہ وہ زار روس کا بڑا لڑکا ہے، یہ اسباب تھے جنکی وجہ سے اورنگزیب کو مجبوراً یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا، ورنہ اُس کے لیے سب سے آسان صورت تو یہ تھی، کہ وہ دارا کو دہلی لانے، وہان بازار سے گذارنے، اپنے خلاف خواہ مخواہ جذبات پیدا کرنے، اور دار السلطنت کے امن کو خطرہ مین ڈالنے کے بجاے وہ دارا کو کسی غیر معلوم جگہ پر ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیتا، لیکن ان مشکلات کو مول لینے سے اس کی غرض صرف فتنہ انگیزون کی زبان بندی مقصود تھی، اور بس،

تیسرا الزام جو اورنگزیب پر لگایا جاتا ہے، وہ یہ ہے، کہ اُس نے علما کی ایک مجلس کے سامنے دارا کے عقائد کے متعلق سوال پیش کیا، اور اُن سے فتوی حاصل کر کے اُسے قتل کرایا، اور اس طرح دارا کے قتل کا الزام اُس نے علما کے سر تھوپ دیا، حالانکہ واقعہ یہ ہے، کہ نہ کوئی علما کی مجلس مرتب کیگئی، اور نہ مفتیون کی بزم آراستہ ہوئی، بلکہ یہ الزام اُن کرمفرماؤن کا ہے، جو مسلمان علمار کو متعصب، تنگ خیال، خونخوار، اور غضبناک ثابت کرنا چاہتے ہین، بات صرف اتنی تھی، کہ جس دن دارا کو بازار سے گذارا گیا، اُس کے حامیون نے عام عبرت انگیز جذبات سے فائدہ اٹھا کر شہر مین لوٹ مار شروع کر دی، اور اس سلسلہ مین ملک جیون اور اُس کے آدمیون پر حملہ کر دیا، اب اورنگزیب کے لیے غور طلب مسئلہ یہ تھا، کہ آیا وہ دارا کو اسی طرح نظر بند رکھکر اس فتنہ کو بڑھنے دے، یا اس کا سد باب کرے، اس سلسلہ مین مجلس مشورت منعقد کی گئی

اس مین سرکاری افسر بھی تھے، اور اہل علم اصحاب بھی، اور یہ دونوں جماعتین دارا کے رویہ، اُسکی افتاد طبیعت اور اُس کی معاندانہ روش سے پہلے ہی سے بیزار تھین، اسلیے ان کی اکثریت نے یہ طے کیا، کہ دارا کو قتل ہی کر دینا اچھا ہے، اورنگزیب کو اس مین اختلاف تھا، لیکن وہ بھی سمجھتا تھا کہ ایسی حالت مین افسرون، اور دوسرے با اثر لوگون کی راے کو ٹھکرانے کے کیا معنی ہین؟ اس لیے اُس نے بھی اُن کی راے پر عمل کرتے ہوے قتل کا فتویٰ دیا، اس سلسلہ مین خود اُس کے درباری مورخون کا بیان اس بات کی تردید ہو کہ دارا کا قتل علما کے کسی مذہبی فتویٰ کا نتیجہ تھا، عالمگیر نامہ لکھتا ہے:-

"خدیو جہان بالہام بحکم دین پروری و شریعت گستری وہم باقتضاے مصلحت دولت و سروری سترون غبار وجود شر آمود .... لازم آمد" (ص ۴۳۲)

صاحب مآثر عالمگیری نے صرف اس بیان پر اکتفا کیا ہو کہ

"چون بوجوہ سترون غبار او ...... لازم آمد" (ص ۲۷)

عمل صالح نے صرف دارا کے قتل کا تذکرہ کیا ہو، اور ظفر نامہ عالمگیری مین اتنا بھی نہین ملتا، تاریخ شاہ شجاعی کا بھی یہی حال ہے، بلکہ اُس نے تو اس مجلس کا حال ان الفاظ مین لکھا کہ

"اول چنان مقرر شد کہ سلطان دارا شکوہ را نیز مثل سلطان مراد بخش بقلعۂ گوالیار فرستادہ نگاہ دارند، آخر حسب الصلاح مہد علیا روشن آرا بیگم و دیگر خیر اندیشان ازان ارادہ متخلف گشتہ" (ص ۱۴۲)

اسی سلسلہ مین دو باتین اور قابل بیان ہین، اوّل یہ کہ دارا کے متعلق مغربی مورخون اور سیاحون کا بیان ہے، کہ مرتے وقت وہ عیسائی عقائد کا قائل تھا، اور دوسری بازاری گپ یہ ہے، کہ اورنگزیب نے دارا کی لاش کے ساتھ اچھا برتاؤ نہین کیا، لیکن یہ دونون باتین بے بنیاد اور سرتاپا غلط اور لغو ہین،

Note there are historical evidence.

سلیمان شکوہ مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ اس جگہ سلیمان شکوہ کا حال بھی بیان کر دیا جائے ہم دیکھ آئے ہین، کہ کس طرح دارا نے اُسے شاہ شجاع سے صلح کر کے واپس آنیکو لکھا تھا، لیکن ابھی وہ راستہ ہی مین تھا، کہ اُسے دارا کی شکست اور اورنگزیب کی فتح اکبرآباد کی اطلاع ملی، اس اطلاع کے ساتھ ہی مہاراجہ جے سنگھ اور دوسرے افسرون نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا، اور وہ مختلف جگہ کی ٹھوکرین کھاتا ہوا بالآخر گڑھوال کے علاقہ مین راجہ سری نگر کے یہان پناہ گزین ہوا، راجہ نے ایک بہادر راجپوت کی طرح مشرقی میزبان کے خدمات انجام دیئے، اور اوسے اورنگزیب کے آدمیون کے حوالہ کرنے سے نہ صرف انکار کر دیا، بلکہ جب اُسے معلوم ہوا، کہ اس کا وزیر شہزادہ کو زہر دینے کی فکر مین ہے، تو اُس نے انتہائی غضب مین اُسے قتل کرا دیا، مگر راجہ کا بیٹا اخلاق سے زیادہ مادی منفعت کا خیال رکھتا تھا، اس لیے اُس نے غریب الدیار شہزادہ کو دھوکے سے گرفتار کرا دیا، جب اورنگزیب کی خدمت مین پیش کیا گیا، تو اورنگزیب نے اس کو تسلی دلاتے ہوئے کہا کہ وہ گھبرائے نہین، اُسے کسی قسم کی جسمانی اذیت نہین پہنچائی جائے گی، بلکہ دوسرے شہزادون کی طرح گوالیار مین رکھا جائے گا، چنانچہ وہ گوالیار بھیجدیا گیا، اور یہان اپنی موت سے جو شوال سنہ ۱۰۷۲ھ (مئی سنہ ۱۶۶۲ء) مین واقع ہوئی، قید جسمانی اور قید خاکی دونون سے رہا ہوا،

اورنگزیب کی تخت نشینی ہم لکھ آئے ہین کہ کس طرح اورنگزیب نے اپنے بھائیون کے خلاف ابتدا ہی مین اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان نہین کیا تھا، بلکہ اُس کا خیال تھا کہ وہ شاہجہان کو دارا کے ہاتھ سے آزاد کر کے اُسی کو صاحب اختیار بنا دے گا، لیکن آگرہ پہنچکر جب اس نے دیکھا کہ شاہجہان اس کی جان کا گاہک اور اس کے خون کا پیاسا ہو رہا ہے، تو اُس نے اس مسئلہ پر غور کرنا شروع کیا، اور شاہجہان کی کارروائیان اس کے خیال کو مستحکم کرتی گئین، تا آنکہ جب وہ دہلی پہنچا، تو اُس نے محسوس کیا، کہ صرف ایک شہزادہ کی حیثیت سے وہ اتنا اثر و اقتدار جو اُسے ضروری تھا، حاصل نہین کر سکتا تھا، اس لیے

یکم ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ (۲۱ جولائی ۱۶۵۸ء) کو شالامار باغ مین سرسری طور سے تخت نشینی کے مراسم ادا کیے، اوراس کے بعد ہی پنجاب کی طرف روانہ ہوگیا، اس کے ساتھ ہی اُس نے شاہجہان کو لکھ دیا، کہ وہ ابتداءً اتنی بھی جرأت نہ کرسکتا تھا، لیکن جب اُس نے دیکھا، کہ اس طرح کام نہین چل سکتا، تو اُسنے مجبورًا بادشاہت کا اعلان کردیا ہے، اور جونہی حالات موافق ہونگے، وہ شاہجہان کو تخت حوالہ کردے گا، مگراس کے بعد شاہجہان نے دارا کی حمایت اور شجاع کو بہکانے مین جس سرگرمی کا اظہار کیا، اُس کو کامل ایک سال دیکھتے رہنے اور شاہجہان سے مایوس ہونے کے بعد اُس نے عام طور سے اپنی تخت نشینی کا اعلان کیا، کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو خود اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا، بہرحال یہ رسم نہایت تزک و احتشام، شان وشوکت اور جاہ وجلال کے ساتھ رمضان شریف کے مبارک مہینہ کی ۲۴ تاریخ (۵ جون ۱۶۵۹ء) کو عمل مین آئی، اور اورنگزیب "ابوالمظفر محی الدین اورنگزیب عالمگیر بادشاہ غازی" کے نام سے جلوہ آرائے سریر حکومت ہوا، مختلف اشخاص نے مختلف تاریخین کہین، مسٹر بیل نے مفتاح التواریخ مین اُن کو ایک جگہ جمع کردیا ہی[۱]، اب وہ ہندوستان کا تنہا بادشاہ بنگیا، رقعات عالمگیری کی پہلی جلد انھین واقعات پر ختم ہوئی ہی، اسلیے یہ مقدمہ یا کتاب کی پہلی جلد کا یہ مفصل تبصرہ یہین ختم ہوتا ہی، آخر مین صرف یہ کہنا ہی کہ عالمگیر ایک انسان تھا، انسانیت سے بالاتر جذبات کی توقع ہم اُس سے نہین کرسکتے، دیکھنا صرف یہ ہی کہ مغل شہزادون کے سوانح حیات کے مرقع مین اُسکی تصویر اگر ہمایون سے زیادہ خوشنما نہین تو اکبر، جہانگیر، اور شاہجہان سے زیادہ بری بھی نہین،

والکمال للہ وحدہٗ،

---

[۱] اسی سلسلہ مین تاریخ شاہ شجاعی کا یہ بیان بھی قابلِ غور ہے کہ تخت نشینی کے وقت شاہجہان نے سرکاری جواہرات، تختِ طاؤس وغیرہ دینے سے ابتداءً انکار کردیا تھا، اور جب دیا تو تخت کے بعض جواہرات نکال لیے، واللہ اعلم بالصواب